مقام اخلاص و محبت

ثبوتِ قیامت اور اس کے دلائل

حقوق الرجال

نفس کے حملوں سے بچاؤ کے طریقے

لذتِ قربِ خدا

دین پر استقامت کا راز

زندگی کے قیمتی لمحات

تعلیم قرآن میں شانِ رحمت کی اہمیت

عزیز و اقارب کے حقوق

اہل اللہ کی شانِ استغناء

مواعظ دردِ محبت

جلد ہفتم

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس

مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

ناشر

کتب خانہ مظہری

گلشن اقبال نمبر۲، پوسٹ بکس نمبر ۱۱۱۸۲، کراچی۔

فون : ۳۴۹۹۲۱۷۶

مواعظِ دردِ محبّت

جلد ہفتم

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

کتب خانہ مظہری
گلشن اقبال ۲ کراچی ۴۷ پوسٹ کوڈ ۷۵۳۰۰
فون : ۴۹۹۲۱۷۶

نام وعظ : مواعظِ دردِ محبت (جلد ہفتم)

واعظ : شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

جامع مرتب : حضرت سید عشرت جمیل لقب میر صاحب مدظلہم العالی

با اہتمام : حضرت مولانا حافظ محمد ابراہیم صاحب دامت برکاتہم

انتساب

احقر کی جملہ تصنیفات و تالیفات مُرشدنا مولانا محی السنّۃ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں۔

محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

کتب خانہ مظہری

گلشن اقبال ۲، کراچی ۴۷ پوسٹ کوڈ ۷۵۳۰۰

فون: ۴۹۹۲۱۷۶

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عرضِ ناشر

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی اَمَّا بَعۡدُ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ اللہ کے فضل و کرم سے میرے دادا عارف باللہ حضرت اقدس مرشدنا و مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم کے اصلاحی بیانات "مواعظ درد محبت" سات جلدوں کی شکل میں شائع ہو چکی ہیں۔ اور "مواعظ درد محبت" جلد نمبر آٹھ ان شاء اللہ بہت جلد شائع ہونیوالی ہے۔ مواعظ درد محبت کی ہر جلد میں دس وعظ شامل ہیں۔ اس طرح سات جلدوں میں سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر 1 سے سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر 70 تک شامل ہیں الحمدللہ دادا کی تمام تصانیف اور ہمارے تمام اکابرین کی تصانیف کتب خانہ مظہری سے ہر سال ہزاروں کی تعداد میں شائع ہوتی ہیں۔ اللہ پاک اخلاص کے ساتھ اپنے دین کا کام کرنے کی سعادت عطا فرمائیں۔ رب کائنات جل شانہ اپنی بارگاہ میں اس محنت کو شرف قبولیت عطا فرمائیں۔ اور محبوب کائنات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خوشنودی و شفاعت کا ذریعہ بنائیں۔ (آمین)

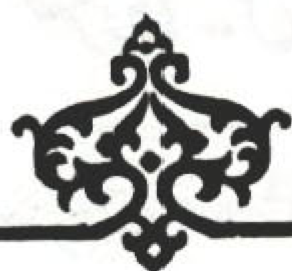
اللہ پاک نے میرے دادا کے ارشادات عالیہ میں عجیب تاثیر عطا فرمائی ہے۔ جس سے ملک و بیرون ملک ہزاروں بندگانِ خدا کی زندگیوں میں انقلاب آگیا۔ اللہ تعالیٰ اس عالم کے گوشہ گوشہ میں میرے دادا کے درد دل کی آواز نشر فرمادیں۔ اور شرف قبولیت عطا فرمائیں اور قیامت تک کے لئے صدقہ جاریہ بنائیں۔ آمین۔

اللہ رب العزت میرے دادا کے فیوض و برکات کو ہمیشہ جاری رکھیں۔ (آمین)

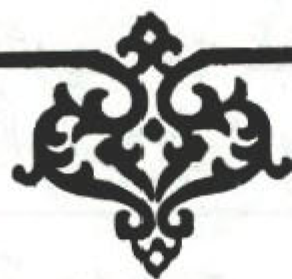
حافظ محمد ابراہیم عفی اللہ تعالیٰ عنہ
ناظم کتب خانہ مظہری

حسن ترتیب

مواعظِ حسنہ نمبر ۶۱



مقامِ اِخلاص و مَحبّت



شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبت ہے
بہ زمینِ نصیحت و شتواش کی اشاعت ہے
عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

محبت تیرا صدقہ ہے مگر ہیں تیرے ناز و لطف کے
جس کی میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے راز و لطف کے

ضروری تفصیل

نام وعظ: ـــــــ **مقامِ اخلاص ومحبت**

واعظ: ـــــــ عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

جامعِ وعظ: ـــــــ حضرت سید عشرت جمیل ملقب بہ میر صاحب مدظلہم العالی

خادمِ خاص وخلیفہ مجاز بیعت عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

تاریخ: ـــــــ ۲۱ ربیع الاول ۱۴۱۹ھ مطابق ۲۳ اکتوبر ۱۹۹۸ء بروز پیر

مقام: ـــــــ شالیمار ریل میں جب حضرت والا صیانۃ المسلمین کے اجلاس میں شرکت کے بعد لاہور سے واپس کراچی تشریف لا رہے تھے اور کافی احباب ساتھ تھے۔

ناشر: ـــــــ کتب خانہ مظہری، گلشنِ اقبال، بلاک ۲، پوسٹ بکس نمبر ۱۱۱۸۲۔ کراچی

انتساب

احقر کی جملہ تصنیفات و تالیفات مرشدنا مولانا محی السنۃ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ
اور حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ
اور حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ
کی صحبتوں کے فیوض وبرکات کا مجموعہ ہیں۔

محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقامِ اخلاص و محبّت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

اللہ تعالیٰ نے وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ جملہ خبریہ سے بیان کر کے قیامت تک کے لئے جملہ انشائیہ عطا فرما دیا اور وہ کیا؟ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَهٗ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ میرے ان عاشقوں کے پاس بیٹھئے جن کے قلوب میں میری ذات کے علاوہ کوئی اور مراد نہیں یعنی صرف اللہ ہی کی ذات ان کے دل میں مراد ہے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسان کے مقصدِ مراد کے بارے میں درجۂ اخلاص بیان کیا ہے۔

صحابہ کا مقامِ اخلاص

اگر صحابہ رضی اللہ عنہم اپنی زبان سے کہتے تو قیامت تک بہت سے منکرین اور دشمنانِ صحابہ کہتے رہتے کہ صحابہ نے اپنی تعریف خود بیان کر دی لیکن جن کے اخلاص کی شہادت یُرِیْدُوْنَ وَجْھَهٗ فرما کر اللہ تعالیٰ دے رہے ہیں اور ساری دنیا کو بتا رہے ہے

ہیں کہ صحابہ کا مقام کیا ہے؟ ان کے قلب میں میری ہی ذات مراد ہے، ان کا مراد میں ہوں۔ دیکھئے فیضِ نبوت کتنا زبردست ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے بھی اخلاص کے ساتھ مقید کر دیا کہ اگر اخلاص نہیں ہوگا تو نبی کا فیض بھی اثر نہیں کرے گا۔ خانقاہوں میں اور اللہ والوں کے پاس بعض لوگ ٹائم پاس کرنے کے لئے بھی آتے ہیں۔ دیکھتے ہیں کہ حسینوں کے عشق نے کسی کام کا نہیں رکھا اور اب کمانے میں دِل نہیں لگتا تو کیا کرتے ہیں؟ اِس پر میرا ایک شعر ہے ؎

گُل رخوں گُل فاموں سے تنگ آ کر میرؔ
ایک پِیر کی ٹانگ دبایا کرتے ہیں

مخلص اور غیر مخلص کا فرق

جب یہ عشقِ مجازی میں ناکام ہو گئے، بتوں نے تنگ کیا، حسینوں نے بے وفائی کی، دُنیا نے مُنہ نہ لگایا، جوتے پڑے، اعصاب پر غمِ عشق نے فالج گرا دیا تو مایوسیوں میں آ کر کسی کام کے نہیں رہے، نہ نوکری کے قابل رہے، نہ تجارت کے قابل رہے۔ جب دیکھا کہ اب کسی کام کا نہیں رہا تو سوچا کہ چلو کسی پیر کی ٹانگ دباؤ اور چائے پانی پیتے رہو، سُنا ہے کہ کبھی کبھی پیروں کے ہاں بریانی بھی آجاتی ہے تو یہ بھی مخلص نہیں ہے اور اس کا پتہ کیوں کر چلے گا؟ اس کا پتہ جب چلے گا کہ جب یہ حرام موقعوں پر گناہوں سے نہیں بچے گا۔ چائے بھی پیئے گا اور بریانی بھی کھائے گا لیکن جب کوئی اَمرد لڑکا یا کوئی عورت سامنے آگئی تو یہ حرام کی لذت سے باز نہیں آئے گا۔ یہی دلیل ہے کہ اس

کے قلب میں اللہ تعالیٰ کی ذات مراد نہیں ہے ورنہ اگر اللہ تعالیٰ کی ذات مراد ہوتی تو جان کی بازی لگا دیتا اور کہتا کہ اے خدا میں جان دے دوں گا لیکن آپ کو ناراض نہیں کروں گا۔ وہ تو اللہ تعالیٰ کی ایک لمحہ کی ناراضگی سے بھی پناہ مانگے گا۔

ذکر دلیلِ محبت ہے

ہمارے شیخ حضرت شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ سے معلوم ہوا کہ جو ذکر کے پابند ہیں ان کو فیض زیادہ ہوگا، جو بندے اپنے دلوں میں اللہ کو مراد رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ اُن کی شان میں فرماتے ہیں یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ میرے یہ بندے مجھے صُبح و شام یاد کرتے ہیں۔ بھلا وہ کیسا عاشق ہے جو اپنے محبُوب کو یاد ہی نہ کرے۔ اگر آپ کا کوئی دوست آپ سے کہہ دے کہ آپ تو ہمیں کبھی یاد ہی نہیں آتے تو آپ بھی اس سے کہیں گے کہ بس ہمیں بھی آپ کا مقامِ عشق معلوم ہوگیا کہ آپ ہمارے کتنے بڑے عاشق ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ)

یعنی میرے عاشقوں کا حال یہ ہے کہ صبح و شام مجھے یاد کرتے رہتے ہیں اور ان کے قلوب میں بس میری ہی ذات مُراد ہے، میں ہی ان کا مقصود ہوں۔ آپ خود ہی بتائیے کہ جس کی زندگی کی مراد اللہ ہو تو کیا اس کی زندگی کی ہر سانس اور اس کا ہر لمحۂ حیات خالقِ حیات پر فدا نہ ہوگا؟

صحابہ کے آثارِ عشق

مفسرین لکھتے ہیں کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تو کچھ صحابہ مسجد نبوی میں اللہ کی یاد میں مشغول تھے۔

ان میں تین قسم کے صحابہ تھے۔ ایک تو ذَاالثَّوْبِ الْوَاحِدِ ایک کپڑا پہنے ہوتے تھے، اتنے غریب تھے کہ ایک ایک کپڑے میں تھے، دوسرے اَشْعَثُ الرَّأسِ بکھرے ہوئے بالوں والے تھے۔ تیل خریدنے کے لئے پیسے ہی نہ تھے اور ان کے چہرے کیسے تھے جَافُّ الْجِلْدِ فاقوں کی کثرت سے کھال خشک ہوگئی، کھال سے انسان کی حالت کا پتہ چل جاتا ہے، غریبوں کی کھال بتا دیتی ہے کہ یہ غریب ہے اور امیروں کی کھال بتا دیتی ہے کہ یہ امیر ہے، اندر کے روغن کا اثر اس کی کھال پر ظاہر ہوتا ہے۔ اسی طرح جو لوگ ذکر اللہ کا روغن اور بریانی کھاتے ہیں ان کی کھالوں سے ذکر کے انوار ظاہر ہوتے ہیں :

(سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ)

میرے شیخ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر فرماتے تھے کہ راتوں کی عبادتوں سے جب صحابہ کے قلوب میں نور بھر جاتا تھا تو آنکھوں سے چھلکنے لگتا تھا اور چہروں سے جھلکنے لگتا تھا۔

(یَبْدُوْا مِنْ بَاطِنِهِمْ اِلٰی ظَاهِرِهِمْ)

یہ تفسیر علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے جو میرے شیخ کے دل میں بغیر روح المعانی دیکھے وارد ہوئی کہ باطنی نور ظاہر پر آجاتا ہے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ڈھونڈتے ہوئے اپنے ان صحابہ تک پہنچے اور ان سے دریافت فرمایا کہ تم سب لوگ یہاں جمع ہو کر کیا کر رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم اللہ کو یاد کر رہے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الحمد للہ میری

اُمت میں اس درجہ کے اولیاء پیدا ہو گئے کہ جن کے لئے اللہ اپنے نبی کو گھر سے بے گھر کر کے ان کی صحبت میں بیٹھنے کا حکم دے رہا ہے۔ میں تمھارے درجات کیا بتاؤں کہ تم اللہ کے یہاں کتنے قیمتی ہو۔ خدا کے ہاں اس غربت اور افلاس کے باوجود تمھاری اتنی قیمت ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے حکم دے رہے ہیں کہ اپنے گھر سے بے گھر ہو کر میرے عاشقوں میں جا کر بیٹھو۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر طلب سچی ہو تو پیر بھی مرید کے پاس بھیج دیا جاتا ہے۔

اہلُ اللہ سے محبت مرادِ نبوّت ہے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے بارے میں فرما رہے ہیں کہ شکر ہے اس اللہ کا جس نے میری اُمت میں اس درجہ کے اولیاء پیدا کئے کہ ان کے پاس بیٹھنے کا اپنے رسول کو حکم دیا۔ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں آرام فرما تھے۔ کَانَ فِیْ بَیْتٍ مِّنْ اَبْیَاتِہٖ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھروں میں سے کسی گھر میں آرام فرما تھے بس آیت نازل ہوتے ہی خَرَجَ یَلْتَمِسُھُمْ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر سے نکلے اور ان کو تلاش کرنے لگے اور صحابہ کے پاس پہنچ کر ان سے پوچھا کہ کیا کر رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم اللہ کو یاد کر رہے ہیں۔ بس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین ہو گیا کہ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ کی جو نشانی آپ کو اللہ نے بتائی تھی اس کے مصداق یہی لوگ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا کہ تمھارا اللہ کو یاد کرنے کے سوا کوئی اور مقصد تو نہیں؟ صحابہ نے عرض کیا کہ نہیں! بس ہم اللہ کو یاد کر رہے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں

بشارت دی اور فرمایا کہ مُجھ کو تم لوگوں سے اتنی محبّت ہے کہ میرا مرنا جینا تمُھارے ہی ساتھ ہوگا لہٰذا عاشقوں کے پاس بیٹھنا ان کی صحبت میں رہنا یہ مرادِ نبوت ہے اور جس کو یہ ذوق و شوق نہ ہو وہ مرادِ نبوت سے محروم ہے۔ جس کو اہل اللہ سے بغض اور نفرت ہو یا ان کے پاس بیٹھنے کو اس کا دِل نہ چاہے تو وہ نبی کی اس مراد اور مقصد سے دور ہے کیونکہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ذوقِ نبوت یہ اعلان کر رہا ہے کہ اے خدا کے عاشقو! میرا جینا مرنا تمھارے ساتھ ہی ہوگا۔ چنانچہ جو مُلّا اپنے علم پر ناز کرے اور کہے کہ مُجھے اللہ والوں کی کوئی ضرورت نہیں تو ایسا شخص مرادِ نبوت اور ذوقِ نبوّت سے محروم ہے کیوں کہ نبی خدا کے عاشقوں کے لئے فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مُجھے تمھارے پاس بیٹھنے کا حکم دیا ہے اور اب میرا جینا مرنا بھی تمھارے ساتھ ہی ہوگا۔ لہٰذا اہل اللہ کے پاس رہنے اور صالحین کی صُحبت اختیار کرنے کو اتنی بڑی نعمت سمجھنا چاہیئے کہ گویا جنّت آسمان سے زمین پر آگئی۔ اس پر میرا ایک شعر ہے ؎

میسّر چوں مرا صحبت بجانِ عاشقاں آید
ہمیں بینم کہ جنّت بر زمین از آسماں آید

اللہ والوں کی محبّت اس حدیث کی رو سے یعنی آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ارشادِ نبوت کی رو سے نعمت عظمیٰ ثابت ہوتی ہے کیونکہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نبی ہو کر خدا کے عاشقوں کے لئے فرما رہے ہیں کہ میرا مرنا جینا ان کے ساتھ ہوگا۔ اس کو غور سے سمجھئے کہ اہل اللہ کی صحبت کتنی قیمتی چیز ہے۔ حدیث کے اس مضمون کو مَیں نے اپنے شعر میں پیش کیا ہے۔

مری زندگی کا حاصل مری زیست کا سہارا
ترے عاشقوں میں جینا ترے عاشقوں میں مرنا
مجھے کچھ خبر نہیں تھی ترا درد کیا ہے یا رب
ترے عاشقوں سے سیکھا ترے سنگِ در پہ مرنا

یعنی ہم نے اللہ پر مرنا کہاں سے سیکھا ہے؟ جو اللہ پر فدا تھے ان کی صحبتوں سے ہمیں اللہ پر مرنا آیا۔

دُنیا کی حقیقت

جو دُنیا پر مر رہے ہیں تو انہیں اپنی قیمت، اپنی سلطنت کی قیمت، تخت و تاج کی قیمت، اپنی بیویوں کی قیمت اور اپنے ٹیلیفون اور قالینوں کی قیمت اس وقت معلوم ہو گی جب لباس اتار دیا جائے گا اور خالی کفن میں لپیٹ کر قبروں میں ڈال دیا جائے گا۔ دیکھئے جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو ننگا آتا ہے اور جب جاتا ہے تو کفن لے کر جاتا ہے کیونکہ جب اللہ نے انسان کو پیدا کیا تھا تو وہ چھوٹا تھا، غیر مکلف تھا اس لئے ننگا پیدا کیا، اس وقت لباس کی ضرورت نہیں تھی لیکن اب جب کہ وہ بڑا ہو گیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اکرام فرمایا کہ چونکہ میرے پاس بڑے ہو کر آرہے ہو اس لئے کفن میں لپیٹ کر آؤ۔ آتے ننگے، گئے کفن میں لپٹ کر۔ پوچھو ان سے کہ آج اس کفن کے علاوہ اور کیا لے گئے۔ کاش کہ یہ باتیں اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں اپنی رحمت سے اتار دیں۔

جن لوگوں نے اپنی آنکھوں سے زندگی میں بدنظری کی تو مرنے کے بعد قبروں میں ان آنکھوں کو ہزاروں کیڑے کھا جائیں گے اور جن کانوں سے آج

گانے سُننے جا رہے ہیں ان کانوں کو بھی ہزار ہا کیڑے کھا کر ختم کر دیں گے۔ مظاہرِ حق میں لکھا ہے کہ گرمیوں میں چوبیس گھنٹے کے بعد اور سردیوں میں بہتّر گھنٹے کے بعد لاش پھٹ جاتی ہے۔ کیا ہر وقت کی تیل کنگھی میں پڑے ہوئے ہو؟ سُنّت سمجھ کر تو تیل کنگھی کیجئے لیکن دِل کو ہر وقت اسی ہی میں نہ اٹکائے رکھئے۔ تو میں کہہ رہا تھا کہ اہل اللہ کی صحبتوں سے ہی اللہ پر مرنا اور دین پر چلنا آتا ہے۔ مولانا شاہ محمدّ احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

تنہا نہ چل سکیں گے محبّت کی راہ میں
میں چل رہا ہوں آپ مرے ساتھ آئیے

شیخ سے تعلق کی مثال

ایک مرتبہ ٹنڈو جام کی زرعی یونیورسٹی میں مجھ کو دیسی آم کو لنگڑا آم بنانا دکھایا گیا۔ سائنسدانوں نے لنگڑے آم کی قلم دیسی آم میں لگائی اور کس کے پٹی باندھ دی اور مجھے بتایا کہ ہم سائنسی طریقہ سے دیسی آم کو لنگڑا آم بنا رہے ہیں۔ مَیں نے ان سے پوچھا کہ پٹی اتنی کَس کے کیوں باندھی ہے؟ کہا کہ اگر تعلق میں ذرا سا بھی ڈھیلا پن ہو گا تو لنگڑے آم کی صحبت دیسی آم میں نہیں ہو گی یعنی لنگڑے آم کا دیسی آم میں انتقالِ نسبت نہیں ہو گا۔ اسی طرح شیخ اور مربی سے تعلق جتنا زیادہ قوی ہوتا ہے شیخ کی نسبت اتنی ہی زیادہ منتقل ہوتی ہے یہاں تک کہ شیخ کی آہ، اس کی مناجات، اس کا درد بھرا دل، اس کے آنسو سارے کے سارے مرید اور طالب میں منتقل ہو جاتے ہیں۔

اللہ والوں کے ساتھ رہنے کی مدت

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں صحبت صالحین کے ساتھ ساتھ مجاہدہ کی قید بھی لگاتی ہے۔ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کی تفسیر کے ذیل میں علامہ آلوسی ایک سوال قائم کرتے ہیں کہ یہ جو حکم ہے کہ اللہ والوں کے ساتھ رہو تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ والوں کے ساتھ کتنا رہو، پھر اس کا جواب بھی دیتے ہیں کہ اللہ والوں کے ساتھ اتنا رہو لِتَکُوْنُوْا مِثْلَھُمْ کہ تم بھی ان ہی جیسے ہو جاؤ یعنی تمھاری عادات، عبادات اور تقویٰ سب اللہ والوں جیسا ہو جائے۔ علامہ آلوسی السیّد محمود بغدادی نے پندرہ جلدوں میں قرآن پاک کی تفسیر کی ہے، بغداد کے رہنے والے تھے اور وہاں کے مفتی بھی تھے۔ طالب علمی کے زمانہ میں اتنے غریب تھے کہ چاند کی روشنی میں پڑھا کرتے تھے۔ فرماتے ہیں کہ:

(کُنْتُ اُطَالِعُ الْکُتُبَ فِیْ ضَوْءِ الْقَمَرِ)

میں چاند کی روشنی میں مُطالعہ کیا کرتا تھا اور امیروں کے بچے مجھ پر ہنستے تھے وہ گھوڑوں پر بیٹھ کر سواری کرتے تھے اور میرا مذاق اُڑاتے تھے کہ یہ کیا مُلّا بیٹھا ہوا پڑھ رہا ہے۔ علّامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ جب اللہ نے مجھ سے رُوح المعانی لِکھوائی تو اُنھی لڑکوں نے مجھے سلام کیا اور میری جوتیاں سر پر رکھیں۔ جب انہوں نے حضرت یونس علیہ السّلام کے قصّہ کی تفسیر لکھی تو فرماتے ہیں کہ مَیں نے اس دریا کا سفر کیا جس دریا میں مچھلی نے حضرت یونس علیہ السّلام کو نِگلا تھا۔ میں نے اس دریا کی سیر کی اور اس بات کا مشاہدہ کیا کہ یہاں اتنی بڑی بڑی

مچھلیاں ہوتی ہیں جو انسان کو نگل سکتی ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ ان اللہ والوں نے دین کے لئے کتنی محنتیں کی ہیں۔

صحبت اہل اللہ اور مجاہدہ کی تمثیل

جس طریقہ سے تلی کا تیل روغنِ گل بنتا ہے ایسے ہی انسان اللہ والا بنتا ہے۔ حضرت شیخ پھولپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اگر تلی کو صرف مجاہدہ سے گذارا جائے یعنی کولہو میں پیلا جائے تو صرف تلی کا تیل ہی نکلے گا۔ اس مجاہدہ سے اس کی قیمت نہیں بڑھے گی لیکن جب گلاب کے پھول میں اس کو بسا دیا جاتے تو پھر گلاب کا تیل بن جاتا ہے۔ تلّی پر دو مجاہدے گذارے جاتے ہیں۔ شروع میں پہلے تو اس کو رگڑتے ہیں اور اس کی بھوسی چھڑاتے ہیں یہاں تک کہ ساری بھوسی چھوٹ جاتی ہے اور ایک ہلکی سی جھلی رہ جاتی ہے جس سے تیل جھلکتا ہے۔ میرے شیخ حضرت شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ کو جون پور میں جہاں روغنِ چنبیلی اور روغن گُل بنتا تھا کارخانے میں لے جا کر دکھایا کہ دیکھو یہ تلّی ہے، اس کو رگڑ رگڑ کر اس کی بھوسی چھڑائی گئی ہے یہاں تک کہ ایک ہلکی سی جھلی رہ گئی جس سے تیل جھلک رہا ہے۔ اب اس کو کسی پھول میں رکھیں گے۔ پھر دوسری جگہ لے جا کر دکھایا جہاں اس تلّی پر تہہ بہ تہہ چنبیلی کے پھول رکھے ہوئے تھے اور کہیں گلاب کے پھول تہہ بہ تہہ تھے۔ پھر فرمایا کہ اب جب تلّی پھول کی خوشبو کو خوب جذب کر لیتی ہے تو اس کو کولہو میں پیلا جاتا ہے تو اب روغن گل اور روغن چنبیلی نکلے گا۔ اب اس کا نام بدل جائے گا، کام بدل جائے گا۔ دام بدل جائے گا۔ اب تلّی

کا تیل روغن گُل بن گیا ہے، یا روغن چنبیلی بن گیا ہے، اب قیمتی ہو گیا ہے۔ بتایئے اگر تلّی ہمیشہ مجاہدہ کرتی رہے لیکن اس کو گلاب کی صحبت نصیب نہ ہو تو کیا وہ روغنِ گُل بن سکتی ہے؟ چنبیلی کی صحبت نصیب نہ ہو تو کیا روغنِ چنبیلی بن سکتی ہے؟ معلوم ہوا کہ صحبت بھی ضروری ہے اور مجاہدہ بھی ضروری ہے۔ میرے شیخ فرماتے تھے کہ سلوک میں دونوں چیزوں کی ضرورت ہے۔ جتنا اللہ والوں کی صحبت ضروری ہے اتنا ہی مُجاہدہ بھی ضروری ہے۔ اگر تلّی کا تیل اپنے موٹے موٹے چھلکوں کے ساتھ گُلاب کی صحبت میں رہے تو اس میں جذبِ فیض نہیں ہوگا، پھول کا اثر نہیں آئے گا۔ بالکل اسی طرح مشایخ بھی شروع شروع میں مجاہدے کراتے ہیں اس سے قلب میں جذبِ فیض کی صلاحیت **پیدا ہو جاتی ہے پھر اللہ والے کی صحبت کا پورا اثر طالب کے قلب میں منتقل ہو جاتا ہے۔ جیسا پھول ہو گا ویسا ہی اس کا اثر آئے گا۔ نبی کا پھول ہے تو صحابی** بنے گا، صحابی کے پھول سے تابعی بنے گا، تابعی کے پھول سے تبع تابعی بنے گا۔ بس پھول دیکھنا ہے کہ کیسا ہے۔ پھول دیکھنے میں ذرا کوشش کرنا چاہیئے کہ اعلیٰ درجہ کا پھول ہو ورنہ اگر گھٹیا درجہ کا پھول ہو گا تو تلّی کے تیل کے اندر خوشبو بھی گھٹیا آئے گی۔ لہٰذا اللہ والا بھی تیز خوشبو والا ہر دم تازہ دم گلاب کی طرح کا ڈھونڈو جو اللہ تعالیٰ کے عشق و محبّت اور تقویٰ سے معطر ہو اور اس میں گناہوں کی ظلمات نہ ہوں تو ان شاء اللہ اس کی صحبت میں مُجاہدے سے کام بن جائے گا۔

مُجاہدہ کی اہمیّت اور اس کی قسمیں

مُجاہدہ کی چار قسمیں ہیں۔ لوگوں کو سمجھانے کے لئے کُونُوا

مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کی آیت پر علامہ آلوسی نے اشکال قائم کیا کہ اللہ والوں کے ساتھ کتنا رہو؟ پھر خود ہی اس اشکال کو حل کرتے ہیں کہ خَالِطُوْھُمْ لِتَکُوْنُوْا مِثْلَھُمْ یعنی اللہ والوں کے ساتھ اتنا رہو کہ ان جیسے ہی ہو جاؤ، اتنا ساتھ رہو کہ تمہارا نالہ و فریادِ شیخ کے نالہ و فریاد جیسا ہو جاتے اور تمہاری اشک بار آنکھیں شیخ کی اشکبار آنکھوں جیسی ہو جائیں۔

کس طرح فریاد کرتے ہیں بتا دو قاعدہ
اے اسیرانِ قفس میں نو گرفتاروں میں ہوں

بس سمجھ لو کہ مجاہدہ بہت ضروری ہے۔ جو مجاہدہ سے گریز کرے گا اس کی محرومی کیا کہنا، اس پر جتنا رویا جائے کم ہے۔ مجاہدہ نام ہے ہمت عمل اور گناہوں سے بچنے کی مشقت برداشت کرنے کا لیکن یہ توفیق پیدا ہوتی ہے اللہ سے مانگنے سے۔ اللہ سے رو رو کر مانگے اور بزرگوں سے دعا بھی کرائے اور جتنی ہمت موجود ہے خود بھی استعمال کرے۔ جتنی ہمت اس کو عطا ہے اس کو استعمال نہ کرنا نعمت کی ناشکری کے عذاب میں مبتلا ہونا ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر بندہ کو گناہ چھوڑنے کی ہمت دی ہے۔ اگر وہ اس ہمت کو تقویٰ کے لیے استعمال نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب آتا ہے کیوں کہ لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ میں اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ اگر تم ہمت کی نعمت کو استعمال کرتے تو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد فرماتا اور وَلَئِنْ کَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ اگر تم نے ہمت نہ کی اور اس نعمت کی ناشکری کی اور ہمت کو بجائے تقویٰ میں استعمال کرنے کے نفس میں

حرام لذتوں کی درآمد شروع کردی تو پھر اللہ کے عذاب کے منتظر رہو۔

حکیم الامت حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو ہمت دی ہے اس کو استعمال کرو اور پھر اللہ تعالیٰ سے توفیق بھی مانگو کہ اے خدا! آپ نے جو ہمت اور طاقت دی ہے اس کو استعمال کرنے کی توفیق بھی عطا فرمادیں تاکہ ہم جان دے دیں مگر آپ کو ناراض نہ کریں، ایک سانس بھی ہم آپ کو ناراض نہ کریں۔ اے اللہ! ہماری زندگی کی کوئی سانس بھی آپ کی ناراضگی میں نہ گذرے۔ اور دوسری دُعا یہ ہے کہ اے اللہ! میرے قلب کو اور میری جان کو اپنی ذات پاک کے ساتھ اس طرح چپکا لیجئے کہ سارا عالم ساری کائنات ہم کو آپ سے ایک اعشاریہ، ایک بال برابر بھی الگ نہ کرسکے۔

مجاہدہ کی پہلی قسم | وَالَّذِیۡنَ جَاهَدُوۡا فِیۡنَا کی اس آیت سے مُجاہدہ کی چار تفسیروں میں سے پہلی تفسیر ہے:

(اَلَّذِیۡنَ اخۡتَارُوا الۡمَشَقَّةَ فِی ابۡتِغَاءِ مَرۡضَاتِنَا)

یعنی جو مُجھ کو خوش کرنے کے لئے ہر قسم کی مشقتیں برداشت کرتے ہیں۔ تفسیر میں علامہ آلوسی مرضات لائے یعنی مُجھے خوش رکھنے کے لئے مشقتیں برداشت کرتے ہیں۔ یہ نہیں کہ ایک دفعہ تو خوش کردیا پھر سینما اور وی سی آر دیکھ رہے ہیں۔ مرضات جمع ہے یعنی ہماری خوشیوں کو تلاش کرتے ہیں اور اس میں مشقتیں اُٹھاتے ہیں کہ میں کس بات سے خوش اور کس بات سے ناراض ہوتا ہوں۔ اللہ کو خوش کرنے کے لئے اپنی خوشیوں کو پامال کرتے ہیں۔

نہ دیکھا جائے گا خُون تمنّا اپنی آنکھوں سے
مگر تیرے لئے جانِ تمنّا یہ بھی دیکھیں گے

یعنی جو لوگ آپ کو خوش رکھتے ہیں وہ اپنی تمناؤں کا خُون اپنی آنکھوں سے ہوتا دیکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں بہت لذت رکھی ہے۔

اللہ کی راہ کے غم کی عظمت

کسی گناہ کو چھوڑنے میں کوئی غم پیدا ہو تو چادر اوڑھ کر لیٹ جاؤ، مسجد چلے جاؤ اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ آج مجھے آپ کی راہ میں کانٹا لگا ہے جو ساری دُنیا کے پھولوں سے افضل ہے۔ جب کبھی گناہ چھوڑنے میں غم محسوس ہو تو اللہ تعالیٰ کا شُکر ادا کرو کہ اے اللہ! یہ غم آپ کے راستہ کا ہے جو ساری دُنیا کی خوشیوں سے افضل ہے۔

نشود نصیبِ دشمن کہ شود ہلاکِ تیغت
سرِ دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

تیری راہ میں غم کا جو یہ کانٹا دِل میں چُبھا ہے اگر ساری دُنیا کے پھُول اس کو سلامی پیش کریں، گارڈ آف آنر دیں تو بھی اللہ کے راستہ کے کانٹے کی عظمتوں کا حق ادا نہیں کر سکتے۔

دعوتِ گُناہ کو ٹھکرانے پر سایۂ عرش کی بشارت

کسی حسین سے فرار اختیار کرنے سے یا اس گُناہ سے بچنے میں اگر کوئی غم آجائے خصوصاً جب وہ حسین راضی بھی ہو تو بُخاری شریف کی حدیث کی رُو سے ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ قیامت کے

دِن اپنے عرش کے سائے میں جگہ عطا فرمائیں گے۔ علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ کوئی عورت کسی مرد کو بُرائی کے لئے بُلائے اور وہ عورت صاحبِ جمال اور صاحبِ منصب بھی ہے دَعَتْهُ اِمْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ یعنی وہ عورت جو اعلیٰ حسب نسب والی شریف خاندان کی اور صاحبِ جمال ہو، اپنی طرف بُلاتی ہے اور دوسری روایت میں ہے کہ اِلٰی نَفْسِهَا وہ برائی کے لئے بُلاتی ہے لیکن وہ مرد کہے کہ اِنِّیْ اَخَافُ اللهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں جو ربُّ العلمین ہے تو قیامت کے دِن اس کو عرش کا سایہ ملے گا۔

علامہ بدرُالدین عینی اور علامہ ابنِ حجر عسقلانی دونوں محدثین لکھتے ہیں کہ عورتوں کو راضی کرنے اور ان تک پہنچنے تک ہزاروں مشقتیں کرنی پڑتی ہیں اور یہاں وہ خود بُلا رہی ہیں یعنی اس کو مشقت وصل سے مستغنی کر دیا۔ ایسے وقت میں جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈر کر گناہ چھوڑ دے تو یہ کمال تقویٰ اور خوف کے انتہائی مقامِ قرب پر فائز ہے، یہ شخص پورا ولی اللہ ہے۔ علامہ بدرُالدین عینی رحمۃُ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اسی طرح اگر کوئی بادشاہ کسی عورت کو بُلاتے دَعَاهَا الْمَلِكُ اور اس عورت نے کہہ دیا کہ اِنِّیْ اَخَافُ اللهَ میں اللہ سے ڈرتی ہوں باوجود اس کے کہ میں غریب ہوں تو اس کو بھی یہی درجہ ملے گا۔ یہ شرح عمدۃ القاری کی ہے اور آخر میں علامہ بدرالدین عینی بیان کرتے ہیں کہ شَابٌّ جَمِیْلٌ دَعَاهُ الْمَلِكُ لِیَتَزَوَّجَ بِنْتَهٗ کسی حسین جوان کو بادشاہ نے بُلایا تاکہ اپنی بیٹی سے اس کی شادی کر دے

لیکن اس نوجوان کو معلوم تھا کہ اس بادشاہ میں کچھ گندی عادتیں ہیں، یہ میرے حُسن سے غلط فائدہ اُٹھائے گا فَخَافَ اَنْ یَّرْتَکِبَ مِنْہُ فَاحِشَۃً وہ حسین نوجوان ڈر گیا کہ بادشاہ اس کے ساتھ کوئی بے حیائی اور گناہ کرے گا فَقَالَ اِنِّیْٓ اَخَافُ اللہَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ پس وہ کہہ دے کہ میں اللہ رب العٰلمین سے ڈرتا ہوں اگرچہ مجھے شادی بھی کرنی ہے اور مجھے دولت بھی چاہیئے، مجھے معلوم ہے تو بیٹی بھی دے گا اور محل بھی دے گا اور بیٹی کی راحت کے لئے تو شاہی انداز کی دولت بھی دے گا لیکن اس احتیاج کے باوجود وہ جوان اللہ سے ڈر کر گناہ سے بچتا ہے اور بادشاہ کی پیش کش کو ٹھکرا دیتا ہے تو علامہ بدرُ الدین عینی عمدۃ القاری شرح بُخاری میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو بھی عرش کا سایہ دے گا۔

تو مجاہدہ کی پہلی تفسیر ہوئی اَلَّذِیْنَ اخْتَارُوا الْمَشَقَّۃَ فِی ابْتِغَاءِ مَرْضَاتِنَا جو بندے مُجھ کو راضی کرنے کے لئے تکلیفیں اُٹھاتے ہیں اور یہ بھی نہیں کہتے کہ بڑی تکلیف ہوئی۔ ارے تکلیف ہوئی تو خوشیاں مناؤ کہ اے خدا! یہ آپ کے راستہ کا کانٹا ہے، ساری دُنیا کے پھُول بھی اگر اس کو سلامی پیش کردیں تو آپ کے راہ کے کانٹوں کی عظمتوں کا حق وہ پھُول ادا نہیں کرسکتے۔ اے خدا! اس گناہ چھوڑنے پر جو غم ہوا اگر ساری کائنات کی خوشیاں اس غم کو سلامی پیش کریں تو اس غم کی عظمت کا حق ادا نہیں کرسکتیں۔

گُناہ کے بدلہ قید خانہ قبول کرنے کا اعلانِ نبوّت

دیکھو! حضرت یوسف علیہ السّلام

زبانِ نبوت سے اعلان کرتے ہیں کہ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَیْہِ اے خدا! آپ کے راستہ کا قید خانہ مجھے محبوب ہی نہیں احب ہے یعنی جس گناہ کی طرف یہ عورتیں مجھے بلا رہی ہیں اس گناہ کے کرنے سے مجھے قید خانہ میں قید ہوجانا زیادہ محبوب ہے۔ یہاں پر ایک علمی اشکال ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یَدْعُوْنَنِیْ جمع مؤنث کا صیغہ کیوں استعمال فرمایا جس کے معنی ہوئے کہ جس طرف یہ سب عورتیں مجھے بلا رہی ہیں جبکہ بلانے والی صرف زلیخا تھی۔ بیان القرآن میں حضرت حکیم الامت نے تحریر فرمایا ہے کہ چونکہ مصر کی تمام عورتیں حضرت یوسف علیہ السّلام کو ورغلانے میں شامل تھیں اور چاہتی تھیں کہ یوسف علیہ السّلام زلیخا کی تمنا پوری کر دیں تو چونکہ ان عورتوں نے گناہ کی تائید و مدد کی اس لئے اللہ تعالیٰ نے زلیخا کے ساتھ ان مشورہ دینے والیوں کو بھی شامل کر لیا اس لئے کہ گناہ کا مشورہ دینے والا اتنا ہی بڑا مجرم ہے جتنا بڑا مجرم خود اس گناہ کا کرنے والا ہے۔ حضرت حکیم الامت نے فرمایا کہ یَدْعُوْنَ جمع کا صیغہ اس لئے نازل ہوا کہ زنانِ مصر نے حضرت یوسف علیہ السّلام کو مشورہ دیا تھا اور ان سے سفارش کی تھی کہ زلیخا کی خواہش پوری کر دیجئے۔ حضرت یوسف علیہ السّلام نے فرمایا کہ جس برائی کی طرف یہ عورتیں مجھے دعوت دے رہی ہیں اس سے بہتر مجھے وہ قید خانہ ہے جس کی مجھے دھمکی دی گئی ہے۔ الٰہ آباد میں ۱۹۷۶ء میں میں نے اپنے ایک وعظ میں کہا کہ اس آیت سے اللہ تعالیٰ کی شانِ محبوبیت ظاہر ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کتنے پیارے ہیں کہ جن کی راہ کے قید خانے تک محبوب

ہوں تو ان کی راہ کے گُلستان کیسے ہوں گے۔ میری اس بات پر وہاں موجود ندوہ کے عُلماء بھی جُھوم اُٹھے تھے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ؎

آں چنانش اُنس و مستی دادِ حق

حضرت یوسف علیہ السلام نے جب قید خانہ میں قدم رکھا تو اللہ نے ان پر اپنی محبت کا ایسا فیضان فرمایا، ان پر ایسی مستی اور ایسی کیفیت طاری کی اور اپنی ذات پاک کے ساتھ ایسا اُنس عطا فرمایا ؎

کہ نہ زنداں یادش آمد نے غَسَق

ان کو نہ قید خانہ یاد آیا اور نہ ہی قید خانہ کی تاریکی نظر آئی۔ انہیں پتہ بھی نہیں چلا کہ میں قید خانہ میں ہوں۔ دوستو اگر اللہ سے آج بھی تعلق جوڑ لو تو تمہارے غم خوشی بنا دیئے جائیں گے۔

چوں او خواہد عینِ غم شادی شود
عین بند پائے آزادی شود

حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کلید مثنوی کی شرح میں فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے تو غم کی عین ذات کو خوشی بنا دیتا ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ غم کے اسباب کو دور کر کے خوشی کے اسباب لائے جائیں جیسے کہیں آگ لگی ہو تو اس کی گرمی سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے آگ بجھاؤ اس کے بعد ٹھنڈک پیدا ہوگی لیکن اللہ تعالیٰ اس بات کے محتاج نہیں ہیں کہ پہلے آگ بجھائی جائے وہ آگ ہی کو ٹھنڈک بنا دینے پر قادر ہیں۔ اللہ تعالیٰ آگ سے اس کی گرمی سلب کر کے آگ ہی کو برف بنا دینے کی قدرت رکھتے ہیں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے

ہیں کہ یہاں عینیت مصطلحہ مراد ہے یعنی غم کی عین ذات کو اللہ تعالیٰ خوشی بنادینے پر قادر ہے، وہ غم کی ذات کو ہی خوشی کر دیتا ہے۔ دُنیا والے تو پہلے غم دور کریں گے پھر خوشی لائیں گے لیکن اللہ تعالیٰ غم کی ذات ہی کو خوشی بنا دیتا ہے۔ اس غم سے فرما دیتا ہے کہ اے غم میرے اس بندے کے دل میں خوشی بن جا تو وہی غم خوشی بن جاتا ہے۔ حضرت حکیم الامت نے اس کی بہت بہترین شرح کی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ قہار ہے، قادرِ مطلق ہے اور محدثین نے قہار کی یہ شرح کی ہے:

(هُوَ الَّذِيْ يَكُوْنُ لَهٗ كُلُّ شَيْءٍ مُّسَخَّرًا تَحْتَ قَدَرِهٖ وَقَضَاءِهٖ وَقُدْرَتِهٖ)

یعنی جس کی قضا و قدر اور قدرت کے تحت ہر شئی مسخر ہو۔ پس خوشی اور غم بھی اس کی قدرت کے تحت ہے۔ اس لئے مولانا رومی فرماتے ہیں کہ اللہ وہ ذات ہے جو اپنی قدرت قاہرہ سے غم کو خوشی کر دیتا ہے ۔

عین بندِ پائے آزادی شود

اور پاؤں کی بیڑی اور قید کو عین آزادی بنا دیتے ہیں۔ اسی طرح ضرر پہنچانے والی چیز کو بے ضرر کر دیتے ہیں ۔

دادہ من ایوب را مہرِ پدر
بہر مہمانیِ کرماں بے ضرر

اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کے دِل میں ان کیڑوں کے لئے جو اُن کے جسم میں پڑ گئے تھے باپ جیسی محبّت عطا کی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب

علیہ السّلام کو حکم دیا کہ یہ کیڑے ہمارے مہمان ہیں ان کی مہمانی کرو، یہ تم کو ضرر نہیں پہنچائیں گے اور کیڑوں کو حکم دیا کہ خبردار کاٹنا مت میں نے امتحان کے لئے تمھیں بھیجا ہے۔ تم ان کے مہمان ہو کھاتے رہو پیتے رہو اور اگر تم الگ ہو جاؤ گے تو ایوب علیہ السلام تمھیں ایسے تلاش کریں گے جیسے باپ بچے کو تلاش کرتا ہے چنانچہ اگر کوئی کیڑا آپ کے جسم سے دور ہو جاتا تھا تو آپ بے چین ہو جاتے تھے جیسے اولاد کی جُدائی سے باپ کا دِل تڑپتا ہے بس ایسے ہی آپ کا دِل بھی مضطر رہتا تھا اور جب تک اسے پا نہ لیتے تھے بے چین رہتے تھے

حق تعالیٰ کی شانِ رحمت

دیکھئے یہ مولانا رومی رحمۃُ اللہ علیہ کے عُلوم ہیں اور دُنیا والوں کے لئے فرمایا ؎

مادراں را مہر من آموختم

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ماؤں کو محبت کرنا تو میں نے ہی سکھایا ہے۔ یہ ماں جو تمہیں پالتی ہے، تمھارا گُو مُوت صاف کرتی ہے، راتوں کو سردیوں میں اپنے بستر پر خشک جگہ پر بچّہ کو سلاتی ہے اور جو جگہ بچّہ کے پیشاب سے گیلی ہو جاتی ہے اس جگہ خود سو جاتی ہے۔ بچّہ کو دست آرہے ہوں تو دس دفعہ اُٹھ کر اپنی پیاری نیند کو قربان کرتی ہے۔ ذرا بُخار آگیا تو سردی میں کانپتی ہوئی ڈاکٹر کے پاس لے جاتی ہے۔ ماں کی اس محبت کے بارے میں مولانا رومی فرماتے ہیں کہ ؎

مادراں را مہر من آموختم
چوں بود شمعے کہ من افروختم

یعنی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے ہی ماؤں کو محبت کرنا سکھایا ہے اور ماؤں

کی محبت میری ایک ادنیٰ سی بھیک ہے تو اسی سے اندازہ لگالو کہ میری محبت کا آفتاب کیسا ہوگا ؟ تم ماؤں کی محبت پر ناز کرتے ہو اور ان کی محبت کو یاد کرتے ہو۔ ارے امّاں ابّا سے زیادہ ربّا کو یاد کرو کیوں کہ ماؤں کے دل میں محبّت اللہ تعالیٰ نے ہی نے تو رکھی ہے۔ جب ماں کے اندر خُدائے تعالےٰ کی رحمت کی ادنیٰ بھیک کا یہ اثر ہے تو حق تعالےٰ جو ارحم الراحمین ہیں ان کی رحمت کی کیا شان ہوگی۔

شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃُ اللہ علیہ تفسیر موضح القرآن میں لکھتے ہیں کہ عرشِ اعظم کے سامنے اللہ تعالیٰ نے یہ جُملہ لکھوایا ہے :

(سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ عَلٰی غَضَبِیْ)

یعنی میری رحمت میرے غضب سے بڑھ گئی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ جُملہ لکھوانا از قبیلِ مراحمِ خسروانہ ہے یعنی اللہ نے یہ شاہی رحم کے طور پر لکھوایا تاکہ اگر میرا کوئی بندہ قانون کی رو سے نہ بخشا جاتے تو میں اپنے شاہی رحم سے اُس کو بخش دوں۔ کبھی کبھار اس مضمون کی دُعا بھی کر لی جائے کہ اے خُدا ! اگر آپ نے مجھے جہنمی لکھا ہے اور میں واقعی جہنم کے قابل ہوں بھی لیکن اس کے باوجود میں آپ سے شاہی رحم کی درخواست کرتا ہوں کیوں کہ میں قانون کی رو سے تو بخشے جانے کے قابل نہیں ہوں لیکن اے اللہ! آپ کا شاہی رحم قانون سے بالاتر ہے اور میں آپ کو آپ کے شاہی رحم کا واسطہ دے کر آپ سے آپ کے شاہی رحم کی درخواست کرتا ہوں کہ اپنے اس خاص رحم سے قیامت کے دِن مجھے بخش دیجئے اور میری تقدیر بدل دیجئے اور تقدیر بدلنے کی آپ کو پوری قدرت حاصل

ہے کیوں کہ قضا آپ کی محکوم ہے آپ پر حاکم نہیں ہے۔ اگر آپ نے ہماری شامتِ اعمال سے ہمارے خلاف فیصلہ کر ہی دیا ہے تو بھی آپ کا فیصلہ اور آپ کی قضا آپ کی محکوم ہے آپ پر حاکم نہیں ہے پس آپ اپنے رحم و کرم سے ہماری سوءِ قضا کو حُسنِ قضا سے تبدیل فرما دیجئے۔ (آمین)

مُجاہدہ کی پہلی تفسیر ہے؛

(اَلَّذِیْنَ اخْتَارُوا الْمَشَقَّۃَ فِیْ ابْتِغَاءِ مَرْضَاتِنَا)

یعنی جو ہماری رضا اور ہماری خوشیوں کو تلاش کرنے میں مشقت اُٹھاتے ہیں۔

مُجاہدہ کی دوسری قسم

دوسری تفسیر ہے:

(اَلَّذِیْنَ اخْتَارُوا الْمَشَقَّۃَ فِیْ نُصْرَۃِ دِیْنِنَا)

جو ہمارے دین کو پھیلانے میں نصرت کرتے ہیں۔ بعض لوگ تنہائی میں بڑی عبادات کرتے ہیں لیکن دین کی اشاعت میں مدد نہیں کرتے جیسے ہم لوگ صیانۃ المسلمین کے جلسہ پر آئے تو اللہ کی دی ہوئی توفیق سے ہم نے دین کے اجتماع میں شامل ہونے والوں کی تعداد بڑھا دی۔ حدیث شریف میں آتا ہے مَنْ کَثَّرَ سَوَادَ قَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ یعنی جو کسی قوم کی تعداد بڑھائے گا اس کا شمار انہی میں سے ہوگا لہٰذا یہ بھی ایک قسم کی نصرت ہے۔ جن کے پاس مال ہے وہ مال خرچ کریں، جن کے پاس جان ہے وہ جان خرچ کریں، جن کے پاس علم ہے وہ علم خرچ کریں اور جن کے پاس یہ سب چیزیں ہیں وہ یہ سب خرچ کریں۔

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ مولوی حضرات

کو بھی خیرات کرنا چاہیئے چاہے ایک دو روپیہ ہی کیوں نہ ہو، اگر ایک ہزار روپیہ تنخواہ ہے تو ایک روپیہ تو دے سکتے ہیں لیکن اللہ کی راہ میں دینے کی عادت توڈالو، ہمیشہ لیتے ہی رہنے سے عادت بگڑ جاتی ہے۔ مولوی روپیہ لینا تو جانتا ہے دینا نہیں جانتا۔ مفتی اعظم پاکستان مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ مولوی صاحب دوسروں کو چائے تو پیتے ہیں اور جزاک اللہ کہہ کر چلے آتے ہیں اور جب ان کے یہاں جاؤ تو کچھ بھی نہیں کھلاتے پلاتے جبکہ معاملہ یہ ہے کہ اللہ نے کسی بھی نبی کو بخیل نہیں بنایا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ایک کافر کی میزبانی کا واقعہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دسترخوان ہمیشہ وسیع رہتا تھا۔ کھانے کے لئے مہمانوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر لاتے تھے یہاں تک کہ ایک مرتبہ کوئی مسلمان نہیں ملا تو ایک مشرک کو لے آئے اور اس سے کھانے کو کہا۔ اس کے بعد اس سے کہا کہ تمہارا اسلام لانے کو جی چاہتا ہے؟ بس یہ سنتے ہی وہ کھانا چھوڑ کر بھاگ گیا۔ علامہ آلوسی تفسیر روح المعانی میں اور امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا کہ اے ابراہیم خلیل اللہ! یہ ستّر سال کا کافر ہے، میں ستّر سال سے اسے اس حالتِ کفر میں روٹی کھلا رہا ہوں، آپ نے اس کو ایک وقت کا کھانا کھلایا، ابھی ایک لقمہ بھی نہ کھانے پایا تھا کہ اس سے اسلام قبول کرنے کی باتیں کرنے لگے، اتنی جلد بازی نہ کیجئے، میں ستّر سال سے اس کی بغاوت کے باوجود اسے روٹی دے رہا ہوں، لہٰذا جائیے اور اس کو منا کر لائیے۔ حضرت

ابراہیم علیہ السلام اس کے پیچھے دوڑے اور کہا کہ چلو کھانا کھالو، اب میں تم سے اسلام کی بات ہی نہیں کروں گا کیوں کہ تمہاری وجہ سے اللہ تعالیٰ مجھ سے ناراض ہوگئے۔ اس نے کہا کہ مجھ جیسے نالائق دشمن کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل پر عتاب کیا میں ایسے کریم اللہ پر ایمان لاتا ہوں۔

خُلّت کی تعریف

مُفسرین نے خُلّت کی تعریف کی ہے:

(اِنَّ الْمَحَبَّةَ اِذَا اشْتَدَّتْ وَدَخَلَتْ فِیْ خِلَالِ اَجْزَاءِ الْقَلْبِ)

جَب محبّت شدید ہوجاتے اور قلب کے جز جز میں داخِل ہو جاتے تو اس کا نام خُلّت ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی خُلّت کا واقعہ

تو ابراہیم علیہ السّلام کی خلت کے واقعات پر مُفسرین نے لکھا ہے کہ ایک فرشتے نے کہا کہ یا اللہ یہ کیسے معلوم ہو کہ ابراہیم علیہ السّلام آپ کے خلیل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جاؤ اور ان کے سامنے جاکر بس میرا نام لے دینا۔ اس واقعہ کو علّامہ آلوسی اور امام رازی رحمۃ اللہ علیہما نے لکھا ہے

(فَجَاءَ مَلَكٌ فِیْ صُوْرَةِ بَشَرٍ)

پس انسان کی شکل میں فرشتہ آگیا اور حُکمِ الٰہی سے اس نے اللہ کا نام لیا اور کہا "اللہ"۔ نہ جانے کس محبّت سے کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام تڑپ گئے اور فرمایا کہ قُلْ مَرَّةً ثَانِيَةً دوسری دفعہ بھی میرے اللہ کا نام لو۔

اس نے کہا لَا اَذْکُرُ اللّٰہَ مَجَّانًا اب میں مُفت میں نہیں کہوں گا۔آپ نے فرمایا لَکَ مَالِیْ کُلُّہٗ جا میرا جتنا مال ہے اونٹ کا ریوڑ، گائے کا ریوڑ، بکریوں کا ریوڑ اور سارا جنگل سب کا سب تیرا ہے۔ پھر اس نے ایک دفعہ اور اللہ کا نام لیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک دفعہ اور اللہ کا نام لو۔ جیسے جیسے وہ اللہ کہہ رہا تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا شوق و اشتیاق اور بڑھ رہا تھا۔ اب کی دفعہ اس فرشتہ نے پھر کہا کہ لَا اَذْکُرُ اللّٰہَ مَجَّانًا میں مُفت میں اللہ کا نام نہیں لوں گا تو فرمایا لَکَ اَوْلَادِیْ کُلُّہٗ میری ساری اولاد تیری ہے۔ اس وقت فرشتے نے کہا کہ میں فرشتہ ہوں مجھے تمہارا مال اور اولاد نہیں چاہیے اِنَّمَا کَانَ الْمَقْصُوْدُ اِمْتِحَانَکَ میرا مقصد آپ کا امتحان لینا تھا لہٰذا آج سے آپ اللہ کے خلیل ہو گئے۔

فَلَمَّا بَذَلَ اِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَالَهٗ وَاَوْلَادَهٗ فِيْ سِمَاعِ ذِكْرِ اللّٰهِ فَنَزَلَ هٰذِهِ الْاٰيَةُ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا۔ (سورۃ النساء)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے خلت سے نوازا۔

راہِ حق میں مال خرچ کرنے کی برکات

اللہ تعالیٰ کا کوئی نبی بخیل نہیں ہوا، بُخل اور نبوّت میں تضاد ہے۔ اسی طرح اولیاء اللہ بھی بخیل نہیں ہوتے، بُخل کے ساتھ ولایت جمع نہیں ہوسکتی۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جب مرید پر قبض طاری ہو جائے اور عبادت میں مزہ نہ آئے تو اس سے اللہ کے راستہ میں خرچ کراؤ، جب خرچ کرے گا تو

طہارت و تزکیہ نفس حاصل ہو جائے گا۔ اس کی دلیل سورہ توبہ کی یہ آیت ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

(خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً)

اے نبی! آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ قبول فرمالیا کیجئے۔

(تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا)

تاکہ اس کے ذریعہ آپ ان کو پاک کر دیں اور تزکیہ فرمادیں۔

معلوم ہوا کہ مال خرچ کرنے کو تزکیہ میں بہت دخل ہے۔

وَصَلِّ عَلَيْهِمْ

اور ان کو دعا دیجئے

(اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ)

کیوں کہ آپ کی دعاؤں سے ان کو سکون ملتا ہے۔

حضرت علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں کہ نبی کو حکم ہو رہا ہے کہ جو اللہ کی راہ میں مال دے اس کے لئے آپ دعا کریں۔ لہٰذا جملہ مہتممین کے لئے بھی مستحب ہے کہ مال دینے والوں کے لئے یہ دعا کریں کہ اٰجَرَكَ اللّٰهُ فِيْمَا اَعْطَيْتَ جو کچھ تو نے اللہ کے راستہ میں دیا ہے اللہ تعالیٰ تجھے اس کا اجر عطا کرے، ثواب عطا فرمائے۔ اس میں قبولیت کی دعا بھی آگئی کیونکہ جب قبول ہوگا تب ہی تو ثواب ملے گا اور وَبَارَكَ اللّٰهُ فِيْمَا اَبْقَيْتَ جو مال تیرا باقی رہ گیا ہے اللہ اس میں برکت عطا فرمائے وَجَعَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى هٰذَا الْاِنْفَاقَ طَهُوْرًا لَّكَ وَتَزْكِيَةً لِّنَفْسِكَ اور تیرے اس خرچ کو اللہ تعالیٰ

تیری اِصلاحِ نفس کا ذریعہ بنادے۔

جب میری مسجد کی تعمیر جاری تھی تو ایک دوست کو جدہ میں مَیں نے یہ دُعا لکھ دی۔ کُچھ دِن بعد ان کا خط آیا کہ اتنی رقم میری بیوی بھیج رہی ہے یہ تینوں دُعائیں اس کو بھی لکھ دیجئے کیوں کہ یہ دُعا سُن کر وہ تڑپ گئی کہ یہ دُعا مجھے کیوں نہیں دلوائی، اس کے پندرہ دن بعد دوسرا خط آیا کہ میری بیوی کی بہن کہہ رہی ہے کہ میری رقم بھی مسجد میں لگائیں اور یہ تینوں دُعائیں مجھے بھی لکھ دیں۔ یہ قرآن وحدیث کی تفسیروں پر عمل کی برکت ہے۔

مُجاہدہ کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ دین کی نصرت میں مُشقت اُٹھائے تاکہ دین پھیلے اور اپنے ہر مُسلمان بھائی کو اللہ بنانے کی کوشش کرے، اگر یہ جذبہ نہیں ہے تو سمجھ لو ابھی کمی ہے۔

بن کے دیوانہ کریں گے خلق کو دیوانہ ہم
برسرِ منبر سُنائیں گے ترا افسانہ ہم

میرے شیخ حضرت شاہ عبدُالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ جب تقریر کرتے تھے اور کبھی جب زیادہ جوش ہوتا تھا تو اس شعر سے افتتاح کرتے تھے۔

کہاں تک ضبط بے تابی کہاں تک پاسِ بدنامی
کلیجہ تھام لو یارو کہ ہم فریاد کرتے ہیں

دعوت اِلی اللہ کا مقام

یہ ہے مقامِ دعوت۔ حضرت حکیمُ الاُمّت فرماتے ہیں کہ ایک لڑکی نے اپنی ساس سے کہا کہ اماں جی جب میرے بچہ پیدا ہو تو مُجھ کو جگا دینا۔ ساس نے کہا کہ بیٹی

جب تیرے بچہ ہو گا تو تو خود سارے محلہ کو جگائے گی، تجھے جگانا نہیں پڑے گا۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جب اللہ تعالیٰ کی محبت کا اتنا دردِ عظیم پیدا ہو جائے کہ بغیر اللہ کے وہ چین نہ پائے، جب تک ان کا نام نہ لے لے، جب تک ان کا ذکر نہ کر لے، جب تک اللہ کا ذکر اس کی زندگی کی اساس اور بُنیاد اور ستون نہ بن جائے کہ بغیر اللہ کو یاد کئے اس کو اپنی زندگی بے کیف معلوم ہو جیسے دال کے بغیر اُبلا ہوا چاول۔ جب سالن نہ ہو تو اُبلا ہوا چاول کیسا لگتا ہے؟ نگلنا مشکل ہوتا ہے۔ جب تک یہ حال نہ ہو تو سمجھو کہ ابھی اللہ کی محبت کا ذرّہ بھی نہیں ملا۔ ایک مجذوب پر قبضِ باطنی طاری ہوا اور عبادت کی مٹھاس اس سے چھین لی گئی تو وہ جنگل میں جا کر رو رہا تھا اور اللہ میاں سے یوں کہہ رہا تھا کہ دلیا بنا بتھوا اداس موری سجنی یعنی میری زندگی کا چاول آپ کی محبّت اور قرب کی دال کے بغیر اداس ہے یعنی میری زندگی بے کیف ہے۔ یہ پورب کی بولی ہے' تعبیر کے لئے ہر شخص کو اپنی زبان میں مانگنے کا حق حاصل ہے۔ پشتو میں اللہ تعالیٰ سے مانگو، اردو میں مانگو، جس زبان میں چاہو مانگ سکتے ہو اللہ تو ہر زبان کا خالق ہے۔

یہاں پر حضرت والا نے بیان کے درمیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ریل گاڑی ہمارے لئے مدرسہ بن گئی ہے اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیجئے، میں اپنے مالک کے اس کرم کا بے حد ممنون ہوں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اتنے کان عطا فرمائے، اگر اکیلا بیٹھا رہتا اور کان نہ ہوتے تو زبان کیا کرتی۔

ہم بات کریں گے جو کوئی کان ملے گا

یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اتنے کان میری زبان کی طرف متوجہ ہیں۔

خلقے پسِ دیوانہ و دیوانہ بکارے

مجاہدہ کی تیسری قسم

تو مجاہدہ کی تیسری تفسیر ہے:

(اَلَّذِیْنَ اخْتَارُوا الْمَشَقَّۃَ فِیْ امْتِثَالِ اَوَامِرِنَا)

یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کے احکام کو بجالانے میں تمام مشقتوں کو برداشت کرتے ہیں یعنی جب نماز کا وقت آتا ہے نماز ادا کرتے ہیں، جب رمضان کا زمانہ آتا ہے روزے رکھتے ہیں، حج فرض ہوتا ہے حج ادا کرتے ہیں، زکوٰۃ فرض ہوتی ہے تو زکوٰۃ ادا کرتے ہیں غرض اللہ کا ہر حکم بجالاتے ہیں اللہ کے ہر حکم بجالانے کو ہر وقت تیار رہتے ہیں اور اس کے لئے ہر مشقت اور ہر تکلیف کو برداشت کرتے ہیں۔ مجاہدہ کی تین تفسیریں بیان ہوگئیں:

① اِبْتِغَاءِ مَرْضَاتِنَا ② نُصْرَۃِ دِیْنِنَا
③ اِمْتِثَالِ اَوَامِرِنَا

مجاہدہ کی چوتھی قسم

اور چوتھی تفسیر ہے:

(اَلَّذِیْنَ اخْتَارُوا الْمَشَقَّۃَ فِی الْاِنْتِھَاءِ عَنْ مَّنَاھِیْنَا)

اور میری نافرمانیوں سے بچتے ہیں۔

لوگ کہتے ہیں کہ جو چوتھا مسئلہ جو ہے یہ بہت کڑوا ہے۔ بعض لوگ تینوں کام کرتے ہیں یعنی اللہ کی خوشی کو بھی تلاش کر رہے ہیں، وظیفہ تہجد نوافل یہاں تک کہ کعبہ کے ملتزم پر رو رہے ہیں لیکن جب اللہ کے گھر سے اپنے گھر واپس آتے

ہیں تو اسی وقت سے اللہ کی نافرمانی شروع کر دیتے ہیں۔ ارے لگام تو کس کر رکھو۔ جو شخص اپنے گھوڑے کی لگام ڈھیلی چھوڑ دیتا ہے، گھر سے نکلتے ہی سوچتا ہے کہ آج حسینوں کو دیکھیں گے اس کے معنی ہیں کہ نفس کے گھوڑے کی لگام ڈھیلی چھوڑ دی۔ گھر سے نکلنے سے پہلے باوضو ہو کر دو رکعات پڑھ کر اللہ سے دعا کرو کہ شہر جا رہا ہوں، اے خدا! میری آنکھوں کی حفاظت فرمائیے ان باتوں سے جن سے آپ کا غضب بندوں پر حلال ہوتا ہے مجھے بچائیے، میرا کوئی لمحہ، کوئی سانس آپ کی نافرمانی میں نہ گذرے۔ میں پھر کہتا ہوں کہ واللہ اگر کسی کے دل میں یہ جذبہ بیدار ہو جائے کہ ایک سانس بھی اللہ کی نافرمانی میں نہ گذرے تو جنّت کی حوروں سے اور جنّت کی تمام نعمتوں سے زیادہ مٹھاس اس کو اللہ کے نام میں ملے گی کیونکہ جنّت اور اس کی نعمتیں بھیک ہیں اور جس کا نام لے رہا ہے وہ اللہ بھیک دینے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قُرب کے مزے کو یہ حوریں کیا جانیں۔ شاہ فضلِ رحمٰن صاحب گنج مُراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا تھا کہ جب میں سجدہ کرتا ہوں تو مجھے ایسا لگتا ہے کہ جیسے میرے اللہ نے میرا پیار لے لیا۔ ماں بوسہ لے لے تو بچّہ کو مزہ آتا ہے یا نہیں ؟ سجدہ میں چونکہ بندہ کا سر اللہ تعالیٰ کے قدموں پر ہوتا ہے، یہ حدیث پاک میں الفاظِ نبوّت ہیں عَلٰی قَدَمَیِ الرَّحْمٰنِ سجدہ کی حالت میں بندہ کا سر اللہ کے قدموں پر ہوتا ہے تو اللہ والوں کو کیوں مزہ نہ آئے گا؟ ہماری سوچ میں اور اللہ والوں کی سوچ میں کتنا فرق ہوتا ہے۔ دیکھئے شاہ فضلِ رحمٰن صاحب تو یہ فرماتے تھے کہ جب میرے پاس حوریں آئیں گی تو میں ان سے کہوں گا کہ بی قرآن سننا ہو تو بیٹھو، میں تلاوت کر رہا

ہوں ورنہ اپنا راستہ لو اور ہم یہ سوچتے ہیں کہ ؎

دُنیا سے مَر کے جب تم جنّت کی طرف جانا

اے عاشقانِ صورت حوروں سے لپٹ جانا

یہ میرا شعر ہے، ہماری سوچ کی یہ ایک تصویر ہے کیونکہ ترستے ہُوئے ہو، نگاہ بچا بچا کے تھکے ہُوئے ہو، خستہ حال ہو، حسینوں کے لئے ترس رہے ہو، دِل میں وسوسہ بھی آجاتا ہے کہ کاش شریعت کی پابندیاں نہ ہوتیں، کاش کہ ہم کُھلے سانڈ ہوتے، ہر کھیت میں مُنہ ڈال لیتے۔ بولو نفس یہ کہتا ہے کہ نہیں؟ اس شخص کا دل نہیں کہتا، روح نہیں کہتی، یہ نفس کی آواز ہے کہ کہاں سے یہ بلا پیچھے لگ گئی کہ اِدھر نہ دیکھو اُدھر نہ دیکھو لیکن اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم ہے کہ ہم کو اُنہوں نے کُھلا ہوا سانڈ نہیں بنایا۔ اگر سانڈ بناتے تو اتنے ڈنڈے سانڈ کو لگتے ہیں کہ پیٹھ پر کوئی حصّہ سالم نہیں ہوتا، زخم ہی زخم ہوتے ہیں۔ سانڈ کے پیچھے کھیت والا ڈنڈا لے کر دوڑتا ہے، مار مار کر اس کی کھال کو زخمی کر دیتا ہے، مرنے لگتا ہے تو کوئی پوچھتا بھی نہیں، چیل کوّے اس کی لاش کھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نفس کو آزادی نہیں دی بلکہ شریعت کا پابند کر کے ہمیں ڈنڈے کھانے اور ہر قسم کی ذلّت سے محفوظ فرما دیا۔ بس ہر گناہ میں نقصان ہی نقصان ہے۔

گُناہوں سے بچنے کے مجاہدہ کا انعامِ عظیم

ماں باپ کسی مُفید چیز سے اولاد کو منع نہیں کرتے۔

صاحبِ اولاد حضرات غور سے سُنیں کہ کیا ماں باپ اپنی اولاد کو کسی مُفید چیز سے منع کرتے ہیں؟ تو اللہ تعالیٰ جو ارحم الراحمین ہے، ماں باپ کی رحمت کا خالق ہے

جن چیزوں سے اس نے منع فرما دیا ان میں نفع اور فائدہ کا تصور کرنا بالکل جائز نہیں بلکہ یقیناً مضر ہے۔ جیسے ہیضہ لگی ہوئی ہے لیکن کباب سے دِل نہیں مان رہا لیکن شفیق ڈاکٹر اور ماں باپ تو یہی کہیں گے کہ کباب نہ کھاؤ۔ اب گھر میں دس بچے ہیں اور ایک بچے کو ہیضہ لگی ہے باقی سب کباب کھا رہے ہیں اور وہ اپنی اماں سے ضد کر رہا ہے کہ اماں ہمیں کیوں کباب نہیں دیا اور رونے چلّانے لگا کہ ہم کباب کھائیں گے، ہم کباب کھائیں گے، ہم کباب کھائیں گے تو اماں گود میں اُٹھا کر اس کے آنسوؤں کو پونچھتی ہے اور کہتی ہے کہ چلّا مت اچھا ہو جائے گا تو تجھے خُوب کباب کھلا دوں گی اور اسے اپنی گود میں چمٹا لیتی ہے اور خود بھی رونے لگتی ہے کہ ہائے میرا بیٹا تندرست ہوتا تو یہ بھی کباب کھاتا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی محبت کی گود میں ایسے بندے کو اُٹھا لیتے ہیں کیونکہ دیکھتے ہیں کہ ساری دُنیا کے لوگ مزے لوٹ رہے ہیں، سینما، وی سی آر، ٹی وی دیکھ رہے ہیں لیکن یہ اپنے اللہ کے حکم پر، اپنے اللہ کو راضی کرنے کے لئے اپنی آنکھوں کو بچا رہا ہے حق تعالیٰ کی رحمت بھی ایسے بندوں کا اپنی رحمت کی گود میں لے کر پیار لیتی ہے کہ دیکھو یہ میرا بندہ میرے لئے غم اٹھا رہا ہے، آنکھ ہوتے ہُوئے بھی بے آنکھ ہو رہا ہے۔ اس وقت مجھے اپنا ایک شعر یاد آگیا ۔

جب آ گئے وہ سامنے نابینا بن گئے
جب ہٹ گئے وہ سامنے سے بینا بن گئے

اگر خدا مادر زاد اندھا پیدا کرتا تو پھر دیکھتا کہ کون عورتوں سے بدنظری کرتا ہے ؟ کون سینما دیکھتا ہے؟ کون وی سی آر دیکھتا ہے؟ کون ننگی فلمیں دیکھتا ہے ؟

آنکھوں کی روشنی کا کیا یہی شکریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں اس کو استعمال کرو؟

روحِ سلوک

مجاہدہ کی یہ چوتھی تفسیر جو ہے یعنی گناہ چھوڑنا یہ جان ہے سلوک و تصوف کی۔ سلوک میں جو لوگ رُکے ہوتے ہیں یعنی کولہو کے بیل کی طرح چکر کاٹ رہے ہیں۔ کولہو کا بیل جہاں سے چلتا ہے وہیں رہتا ہے۔ سلوک میں جتنے لوگوں کی ترقی رکی ہوئی ہے اور اللہ کے قربِ خاص سے، اللہ تعالیٰ کی نسبتِ خاصہ سے علیٰ سطح الولایۃ جو لوگ محروم ہیں اگر تجزیہ کریں تو یہی چیز نکلے گی کہ گناہوں میں ابتلاء ہے، اور گناہوں کی ظلمت اور نحوست کے ساتھ اللہ کی محبّت کی خوشبو کا ادراک کیسے ہو سکتا ہے۔ دس ہزار روپیہ تولہ کا ایک عطر ملتا ہے اس کا نام ہے دُهْنُ الْعُوْد اسے بادشاہ اور بڑے بڑے مالدار ہی خریدتے ہیں لیکن اتنا قیمتی عطر لگا کر اگر وہیں تھوڑا سا بلی کا گو بھی لگا دے تو کیا عطر کی خوشبو آئے گی؟ اسی لئے جتنا زیادہ تقویٰ ہو گا اتنا ہی قلب میں اللہ تعالیٰ کی محبت کی خوشبو کا ادراک بڑھتا جائے گا اور اللہ تعالیٰ کی محبّت کی خوشبو زیادہ منکشف ہونے لگے گی۔ جب گناہوں کی نجاستوں سے بندہ پاک ہو جاتا ہے تب خوشبوئے محبت کا صحیح ادراک ہوتا ہے۔ دِل کا سب سے بڑا مرض دِل کو غیر اللہ کو دینا ہے آنکھ سے آنکھ لڑانے میں دِل مارا جاتا ہے۔ سہارن پور کے ایک عالم محدث نے اپنے بیان میں کہا کہ آنکھ سے آنکھ لڑتی ہے تو لڑائی تو آنکھوں کی ہوتی ہے لیکن مارا جاتا ہے دِل۔ مجھے ان کی یہ بات بہت پسند آئی کہ لڑی آنکھ سے آنکھ اور مارا گیا دِل۔

میر مارے گئے ڈسٹمپر سے ورنہ مٹی کی حقیقت کیا تھی

یہ حسین سب مٹی ہیں۔ بس اللہ نے مٹی پر رنگ و روغن کر دیا ہے اور امتحان اسی کا ہے، اگر کشش نہ ہو اور رنگ و روغن نہ ہو تو امتحان کس بات کا؟ تو ان چار مجاہدوں کے بعد پھر وعدہ ہے ہدایت کے راستے کھلنے کا۔ یاد رکھئے کہ اللہ کا راستہ ان چار شرطوں کے بعد ہی کھلے گا، پھر اللہ کی رحمت اور دستگیری اور اللہ کا فضل و کرم شاملِ حال ہو گا۔ اس لئے اس بات کا خوب جائزہ لیجئے کہ ان چاروں مجاہدات میں سے ہمارے اندر کس مجاہدہ کی کمی ہے۔ اللہ کی رضا کی تلاش میں کمی ہے، یا نصرتِ دین میں کمی ہے، یا احکامِ الٰہیہ کی پابندی میں کمی ہے یا گناہوں کے چھوڑنے میں کمی ہے۔ ایسے مواقع کے لئے میرا ایک شعر ہے، جب دیکھو کہ کوئی دیکھنے والا نہیں ہے اور گناہ کا معاملہ بالکل آسان ہے تو اس وقت یہ شعر یاد کر لیجئے۔

جو کرتا ہے تو چھپ کے اہلِ جہاں سے
کوئی دیکھتا ہے تجھے آسماں سے

گناہ سے بچنے پر کرامت کا انعام

ایک نوجوان اللہ والے طالبِ علم کو ایک بیوہ عورت نے اپنے جال میں پھنسانا چاہا

وہ عورت تیس پینتیس سال کی تھی۔ طالبِ علم نے بیوہ کی خدمت کے فضائل سن رکھے تھے۔ اب وہ روزانہ اس کے لئے سبزی لانے لگا اور اس حدیث پر عمل کرنا چاہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی بیواؤں کی خدمت کیا کرتے تھے۔ اس کو کسی بزرگ سے مشورہ کرنا چاہیئے تھا جو اس کو بتاتے کہ کیا نبی جیسا دل بھی ہے تیرے اندر؟ اس زمانے میں شرط ہے کہ خدمت کرنے والا ابھی جوان نہ ہو اور بیوہ

بھی بُڑھیا ہو، بُڑھیا نہ ہو۔ اُدھر وہ بیوہ بھی جوان۔ لہٰذا اس بیچارہ کو ایک دِن اس نے بُری نیت سے پکڑ لیا لیکن اس طالبِ علم کے اندر تقویٰ تھا، مادر زاد ولی تھا، خدائے تعالیٰ کی حفاظت میں تھا چنانچہ اس مشکل حالت میں اللہ نے اس کی دستگیری فرمائی۔ اس نے کہا کہ بیتُ الخلاء کدھر ہے؟ مجھے تو زور سے پاخانہ لگا ہے، ایسی حالت میں گناہ کا مزہ نہیں آئے گا۔ وہ اس بہانے سے بیتُ الخلاء گیا اور پیخانہ میں کود پڑا یہاں تک کہ سر سے پیر تک پیخانہ میں ڈوب گیا۔ بیوہ نے اس کی یہ حالت دیکھ کر اسے نکال باہر کیا۔ باہر نِکل کر اس نے جلدی سے غسل کیا اور پاک صاف ہو گیا۔ اس کے بعد یہ صاحب کپڑا بیچا کرتے تھے اور ان کے بدن سے نہایت عُمدہ مُشک کی سی خوشبو آیا کرتی تھی۔ ایک بزرگ ان کے پاس کپڑا خریدنے گئے۔ اُنہوں نے پوچھا کہ یہ مُشک کی خوشبو کیوں آرہی ہے؟ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں غم اُٹھایا تھا، اللہ کے خوف سے پیخانہ میں کود پڑا تھا اس کا اللہ نے یہ صلہ دیا کہ میرے بدن میں خوشبو ہی خوشبو پیدا کر دی اب میرے بدن سے خوشبو ہی خوشبو نکلتی ہے۔

لَنَهۡدِيَنَّهُمۡ سُبُلَنَا کی تفسیر

یہ ہے وَالَّذِیۡنَ جَاهَدُوۡا فِیۡنَا کہ جو بندے میری راہ میں مُشقت اُٹھائیں گے ان کے لئے لَنَهۡدِيَنَّهُمۡ سُبُلَنَا لام تاکید بانون ثقیلہ سے فرمایا کہ ان کے لئے ہم ضرور ضرور ہدایت کے بے شمار دروازے کھول دیں گے، انہیں ہر ہر ذرّہ سے ہدایت ملے گی، جدھر دیکھیں گے ہدایت پائیں گے، ہر طرف ان کو اللہ ہی اللہ نظر آئے گا اور جو مشقت نہیں اُٹھائیں گے

تو شرط پوری نہ ہونے سے وہ جزا نہیں پائیں گے۔ جملہ شرطیہ میں ہمیشہ جزا کا ترتب شرط پر موقوف ہوتا ہے اور اسم موصول کبھی شرط کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا جو لوگ مشقت اُٹھائیں گے مُجھ کو راضی کرنے لئے اور میرے دین کو پھیلانے کے لئے، میرے احکام ماننے کے لئے اور میری نافرمانیوں سے بچنے کے لئے ان کے لئے لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا کی جزاء ہے۔ کیا مطلب؟ کہ ہم ان کے لئے ایک دروازہ نہیں ہدایت کے بے شمار دروازے کھول دیں گے، جمع کا صیغہ سُبُل استعمال فرمایا کیونکہ عربی میں تو جمع شروع ہی تین سے ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا جمع غیر محدود ہے لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا، ہم بے شمار راستوں سے ان کو اپنی طرف بلائیں گے، ہم بے شمار دروازے اپنی ہدایت کے ان کے لئے کھولیں گے یعنی کائنات کے ہر ذرہ میں ان کو ہدایت نظر آئے گی، اپنے ہاتھوں کے نشانات میں کہ یہ میرے اللہ نے بنائے ہیں، ماں کے پیٹ میں کوئی مشین نہیں تھی نہ امریکہ کی نہ روس کی نہ جرمنی کی نہ جاپان کی جو اسے بناتی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ماں کے پیٹ میں تمہاری تصویریں نے بنائی ہے هُوَ الَّذِىْ يُصَوِّرُكُمْ فِى الْاَرْحَامِ، اللہ کے ننانوے نام ہیں اور اس نے ہمیں اپنے ننانوے ناموں کا مظہر بنایا ہے۔ دیکھئے آپ کے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر ۱۸ کا نشان بنا ہوا ہے اور بائیں پر ۸۱ کا نشان ہے دونوں کو جمع کرو تو حاصل عدد ننانوے ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہماری ہتھیلی پر اللہ کی توحید کی شہادت دے رہے ہیں۔ ایک بزرگ اپنے ہاتھ کو چوم رہے تھے۔ کسی نے کہا کہ مولانا آج آپ کو کوئی ہاتھ

چومنے والا نہیں ملا تو اپنا ہاتھ خود ہی چوم رہے ہو۔ توبہ توبہ اتنی زبردست عادت پڑی ہوتی ہے کہ بغیر ہاتھوں کا بوسہ لیتے آپ کو چین ہی نہیں آتا۔ بزرگ نے کہا کہ ظالم تیری اس بدگمانی کا کیا علاج ؟ تو پوچھتا تو سہی کہ میں کیوں چوم رہا ہوں؟ میرے دل میں خیال آیا کہ اے خدا! آپ تو دیکھنے کو ملتے نہیں۔ جب بیٹے کو ابّا کا خط ملتا ہے اور ابّا دیکھنے کو نہیں ملتا تو خط کو چومتا ہے، باپ کی تحریر کو چومتا ہے تو میرے ان ہاتھوں پر یہ میرے اللہ کی تحریر ہے، یہ انگلیاں میرے اللہ نے بنائی ہیں، میں ان انگلیوں کو چوم رہا ہوں کہ یہ میرے اللہ کی بنائی ہوئی انگلیاں ہیں، یہ ان کی تحریر ہے، یہ ان کا خط ہے۔ اس لئے کہتا ہوں کہ اللہ والوں سے بدگمانی مت کیجئے، اس سے آدمی سخت گھاٹے میں پڑ جاتا ہے۔ بتائیے کہاں بزرگ کا خیال اور کہاں اس آدمی کا خیال ؟ وہ تو ہاتھ اس لئے چوم رہے تھے کہ یہ میرے مالک کے بنائے ہوئے ہیں، صانع کو نہیں دیکھا تو مصنوع یعنی ان کی بنائی ہوئی چیز ہی کو چوم لوں، سُبحان اللہ !

اور سُبُلَنَا کی بھی دو تفسیریں ہیں۔ لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَ السَّيْرِ اِلَيْنَا یعنی ہم تم کو سَیْرِ اِلَی اللہِ عطا کریں گے، تم ہم تک پہنچ جاؤ گے اور دوسری تفسیر ہے سُبُلَ الْوُصُوْلِ اِلٰی جَنَابِنَا اس کے بعد تم کو اپنی بارگاہ سے واصل کرلیں گے جس کو واصل باللہ کہتے ہیں یعنی ہماری بارگاہ الوہیت میں تمہارا داخلہ ہوجائے گا، تو سَیْر اِلَی اللہِ بھی تم کو ملے گی اور وُصُوْل اِلَی اللہِ بھی ملے گا۔ یہ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر ہے۔ اب بتائیے کہ تصوف تفسیروں کی کتابوں میں ہے یا نہیں ؟ دیکھئے یہ علامہ آلوسی ہیں جن کی تفسیر ساری دُنیا کے

مولوی پڑھا رہے ہیں مگر یہی مولوی تصوف حاصل کرنے کے لیے جلدی تیار نہیں ہوتے الاماشاء اللہ۔ تفسیر روح المعانی سے منبروں پر چمک رہے ہو لیکن یہ تو بتاؤ کہ یہ سَیْر اِلَی اللہ اور وُصُوْل اِلَی اللہ کی اصطلاحات کہاں سے آئیں؟

اللہ کے مخلص بندے کون ہیں؟

اِنَّ اللہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان چار قسم کے مجاہدوں کے بعد میں ان کو اپنا مُخلص بندہ سمجھوں گا اِنَّ اللہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ یہ مخلصین ہیں اور میری ایسی معیتِ خاصہ ان کو عطا ہوگی کہ عالم میں رہتے ہوئے بھی سارے عالم سے الگ تھلگ رہیں گے۔

دُنیا کے مشغلوں میں بھی یہ باخُدا رہے
یہ سب کے ساتھ رہ کے بھی سب سے جُدا رہے

ان کے قلوب کو ہم وہ معیتِ خاصہ صادقہ کاملہ عطا کریں گے جو ہم اولیاء صدیقین کو عطا کرتے ہیں اور اس کے اثرات ظاہر ہوں گے۔ جس کو یہ معیت حاصل ہوتی ہے سفر میں، حضر میں اس کے ساتھ رہنے سے پتہ چل جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس معیت سے نوازا ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنا مُخلص بندہ اُسی کو قرار دیتے ہیں جو اُن کے راستہ میں گناہ چھوڑنے کا غم اُٹھاتا ہے، اپنا دِل توڑ دیتا ہے اللہ کا قانون نہیں توڑتا۔ آپ بھی دُنیا میں کِس کو دوست بناتے ہیں؟ جو روز آپ کے ساتھ ناشتہ کرے آپ اس کو انڈا کِھلائیں، چائے پلائیں، اصلی مکھن کِھلائیں اور اگر کبھی آپ نے اس سے رات کے بارہ بجے کہہ دیا کہ میرے سر میں درد ہے مجھے ڈاکٹر کے یہاں سے دوا لا دو

تو وہ کہتا ہے صاحب مجھے تو بس انڈا مکھن کھلایا کیجئے، یہ سب کیا کہہ رہے ہیں، یہ آدھی رات کو میری نیند کیوں حرام کر رہے ہیں؟ میں نے کیا آپ سے اس لئے دوستی کی تھی؟ مَیں نے تو انڈے مکھن کے لِئے دوستی کی تھی۔ تو بعضے سالکین کا بھی یہی حال ہے کہ خانقاہ میں چائے پی لو، دوپیازہ کھا لو اور ماش کی دال کھا لو ادرک پڑی ہوئی مع لوازم۔ یہ ماش کی دال کے عاشقین عجیب قماش کے ہیں، ایسے ماحول میں رہتے ہوئے بھی جب کوئی امتحان کا موقع آگیا، گناہ کا موقع آگیا، کوئی ایسی صورت آگئی جِس میں کچھ نمک ہے تو اس کا حرام نمک چکھ لیا اور نمک حرام بن گئے، خُدا کے نافرمان بن گئے۔ کچھ صورتوں میں نمک ہوتا ہے۔ بتاؤ دوستو! ہائی بلڈ پریشر والوں کو نمک سے منع کیا جاتا ہے یا نہیں؟ نمک کھانے سے جسم کا بلڈ پریشر ہائی ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر نمکین صورتوں کو دیکھو گے تو روح میں ہائی بلڈ پریشر پیدا ہو جائے گا۔ جسم کا بلڈ پریشر نمک کھانے سے تیز ہوتا ہے، روح کا بلڈ پریشر نمکینوں کو دیکھنے سے تیز ہو جاتا ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان کو دیکھنے سے تم کو سکون نہیں ملے گا کیوں کہ ؎

نیست آبِ شور درمانِ عَطَشْ
گرچہ باشد در نوشتن شیرِ خَشْ

نمکین پانی پیاس کا علاج نہیں ہے اگرچہ پیتے وقت وہ بہت ٹھنڈا بھی لگے۔ یہ حسین بھی آبِ شور ہیں، سمندر کے کھارے پانی کی طرح ہیں، ان سے تُمھاری تسلّی نہیں ہوگی، ذکر اللہ کا میٹھا پانی پیو جِس سے دِل کو چین آئے گا۔ لہٰذا ان حسینوں سے صَرفِ نظر کرو کیونکہ اگر تم نے ان سے کچھ فائدہ اُٹھا لیا تو پریشانی

بھی ہوگی اور ذلّت بھی۔ اس پر میرا ایک شعر ہے۔

عمر بھر وہ گالیاں دیتا رہا
میرؔ سمجھے تھے کرے کا شکریہ

بتایئے ایسوں کو اللہ تعالیٰ اپنا مخلص قرار دیں گے؟ اِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو ہمارے راستے میں غم اُٹھاتے ہیں، گُناہ کے چھوڑنے کا غم اُٹھاتے ہیں یہاں تک کہ جان بھی دے دیتے ہیں وہی ہماری دوستی میں مخلص ہیں۔ حدیثِ پاک میں ہے مَنْ عَشِقَ جس کسی کو عِشق ہو جائے وَکَتَمَ اور اس نے اس کو چھپایا، کبھی ظاہر نہیں کیا وَعَفَّ اور عفیف رہا ثُمَّ مَاتَ پھر غم ضبط کرنے سے مر گیا فَھُوَ شَھِیْدٌ وہ شہید ہے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اس حدیث کی اسناد صحیح ہیں۔ اب آپ بتایئے جان تو گئی مگر شہید ہوا یہ بھی اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ آدھی جان لیتے ہیں اور سو جانیں عطا فرماتے ہیں ؎

نیم جاں بستاند و صد جاں دہد
اُنچہ در وہمت نیاید آں دہد

اللہ تعالیٰ وہ وہ نعمتیں دیتے ہیں جو آپ سوچ بھی نہیں سکتے۔ ارے! فیکٹری والے کتنے کباب کھائیں گے؟ ایک مالدار آدمی کتنے کباب ایک وقت میں کھا سکتا ہے؟ زیادہ سے زیادہ دس کھالے گا۔ اس کے بعد پھر کیا کہے گا کہ ہائے اگر پیٹ میں اور جگہ ہوتی تو گرم گرم کباب اور بھی نِگل جاتا۔ میزبان کہتا ہے کہ ابھی اور گرم گرم لا رہا ہوں جن سے بھاپ نِکل رہی ہے۔ مہمان کہتا ہے کہ ہائے کاش کہ معدہ میں اور گنجائش ہوتی یا خوفِ پیچش نہ ہوتا تو مرچ والا گرم گرم کباب

اور کھالیتا لیکن کیا کروں اگر گنجائش سے زیادہ کھالیا تو مرچ بڑی ظالم چیز ہے کیوں کہ ؎

مرچ ظالم جدھر سے گُذری ہے
اپنا کرتب دِکھا کے گُذری ہے

یہ میرا ہی شعر ہے، دیکھ لو! ؎

جان کر منجملۂ خاصانِ مے خانہ مجھے
مدّتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ مجھے

اللہ کی دی ہوئی توفیق سے میں سترہ سال کی عمر سے شاہ عَبدُالغنی صاحب پر مرا۔ باوجود اس کے کہ میں حضرت کی مصاحبت کا حق ادا نہیں کرسکا اور اللہ کے راستہ کا بھی حق ادا نہیں ہوا لیکن پھر بھی وہ کریم میری نااہلیّت کے باوجود فضل کی بارش کررہا ہے کیونکہ اہل اللہ کے صحبت یافتہ کو اللہ تعالیٰ محروم نہیں فرماتے۔

تو میں عرض کررہا تھا کہ جو اللہ والوں کی صحبت میں رہ کر مجاہدہ کرتے ہیں۔ نفس کی کُشتی میں اللہ تعالیٰ ان کو آخر میں نفس پر غالب فرمادیتے ہیں، سالک نفس سے کبھی مغلوب ہوسکتا ہے لیکن آخر میں اللہ تعالیٰ اس کو غالب فرمادیں گے۔ یہ اہل اللہ کی کرامت ہوتی ہے۔ اگر روزانہ سوچو گے کہ صاحب خانقاہ میں آتے جاتے اتنے دِن ہوگئے لیکن اب تک بھی نظر کی حفاظت کماحقہٗ نہیں ہوتی تو شیطان مایوس کردے گا، روزانہ مت دیکھو کہ آج کتنا فائدہ ہوا۔ اگر ماں اپنے بچّہ کو روزانہ ناپنے لگے کہ میرا بچّہ کتنا بڑا ہوگیا ہے تو مایوس ہوجائے گی۔ بس اپنے کام میں لگے رہو آہستہ آہستہ خود ہی احساس ہوجائے گا کہ پہلے میں کیا تھا

اور اب کیا سے کیا ہوا جاتا ہوں۔

تو نے مجھ کو کیا سے کیا شوقِ فراواں کر دیا

پہلے جاں پھر جانِ جاں پھر جانِ جاناں کر دیا

حُسنِ خاتمہ کی ضمانت

حکیمُ الامّت مجدد الملّت حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃُ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جو لوگ اللہ والوں سے جُڑے ہوتے ہیں چاہے ان سے گناہ بھی ہو جائے لیکن ایک نہ ایک دن مرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ ان کے تقاضائے نفس اور تعلقاتِ ماسویٰ اللہ پر اللہ تعالیٰ اپنے تعلق کو غالب کر دے گا اور حُسنِ خاتمہ کے ساتھ اُٹھائے گا۔ حضرت تھانوی رحمۃُ اللہ علیہ کے اس ملفوظ کو میں نے خود پڑھا ہے کہ اللہ والوں سے تعلق رکھنے والا چاہے زندگی بھر نفس کی کُشتی میں ہارتا رہے اور ہار کر اشکِ ندامت سے آہ وزاری کرتا رہے لیکن مرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ تمام تعلقات پر اپنی محبت کو غالب کر کے اپنے پاس بُلاتے ہیں اور حُسنِ خاتمہ نصیب فرماتے ہیں۔ اہل اللہ کے صحبت یافتہ کا سوءِ خاتمہ نہیں ہوتا، اس بات کو غور سے سنئے کہ نفس سے ہار کر کبھی مایوس نہ ہو، اہل اللہ کا دامن نہ چھوڑو اور اللہ تعالیٰ کے سامنے اشکِ ندامت بہا کر اپنی آہ وزاری، گناہوں سے بے زاری اور اپنی ذلّت وخواری کے احساس سے رو رو کر ترقی کرو اور کبھی ذکر اللہ وتہجد ونظر کی حفاظت اور تقویٰ کے اعلیٰ مقام سے قُرب حاصل کرو۔ کبھی عبادت سے اللہ کا قُرب حاصل کرو کبھی ندامت سے اللہ کا قُرب حاصل کرو۔

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاپگڈھی رحمۃُ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ؎

کبھی طاعتوں کا سرور ہے کبھی اعترافِ قصور ہے
ہے ملک کو جس کی نہیں خبر وہ حضور میرا حضور ہے

اِنسانوں کا ذکر ملائکہ کے ذکر سے کیوں افضل ہے؟

بُخاری شریف کی رِوایت ہے کہ جب بندے جمع ہو کر اللہ کو یاد کرتے ہیں تو فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں یہاں تک کہ آسمان تک پہنچ جاتے ہیں۔ علامہ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃُ اللہ علیہ شرح بُخاری میں اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ جب کوئی قوم اللہ کی یاد میں مشغول ہوتی ہے تو اس کو فرشتے کیوں گھیر لیتے ہیں؟ جب کہ ہم گنہگار اور فرشتے معصوم ہیں۔ معصوم اپنی تسبیحات و ذکر چھوڑ کر گنہگاروں کی تسبیحات و ذِکر سننے کیوں آتے ہیں؟ ایک بڑا اشکال ہے یا نہیں؟ ایک آدمی جو بریانی کھا رہا ہے کیا وہ کبھی پیاز روٹی والے کے پاس جائے گا؟ تو فرمایا کہ فرشتوں کے ذکر سے اللہ والوں کا ذِکر افضل ہے اس لئے ملائکہ اپنا ذکر ملتوی کرکے اللہ کے خاص بندوں کے ذکر کو سُننے آتے ہیں۔ علامہ عسقلانی نے اس کی دو وجہیں بیان کی ہیں کہ ملائکہ کے ذکر سے اہل اللہ کا ذکر افضل کیوں ہے۔ نمبر ایک یہ کہ اللہ والے سینکڑوں افکار اور مصروفیات کے باوجود اللہ کو نہیں بھولتے، ہزاروں شغل میں بھی ہر وقت اللہ کو یاد رکھتے ہیں جبکہ فرشتوں کو سوائے ذکر کے اور کوئی کام نہیں اور دوسرے یہ کہ فرشتے اللہ کو دیکھ کر عبادت کر رہے ہیں اور اللہ والے بغیر دیکھے اللہ کو یاد کر رہے ہیں۔ وہ عالمِ شہادت میں ذاکر ہیں، یہ عالمِ غیب میں ذاکر ہیں تو ذکر عالمِ شہادت سے ذکرِ عالمِ غیب کا افضل ہوتا ہے۔ اِسی لئے ایمان بالغیب

مطلوب ہے۔ یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡغَیۡبِ اللہ والوں کا ایمان غیب پر ہے۔

جعلی پیروں کے بعض واقعات

میرے شیخ شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ سُناتے تھے کہ پنجاب میں ایک شخص نے خدائی کا دعویٰ کیا، وہ ایک آنکھ سے کانا تھا، ایک آنکھ غائب تھی۔ اس نے خُدا ہونے کا دعویٰ کیا۔ اُنیس آدمی اس پر ایمان لائے تھے، اُنیس بے وقوف اس کے بندے بنے تھے۔ ایک شخص نے کہا کہ جب آپ خدا ہیں تو آپ کانے کیوں ہیں؟ اپنی آنکھ کو درست کیوں نہیں کر لیتے؟ اس نے کہا کہ ایک مُسلمانوں کا خُدا ہے جو ایمان بالغیب مانگتا ہے اور مَیں ایسا عیب دار خُدا ہوں جو ایمان بالعیب مانگتا ہوں۔ وہ ایمان بالغیب ہے یہ ایمان بالعیب ہے۔

اسی طرح ایک جعلی پیر تھا، نقلی، میڈان ڈالڈا۔ نماز نہیں پڑھتا تھا۔ کسی نے پُوچھا کہ تم نماز کیوں نہیں پڑھتے؟ اس نے کہا کہ ہم پہنچے ہُوئے ہیں، کعبہ میں نماز پڑھتے ہیں، پانچوں وقت کعبہ میں نماز پڑھنے جاتے تھے۔ ایک عالم نے اُس کے مریدوں سے کہا کہ اَے بھائیو! اگر یہ کعبہ میں نماز پڑھتے ہیں تو وہاں کی غذا، وہاں کی کھجوریں، وہاں کا زم زم یہاں کے کھانے پینے سے افضل ہے یا نہیں؟ یہ نماز تو بیت اللہ میں پڑھتے ہیں اور کھانا پاکستان کا کھاتے ہیں۔ مکّہ شریف کی مُبارک کھجوریں کیوں نہیں کھاتے اور زم زم کا مُبارک پانی کیوں نہیں پیتے؟ ان سے کہو کہ مکّہ شریف کا مُبارک کھانا کھائیں اور زم زم کا مُبارک پانی پیئیں۔ گاؤں والوں نے اس کو روٹی دینا بند کر دیا تو تیسرے دِن کہا کہ روٹی کھِلاؤ۔ اب ہم یہیں نماز پڑھا کریں گے۔

ایک دن اسی عالِم نے کہا کہ اپنے پیر سے امامت کراؤ۔ وہ پیر پڑھا لکھا تو تھا نہیں۔ کہنے لگا کہ ظہر کی امامت کراؤں گا کیونکہ مغرب پڑھانے میں تو اس کی جہالت ظاہر ہوجاتی، لہٰذا اس نے ظہر پڑھائی لیکن نماز کے درمیان اس نے زور سے آواز لگائی دھت دھت دھت۔ نماز کے بعد سب نے کہا کہ یہ نماز میں آپ دھت دھت کیا کر رہے تھے؟ کہا کہ تمھیں کیا پتہ ہے کعبہ شریف میں ایک کُتا گھس رہا تھا میں اس کو بھگا رہا تھا۔ جن کو خدا آنکھ دیتا ہے ان کو کعبہ تک نظر آتا ہے۔ وہ عالِم بھی موجود تھے، اُن کو اُسے گرانے کا ایک پوائنٹ مِل گیا تاکہ اللہ کے بندے اُس کے چکر سے نکل جائیں۔ لہٰذا سب کی دعوت کردی کہ بھائیو تمھاری بھی اور تُمھارے پیر کی بھی سب کی دعوت ہے۔ بکرا ذبح کیا، بریانی پکوائی، اُمت کی ہدایت کے لئے اللہ والے خرچ بھی کیا کرتے ہیں۔ پلیٹ میں چاول اُوپر رکھے اور بوٹیاں ایک بالشت نیچے رکھ دیں اور یہ پلیٹ پیر صاحب کے سامنے رکھ دی۔ اب پیر صاحب نے چاولوں کو ٹٹولا۔ بوٹیاں چونکہ ایک بالشت نیچے تھیں لہٰذا جب بوٹیاں نہیں ملیں تو پیر صاحب لگے شور مچانے کہ یہاں پیروں کی قدر نہیں ہے ہمیں بُلا کر ہماری توہین کی۔ کیا بغیر گوشت کے چاول پیروں کی غذا ہوتی ہے؟ اب وہ عالِم کھڑے ہوگئے اور کہا کہ اے بھائیو! اس پیر کو تو ایک بالشت کے نیچے رکھی ہوئی بوٹیاں نظر نہیں آئیں، لڑ رہا ہے کہ بوٹیاں کیوں نہیں دیں؟ مَیں نے جان بوجھ کر بوٹیوں کو چُھپا دیا تھا تاکہ معلوم ہو کہ اس کی نظر کہاں تک جاتی ہے جو نظر ایک بالشت تک تو گئی نہیں اور کعبہ تک چلی گئی کہ وہاں کے کُتے کو بھگا

رہا تھا۔ بس عوام نے ڈنڈا لے کر جعلی پیر کو دوڑایا اور وہ دُم دبا کر بھاگ گیا۔ دعوت کی بوٹیوں نے اس کی فقیری کا پول کھول دیا۔

اس پر مجھے اپنا ایک واقعہ یاد آگیا کہ جب میں آزاد کشمیر گیا تو ایک دوست سے پوچھا کہ کیا کام کرتے ہو؟ اُس نے کہا کہ مرغوں کی دُکان کرتا ہوں یعنی مُرغیاں بیچتا ہوں تو مَیں نے کہا کہ اپنے مرغوں کو میرے آنے کی خبر مت کرنا۔ اس نے کہا کیوں؟ اسی وقت میرا ایک شعر ہوگیا ؎

سارے مُرغے یہ خبر سُن کے سہم جاتے ہیں
جب وہ سُنتے ہیں کہ بستی میں کوئی پیر آیا

کیوں کہ مُرغے سمجھ جاتے ہیں کہ اَب ہماری خیریت نہیں ہے، ہر آدمی پیر صاحب کے لئے مُرغی ذبح کرے گا اور ہماری جان مُصیبت میں آجائے گی۔ ہم لوگ چونکہ اپنا کھانا اپنے پیسے سے پکا کر کھاتے تھے تو اس کا اثر یہ ہوا کہ آزاد کشمیر کے اسپیکر، وزراء، جج، وکلاء و پروفیسر غرض خواص و عوام سب کے دِلوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے نیک گُمان ڈال دیا۔ وہ متعجب تھے کہ یہ کیسے لوگ ہیں جو خود اپنے پیسوں سے کھانا کھا رہے ہیں ورنہ پیر لوگ تو مریدوں کا مال اُڑاتے ہیں۔

ایک اور نقلی پیر نے اپنے ایک دیہاتی مُرید سے کہا کہ میں تمھاری طرف سے روزہ بھی رکھتا ہوں، نماز بھی پڑھتا ہوں اور پُل صراط پر بھی چلوں گا جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے تو مرید نے کہا اے پیر تُو تو بڑا اچھا ہے، چل میں اپنا فلاں کھیت تیرے نام لکھ دوں۔ پیر صاحب نے سوچا کہ

دیہاتی ہے کہیں رائے نہ بدل جائے۔ کہا جلدی چلو۔ گاؤں میں تازہ تازہ بارش ہو چکی تھی اور دیہاتوں میں بارش ہونے سے کھیت کی مینڈھوں پر پھسلن ہو جاتی ہے۔ اب جو وہ پیر اس پر چلا تو عادت تو تھی نہیں اس پر چلنے کی، شہری تھا پاؤں پھسل گیا اور دھم سے دھان کے کھیت میں گر گیا اور کیچڑ میں لت پت ہو گیا تو دیہاتی مرید نے پیٹھ پر ایک لات لگائی اور کہا کمبخت تُو تو کہہ رہا تھا کہ میں تلوار سے تیز اور بال سے باریک پُل صراط پر چلوں گا اور ایک فٹ کی مینڈھ پر تجھ سے نہ چلا گیا چل بھاگ یہاں سے میں تجھے کھیت نہیں دیتا تُو تو جھوٹا ہے۔

اور ہمارے بزرگوں نے ایک واقعہ اور سُنایا ایک شخص نے کہا کہ میں خُدا ہوں۔ ایک اللہ والے گذر رہے تھے انہوں نے کہا کہ پکڑو اس نالائق کو اور جوتے سے مارو۔ ایک عالم نے کہا کہ حضور اس کو ماریں نہیں یہ علم کے زور سے ہاریں گے۔ آپ اگر لاٹھی ماریں گے تو مقدمہ ہو جائے گا، اس سے میں نمٹوں گا۔ ان عالم صاحب نے تین دِن تک کھانا سڑایا اور سڑا ہوا کھانا ناشتہ دان میں لے کر گئے اور کہا کہ حضور آپ کے لئے کھانا لایا ہوں۔ وہ سمجھا کہ بڑی مرغیاں وغیرہ ہوں گی۔ جب دیکھا تو اتنا سڑا ہوا کھانا تھا کہ بدبو سے اس کا سر پھٹ گیا۔ کہنے لگا ارے توبہ توبہ، یہ کیسا کھانا لائے ہو؟ اس عالم نے کہا کہ آپ تو خدا ہیں اور رزق خدا دیتا ہے، جو رزق آپ نے دیا تھا وہی لایا ہوں۔ حکیمُ الامّت کے مواعظ میں یہ سب قِصّے موجود ہیں۔

قُربِ حق سے محرومی کی وجہ

اِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ میں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اخلاص کی شرط لگا دی کہ کہیں

تم جعلی اور نقلی مال کے پیچھے پڑ کر اپنی زندگیاں نہ برباد کرلو۔ نقلی پیروں کے چکر میں وہی آتا ہے جو مُخلص نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو مُخلص بنائے، خدائے تعالیٰ اپنی راہ کے غم اُٹھانے کی توفیق دے۔ جن سالکین کی روح اللہ کے قُربِ خاص سے مشرف نہیں ہو رہی ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ ذکر اللہ تو جاری ہے مگر عطر کے ساتھ ساتھ بِلّی کا گو بھی لگانے سے باز نہیں آرہے ہیں یعنی گُناہ بھی کر رہے ہیں۔ وہ جس دن ہمت کرلیں، جس وقت ارادہ کرلیں کہ آج سے گُناہ نہیں کرنا ہے تو اسی وقت سے اللہ کا فضل اور اس کی رحمت کی ہوائیں آنا شروع ہو جائیں گی۔ تقویٰ تو قلب کے ارادہ سے ہوتا ہے۔ بس ارادہ کرلیں کہ آج سے کسی پر نظر نہیں ڈالیں گے پھر ہرگز بدنظری نہیں کریں گے۔ اِس زمانے میں نظر کو دیکھ بھال کر اُٹھایئے، بے محابا اِدھر اُدھر نہ دیکھئے۔ جہاں اچانک نظر پڑ جانے کا اِمکان ہو وہاں بھی احتیاطاً نظر نیچی رکھئے۔ بعض بزرگوں نے تو جائز چیزوں سے بھی نظر کو بچایا ہے تاکہ نظر بچانے کی عادت پڑی رہے کیوں کہ ہر وقت دیکھنے کی عادت ہوگی تو یہ چق مق دیدہ ملیدہ مانگے گا۔ اُردو کا محاورہ ہے کہ چق مق دیدہ مانگے ملیدہ۔

ریل میں درس ہوگیا۔ بس اب اِرادہ کر لیجئے اور دُعا کر لیجئے کہ اللہ تعالیٰ گُناہوں سے بچنے کی توفیق دے۔ اَے خُدا! آپ کے نامِ پاک کی اور آپ کی محبّت کی اور آپ کے قُرآن پاک کی جو تفسیر اور بُزرگوں کے جو واقعات پیش کیے گئے اپنی رحمت سے سب قبُول فرما لیجئے اور اس ریل کو اور اس زمین کو قیامت کے دِن ہمارے لئے گواہ بنایئے کہ قرآن پاک کی تفسیر سُنائی گئی، درسِ

قرآنِ پاک ہوا۔ اے اللہ! ہم سب کو چاروں مجاہدات کی توفیق عطا فرما، نیک لوگوں کی صحبت عطا فرما اور آپ کو راضی کرنے کے لئے ہم کو ہر مشقت اُٹھانے کی توفیق عطا فرما کہ ہم سب آپ کی دی ہوئی توفیق سے آپ کے دین کی نُصرت کے لئے اپنے جان و مال کو پیش کریں اور آپ اس کو شرفِ قبولیت عطا فرمائیں اور جن باتوں سے آپ خوش ہوتے ہیں ان پر عمل کرنے کی توفیق اور ہمت نصیب فرمائیں اور جن باتوں سے، جن اعمال و افعال سے آپ ناراض ہوتے ہیں تو اے خدا! آپ کی ناخوشی کی راہوں سے ہم اپنے دل کو خوش کرنے سے انتہائی دردِ دل سے پناہ مانگتے ہیں کیونکہ ہماری وہ خوشی، مُبارک خوشی نہیں ہے جس سے آپ ناراض ہوں۔ بندہ کی وہ خوشی نہایت منحوس اور نامُبارک ہے کہ جس سے وہ اپنے مالک اللہ تعالیٰ شانہٗ کو ناراض کرے، آپ کی ناراضگی کی راہوں سے جو بندہ اپنا دِل خُوش کرتا ہے اے خدا اس خوشی سے توبہ ہم سب کو نصیب فرما دے جس طرح بیٹا اپنے باپ کو ناراض کر کے اپنا دِل خُوش کرلے وہ بیٹا نالائق کہلاتا ہے، اے خُدا ہم نالائق بندے ہیں کہ آپ کو ناخوش کر کے اپنا جی خوش کرتے ہیں۔ ہمیں اس نالائق عمل سے توبہ نصیب فرما دے۔

حدیث پاک میں تیرے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بشارت دی ہے کہ اللہ تعالیٰ مُسافر کی دُعا قبول کرتا ہے۔ اے خدا! ہم سب مُسافر ہیں آپ اپنے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اس بشارت کے صدقہ میں ہم سب مُسافروں کی دُعاؤں کو قبول فرما لیجئے، ہمارے جسموں کو بھی سلامت رکھئے گردوں کی پتھری پڑنے سے، گردوں کے بیکار ہو جانے سے، پِتّے میں پتھری پڑنے سے، کینسر ہونے

سے، بلڈ کینسر ہونے سے یا اللہ پیٹ پھڑوانے سے اور آپریشن کرانے سے جُملہ خطرناک بیماریوں سے ہم کو بھی اور ہمارے گھر والوں کو بھی حفاظت نصیب فرما اور سلامتی اعضاء کے ساتھ ساتھ سلامتی ایمان بھی نصیب فرما۔ سلامتی اعضاً و سلامتی ایمان کے ساتھ زندہ رکھئے اور سلامتی اعضاء اور سلامتی ایمان کے ساتھ دُنیا سے اُٹھائیے اور اے اللہ! ہر وقت خوشی دِکھا اور غم کی موت سے بچا، ہر وقت ہمارے دِلوں کو خوشی اَور سکون نصیب فرما اور اے خدا! نفس و شیطان کی غُلامی سے نکال کر سو فیصد اپنی غُلامی اور فرمانبرداری کی حیات نصیب فرما دیجئے اور اپنی رحمت سے ہماری دُنیا بھی بنا دیجئے اور آخرت بھی بنا دیجئے۔

یا اللہ! جِن لوگوں نے دُعاؤں کے لِئے فرمائش کی ہے اختر کو اور ان کو اور ہم سب کو تمام مقاصدِ حسنہ میں بامُراد فرما دیجئے اور جنہوں نے دُعاؤں کے لِئے نہیں بھی کہا مُسلمان بھائی ہونے کی حیثیت سے وہ ہم سے اُمید رکھتے ہیں اے خدا! ان کے لِئے بھی ہم آپ سے دونوں جہان کی فلاح و کامیابی کی بھیک مانگتے ہیں اور ساری دُنیا کے کافروں کے لئے ایمان کی درخواست کرتے ہیں اور اہلِ ایمان کے لِئے اہلِ تقویٰ ہونے کی درخواست کرتے ہیں اور اہلِ مرض کے لِئے اہلِ صحت ہونے کی درخواست کرتے ہیں اور اہلِ بلاء کے لئے اہلِ عافیت ہو جانے کی درخواست کرتے ہیں۔ یا اللہ! جِن کی بیٹیاں جوان ہیں اور ان کے رشتے نہیں مل رہے ہیں ان کو اچھے نیک رشتے عطا فرما دے اور جِن کے رشتے طے ہو چکے ہیں، شادیاں ہو چکی ہیں مگر ان کے شوہر ان پر ظلم کر رہے ہیں، رُلا رُلا کر اور ستا ستا کر رکھتے ہیں اور

اپنا غم سُنا کر وہ ماں باپ کے دِلوں کو پاش پاش کرتی ہیں کہ آپ نے کہاں شادی کردی؟ کِس آگ میں جھونک دیا۔ اے خدا! ظالم شوہروں کو توفیق عطا فرما کہ اپنی بیویوں کے ساتھ شفقت، محبت اور احسان کریں۔ اپنی بیٹیوں پر ظلم نہ ہونے کے لیے تو تعویذ مانگتے ہیں مگر اپنی بیویاں جو کسی کی بیٹیاں ہیں ان کے ساتھ ظلم سے باز نہیں آتے۔ اسی طرح اگر کسی کی بیوی ظلم کررہی ہو تو اُس کو نیک بنادے۔

اے اللہ! ہمارے پاکستان خصوصاً کراچی میں جو قتل، چوری، ڈاکے ہورہے ہیں کہ کسی کی عزت و آبرو محفوظ نہیں ہے اس کے لئے بھی یا اللہ! ہم آپ سے فریاد کرتے ہیں کیونکہ ہمارے اختیار میں کچھ نہیں ہے سوائے آہ کی لاٹھی کے۔ ہماری آہ ہماری لاٹھی ہے اس کو آپ قبول فرماتے ہوئے امن و امان قائم فرما دیجئے، غیب سے اسباب پیدا فرما دیجئے، حکومتِ عادلہ عطا فرمائیے جو ہمارے جان و مال کا اور پاکستان کا تحفظ کرسکے، اے اللہ! اس کا غیب سے اِنتظام فرمائیے اور سارے صوبوں میں کلمہ کے نام پر محبت پیدا کردیجئے۔ ہم سب کو مُسلمان ہونے کی حیثیت سے آپس میں محبت عطا فرمائیے۔ اے خُدا اپنے کلمہ پر ہم سب کو ایک فرمائیے اور ہمارے گُناہوں کو درگذر فرمائیے اور گُناہوں سے سچّی توبہ کی توفیق عطا فرمائیے۔ جو ہم میں سے سو فیصد آپ کے نہیں بننا چاہتے کچھ فیصد اپنے نفس کی خواہش میں لگے ہوتے ہیں۔ اے اللہ! انہیں بھی جذب فرما کر سو فیصد اپنا بنا لیجئے۔

نہیں ہوں کسی کا تو کیوں ہوں کسی کا
اُنہی کا اُنہی کا ہوا جا رہا ہوں

اے خُدا! ہم سب آپ ہی کے ہیں، آپ ہی نے ہمیں پیدا کیا ہے، آپ ہی کے پاس ہمیں لوٹ کر آنا ہے۔ ہم سب آپ ہی کے بندے ہیں۔ اس لئے سر سے پیر تک ہمارے ظاہر کو، ہمارے باطن کو، ہمارے ہر ذرۂ جسم کو، ہماری روح اور قلب کو سو فیصد اپنا بنا لیجئے، اپنے جذب سے ہم کو اپنا بنا لیجئے۔ نفس و شیطان سے جنگ میں ہم بار بار ہار چکے ہیں شکست خوردہ ہیں، عاجز ہیں، درماندہ ہیں اس لِئے اپنے جذب کی صفت کا ظہور فرمائیے کیوں کہ اس خزانے کی خبر آپ نے قُرآن پاک میں دی ہے۔ ابّا اپنا جو خزانہ بچّوں کو نہیں دینا چاہتا اس کو چُھپا کر رکھتا ہے۔ آپ نے اس خزانے کو قرآن پاک میں نازل فرما کر سارے عالم کو بتا دیا کہ میرے اندر شان جذب بھی ہے جس کو ہم چاہتے ہیں اپنا بنا لیتے ہیں، اپنی طرف جذب کر لیتے ہیں چنانچہ اس صفت کا ہم سب پر ظہور فرما دیجئے۔ اولیائے صِدّیقین کی جو منتہائے ولایت ہے ہم سب کو وہاں تک پہنچا دیجئے ہمارے بچّوں کو بھی نیک بنا دیجئے، صالح بنا دیجئے۔ دُنیا اور آخرت کے تمام غم ہم آپ ہی کے سُپرد کرتے ہیں کیوں کہ دونوں جہان کے آپ مالک ہیں۔

دونوں جہاں کا دُکھڑا مجذوبؔ رو چکا ہے
اَب اس پہ فضل کرنا یارب ہے کام تیرا

یا اللہ! جو ہم نہیں مانگ سکے وہ بھی بے مانگے عطا فرمائیے اور اس پر شکر گذاری عطا فرمائیے۔ عمر میں برکت دے دیجئے۔ ہم سے دین کا خُوب کام لیجئے سارے عالم میں اَپنے درد کی اور اپنی محبّت کی خوشبو کے لئے ہماری زبانوں

کو قبول فرما لیجئے، سارے عالم میں ہم سب کو پھرا یئے، سارے عالم میں اپنی محبت کے درد کو نشر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے، اس کے لئے صحت و قوت بھی عطا فرمائیے، ہم سب کی جانِ نحیف میں کروڑوں جانیں عطا فرمایئے پھر یہ کروڑوں جانیں اپنی راہ میں قبول فرمایئے۔ اے خُدا! مجھے پھر سے جوانی دے دیجئے اور اس جوانی کو بھی اپنی راہ میں فدا کرنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ اے اللہ! ہمارے ماضی کے معاصی کو معاف فرمایئے، ہماری غفلتوں کو درگذر فرمایئے، مستقبل کو اپنی رضا کے اعمال سے تابناک و روشن فرما دیجئے، حُسنِ خاتمہ مقدر فرما دیجئے، میدانِ محشر میں بے حساب مغفرت مقدر فرما دیجئے، جنّت میں اپنے ابرار و صالحین کے ساتھ رہنا مقدر فرما دیجئے۔ یا اللہ! جن لوگوں نے دُعاؤں کی فرمائش کی ہے ان سب کو ان کے مقاصد حسنہ میں بامراد فرمائیے، سب کا غم اور دُکھ دور فرما دیجئے۔ یا اللہ! اپنی رحمت سے اپنی زمین و آسمان کے سارے خزانے ہم پر برسا دیجئے کیونکہ آپ اپنے خزانوں سے مستغنی ہیں۔ دُنیا کے بادشاہ تو اپنے خزانوں کے محتاج ہوتے ہیں اپنے اور اپنے شاہی خاندان کے لئے ان کا ذخیرہ کرتے ہیں۔ اے خُدا! تو اپنے خزانوں سے بے نیاز ہیں، اپنے خزانوں سے مُستغنی ہے اَپنے زمین و آسمان کے سارے خزانے ہم سب پر اپنی رحمت سے برسا دے۔ یا اللہ! اس ریل میں جتنے لوگ ہیں ان سب پر اپنی رحمت کی بارش کر دے۔ آمین

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ
وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ
وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِكَ یَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ۔

سامنے جلوے ہیں ان کے کو بہ کو

دردِ دل سے واسطے کر جستجو
زخمِ حسرت اور خونِ آرزو

غم سے ٹکڑے ہوگئے دل کے مگر
دل کے ہر ذرہ میں ہیں انوارِ ھُو

ان کی جانب سے محبت کا مرے
امتحاں ہے ہر شکستِ آرزو

اے خدا تجھ پر فدا ہو ہر زماں
میری دولت میری جان و آبرو

حسرتوں کے غم اگر ہیں راہ میں
سامنے جلوے ہیں ان کے کو بہ کو

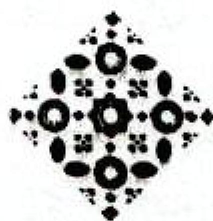
ایسی شکلوں کو نہ دیکھوں میں کبھی
آپ سے جو دور کردے خوبرو

تجھ کو کیوں مشکل ہے یہ صرفِ نظر
دیکھ اے ظالم شہیدوں کا لہو

شکر کرتے ہیں غمِ حسرت پہ ہم
دیکھ کر یا رب ترے جام و سبو

دیدۂ اختر ہے گو حسرت زدہ
دیدۂ دل دیکھتی ہے نورِ ھُو

(۱۱ فروری ۹۴ء جوہانسبرگ تا نیروبی طیارہ میں)



مواعظِ حسنہ نمبر ۶۲

قرآن پاک کی روشنی میں

ثبوتِ قیامت اور اُس کے دلائل

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبت ہے
یہ فیضِ نصیحت و ستونِ اُس کی اشاعت ہے
عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم
محبت یہ صدقہ ہے تمہیں تیرے نازوں کے
جو دل پہ ترنم کرتا تو خزانے تیرے رازوں کے

ضروری تفصیل

نام وعظ : ــــــ قرآن پاک کی روشنی میں ثبوتِ قیامت اور اس کے دلائل

واعظ : ــــــ عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

جامع وعظ : ــــــ حضرت سید عشرت جمیل ملقب بہ میر صاحب مد ظلہم العالی خادمِ خاص و خلیفہ مجازِ بیعت عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

تاریخ : ــــــ ۱۹ شوال المکرم ۱۴۱۷ھ مطابق ۲۷ فروری ۱۹۹۷ء بروز جمعرات

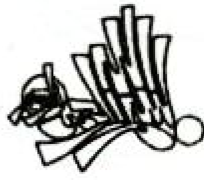
مقام : ــــــ مسجد اشرف، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال ۔ کراچی

انتساب

احقر کی جملہ تصنیفات و تالیفات مرشدنا مولانا محی السنۃ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں۔

محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

فہرست



قرآنِ پاک کی روشنی میں

ثبوتِ قیامت اور اُس کے دلائل

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۝

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۝

قَالَ مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَھِیَ رَمِیْمٌ۔ قُلْ یُحْیِیْھَا الَّذِیْٓ اَنْشَاَھَآ اَوَّلَ مَرَّۃٍ وَھُوَ بِکُلِّ خَلْقٍ عَلِیْمٌ۝

وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

اَللّٰھُمَّ اَلْھِمْنِیْ رُشْدِیْ وَاَعِذْنِیْ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ

اِس وقت میرے آنے کا سبب کیا ہوا؟ حضرت مفتی وجیہہ صاحب دامت برکاتہم (افسوس کہ انتقال فرما گئے۔ مرتب) خلیفہ حضرت مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور خلیفہ مولانا مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی رحمۃ اللہ علیہ کراچی تشریف لے گئے۔ ان کے ساتھ حافظ عبدالقدیر صاحب جو ہیر آباد کا ہیرا ہے اور ان کی وجہ سے مجھے تقریر کرنا آئی عجیب و

غریب داستان ہے۔ اُنہوں نے سب سے پہلے میری مثنوی مولانائے روم کی شرح شائع کی جس کا نام معارف مثنوی مولانا روم ہے۔ مَیں کسی کام سے یہاں آیا تھا۔ اُنہوں نے بغیر میرے پُوچھے ہوئے یہ اعلان کر دیا کہ آج آزاد میدان مسجد محلہ حیدرآباد میں شارح مثنوی مولانائے روم کی تقریر ہوگی۔ مَیں نے اس سے پہلے کبھی تقریر نہیں کی تھی، مجلس میں بیٹھ کر باتیں کر لینا اور ہے منبر پر تقریر کرنا اور ہے۔ اس شخص نے بغیر میرے پُوچھے مجھے بٹھلا دیا اور مقتل میں پیش کر دیا۔ میرا دِل دھڑکنے لگا، چونکہ مَیں نے کبھی مجمع عام سے خطاب نہیں کیا تھا اس لِئے مارے ڈر کے زبان خشک ہوگئی، الفاظ ادا ہونے کے لِئے دہن میں لعاب دہن نہیں تھا، مگر اس شخص کے اخلاص و آبرو کو اللہ نے رکھ لیا کہ مضامین آنے لگے اور بیان ہو گیا۔ میرا پہلا بیان یہیں حیدرآباد سے شروع ہوا۔ اس کے بعد جب بیٹری چارج ہوگئی تو ساری دُنیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اب کوئی تکلّف نہیں ہوتا مگر مقرر سازی اُسی نے سکھائی، زبردستی دریا میں پھینک دیا کہ تیرنا نہیں جانتے مگر اب تیرو گے جان بچانے کے لِئے۔ تو حافظ عبدالقدیر صاحب کے یہاں میرا آنا جانا شروع ہوا اور اُنہی کے گھر سے دعوت تبلیغ کا کام حیدرآباد میں شروع ہوا۔ میں ہر مہینہ آیا کرتا تھا مگر اب ضعف کی وجہ سے اور کچھ مصروفیات کی وجہ سے آنا نہیں ہو رہا تو حضرت مفتی صاحب کے ساتھ یہ بھی پہنچ گئے اور میرپور خاص سے ہمارے ایک پیر بھائی بھی پہنچ گئے، تینوں نے خواہش ظاہر کی کہ بہت عرصہ ہوا سندھ کے اندرونی ضلعوں میں اور قصبات میں آنا نہیں

ہوا تو تینوں بزرگوں کو دیکھ کر بڑی ہمت ہوگئی۔ ہمدرد نے تو شربت روح افزاء ایجاد کیا ہے مگر بزرگوں کی صحبت شربت ہمت افزاء ہے اور شربت محبت افزاء بھی ہے، تو ان حضرات کی خواہش پر میں یہاں حاضر ہوا ہوں ؎

میں خود آیا نہیں لایا گیا ہوں
محبت دے کے تڑپایا گیا ہوں
سمجھتا خاک اسرارِ محبت
نہیں سمجھا میں سمجھایا گیا ہوں

عصرِ حاضر میں علماء کو اچھا لباس پہننے کی ترغیب

اور یہاں آنے سے پہلے یہ جبہ بھی مجھے ہدیہ ملا، مکہ شریف میں ایک دوست ہیں، انہوں نے مجھے یہ ہدیہ دیا۔ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ پسند کرتے ہیں اپنی نعمت کو اپنے بندوں پر دیکھنا۔ جیسے ابا اپنے چھوٹے بچوں کو اچھا کپڑا پہنا دے اور عید بقر عید پر وہ بچے میلا کچیلا پہن لیں تو ابا کو ناراضگی ہوتی ہے یا نہیں؟ تو ربا نے ہم کو جو اسی ہفتہ میں تازہ ہدیہ دلایا تو میں نے سوچا کہ میں بحیثیت ٹیچر جا رہا ہوں، تو مجھے پھٹیچر نہیں ہونا چاہیے اور آج دِن بھی غالباً سنیچر ہے تو میں اس حدیث پر عمل کر رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر اپنی نعمت کا اثر دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور میں مراقبہ کر رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنی نعمت کے اثر کو دیکھ کر مجھ سے خوش ہو رہے ہیں اور میں دعوت الی اللہ کو عظمت دین کے ساتھ پیش کر رہا ہوں۔ اس زمانے میں مولویوں کے بارے میں یہی گمان ہے کہ چندہ مانگنے آیا

ہوگا، زکوٰۃ، صدقات، اینڈ چمڑات لینے آیا ہوگا۔ اس لئے میرا مشورہ یہی ہے کہ اب وہ زمانہ سلف کا نہیں رہا کہ بزرگوں سے لوگ ان کی سادگی کی وجہ سے حُسنِ ظن رکھتے تھے۔ اب اگر پیوند لگائے کپڑے پہن لو تو عام لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ خیراتی مولوی ہے لیکن اگر اس جُبّہ کے ساتھ کوئی سفر کرے اور منبر پر بیان کرے تو کسی کے دِل میں یہ وسوسہ آئے گا کہ چندہ لینے آیا ہے؟

حکیمُ الاُمت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃُ اللہ علیہ نے پیوند لگا ہوا کپڑا سُنّت ادا کرنے کے لئے پہنا۔ سفر پر جا رہے تھے۔ بڑی پیرانی صاحبہ نے فرمایا کہ آپ پیوند لگا کپڑا پہننے کی سُنت اپنے گھر پر ادا کیجئے، آپ باہر جا رہے ہیں، مریدین گھبرا جائیں گے کہ ہمارے پیر کے پاس کپڑا نہیں ہے تو اس میں ایک قِسم کا درپردہ سوال ہے کہ آج کل پیر صاحب کے پاس کپڑے نہیں ہیں اس لِئے انہیں کپڑوں کا ہدیہ پیش کرو۔ لہٰذا آپ یہ سُنّت اپنے وطن تھانہ بھون میں ادا کیجئے، باہر ایسے لباس میں جایئے کہ آپ کے مریدوں کو ذہنی پریشانی نہ ہو

حضرت تھانوی رحمۃُ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک واعظ ایسا تھا جو ہر زمیندار کے بُلانے پر وعظ کہنے جاتا تھا مگر کپڑا بہت کمزور، پھٹیچر، بالکل بوسیدہ اور خستہ پہن کر جاتا۔ جب وعظ کہتا تھا تو بیچ میں نعرہ مارتا اور گریبان کو اللہ اکبر کہہ کے پھاڑ دیتا تھا۔ اب جو میزبان بُلاتا تھا وہ کہتا تھا کہ میرے گھر سے یہ پھٹیچر جائے گا تو دُنیا کیا کہے گی لہٰذا رات بھر میں درزی سے نیا جوڑا سلوا کر دے دیتا تھا۔

اس بہانے سے وہ ہر وعظ میں نیا جوڑا حاصل کرلیتا۔ تو بتایئے اس کی یہ ٹیچری اور بھیٹیچری کرکٹ کی سنچری ہے کہ نہیں؟

اِس لئے دوستو! جب نیا اور اچھا لباس پہنو تو خود کو بڑا نہ سمجھو، جب لباس بہترین پہنو تو اللہ کا شکر بھی بہترین طریقہ سے ادا کرو۔ حضرت امام ابُوحنیفہ رحمۃُ اللہ علیہ ساڑھے چار سو درہم کی چادر اوڑھتے تھے، اُس زمانے کا ساڑھے چار سو! اور امام محمّد رحمۃ اللہ علیہ اور امام یوسف رحمۃُ اللہ علیہ سے فرماتے تھے کہ اب وہ زمانہ نہیں رہا، اِس زمانے میں اچھے کپڑے پہنو تاکہ عُلماء کی بے وقعتی نہ ہو اور حضرت سفیان ثوری رحمۃُ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے صوفیو اور مولویو! اور اے دیندارو اور ڈاڑھی والو! چار پیسے بچا کر رکھو ورنہ امیر لوگ تم کو اپنی ناک صاف کرنے کا رومال بنالیں گے۔ اگر اللہ چار پیسہ دے تو اس کو ضائع مت کرو، اس سے قلب مستغنی رہتا ہے۔

مفرحاتِ قلب

حکیمُ الاُمت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اِس زمانے میں سو کا نوٹ جیب میں ہو تو ایک بوتل کا نشہ رہتا ہے لیکن یہ اُس زمانے کا سو کا نوٹ تھا، آج کا تو ہزار کا نوٹ بھی اس مقام پر نہیں ہے، اور فرمایا کہ اطباء اور حکماء نے ایک غلطی کی ہے کہ جہاں مفرحاتِ قلب کی دوائیں خمیرہ آبریشم، خمیرہ مروارید وغیرہ لکھی ہیں وہاں دو چیزیں وہ بھول گئے، ایک یہ کہ جیب میں کُچھ سکّہ بھی ہو۔ اور دوسری چیز چھوٹے بچے ہیں۔ یہ بھی مفرحِ قلب ہیں۔ حضرت تھانوی رحمۃُ اللہ علیہ جب خانقاہ سے اپنے گھر کی طرف جاتے تھے تو راستہ میں چھوٹے چھوٹے بچّوں میں کسی کا کان اینٹھ دیا،

کِسی کے سر پر ہلکا سے چپت لگا دیا۔ اب وہ غُصّہ ہو رہا ہے کہ اللہ کرے بڑے ابا مر جائیں، تھانہ بھون کے بچے حضرت کو بڑے ابا کہتے تھے، تو حضرت فرماتے تھے کہ جب بچے کہتے ہیں کہ یا اللہ بڑے ابا مر جائیں تو مُجھ کو ایسا لگتا ہے کہ یہ دُعا دے رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑے ابا کو جلدی سے اپنی مُلاقات عطا فرمادیں۔

اللہ والوں کی خوش دِلی

مَولانا ظفر احمد عثمانی حَضرت کے سگّے بھانجے تھے جِن کی ایک چھوٹی سی دُودھ پیتی بچّی تھی۔

ایک مرتبہ خانقاہ میں خربوزہ آیا۔ حضرت نے خربوزے کی ٹوکری خالی کر کے اس میں اُن کی سوئی ہُوئی بچّی کو رکھ کر اُوپر سے بند کر دیا۔ وہ ٹوکری ایسی ہوتی تھی جِس میں جگہ جگہ سوراخ ہوتے ہیں اور سانس لینے سے میں کوئی پریشانی نہیں ہوتی۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خادم سے فرمایا کہ یہ ٹوکری میرے بھانجے ظفر عثمانی کو پیش کر دو کہ ماموں نے ایک عظیم تحفہ بھیجا ہے۔ مولانا ظفر احمد عثمانی سمجھے کہ ماموں نے ہمیں کوئی خربوزہ، تربوز، کیلا یا کوئی اور پھل وغیرہ بھیجا ہوگا۔ جب اس کو کھول کر دیکھا تو اپنی بچّی نِکلی تو فرمایا واقعی عظیم تحفہ ہے۔ اس سے حضرت کی خوش مزاجی اور خوش دلی بھی ثابت ہوتی ہے۔ آج کل خوشدلی والے کو پیر نہیں سمجھتے۔ سمجھتے ہیں کہ پیر وہ ہے جو آنکھ لال کئے ہو اور بھینسے کی طرح سانس پھُلاتا ہو، ناک پھُلا پھُلا کر سانس لے رہا ہو اور سب پر رعب جماتے ہُوئے ہو۔ یہ طریقہ ہمارے بزرگوں کا تو نہیں ہے، ہمارے بزرگ تو گھُل مِل کے رہتے ہیں۔

شرعی پردہ کا اہتمام

ایک واقعہ یاد آگیا کہ حضرت مَولانا ظفر احمد عثمانی کے سگّے بھائی مَولانا سعید احمد صاحب جب بارہ[۱۲]

سال کے ہو گئے تو حکیم الامت نے پوچھا مولوی سعید تمھاری کیا عمر ہو گئی؟ کہا بارہ سال۔ فرمایا ممانی سے پردہ ہے یا نہیں؟ بس پھر گھر نہیں گئے حالانکہ حضرت پیرانی صاحبہ نے ان کو پالا تھا، ان کی اماں بچپن میں انتقال کر گئیں تھیں۔ پیرانی صاحبہ نے فرمایا یہ تو چھوٹا سا تھا، ہم نے اسے ہگایا مُتایا ہے۔ فرمایا کچھ بھی ہو مسئلہ یہی ہے۔ ماں اپنے بچے کو ہگاتی مُتاتی ہے مگر جب بچہ بالغ ہو جاتے تو کیا پھر بھی اس کو ہگا مُتا سکتی ہے؟ شرم کی جگہ دیکھ سکتی ہے؟ بعضے لوگ کراچی میں چھوٹے بچوں کو نوکر رکھتے ہیں، جب وہ بالغ ہو جاتے ہیں تو بیگم صاحبہ کہتی ہیں کہ آنے جانے دو، یہ تو بچپن کا پالا ہوا ہے۔ دوستو! عمر کی زیادتی سے مسئلے بدل جاتے ہیں۔ وہ لڑکا جس کو چار پانچ سال کی عمر سے پالا تھا جب بالغ ہو گیا تو ایک اس کا گھر میں آنا جانا جائز نہیں ہے، اب اس سے پردہ کرو، شرعی پردہ بہت ضروری ہے۔

بُلندی پر چڑھنے اور اُترنے کی سُنّت

میں جس مضمون کو بیان کرنا چاہتا ہوں اس سے پہلے دو تین سُنّت پیش کرتا ہوں کہ میرے شیخ کی ہدایت ہے کہ وعظ سے پہلے دو تین سُنّت بیان کر دو کہ اُمت کو کچھ عمل بھی مل جائے جس میں سے نمبر ایک سُنّت یہ ہے کہ جب اُوپر چڑھتے تو اللہ اکبر کہتے۔ جب نیچے اترتے تو سُبحان اللہ کہتے، چاہے مسجد کی سیڑھی ہو یا ہوائی جہاز یا موٹر، جب چڑھائی پر چڑھے تو اس وقت اللہ اکبر کہا کرو۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، بُخاری شریف کی روایت

ہے اِذَا صَعِدْنَا كَبَّرْنَا ہم لوگ جب اوپر چڑھتے تھے تو اللہ اکبر کہتے تھے وَاِذَا نَزَلْنَا سَبَّحْنَا اور جب نیچے اُترتے تھے تو سُبحان اللہ پڑھتے تھے۔ مُلّا علی قاری نے اِس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ بُلندی پر چڑھنے سے انسان کو خیال آتا ہے کہ مَیں بہت بُلند ہوگیا۔ شریعت نے یہ سکھا دیا کہ بُلندی پر چڑھو تو اپنی بڑائی کی نفی کردو کہ اللہ اکبر، اے اللہ آپ بڑے ہیں ہم بڑے نہیں ہیں، ہم جو نیچے تھے وہی یہاں بھی ہیں، نیچے بھی بندے تھے، اب بھی بندے ہیں، بُلندی تو بس آپ ہی کو زیبا ہے۔ اور جب نیچے اُترو تو کہو سُبحان اللہ۔ اِس میں یہ راز ہے کہ ہم نیچے ہو رہے ہیں مگر اے اللہ آپ نیچے ہونے سے پاک ہیں۔

وضو کی مسنون دُعا اور اس کی حکمت

معارف الحدیث میں کتاب الوضوء میں اور مجمع الزوائد میں یہ حدیث ہے کہ جو وضو سے پہلے یہ دُعا پڑھ لے بِسْمِ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تو جب تک وضو رہے گا فرشتے ثواب لکھتے رہیں گے، چاہے ناشتہ کر رہا ہو یا بیوی سے بات کر رہا ہو۔ تو دو سُنّتیں ہوگئیں اور تیسری سُنّت یہ ہے کہ وضو کے درمیان میں جو دُعا ثابت ہے اس کو پڑھو۔ مَولانا لوگوں کی بنائی ہُوئی دُعائیں پڑھنے والے حدیث کی دُعا کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ یہ بات میرے شیخ حضرت مَولانا شاہ ابرارُ الحق صاحب دامت برکاتہم نے بتائی کہ ہر وضو کے وقت میں اگر غیر مسنون دُعائیں پڑھیں گے تو حدیث کی دُعا کیسے پڑھ سکیں گے؟ لہٰذا جو دُعا سُنّت ہے وہ یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ وَوَسِّعْ لِیْ فِیْ دَارِیْ وَبَارِکْ لِیْ فِیْ رِزْقِیْ (عمل الیوم واللیلۃ للنسائی)

اے اللہ! میرے گناہوں کو معاف فرما اور میرے مکان کو وسیع کر دے، اور (چونکہ بڑا مکان دیکھ کر مہمان بہت آئیں گے اس لیے) رزق میں بھی برکت دے دے۔

وضو کے بعد کی دُعا اور اس کی حکمت

جب وضو ختم ہو جائے تو کلمۂ شہادت اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ پڑھ کر یہ دُعا پڑھو:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ (ترمذی جلد ۱، صفحہ ۱۸)

اے اللہ! ہم کو توّابون یعنی بہت زیادہ توبہ کرنے والا بنا دے اور طہارتِ باطنی بھی نصیب فرما دے۔

مُلّا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وضو کے بعد یہ دُعا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں سکھائی؟ اس میں راز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بواسطۂ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بندوں کو سکھا دیا کہ اے اللہ! اوپر کے اعضاء تو ہم نے دھو لیے مگر دل تک ہمارا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا لہٰذا ہمارے دل کو بھی دھو دیجیے یعنی دل کو غیر اللہ سے پاک کر دیجیے۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ اے اللہ! ہم کو توّابون بنا دیجیے اور توبہ تین قسم کی ہے۔

توبہ کی تین۳ قسمیں

۱۔ اَلرُّجُوْعُ مِنَ الْمَعْصِیَۃِ اِلَی الطَّاعَۃِ گُناہ چھوڑ کر عبادت گذار، فرماں بردار ہو جاؤ۔

۲۔ توبہ کی دوسری قسم ہے اَلرُّجُوْعُ مِنَ الْغَفْلَۃِ اِلَی الذِّکْرِ غفلت کی زندگی چھوڑ کر ذکر اللہ جو شیخ نے بتایا ہو شروع کر دو اور جب ذکر شروع کرو تو یہ شعر پڑھ لیا کرو ؎

مدّت کے بعد پھر تری یادوں کا سلسلہ
اِک جسمِ ناتواں کو توانائی دے گیا

بتاؤ بادام اور مُرغی کا سوپ (SOUP) کون پیدا کرتا ہے؟ تو جو اس کا پیدا کرنے والا ہے اس کے نام میں کتنی طاقت ہوگی؟ آج کل لوگ سوپ پیتے ہیں، میں کہتا ہوں سوپ سے زیادہ مالک کو یاد کرو اور گُناہ چھوڑ دو۔ گُناہ سے قلب اور قالب دونوں میں کمزوری آتی ہے، گُناہ سے پہلے دل کمزور ہوتا ہے اور دِل جسم کا بادشاہ ہے، جب بادشاہ کمزور ہو تو جِسم تو رعایا ہے وہ کیسے کمزور نہیں ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مقابلے میں کافر ٹھہرتے نہیں تھے۔ تقویٰ کی برکت سے بہت طاقت رہتی ہے۔

۳۔ توبہ کی تیسری قِسم ہے اَلرُّجُوْعُ مِنَ الْغَیْبَۃِ اِلَی الْحُضُوْرِ اگر کسی وقت دِل اللہ سے غائب ہو جائے اور دُنیا میں پھنس جائے تو فوراً دِل کو پکڑ کر اللہ کے حضور میں حاضر کر دو۔ دِل کو غائب نہ ہونے دو، جس کا دِل ہر وقت اللہ کے

حضور میں رہے سمجھو وہ اعلیٰ قسم کا تائب ہے یعنی توّاب ہے مگر یہ نسبت ملتی ہے اہلِ نسبت کی صحبت سے۔ اللہ والوں کی صحبت سے ایسا تعلق نصیب ہوتا ہے کہ وہ ایک سیکنڈ بھی اللہ سے غافل نہیں ہوتا، چاہے کاروبار کرتا ہو، بزنس کرتا ہو، بادشاہت کرتا ہو۔ اس پر میرا ایک اُردو کا شعر ہے ؎

دُنیا کے مشغلوں میں بھی یہ باخُدا رہے
یہ سب کے ساتھ رہ کے بھی سب سے جُدا رہے

جس کی میں نے یہ تعبیر کی ہے کہ اگر کوئی کانٹا چبھ کر ٹوٹ جائے تو آپ بریانی پلاؤ کھا رہے ہوں یا نئی شادی ہوئی ہو، نوٹوں کی گڈیاں گن رہے ہوں تو کیا اس کانٹے کا درد نہیں رہے گا؟ اس کی چبھن ہر وقت رہے گی، تو اللہ تعالےٰ کی محبت پر اختؔر کا یہ شعر ہے ؎

کوئی کانٹا چبھے اور ٹوٹ جائے
اِسی کا نام ہے دردِ محبت

مگر یہ درد ملتا ہے اللہ والوں کی صحبت سے۔ مولانا رومی رحمۃُ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

نفس نتواں کشت الّا ظلِ پیر
دامنِ آں نفس کش را سخت گیر

نفس کی خواہشات مغلوب نہیں ہوسکتیں جب تک پیر کا سایہ نہ ہو۔

نفس کے مٹنے کی مثال

اگر کوئی گدھا، نمک کی کان میں گر جائے تو نمک بن جاتا ہے یا نہیں؟ مگر مرنے کے بعد نمک بنتا ہے جب تک سانس لیتا رہے گا گدھے کا گدھا ہی رہے گا۔ یاد

رکھو! یہ بہت عُمدہ مثال ہے، اگر گدھا زندہ رہے اور سانس لیتا رہے تو گدھا رہے گا، جب مَر جائے گا تو نمک بن جائے گا۔ جو نفس کو مِٹا دے گا تو پھر اللہ والوں کے ماحول میں وہ بھی اللہ والا ہو جاتے گا۔ جو لوگ اللہ والوں کے ماحول اور صحبت میں بھی اللہ والے نہیں بن سکے ان کا نفس گدھا زندہ تھا، سانس لے رہا تھا، یعنی وہ گُناہ نہیں چھوڑ رہے تھے۔ آپ لوگ خُوب سمجھ گئے میری بات، بھئی اِتنی عُمدہ مثال ہے کہ اگر گدھا سانس لے رہا ہے تو بتاؤ وہ نمک بنے گا؟ سانس اور اس حیات مانع نمکیات ہے، اسی لئے جن لوگوں نے اپنے نفس کو مِٹا دیا وہ اللہ کے ولی ہو گئے اور جب اللہ کے ولی ہو گئے اور نسبت عطا ہو گئی تو اُن کے آثارِ نسبت کو نہ صِرف خود اُنہوں نے بلکہ سارے عَالم نے محسوس کر لیا۔

نِسبت مع اللہ کے آثار

خواجہ عزیز الحسن مجذوبؔ رحمۃُ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ حضرت حکیمُ الامت تھانوی رحمۃُ اللہ علیہ سے پُوچھا کہ جب کوئی آدمی ولی اللہ بنتا ہے اور اُسے نسبت عطا ہو جاتی ہے تو کیا اس صاحبِ نسبت کو اپنی نسبت اور ولایت کا عِلم ہو جاتا ہے؟ یعنی کیا اس کو پتہ چل جاتا ہے کہ اب میں صاحبِ نسبت ہو گیا ہوں؟ حضرت تھانوی رحمۃُ اللہ علیہ نے فرمایا کہ خواجہ صاحب! جب آپ بالغ ہُوئے تھے تو آپ کو پتہ چلا تھا کہ نہیں کہ مَیں بالغ ہو گیا یا آپ نے دوستوں سے پُوچھا تھا کہ یارو! بتاؤ کہ مَیں بالغ ہوا یا نہیں؟ آہ! جب جسمانی بالغ ہونے کا احساس خود ہو جاتا ہے تو جِس کی روح اللہ تک بالغ ہو گی اس کے قلب کے عالم کا کیا عالم ہو گا؟ کیا اس کو پتہ نہیں چلے گا۔

یہ کون آیا کہ دھیمی پڑ گئی لو شمعِ محفل کی
پتنگوں کے عوض اُڑنے لگیں چنگاریاں دِل کی

جس وقت اللہ دِل میں آتا ہے یعنی تجلی خاص سے متجلی ہوتا ہے تو سارے عالم کے سلاطین کے تخت و تاج نیلام ہونے لگتے ہیں، چاند سُورج کی روشنیاں پھیکی پڑ جاتی ہیں، حسینوں کی دُنیا نگاہوں سے گر جاتی ہے، لیلائے کائنات اور مجانین عالم اللہ کی محبّت کے نشہ کے آگے کیا بیچتے ہیں، سُورج اور چاند کی روشنی کیا بیچتی ہے، بادشاہوں کے تخت و تاج کیا بیچتے ہیں! لیکن کیا کہوں یہ دردِ دل اور نسبت مع اللہ حاصل کرنے کے لئے اہل اللہ کی صحبت کا ایک معتدبہ زمانہ چاہیئے کہ سفر اور حضر دونوں میں ان کے ساتھ رہو اور مُجاہدہ کی مشقت بھی اُٹھاؤ۔ دیکھو پھر ان شاء اللہ تعالیٰ ایک دِن ان کی نظرِ عنایت پڑ جائے گی۔

اہل اللہ کی نظر کی کرامت

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃُ اللہ علیہ تفسیر موضح القرآن کے مُصنف اور حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی کے بیٹے ایک مرتبہ دِلّی کی مسجد فتح پوری میں بہت دیر تک عبادت کے بعد نِکلے تو ان کا دِل انوار سے بھر گیا تھا، نور بھر کر دِل سے چھلک رہا تھا، چہرے سے جھلک رہا تھا اور آنکھوں سے ٹپک رہا تھا۔ وہ نظر ایک کُتے پر پڑ گئی۔ حکیمُ الامّت تھانوی رحمۃُ اللہ علیہ، حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃُ اللہ علیہ حوالہ سے راوی ہیں کہ جس طرف وہ کُتا جاتا تھا دِلّی کے سارے کُتے اس کے سامنے ادب سے بیٹھتے تھے۔ حکیمُ الامّت رحمۃُ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آہ! جن کی نِگاہوں سے جانور بھی محروم نہیں رہتے ان کی نِگاہوں سے انسان کیسے

محروم رہ سکتا ہے؟ اس لیے اہل اللہ کے صحبت یافتہ کو حقیر مت سمجھو، تمہاری تف اور تمہارا تھوک تمہارے چہرے کے اُوپر ہی گرے گا۔ سُورج پر کوئی تھوکتا ہے تو اُس کا تھوک اُسی کے چہرے پر گرتا ہے۔ یقین رکھو کہ ؎

چراغے را کہ ایزد بر فروزد
ہر آں کو تف زند ریشش بسوزد

جس چراغ کو حق تعالیٰ روشن کرے تو جو اس پر تھوکتا ہے اسی کی ڈاڑھی جل جاتی ہے۔ اب مَیں ایک قِصّہ سناتا ہُوں۔ ایک دِن میرے شیخ حضرت شاہ عبدُالغنی صاحب پھُولپوری رحمۃُ اللہ علیہ مثنوی شریف پڑھا رہے تھے ایک شعر کی شرح ایک گھنٹہ کی ؎

خُم کہ از دریا دراو راہے شود
پیشِ او جیحون ہا زانُو زنَد

جس مٹکے کو سمندر سے خفیہ راستہ ہو۔ اب کوئی کہے کہ دریا کا ترجمہ سمندر کیوں ہو رہا ہے تو حضرت نے فرمایا کہ دریا کا ترجمہ اس شعر میں حکیمُ الامّت رحمۃُ اللہ علیہ نے سمندر فرمایا ہے اور حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی فرمایا ہے ہماری مثنوی کی سَندیہ ہے کہ مَیں نے مثنوی شریف حضرت شاہ عبد الغنی صاحب پھُولپوری رحمۃُ اللہ علیہ سے پڑھی۔ انہوں نے حکیمُ الامت سے پڑھی اور حضرت حکیمُ الامت رحمۃُ اللہ علیہ نے شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب سے پڑھی۔

آپ نے میرا سلسلۂ نسب، سلسلۂ تعلیم مثنوی سُن لیا۔ تو یہاں دریا کا ترجمہ

سمندر ہے۔ جِس مٹکے کو سمندر سے خفیہ رابطہ ہوگا تو اگرچہ اس مٹکے کے اندر دس بیس کلو پانی ہو لیکن بڑے بڑے دریائے جیحون و دریائے فرات اس کے سامنے زانوئے ادب تہہ کریں گے۔ کیوں کہ دریائے جیحون خشک ہو سکتے ہیں لیکن جِس مٹکے میں سمندر سے پانی آرہا ہے وہ خشک نہیں ہو سکتا۔ اِسی طرح اہل اللہ کے قلوب پر علوم وارد ہوتے ہیں۔ وہ آسمانوں کی پیتے ہیں، دُنیا کے کافر زمین کی پیتے ہیں۔

میرے پینے کو دوستو سُن لو!
آسمانوں سے مے اُترتی ہے

تو مثنوی کے اس شعر کی شرح کے دوران جب مَیں نے اَپنے شیخ کو دیکھا تو حضرت کی آنکھیں اُس دِن اتنی لال تھیں کہ جیسے ریل کا سگنل سُرخ ہوتا ہے اور حضرت والا میری طرف دیکھ رہے تھے۔ مَیں نے دیکھ کر اَدب سے فوراً نگاہ نیچی کرلی اور تقریباً دس مِنٹ کے بعد پھر مَیں نے حضرت کی طرف دیکھا تو پورے مجمع سے نظر ہٹا کر مجُھ ہی کو دیکھ رہے تھے، بڑی بڑی سُرخ آنکھوں سے۔ تیسری دفعہ دس پندرہ منٹ کے بعد پھر جب مَیں نے دیکھا تو حضرت کسی کی طرف نہیں دیکھ رہے تھے مجھ ہی کو لال آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے شمس الدین تبریزیؒ ہوں جِن سے مَولانا رومیؒ نے فرمایا تھا۔

خوندریم اے جمالِ مہتری
کہ لبِ ماخشک و تو تنہا خوری

اے شمس الدین، میرے پیر و مُرشد آپ اللہ کے قُرب کی شراب کا مٹکے کا مٹکا

پی رہے ہیں کچھ ہمیں بھی تو عطا فرما دیجئے، اللہ کے قُرب کے باغ سے کچھ میرے کان میں بھی بتا دیجئے کہ آپ اتنے مست کیوں رہتے ہیں؟ شمس الدین تبریزیؒ نے فرمایا کہ جلال الدین تم میرے ساتھ نیک گمان رکھتے ہو لیکن میرے پاس یہ سب کچھ نہیں ہے جس کا تمہیں حُسنِ ظن ہے۔ مولانا رومیؒ نے فرمایا کہ آپ کی تواضع سے ہم دھوکہ نہیں کھا سکتے اور دلیل میں یہ شعر پیش کیا۔

بُوئے مے را گر کسے مکنوں کُند

چشمِ مست خویشتن را چوں کُند

شراب کی بو کو اگر کوئی شرابی الائچی کھا کر چھپا بھی لے لیکن وہ ظالم اپنی مست آنکھوں کو کہاں لے جائے گا؟ جب دُنیاوی شراب کا یہ حال ہے تو جو راتوں کو اللہ تعالیٰ کی شرابِ آسمانی پیتے ہیں اس کا نشہ کیسے چُھپ سکتا ہے۔ ریاض خیرآبادی کے ایک شعر پر ایک رئیس سُبحان اللہ خان نے چاندی کے ایک ہزار روپے آج سے سو برس پہلے ان کو پیش کئے تھے۔ بولئے! ایسے ایسے لوگ بھی تھے۔ آج کل میں بہت اچھے اچھے شعر پیش کرتا ہوں لیکن کوئی بھی نہیں دیتا۔ (اس مزاح پر سامعین ہنس پڑے۔ مرتب) ان کو ایک شعر پر ایک ہزار چاندی کا روپیہ دیا تھا وہ کیا شعر تھا۔

اُتری جو آسمان سے تھی کل اُٹھا تو لا

طاقِ حرم سے شیخ وہ بوتل اُٹھا تو لا

اے شیخ حرم کے طاق میں جو تو نے چھپا کے رکھی ہے وہ مُجھے بھی پلا دے یعنی آسمانوں سے جو اللہ نے آپ کو اپنی محبت عطا فرمائی ہے اس کا تھوڑا سا مزہ ہمیں

بھی چکھا دیتے۔

تو مولانا روم اپنے شیخ کے ایسے عاشق تھے کہ شیخ کی تواضع سے دھوکہ نہیں کھایا۔ شیخ اگر کہہ دے کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے تو اُلّو ہوگا جو دھوکہ کھا جائے گا۔ مولانا گنگوہی رحمۃُ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ خدا کی قسم میرے پاس کچھ نہیں ہے، میں کچھ نہیں ہوں۔ اُن کی یہ بات سُن کر دو دیہاتی اُٹھے اور بھاگ گئے اور آپس میں کہنے لگے کہ جب میاں جی کے پاس کچھ نہیں ہے تو ہمیں کیا دیں گے۔ مولانا تھانوی رحمۃُ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان کا یہ فرمانا کہ میں کچھ نہیں ہوں یہی دلیل ہے کہ وہ بہت کچھ تھے ۔

کچھ ہونا مرا ذِلّت وخواری کا سبب ہے

یہ ہے مرا اعزاز کہ مَیں کچھ بھی نہیں ہوں

حکیمُ الامّت تھانوی رحمۃُ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک صاحب بہت دیندار ہیں مگر ایک کمی ہے کہ اپنے کو دیندار سمجھتے بھی ہیں۔ آہ! کیا بات ہے، کیا بات ہے، اس بات کی کیا بات ہے؛ دیندار ہونا تو فرض ہے مگر خود کو دیندار سمجھنا حرام ہے۔ ایک آیت قرآن پاک سے اس کے استدلال میں پیش کرتا ہوں ان شاء اللہ کوئی دعویٰ میرا ایسا نہیں ہوگا جس کی دلیل میں قرآن پاک یا حدیث پاک سے پیش نہ کروں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰهَا وہ شخص کامیاب ہوگیا جس نے اپنے نفس کے گندے گندے تقاضوں کا تزکیہ کرلیا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا اور وہ نامُراد ہوگیا جس نے اپنی گندی خواہشات اور حرام لذّتوں کی درآمدات اور امپورٹنگ کو جاری رکھا کہ اللہ بھی مِل جائے اور

ہماری بُت پرستی بھی چلتی رہے۔ ایک ٹانگ خانقاہ میں اور دوسری ٹانگ بُت خانے میں یعنی حسینوں اور نمکینوں کا چکر بھی اور تسبیح پر اللہ اللہ بھی۔ تو سمجھ لو کہ ایسے اللہ نہیں ملتا، ایسا شخص نامراد اور بے سکون رہتا ہے۔ مولانا روم فرماتے ہیں اے بے وقوفو! اُس نمکین پانی سے پیاس نہیں بُجھے گی ؎

نیست آبِ شور درمانِ عَطَش

نمکین پانی سے پیاس نہیں بُجھتی بلکہ اور بڑھ جاتی ہے۔ اگرچہ وہ پیتے ہوئے خوش ذائقہ اور ٹھنڈا معلوم ہو۔

تو دوستو! یہ عرض کرتا ہوں کہ بُڈھے بُڈھے لوگ بھی آج بدنظری کا شکار ہیں۔ بال سفید ہو گئے مگر نفس کی ڈاڑھی سفید نہیں ہوتی ؎

دھوکہ نہ کھائیو کسی ریشِ سفید سے
ہے نفس نہاں ریشِ مسوّد لیے ہوئے

یہ میرا شعر ہے اُوپر سے ڈاڑھی سفید ہے لیکن نفس اندر کالی ڈاڑھی لیے بیٹھا ہے

بھروسہ کچھ نہیں اس نفسِ اَمّارہ کا اے زاہد
فرشتہ بھی یہ ہو جائے تو اس سے بدگماں رہنا

بدنظری کی لعنت

دوستو! بُت پرستی چھوڑ دو۔ خبردار! اپنی نظروں کو حسینوں پر خراب مت کرو۔ یہ حسین چلتے پھرتے بُت ہیں۔ ان کو دِل سے نکال دو ورنہ نبی کی بددُعا لگ جائے گی۔ کیا بددُعا ہے نبی کی؟ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں، مشکوٰۃ شریف صفحہ نمبر ۲۷۰ پر روایت ہے کہ:

(لَعَنَ اللّٰہُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَیْہِ)

اے اللہ! اس ظالم پر لعنت فرما جو اپنی نگاہوں کی حفاظت نہیں کرتا، جو بدنظری کرتا ہے اور جو خود کو بدنظری کے لئے پیش کرتا ہے یعنی ناظر اور منظور دونوں پر نبی کی لعنت ہے۔ ذرا نظر بازی کرتے ہوئے اس حدیث کا خیال کیا کرو کہ میں نبی کے عشق میں نعتیں پڑھتا ہوں، اشک بار آنکھوں سے روضۂ مبارک پر صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہوں مگر کس بے دردی اور جسارت کے ساتھ لعنت نبی کو اختیار کر رہا ہوں۔ بتاؤ! لعنت کے معنیٰ کیا ہیں؟ اللہ کی رحمت سے دُوری اور اللہ کی رحمت سے دُور کس لئے ہو رہے ہو؟ مرنے والی لاشوں کے لئے، عارضی ڈسٹمپروں کے لئے پیغمبروں کے خلاف راستہ اختیار کر رہے ہو۔ بین الاقوامی اُلّو اور انٹرنیشنل ڈونکی (DONKEY) جس کو دیکھنا ہو تو ان کو دیکھو جو اپنی نظر سے عارضی رنگ کو دیکھ رہے ہیں اور خود بے رنگ ہو رہے ہیں۔ ان کے ایمان کا ٹکٹ اُترا جا رہا ہے اور انہیں خبر نہیں کہ ہم بیرنگ ہو رہے ہیں۔ ایسے رنگ کو مت دیکھو جس سے تمہارا رنگ بے رنگ ہو جائے۔ حکیمُ الامت فرماتے ہیں کہ بدنظری احمقوں کا گناہ ہے ساری زندگی دیکھتے رہو پاؤ گے کچھ نہیں، نظر بازی کرتے کرتے مر جاؤ مگر کسی حسین کو نہیں پاسکو گے۔ عزت و آبرو الگ جائے گی۔

بدنظری کی وجہ سے ذلیل ہونے کا ایک واقعہ

حکیمُ الامت رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ ریل میں سفر کر رہے تھے۔ فرماتے ہیں کہ سامنے دوسری ریل آکر کھڑی ہوگئی۔ میرے ڈبہ میں میرے

سامنے ایک نوجوان نظر کا مریض تھا۔ دوسری ریل میں ایک نیا شادی شدہ جوڑا پنجاب کا تھا۔ یہ اُلّو کا دادا اگرچہ جوان تھا لیکن کچھ لوگ بہت جلدی دادا بن جاتے ہیں دادا گیری کرتے ہوئے۔ یہ بار بار اس کی بیوی کو دیکھ رہا تھا۔ وہ پنجابی تگڑا تھا۔ اس نے گالی دے کر کہا کہ او خبیث کے بچے! کیوں بار بار میری بیوی کو دیکھتا ہے؟ ہزار دفعہ دیکھ لے، پائے گا کچھ نہیں، رات کو میرے ہی پاس سوئے گی۔ دیکھو! گناہوں سے ہمیشہ ذلت ملتی ہے اور تقویٰ سے عزت ملتی ہے۔ بدنگاہی سے سوائے گالی کے اور کیا ملا۔ تو ایسے انٹرنیشنل اُلّو کو دیکھنا ہو تو نظر بازوں کو دیکھو۔ بتاؤ دیکھنے سے کیا پاؤ گے؟ اپنی گھر کی چٹنی روٹی پر خوش رہو، جس کے پاس چٹنی روٹی بھی نہ ہو، ہاں لو شادی نہیں ہوتی یا بیوی مرگئی اب دوسرا کوئی پوچھتا نہیں تو کیا کرے؟ ایک بڈھے سے کسی نے کہا کہ جب بیوی مرگئی تو دوسری شادی کیوں نہیں کی تو بڈھے نے کہا کہ بات یہ ہے کہ میں کسی نوجوان لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہوں تو وہ مجھے بڈھا کہہ کر (REJECT) کر دیتی ہے اور جب کوئی بڈھی راضی ہوتی ہے تو اس کو میں (REJECT) کر دیتا ہوں۔ دونوں طرف سے (REJECTED) ہوجاتے ہیں۔ تو ایسے لوگوں کا علاج یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اس آیت پر ایمان لاؤ اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ کیا اللہ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں ہے؟ ہزاروں اولیاء اللہ ایسے ہوئے ہیں جن کی شادی نہیں ہوئی، مجبوراً نہیں کرسکے جن میں بشر حافی بھی ہیں، علامہ قسطلانی بھی ہیں اور مسلم شریف کے شارح شیخ محی الدین ابو زکریا نووی بھی ہیں۔ اور آج کل کے سہارن پور کے شیخ الحدیث مولانا یونس صاحب بھی ہیں لیکن جس

کے پاس اسباب ہوں وہ اس سُنّت کو نہ چھوڑے لیکن جو مجبور ہیں وہ ماجور ہیں۔

بدنظری کا سب سے بڑا نقصان

تو یہ عرض کر رہا ہوں کہ بدنظری کے گُناہ کو چھوڑ دو، یہ معمولی گُناہ نہیں ہے، دِل کا ستیاناس کر دیتا ہے۔ بدنظری کے گُناہ کے باعث بہت سے لوگ خانقاہیں رہ کر بھی ولی اللہ نہیں ہوتے۔ مولانا رومیؒ اس کی وجہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک گھر میں دو چور گھس گئے۔ اس زمانے میں چراغ نہیں ہوتا تھا۔ پتھر سے پتھر رگڑ کر روئی کی بتی جلا کر روشنی حاصل کیا کرتے تھے۔ گھر والے کو آہٹ محسوس ہوئی تو اس نے پتھر رگڑا تو ایک چور نے اس پر انگلی رکھ دی، گھر والا جب بھی پتھر رگڑ کر روئی کی بتی جلاتا چور اس پر انگلی رکھ دیتا جس سے روشنی بُجھ جاتی جس سے چوروں کو خوب موقع ملا مال لُوٹنے کا۔ اسی طرح بہت سے سالک ذکر و تہجد سے تلاوت سے، بزرگوں کی صحبت سے قلب میں نور پیدا کرتے ہیں لیکن شیطان اس نور پر انگلی رکھتا رہتا ہے یعنی کسی گُناہ میں مُبتلا کر کے طاعات کے نور کو بُجھاتا رہتا ہے۔ ان کا نور تام نہیں ہونے پاتا، وہ ہمیشہ خام رہتے ہیں اور نسبتِ اعلیٰ ان کو حاصل نہیں ہوتی۔ اسی کے لیے دُعا ہے کہ رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا۔

دوستو! ہمت کرلو اللہ کے نام پر، اختر کو یہ عزم لِلّٰہِ دے دو کہ کبھی اللہ کو ناراض نہیں کریں گے اللہ کے نام پر گُناہ چھوڑنے کا وعدہ کرلو یہی ہمارا لِلّٰہِ ہے یعنی اللہ کے لیے سوال کرنا ہے، یہی ہمارا چندہ ہے اور گُناہ سے کچھ فائدہ نہیں، کسی دِن جنازہ دفن ہو گا۔ آپ بتایئے! مرنے کے بعد کوئی اِنسان گُناہ کر سکتا ہے؟ تو مرنے کے بعد جو گُناہ مجبوراً چھوڑنے والے ہو زندگی میں اپنے

اختیار سے چھوڑ کر انعامِ ولایت لے لو۔ جیتے جی اللہ پر فدا ہو جاؤ۔ مُردہ کیا اللہ پر فِدا ہو گا؟ جیتے جی اللہ پر فدا ہو جاؤ پھر دیکھو اللہ کیا نوازش کرتا ہے۔ پورے عالم میں دھوم مچا دے گا۔ تم اپنے کو چھپاتے پھرو گے۔ سارا عالم تُمھارے تقویٰ کی خوشبو کے پیچھے پھرے گا۔

خلقے پسِ دیوانہ و دیوانہ بکارے

اور جو مرنے والوں کے دیوانے ہیں بس کیا کہیں کہ کس قدر گھاٹے میں ہیں۔ سب سے بڑا عذاب بدنظری کا یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے قُرب سے محروم رہتا ہے۔ بتاؤ! اس سے بڑا کوئی عذاب ہے کہ انسان اپنے اللہ کی نسبتِ خاص نہ پائے اور ہمیشہ گُناہوں کے اندھیرے میں چمگادڑ کی طرح زندگی گذار دے۔ مرنے کے بعد جب اللہ پُوچھے گا کہ تُم نے تقویٰ اور تزکیہ سے میرے قربِ خاص کو حاصل کیا تھا؟ تو کیا کہو گے کہ میں مرنے والے اور مِٹنے والے حسینوں کے چکر میں تھا آپ کے قُرب کو کیسے پاتا۔ عود کا عطر کیسے لگ سکتا ہے جب کہ بلی کا پاخانہ بھی لگا ہو؟ کوئی پاخانہ پر عود کا عطر لگا سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ بھی اپنا قُرب اس ظالم کو عطا نہیں فرماتے جو نگاہوں کی حفاظت نہیں کرتا، قلب کی حفاظت نہیں کرتا۔

توبہ کرنے والا بھی ولی اللہ ہے

لیکن اگر کوئی توبہ کر لے تو اب اس کے ماضی کو مت یاد دلاؤ ورنہ اللہ تعالیٰ انتقام لے گا۔ اس لیے میں نے میر صاحب کا نام لے کر ایک مضمون پیش کیا ہے مگر یہ مت سوچنا کہ میر صاحب کے لیے کہا ہے سب کے لیے کہا ہے۔ میر علی گڑھ یونیورسٹی کے پڑھے ہوتے ہیں۔ یہ میں ان کی تاریخ بیان نہیں کر رہا ہوں

عام حالات بیان کر رہا ہوں، ان کے ساتھ بدگمانی مت کرنا۔ جب یہ یونیورسٹی میں تھے تو ہم انہیں جانتے بھی نہیں تھے، ہماری ان کی اُس مُلاقات ہی نہیں ہوتی تھی۔ یہ مُجھ سے جب کراچی میں ملے تو تنیس سال کے تھے۔ مَیں نے ایک مضمُون فرضی بنایا ان کو استعمال کرلیتا ہوں اور یہ استعمال پر راضی اور خوش ہیں ؎

خوبرویوں سے ملا کرتے تھے میؔر
اب ملا کرتے ہیں اہل اللہ سے
مَت کرے تحقیر کوئی میؔر کی
رابطہ رکھتے ہیں اب اللہ سے

دیکھو! الیکشن کے زمانے میں ایک پارٹی دوسری پارٹی کو گالیاں دیتی ہے۔ اس وقت کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ لیکن جب انتخاب میں کامیاب ہوگیا تو اس کے بعد اگر کوئی اس کی شان میں گستاخی کرے تو جیل خانے جائے گا۔ اللہ کے راستہ میں بھی نفس و شیطان کے الیکشن میں جب تک مقابلہ ہو رہا ہے اس وقت تک اس کی آبرو عَلٰی مَعرِضِ الخَطَر ہے لیکن جب اس نے نفس و شیطان کو پٹخ دیا اور اللہ کا ولی ہوگیا اب اس کا ماضی کا طعنہ نہ دو کہ تم پہلے ایسے تھے یعنی تِلّی کا تیل جب روغنِ گُل ہوگیا تو اب اسے روغنِ کُنجد یعنی تِلّی کا تیل مت کہو ؎

روغنِ گُل روغنِ کنجد نہ ماند

تِلّی کا تیل جب گلاب کی صحبت سے روغنِ گُل ہوگیا تو اَب وہ تِلّی کا تیل نہیں ہے، اب روغنِ گُل ہے۔ جب برف نے سُورج دیکھ لیا اور پگھل کر پانی ہوگیا اَب اس کو پانی کہو برف نہ کہو، اب وہ سیّال ہے اس کو جامد مت کہو۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ جب تیسری بار میں نے حضرت شاہ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف دیکھا تو حضرت اب بھی میری طرف ہی دیکھ رہے تھے اور آنکھیں ویسے ہی سُرخ تھیں۔ یہ اسی نظر کا صدقہ ہے جو آپ لوگ مجھے اپنی نظر میں لئے ہوئے ہیں، یہ شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر کا صدقہ ہے۔ اہل اللہ کی نظر سے جب کُتّا بھی محروم نہیں رہا تو اختر تو آخر انسان ہے۔ بہت سے ایسے دوست جو آج سے ۲۵ سال پہلے میری دُعا سُنتے تھے کہ اے خدا! سارے عالم میں اختر کے درد کو نشر فرما تو اس وقت بھی وہ مجھ سے نیک گمان رکھتے تھے لیکن الحمد للہ دیکھو آج امریکا، کینیڈا، ٹورنٹو، برطانیہ، ساؤتھ افریقہ، ڈربن، کیپ ٹاؤن، جوہانسبرگ، ہندوستان، بنگلہ دیش ساری دُنیا میں اللہ تعالےٰ کے فضل سے بُلایا جا رہا ہوں، ہر جگہ سے ٹیلی فون آتے ہیں کہ کب آؤ گے؟ اختر میں کوئی بات نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی بات کی کیا بات ہے۔

تزکیہ یافتہ ہونے اور تزکیہ یافتہ سمجھنے کا فرق

تو دوستو! میں اپنے موضوع کو پیش کرتا ہوں۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا جملہ خبریہ ہے لیکن جُملہ خبریہ میں جملہ انشائیہ ہے کہ اپنے نفس کا تزکیہ کرو۔ اس کے بعد دوسری آیت میں فرمایا فَلَا تُزَکُّوْٓا اَنْفُسَکُمْ اپنے نفس کو مزکّٰی مت کہنا۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا سے معلوم ہوا کہ اپنی اصلاح کرنا، تزکیہ کرنا واجب ہے اور فَلَا تُزَکُّوْٓا اَنْفُسَکُمْ میں حکم ہے کہ اپنے کو پاک مت سمجھو۔ فَلَا تُزَکُّوْٓا میں نفی ہے کہ اپنی طرف نسبتِ تزکیہ نہ کرو کہ میں پاک و صاف ہو گیا۔ معلوم ہوا کہ تزکیہ کردن واجب

اور تزکیہ گفتن حرام یعنی اَپنے نفس کا تزکیہ و اِصلاح کرنا تو واجب ہے لیکن اپنے کو پاک سمجھنا، تزکیہ یافتہ اور اصلاح یافتہ سمجھنا حرام ہے۔

تکبّر کا عِلاج

اگر تکبّر سے بچنا ہے تو اپنے کو سارے عالم سے کم تر سمجھو۔ حج و عمرہ، مدارس و اہتمام، درسِ قرآن شریف و درس بُخاری شریف کے بعد بھی اگر دِل میں تکبّر ہوگا تو ایسا شخص جنّت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا۔ لہٰذا حکیمُ الامّت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو دو جُملے استعمال کرے گا تکبّر کی خطرناک بیماری سے نجات پا جائے گا، جنّت کی خوشبو سے محروم نہیں رہے گا۔ وہ جُملے یہ ہیں کہ اے خُدا! مَیں سب مُسلمانوں سے کمتر ہوں فی الحال اور سارے جانوروں سے، کافروں سے، سُوّر اور کُتّے سے بھی کمتر ہوں فی المآل یعنی مُجھے نہیں پتہ کہ میرا خاتمہ کیسا ہوگا لہٰذا جب تک ایمان پر خاتمہ نہیں ہو جاتا ہیں کافروں اور جانوروں سے بھی کمتر ہوں۔ بڑے پیر صاحب حضرت عبدالقادر صاحب جیلانی رحمۃُ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ؎

ایماں چُو سلامت بہ لبِ گور بریم
اَحسَنتْ بریں چستی و چالاکئ ما

جب میرا خاتمہ ایمان پر ہو جائے گا، جب میں قبر میں ایمان کو سلامتی سے لے جاؤں گا تب کہوں گا کہ ہاں عبدالقادر! تو نے خُوب عقلمندی اور ہوشیاری سے آخرت کا کام بنایا۔ اس لیے دوستو! اپنی بڑائی کبھی نہ سوچو اور غُصّہ کی بیماری بھی تکبّر کی اولاد ہے اور شیخ کے ڈانٹنے سے جس کے اندر اعتراض اور نفرت پیدا ہو یہ دلیل ہے کہ بہت ہی بڑا متکبر ہے۔ حکیمُ الامّت فرماتے ہیں کہ اپنی شان

کیوں بنائی؟ جبکہ تُمھاری شان کے متعلق تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دِن فیصلہ کرے گا۔ شیخ کے پاس جاؤ تو اپنی شان مٹا کر جاؤ۔ خواجہ صاحب نے جب حکیمُ الامت رحمۃُ اللہ علیہ سے بیعت کی تو ایک پرچہ بھیجا اور اس میں یہ درخواست کی تھی۔

نہیں کچھ اور خواہش آپ کے دَر پر میں لایا ہوں
مِٹا دیجے مٹا دیجے میں مٹنے ہی کو آیا ہوں

جو اَپنے نفس کو نہیں مٹا سکتا وہ اللہ تعالیٰ کو نہیں پا سکتا۔ بتاؤ کلمہ میں لآ اِلٰہ پہلے ہے یا اِلاَّ اللہ۔ جس دِن نفی لا کی زور دار ضرب لگ گئی ان شاء اللہ تعالیٰ اسی دِن نفس مع اَپنی تمام خواہشاتِ بد کے فنا ہو جائے گا، اسی دِن آپ کو سارے عالم میں اِلاَّ اللہ نظر آئے گا، جدھر جاؤ گے وہیں اللہ کا جلوہ نظر آئے گا۔ آہ! مُجھے اپنا ایک شعر یاد آگیا، یہ آپ لوگوں کی برکت سے اچانک یاد آتا ہے، مَیں پہلے سے نہیں سوچتا کہ کیا بیان کروں گا۔ تو وہ شعر یہ ہے ؎

وہ مالک ہے جہاں چاہے تجلّی اَپنی دِکھلائے
نہیں مخصوص ہے اس کی تجلّی طورِ سینا سے

اَور

بَہت رُوئیں گے کر کے یاد اہلِ میکدہ مُجھ کو
شرابِ دردِ دل پی کر ہمارے جام و مینا سے

میرا کلام چھپنے دو پھر دیکھنا کہ اختؔر کی زبان سے اللہ تعالیٰ نے کیسے کیسے اشعار ظاہر فرمائے ہیں۔

وقوعِ قیامت کے عجیب و غریب دلائل

تو مَیں نے جس آیت کو پیش کیا ہے اس سے مَیں وجوبِ قیامت پر دلائل

پیش کرتا ہوں جو مَیں نے اپنے شیخِ اوّل حضرت شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃُ اللہ علیہ سے سُنے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ تمام دُنیا کے سائنسدان اور کفّار و مُشرکین بھی اس وقت بیٹھے ہوتے تو قیامت کے وقوع کو تسلیم کر کے اُٹھتے۔

ایک مُشرک اور کافر شخص جس کا نام عاص ابن وائل تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر ہوا اور ایک پرانی ہڈی کو ہاتھ سے مَل کر ہواؤں میں اُڑا دیا۔ پھر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو چیلنج کیا کہ کیا اس بوسیدہ ہڈی کو جس کو مَیں نے مَل کر فضاؤں میں اُڑا دیا ہے کیا آپ کا خُدا زندہ کر دے گا؟ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب سکھایا۔ پیغمبروں کا استاد اللہ ہوتا ہے! اللہ تعالیٰ نے وحی نازل کی کہ اے نبی! اس ظالم کو بتا دیجئے۔

(قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِيٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ)

وہی اللہ اسے زندہ کرے گا جس نے اسے پہلی بار پیدا کیا ہے یعنی پہلی تخلیق کے وقت ان ہڈیوں کا وجود ہی نہ تھا اور زندگی سے کوئی تعلق ہی نہ تھا اور اب تو ایک بار پیدا ہونے کے بعد حیات سے ایک قسم کا تعلق پیدا ہو چکا ہے تو دوبارہ ان کو جمع کر کے ان میں حیات پیدا کرنا اللہ کے لئے کیا مشکل ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے ماضی، حال اور استقبال کو خُوب جانتا ہے جہاں جہاں وہ بکھر جائے گا، منتشر ہو جائے گا خُدا کے عِلم سے دُور نہیں ہو سکتا۔ اب اس پر میرے شیخ کی تقریر سنئے۔ شاہ عبدُ الغنی صاحب پھولپوری رحمۃُ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ)

ترجمہ : ہم نے انسان کو منی سے پیدا کیا۔
یہ تخلیق اوّل کی شرح ہو رہی ہے اور اللہ تعالیٰ اُس کافر کے اعتراض کا جواب دے رہے ہیں، یہ اللہ کا جواب ہے جس میں کوزہ میں سمندر بھرا ہوا ہے۔ انسان کس سے پیدا ہوتا ہے؟ منی سے! اور منی خون سے بنتی ہے اور خون غذاؤں سے بنتا ہے اور غذائیں سارے عالم میں منتشر ہیں۔ تو اوّل مرتبہ جب اللہ نے پیدا کیا تو انسان سارے عالم میں بکھرا ہوا تھا۔ اگر کسی انسان کا جز مدینہ شریف کی عجوہ کھجوروں میں ہے تو اُس کا باپ حج کرنے جائے گا تو وہی کھجور کھائے گا جس میں علمِ الٰہی میں اُس کا ذرّہ رکھا ہوا ہے۔ اگر اس کے باپ کے خون کا کوئی ذرّہ کوئٹہ کی بکریوں میں ہے اور کوئٹہ کے پہاڑوں کی گھاس میں ہے تو کوئٹہ کی بکریوں کو وہ گھاس کھلائی جائے گی جس میں اُس بندہ کے تخلیقی ذرات ہیں۔ پھر وہ بکریاں کراچی یا حیدرآباد وغیرہ پہنچیں گی یا ان کا گوشت پہنچے گا اور اس گھاس اور تنکوں میں پوشیدہ اس بندہ کے تخلیقی ذرّات بکریوں کے ذریعہ اس کے باپ کے خون میں داخل ہوں گے جس سے وہ قطرۂ منی بنے گا جس سے اس بندہ کو پیدا کرنا ہے۔ اگر اس انسان کے تخلیقی ذرّات قندھار کے اناروں میں چھپے ہوتے ہیں تو قندھار کے انار پاکستان امپورٹ (IMPORT) ہو کر آئیں گے اور اُس کا باپ وہ انار کھائے گا۔ اگر اس انسان کا کوئی جز آسٹریلیا کے گندم میں ہے تو پاکستان مجبور ہوگا کہ اُس گندم کو منگا کر اس کے ماں باپ تک پہنچائے۔ اگر وہ تخلیقی اجزاء ملکِ شام کے سیبوں میں ہیں تو وہ سیب اس تک پہنچائے جائیں گے مثلاً اس کے باپ کو حج نصیب ہوگا اور شام کا

سیب مکہ شریف میں کھائے گا یا پھر وہ سیب اس کے ہی ملک میں پہنچایا جائے گا۔ اگر لیبیا (LIBYA) کے کیلوں میں ہے تو لیبیا سے وہ کیلا اس کے ملک میں آئے گا اور اس کا باپ وہ کیلا کھائے گا جس کے ذریعہ اس کا وہ ذرّۂ پیدائش جو اس کیلے میں تھا اس کے جسم میں چلا جائے گا اور خُون بن جائے گا اور جہلم سے جاری ہونے والا دریائے سِندھ جہاں جہاں سے گذرتا ہے، جن جن معدنیات، جن جن کانوں، جن جن پہاڑوں سے گذرتا ہے ان میں اگر اس کا کوئی ذرّہ ہے تو دریائے سندھ کے پانی کے ذریعہ وہ ذرّہ اس کے جسم میں داخل ہوجائے گا اور جب اس کا ابا سارے عالم میں بکھری ہوئی ان منتشر غذاؤں کو اور پانی کو کھاپی لے گا جن میں اس بندہ کے ذراتِ تخلیق تھے تو اس طرح اللہ تعالیٰ اس کی پیدائش کے اجزاء کو خُون میں جمع کردے گا، پھر خُون سے مَنی میں منتقل کرے گا، پھر مَنی کے اس قطرہ میں منتقل کرے گا جس سے اس کا نطفہ منجمد ہوگا، پھر جاکر وہ انسان بنے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اِس آیتِ مُبارکہ میں بتا دیا کہ اے قیامت کا انکار کرنے والے ظالم انسان! تو سارے عالم میں منتشر تھا، تو لیبیا کے کیلوں میں تھا، شام کے سیبوں میں تھا، قندھار کے اناروں میں تھا، آسٹریلیا کے گندم میں تھا اور کوئٹہ کے پہاڑوں کی بکریوں میں تھا ہم نے سارے عالم سے کِس کِس طرح ان غذاؤں کو تیرے باپ تک پہنچایا جن کو کھا کر تیرے باپ کے اندر ہم نے خُون بنایا پھر خُون سے مَنی بنائی اور مَنی سے وہ قطرہ الگ کیا جس سے تجھ کو پیدا کرنا تھا۔ آہ! اَوَلَمْ یَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو

جواب سکھایا کہ اس نالائق کو آپ جواب دیجئے جو قیامت کا انکار کرتا ہے کہ تو سارے عالم میں منتشر تھا ہم نے تجھ کو جمع کر کے پہلی دفعہ پیدا کیا اور جب تجھے ایک دفعہ جمع کر دیا تو دوبارہ جمع کرنا کیا مشکل ہے؟ جب سارے عالم میں منتشر تیرے اجزاء کو جمع کر کے تیرے باپ کے نطفہ میں ایک بار جمع کر دیا تو دوبارہ جمع کرنے پر ایمان لانے میں تجھے کیا مشکل ہے؟

دُعا اَللّٰھُمَّ اَلْھِمْنِیْ رُشْدِیْ کی انوکھی تشریح

اب ایک دُعا سکھاتا ہوں جس کی برکت سے ہم اور آپ قیامت میں سُرخ رُو ہو جائیں گے اور اِن شاء اللہ قیامت میں رسوا نہ ہوں گے، وہ بُخاری شریف کی دُعا ہے۔ یہ مضمون آج مَیں نے کراچی سے آتے ہوئے بس میں بیان کیا۔ اچانک وارد ہوا تھا۔ دوستوں نے کہا کہ زندگی میں پہلی دفعہ ایسا مضمون سُنا ہے۔ دوبارہ اس لئے بیان کر رہا ہوں تا کہ آپ لوگ بھی سُن لیں۔ اِس دُعا کو آج سے اپنے اوپر لازم کر لیجئے اِن شاء اللہ تعالیٰ اِس دُعا کی برکت سے رشد و ہدایت نصیب ہوگی اور قیامت کے دن ہم سُرخ رُو ہوں گے۔

بُخاری شریف کی روایت ہے کہ ایک کافر اپنے صحابی بیٹے کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خِدمت میں حاضر ہوا۔ اس کافر نے کہا کہ اے اللہ کے نبی! اگر مَیں ایمان لاؤں تو آپ مجھے کیا دیں گے؟ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تو ایمان لے آیا تو مَیں تجھے دو نعمتیں دوں گا۔ کُچھ دِن کے بعد وہ ایمان لے آیا اور کہا کہ اے اللہ کے نبی! مَیں ایمان لے آیا، آپ اپنا وعدہ

پورا کر دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو نعمت دینے کا وعدہ تھا، لے دونوں لے لے، یہ وعدہ رسالت ہے، عام انسانوں کا وعدہ نہیں ہے۔ نمبر ایک نعمت یہ ہے کہ ہمیشہ یہ دُعا کیا کر اَللّٰھُمَّ اَلْھِمْنِیْ رُشْدِیْ اے اللہ! ہدایت کی باتیں میرے دِل میں الہام فرماتے رہیے، اَلْھِمْنِیْ امر ہے اور امر بنتا ہے مضارع سے اور مضارع میں دو زمانے ہوتے ہیں، حال اور استقبال، مطلب یہ کہ اپنی خوشی اور ہدایت کی راہوں کو اِس وقت بھی میرے دِل میں ڈالتے رہیے اور آئندہ بھی ڈالتے رہیے، کیونکہ اگر آپ کا الہامِ ہدایت ہمارے قلب کو نصیب نہیں ہو گا تو ہمارے اجسام گناہوں کے گڑھے میں گر جائیں گے۔

رُشد کے معانی پر قرآن پاک سے عجیب استدلال

معلوم ہوا کہ رُشد ایک نعمت ہے مگر رُشد کو سمجھنے کے لئے قرآن شریف سے مدد لینی پڑے گی کیونکہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے علومِ نبوّت مقتبس ہیں انوارِ قرآن سے، آپ کے تمام علومِ نبوّت کا اللہ تعالیٰ کے کلام سے اقتباس کیا گیا ہے چنانچہ دیکھنا پڑے گا کہ قرآن شریف میں رُشد کہاں آیا ہے؟ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے اصحابِ نبی!

(حَبَّبَ اِلَیْکُمُ الْاِیْمَانَ)

ہم نے تمہارے دِل میں ایمان کو محبوب کر دیا۔

(وَزَیَّنَہٗ فِیْ قُلُوْبِکُمْ)

اور تمہارے دِل میں اس کو رچا دیا، مزّین کر دیا، راسخ کر دیا۔

(وَکَرَّہَ اِلَیْکُمُ الْکُفْرَ)

اَور مکروہ کر دیا تُمھارے دِل میں کُفر کو
(وَالۡفُسُوۡقَ وَالۡعِصۡیَانَ)
اور گُناہ کبیرہ کو اور مطلق گُناہ، ہر قِسم کے گُناہ یعنی گُناہِ صغیرہ کو،

یہ تعمیم بعد التخصیص ہے، فسوق خاص ہے بڑے گُناہ کے لئے، فاسق اس کو کہتے ہیں جو گُناہ کبیرہ کا مرتکب ہو اور عصیان مطلق گُناہ، ہر قسم کی نافرمانی کو شامل ہے، اس کو بلاغت میں تعمیم بعد التخصیص کہتے ہیں۔ یہ مَیں آپ کو مختصر المعانی پڑھا رہا ہوں۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے اصحابِ نبی! ہم نے تُمھارے دِلوں میں ایمان کو محبُوب کر دیا اور کفر کو، کبیرہ گُناہ کو اور تمام قِسم کی نافرمانیوں کو مکروہ کر دیا۔ مکروہ کے کیا معنیٰ ہیں اور محبُوب کے کیا معنیٰ ہیں؟ علامہ شامی رحمۃُ اللہ علیہ لِکھتے ہیں:

(اَلۡمَکۡرُوۡہُ ھُوَضِدُّ الۡمَحۡبُوۡبِ)
مکروہ فِعل وہ ہے جو محبُوب کی ضِد ہو۔
اَور (اَلۡمَحۡبُوۡبُ ھُوَضِدُّ الۡمَکۡرُوۡہِ)
محبُوب فعل وہ ہے جو مکرّوہ کی ضِد ہو

تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہاں دونوں متضاد الفاظ کو نازل فرمایا کہ حَبَّبَ تو یہ ہے کہ ایمان کو محبُوب کر دیا اور کَرَّہَ کیا ہے؟ ایمان کی ضِد، ایمان کا اپوزٹ (Opposite) اور دُشمن ہے۔ کُفر دُشمنِ کامل ہے اور فسوق اور عصیان دُشمنِ ناقص ہیں۔ دُشمنِ ناقص سے دوستی کرو گے تو ایمان ناقص

ہو جائے گا اور دُشمنِ کامل یعنی کُفر سے دوستی کرو گے تو ایمان ہی ختم ہو جائے گا لہٰذا حَبَّبَ وَکَرَّہَ دو نعمتیں ہیں، بعضوں کے دِل میں حَبَّبَ تو ہے مگر حَبَّبَ کامِل نہیں ہے کیونکہ ان کے پاس کَرَّہَ نہیں ہے، ہر وقت گُناہ کی چاٹ پڑی ہے، گُناہوں کی چاٹ کھانے والے کا دِل نیکیوں سے اُچاٹ رہتا ہے، ایسا شخص کبھی سکون نہیں پائے گا۔ اس آیتِ مُبارکہ میں اللہ سُبحانہٗ وتعالیٰ نے بتادیا کہ جو شخص اَپنے دِل میں ایمان کو محبُوب پائے اور کُفر اور جُملہ نافرمانیوں کو مکروہ پائے تو یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی عطا ہے۔ اس لِئے حَبَّبَ کی ضمیر کا مرجع اللہ کی طرف ہے اور کَرَّہَ کی ضمیر بھی اللہ کی طرف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ الفاظ اس لئے نازل فرمائے کہ بڑے سے بڑا ولی اللہ بھی اگر اپنے دِل میں میری محبّت پاتا ہے تو یہ میری ہی عطا ہے، اے خَلق! میری عطاؤں کو اَپنی طرف نِسبت مت کرنا، یہ عطائے خالِق ہے، حَبَّبَ بھی اللہ کی عطا ہے اور کَرَّہَ بھی۔ جِسے اللہ کی محبّت محسوس ہو اور گُناہوں سے نفرت ہو تو اس کو اپنا کمال نہ سمجھے بلکہ جان لے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہے۔ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الرّٰشِدُوْنَ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہی لوگ راہِ راست پر ہیں۔ تو رَاشِدُوْنَ اگر بننا ہے اور رُشد کی نعمت تم چاہتے ہو جِس کی دُعا اَللّٰھُمَّ اَلْھِمْنِیْ رُشْدِیْ میرے نبی نے تم کو سکھائی ہے تو اس کی تفسیر میرے کلام سے سیکھو کہ رُشد کے معنیٰ کیا ہیں اَللّٰھُمَّ اَلْھِمْنِیْ رُشْدِیْ یعنی جِس کے قلب کو ہم رُشد اور ہدایت کا الہام کریں گے اس کے قلب میں میری محبّت داخِل ہو گی اور میری نافرمانی سے اس کو عداوت، نفرت اور کراہت ہو گی۔

مذکورہ دُعا کا آیت اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ سے خاص ربط

لٰہذا جب یہ دُعا مانگو تو پوری تفصیل سمجھ لو اور یقین رکھو کہ اللہ تبارک و تعالیٰ یہ دُعا ضرور قبول فرمائیں گے کیونکہ اگر قبول نہ کرنا ہوتا تو دُعا کا حکم ہی نہ دیتے اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ تم مانگو میں قبول کروں گا۔ آپ بتائیں! اگر کوئی ابا کہے بیٹو! مجھ سے مانگو میں ضرور دوں گا تو بیٹے کو شک کرنا جائز نہیں لٰہذا جس کو اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ کا فرد بننا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے یہ دُعا کرے اَللّٰهُمَّ اَلْهِمْنِیْ رُشْدِیْ اے اللہ! رُشد و ہدایت کا ہمارے قلب کو الہام عطا فرما تاکہ ہمارے قلب اور قالب آپ کی مرضی پر فدا ہوں، ہر وقت آپ کی محبت پر فدا ہوتے رہیں اور آپ کی ناراضگی سے بچتے رہیں۔ اس دُعا میں تینوں زمانے موجود ہیں کیونکہ مضارع سے امر بنا اور امر مضارع میں دونوں خاصیتیں ہیں، حال کی بھی اور استقبال کی بھی اور ماضی اس طرح شامل ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ کا دستور یہ ہے، سُنّت الٰہی یہ ہے کہ جو اپنے حال کو درست کرلیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ماضی کو درگذر فرما دیتے ہیں۔

آہ! کیا بات ہے، کیا بات ہے اس بات کی کہ جو شخص اپنے حال کو درست کرلیتا ہے مالک کو راضی کرلیتا ہے، رو رو کر اس کو منا لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ماضی کو درگذر فرما دیتے ہیں اور جس کا حال درست ہوجاتا ہے اس کے مستقبل کو اللہ تعالیٰ نورِ تقویٰ سے تابناک کر دیتے ہیں۔ اس دُعا میں تینوں زمانوں کی اصلاح موجود ہے، ماضی درست ہوجائے، حال درست ہو

جائے، اور مستقبل بھی۔ اور اللہ تعالیٰ نے اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ جملہ اسمیہ سے نازل فرمایا کہ جس کے قلب کو ہم محبت دیں گے اور کفر وفسق و نافرمانی سے کراہت دیں گے تو وہ رَاشِدُوْنَ ہو جائیں گے۔ جملہ اسمیہ دلالت کرتا ہے دوام پر، یہاں جملہ فعلیہ سے نازل نہیں فرمایا ورنہ رُشد و ہدایت میں عدمِ استقلال لازم آتا۔ جملہ اسمیہ نازل کر کے اللہ تعالیٰ نے بتادیا کہ اہلِ محبت کبھی گمراہ نہیں ہوتے اور اللہ تعالیٰ سے ان کی محبت میں اور کفر وفسق و عصیان سے ان کی کراہت میں دوام ہوتا ہے۔ اہلِ محبت کے بارے میں خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے ؎

مَیں ہوں اور حشر تک اس دَر کی جبیں سائی ہے
سرِ زاہد نہیں، یہ سر سرِ سودائی ہے

علامہ آلوسی تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں کہ محبت کی لغت بغیر دونوں ہونٹ ملائے ادا نہیں ہوسکتی تو معلوم ہوا کہ جس کا اسم اور لغت متقاضیِ وصلِ دوام ہے اس کا مسمّٰی کیسا ہوگا۔ لہٰذا جس کو اللہ تعالیٰ اپنی محبت عطا کریں گے وہ گناہوں پر دوام نہیں کرسکتا، استغفار توبہ اور آنسوؤں سے اپنے وصل کو بحال کرلے گا۔ مچھلی کو پانی سے محبت ہے تو بتاؤ اگر مچھلیوں کو ڈرایا جائے کہ سمندر میں آج کل بڑی مچھلیاں آئی ہوئی ہیں جو چھوٹی مچھلیوں کو نگل رہی ہیں لہٰذا تم چند دن دریا سے باہر گذار لو ورنہ کسی بڑی مچھلی کا لقمہ بن جاؤ گی تو کیا مچھلیاں باہر نکل آئیں گی؟ وہ کہیں گی کہ پانی سے تو باہر نکلتے ہی ہمیں موت آجائے گی، اگر مرنا ہی ہے تو یہیں مرجائیں گے، پانی جیسے معشوق کو ہم چھوڑ نہیں سکتے۔

گرچہ در خشکی ہزاراں رنگ ہاست
ماہیاں را با یبوست جنگ ہاست

اَے دُنیا والو! دریا سے باہر خشکی میں ہزاروں رنگینیاں پیدا کر لو مگر مچھلیوں کو خشکی سے جنگ ہے، لہٰذا یاد رکھو! اگر اللہ کے عاشقوں کو کبھی شیطان، خُدا کے دریائے محبّت سے نکال دے تو وہ زیادہ دیر باہر نہیں رہ سکتے فَفِرُّوْٓا اِلَی اللّٰہِ پر عمل کریں گے، اللہ کی طرف فرار اختیار کریں گے اور پھر قُربِ خُداوندی کے دریائے محبت میں اُتر جائیں گے۔ یہ ہم پر اللہ تبارک و تعالیٰ کا احسان ہے کہ ہمیں اشکِ ندامت دے دیئے اور اللہ تعالیٰ اشکِ ندامت کو شہیدوں کے خُون کے برابر وزن کرتا ہے۔

کہ برابر می کند شاہِ مجید
اشک را در وزن با خُونِ شہید

علّامہ آلوسی رحمۃُ اللہ علیہ سُورۃ اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ کی تفسیر میں حدیثِ قدسی نقل فرماتے ہیں:

(لَاَنِیْنُ الْمُذْنِبِیْنَ أَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ زَجَلِ الْمُسَبِّحِیْنَ)

کہ جب گنہگار روتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے آہ و نالوں کو، فریاد و فغاں کو، اشکبار آنکھوں کو، تڑپتے ہُوئے قلب کو تسبیح کرنے والوں کی آوازوں سے زیادہ محبوب رکھتے ہیں اس لئے کسی گنہگار اشکبار کو حقیر سمجھنے والا نابینا ہے، اس کی آنکھوں میں موتیا اُترا ہُوا ہے۔ جب آنکھوں میں موتیا اُترتا ہے تو آپریشن کرانا پڑتا ہے۔ خانقاہوں میں باطنی موتیا کا آپریشن ہوتا ہے اور ڈپریشن

(Depresion) بلا آپریشن اچھا ہوجاتا ہے۔

الہامِ رُشد کے بعد شرِّ نفس سے پناہ مانگنے کی وجہ

اَللّٰھُمَّ اَلْھِمْنِیْ رُشْدِیْ دُعا کی پہلی نعمت ہے کہ اے اللہ! جب آپ رُشد کا الہام کریں گے تو ہماری تمام حالت درست ہو جائے گی۔ ماضی، حال، استقبال آپ کی رحمت سے سب درست ہو جائے گا کیونکہ اَلْھِمْنِیْ امر ہے اور امر مضارع سے بنتا ہے اور مضارع میں حال اور استقبال دونوں زمانے ہوتے ہیں تو اے اللہ! اس دُعا کی برکت سے میرے حال کی اصلاح اور میرے مستقبل کی ضمانت آپ کی امانت ہو جائے گی، آپ کی کفالت ہو جائے گی مگر مجھے اپنے نفس سے ڈر ہے وَاَعِذْنِیْ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ ہم اپنے نفس کی شرارتوں اور خباثتوں سے آپ کی پناہ چاہتے ہیں۔ بتاؤ! راستہ میں دل کہتا ہے کہ یہاں نظر مت ڈالو، اس عورت کو مت دیکھو تو ہدایت ہوگئی الہامِ رُشد ہو گیا، لیکن اگر دِل کی ہدایت پر عمل نہ کیا اور بدنظری کرلی تو نفس کی یہ شرارت ایمان کی حرارت کو بُجھا دیتی ہے، نفس کہتا ہے میاں دیکھو، دیکھا جائے گا۔

آج تو عیش سے گذرتی ہے
عاقبت کی خبر خُدا جانے

غالب کے شعروں کا سہارا لیتے ہو؟ غالب کوئی ولی اللہ تھا؟ عاقبت کی خبر تو اللہ تعالیٰ نے بتا دی، عاقبت تو درکنار دُنیا ہی میں اسی وقت عذاب شروع ہوجاتا ہے۔

تلخ زندگی اَور بالُطف حیات

دوستو! دردِ دل سے کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا نقطۂ آغاز، حق تعالیٰ کے عذاب کا نقطۂ آغاز ہے، دلیل بھی سُن لو:

(وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا)

یہ فائے تعقیبیہ ہے جس میں تاخیر نہیں ہوتی جس کے معنیٰ یہ ہوئے کہ اگر تُم نے مُجھ کو ناخوش کرکے حرام لذت حاصل کی تو تُمھارے قلب پر میں بے کیفی کا عذاب اور تلخیِ حیات فوراً مسلط کردوں گا اور اُس حیات کو حیات نہیں کہوں گا، مَعِيْشَةً کہوں گا، وہ حیات نہیں ہوگی، جانوروں کا سا جینا ہوگا۔ اور اگر گُناہ چھوڑ دو گے، تقویٰ والے، اللہ والے بن جاؤ گے فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً تو ہم تم کو پاکیزہ حیات دیں گے، بالُطف زندگی دیں گے، وہ حیات اس قابل ہے کہ تمہارا خالقِ حیات تمھاری حیات کو حیات سے تعبیر کرے گا اور اگر تم نے گُناہ نہ چھوڑے تو یاد رکھو! ہم تمھارے لِئے حیات کی لُغت کا اطلاق ہی نہیں کریں گے، ہم یہ کہیں گے وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا تمھاری حیات اس قابل نہیں کہ مَیں اسے حیات کہوں کیونکہ تُم خالقِ حیات سے دُور ہوچکے ہو اور خالقِ حیات کو ناراض کرچکے ہو، حرام لذتوں کی درآمدات کے عادی ہوچکے ہو، تمہیں ہر وقت چوری کی عادت ہے۔ تم حسینوں کا نمک چرا لیتے ہو، تمھاری نمک حرامی کی اس عادت سے تُمھاری زندگی تلخ ہوجائے گی، تمھارا جینا جانوروں کی طرح کا جینا ہوگا۔

ایک ظالم نے مُجھ سے کہا کہ میں بدنظری کا مریض ہوں، مُجھے کسی وقت

نیند نہیں آتی، زندگی تلخ ہے۔ میں نے کہا کہ جب تم دیکھو گے کسی کی وائف (Wife) تو تم کو کھانی پڑے گی ویلیم فائیو (Valiam Five) اور خراب ہو جائیں گے تمہارے کوائف اور برباد ہو جائے گی تمہاری لائف (Life) اور جگر میں گھستا رہے گا ہر وقت اس کا نائف (Knife) اب اس کو اُردو شعر میں سُن لو ؎

ہتھوڑے دِل پہ ہیں مغزِ دماغ میں کھونٹے
بتاؤ عشقِ مجازی کے مزے کیا لوٹے

یہ عاشقانِ مجاز اپنی بے چینی دُور کرنے کے لئے پھر خمیرہ آبریشم اور عرقِ بید مشک کا سہارا لیتے ہیں لیکن پھر بھی چین نہیں ملتا تو سکون کے لئے پھر کسی اللہ والے کو تلاش کرتے ہیں جس پر میرا ایک اور شعر ہے ؎

کشمکش حُسن و عشق کی جاں پہ بنی ہے میرؔ کی
پیتے ہیں عرقِ بید مشک جستجو اب ہے پیر کی

اور اللہ والوں کو دیکھو کہ کیسے مزے میں رہتے ہیں۔ جس کو نیند نہ آتی ہو وہ خانقاہوں میں جاکر دیکھے کہ اللہ والے کیسے مزے اور سکون سے ہیں اور اللہ کے نام سے کیسے مست رہتے ہیں کیونکہ ان خانقاہوں میں وہ اللہ کو ناراض نہیں کرتے اس لئے چین کی نیند سوتے ہیں۔ میرا شعر ہے ؎

دیکھ کر گُل رخوں سے سنّاٹا
میرؔ لیتا ہے خُوب خرّاٹا

لوگ خانقاہ کو کہتے ہیں کہ یہ حلوہ مانڈے کی جگہ ہے۔ حلوہ مانڈے والی خانقاہیں خانقاہ نہیں خوامخواہ ہیں اور اُن کے شاہ صاحب، شاہ صاحب نہیں سیاہ صاحب

ہیں۔ یہ سب نقلی مال ہے لیکن اصلی اور نقلی مال میں فرق نہ کرنا یعنی اصلی اللہ والوں میں اور جعلی پیروں میں فرق نہ کرنا اور کہنا کہ سب ایک سے ہی ہیں سخت بددیانتی ہے اور یہ سب حاسدین کی باتیں ہیں۔ آہ! آج اختر سے خانقاہ کی تعریف سُن لو۔ خانقاہ اُسے کہتے ہیں کہ جہاں ایسی آہ کرنا سکھایا جائے کہ جاہ اور باہ سب نِکل جائے گی تو بس پھر وہاں اللہ ہی اللہ ہے ان شاء اللہ تعالیٰ اور وہی خانقاہ ہے۔ خانقاہ کی تعریف پر میرا ایک شعر ہے ؎

اہلِ دِل کے دل سے نِکلے آہ آہ
بس وہی اختر ہے اصلی خانقاہ

شہوت اور باہ سے توبہ کرو اور جاہ اور بڑائی کو بھی نکالو، جب جاہ سے جیم نِکل جائے گا تو جاہ ختم ہو جائے گی اور باہ سے با نکل جاتے تو باہ ختم ہو جائے گی اور خالص آہ رہ جائے گی پھر آہ میں اور اللہ میں کوئی فاصلہ نہیں آہ! اور اللہ! دونوں ساتھ ساتھ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری آہ کو اپنے نام میں شامل کر رکھا ہے باہ اور جاہ سے پاک ہونے کی مشقت اُٹھانے سے جو آہ پیدا ہو گی وہی خانقاہ ہے اور وہی حاصلِ خانقاہ ہے۔

ایک دُعا میں دو نعمتیں

بُخاری شریف کی یہ دُعا یاد کر لو جس کے پڑھنے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو نعمتیں مِلنے کی بشارت عطا فرمائی۔ جو یہ دُعا مانگے گا۔

(اَللّٰھُمَّ اَلْھِمْنِیْ رُشْدِیْ وَاَعِذْنِیْ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ)

اے اللہ! ہدایت کی راہیں میرے دِل میں ڈال دے، اس وقت بھی ڈال دے

اور مستقبل میں بھی ڈالتے رہتے، اگر ایک سیکنڈ کے لیے بھی آپ نے رُشد وہدایت کا الہام ختم کر دیا اور نفس کے شر سے نہ بچایا تو ہمارے اجسام بربادی کی طرف گر جائیں گے۔ ان شاء اللہ اس دُعا کے پڑھنے سے حَبَّب بھی پا جاؤ گے اور کَرَّہَ بھی پا جاؤ گے۔

قیامت آنے کا سبب

دیکھو دوستو! قیامت اُس وقت آئے گی جب اللہ کا نام لینے والا کوئی نہیں ہوگا تب اللہ تعالیٰ سُورج و چاند کو گرا دیں گے، آسمان و زمین کو گرا دیں گے کہ جب دُنیا میں ہمارے نہ رہے تو یہ شامیانے کس کے لیے باقی رکھے جائیں؟ دیکھا آپ نے! یہ قیامت کی خاص دلیل ہے کہ جب دُنیا میں ہمارے نہ رہے تو سُورج چاند اور ستاروں کے رنگین شامیانے امریکہ، جاپان اور جرمنی کے کافروں کے لیے نہیں ہیں۔

تو اللہ تعالیٰ سے غفلت اور اللہ اللہ کرنے والوں کے عدم وجود سے قیامت آئے گی۔ معلوم ہوا کہ اللہ کا نامِ پاک سارے عالم کی جان ہے، جانِ کائنات ہے۔ جان نہ رہے تو انسان مردہ ہو کر گر جاتا ہے۔ بس اسی طرح جس دِن پورے عالم میں کوئی اللہ کا نام لینے والا نہ ہوگا پورا عالم گر جائے گا۔ جانِ عالم ہے اللہ، جانِ کائنات ہے اللہ۔ بعض نادان مُسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ ہم امریکہ کا دیا کھا رہے ہیں حالانکہ امریکہ ہماری برکت سے کھا رہا ہے، مُسلمانوں کے صدقے میں کھا رہا ہے۔ جب مُسلمان نہ رہیں گے تو دیکھوں گا کہ امریکہ کیسے قائم رہتا ہے اور جرمن جاپان کیسے رہتے ہیں اور ہالینڈ، تھائی لینڈ، پولینڈ، انگلینڈ

وغیرہ جتنے لینڈ ہیں ان کے لینڈ کیسے رہتے ہیں۔

اجتماعی قیامت اور انفرادی قیامت

تو دوستو! اجتماعی قیامت تو یہ ہے کہ جب پورے عالم میں کوئی اللہ تعالیٰ کا نام لینے والا نہ ہوگا تو اجتماعی قیامت آجائے گی لیکن ایک انفرادی قیامت بھی ہے کہ جس مومن کا دِل گُناہوں کا عادی ہوکر اللہ کے ذِکر سے غافِل ہو جائے گا اس کے دِل کے آسمان گر جائیں گے، اس کے دل کی زمین گر جائے گی، اس کے دِل کے سُورج اور چاند گر جائیں گے، اس کے دِل کے ستارے گر جائیں گے، اس کا دِل قیامت زدہ ہو جائے گا یہ اس کی انفرادی قیامت ہے۔ اس لئے دوستو! کہتا ہوں کہ زندگی کا ایک سانس بھی مالک کی ناراضگی کے لئے استعمال نہیں کرو۔

بس اَب دُعا کر لیجئے۔ غالباً دس بج گئے ہیں۔ بس دس پر بس۔ دس پر قافیہ بھی بس کا مِلتا ہے۔ اب دُعا کیجئے کہ اے اللہ! اپنے دستِ کرم سے اختر کو، اس کی اولاد کو، آپ سب کو، آپ کی اولاد کو، ہم سب کو کامل ایمان و یقین عطا فرما دے۔

دست بکشا جانبِ زنبیلِ ما

ہماری ان جھولیوں کی طرف اپنی مہربانی کا ہاتھ بڑھائیے، ایسا ایمان و یقین عطا فرمائیے کہ اختر کی زندگی کی ہر سانس، میری اولاد کی، آپ سب کی، ہم سب کی، ہمارے خاندان والوں کی ہر سانس اے اللہ! آپ پر فدا ہو اور ایک سانس بھی ہم آپ کو ناراض نہ کریں۔ اے اللہ! ہماری ماضی کی خطاؤں کو مُعاف فرما دے، موجودہ

حالت کو تقویٰ کے نور سے روشن فرمادے، مستقبل کو نورِ تقویٰ سے تابناک فرمادے۔ اے خدا! دردِ دل سے اختر یہ بھیک مانگتا ہے، اختر مُسافر ہے اور مُسافر کی دُعا کو آپ رد نہیں کرتے، اس مسافر کی دردِ دل کی دُعا کو قبول فرما لے اور ایسی محبت، ایسا یقین عطا فرمادے، ایسا تعلق نصیب فرمادے کہ ایک سانس بھی ہم آپ کو ناراض نہ کریں اور زندگی کی ہر سانس کو آپ پر فِدا کردیں پھر میری حیاتِ رشکِ افلاک ہوجائے گی، اختر کی خاک اور آپ سب کی خاک ان شاء اللہ تعالیٰ رشکِ افلاک ہو جائے گی کیونکہ خالقِ افلاک کو ہم نے خوش کردیا مگر اللہ تعالیٰ سے توفیق مانگتا ہوں کہ ایک سانس بھی اس کو ناراض کرنا بہت بڑا خسارہ ہے، اس سے بدترین کوئی وقت نہیں جو خدا کی ناراضگی میں استعمال ہو اور اس سے بہترین کوئی وقت نہیں جو مالک پر فِدا ہو۔ بس دردِ دل سے میری یہ دُعا ہے، مَیں اپنی دُعا کی قبولیت کو آپ لوگوں کی آمین کا صدقہ سمجھتا ہوں، آپ حضرات دل سے کہہ دیجئے آمین۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی یہ دُعا قبول فرمائے۔ اختر کہتا ہے کہ حضرت مفتی وجیہ صاحب کی برکت اور ان کے صدقے اور طفیل میں یہ مضمون بیان ہوا، قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس دِن یہ گھڑی نصیب ہو گئی، جس دِن ہم اور آپ ایمان و یقین کے اس مقام تک پہنچ گئے کہ اپنے مالک کو ہر وقت خوش رکھیں، ایک لمحہ کو بھی ناراض نہ کریں تو ہماری آپ کی حیات سلاطین کے تخت و تاج سے بہتر ہوگی، آفتاب و مہتاب کے نور سے زیادہ قلب کو روشنی عطا ہوگی۔ لیلائے کائنات اور مجانینِ کائنات کیا بیچتے ہیں، دُنیائے رومانٹک (Romantic) اور وی سی آر اور سینما والے کیا

جانیں اس سکون کو جو اللہ تعالیٰ اپنے نام کے صدقے میں اپنے عاشقوں کے قلب کو عطا فرماتا ہے ؎

شاہوں کے سروں میں تاجِ گراں سے دردسا اکثر رہتا ہے
اور اہلِ وفا کے سینوں میں اِک نور کا دریا بہتا ہے

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ



منکرِ قیامت سے خطاب

نوٹ : حضرت پھولپوری قُدِّسَ سِرُّہُ الْعَزِیْز نے اثباتِ قیامت پر بزمانہ قیام کانپور ایک تقریر فرمائی تھی جس کو احقر نے نظم کیا تھا۔ حضرت والا پھولپوری نے اس نظم کو بار بار سُنا اور بہت پسند فرمایا۔ (محمد اختر غفرلہ)

قیامت کے مُنکر ذرا غور تو کر
کہ پیدا ہوا ہے تو دُنیا میں کیونکر

ورق تو اُلٹ خلقِ اوّل کا ناداں
نہ خود پر گُماں کر یہ ہے کارِ یزداں

ترا یہ وجودِ مُجسّم کہاں تھا
ترا مادّہ منتشر تھا نہاں تھا

جو کھاتے ماں باپ شام و سحر میں
وہ پھیلا تھا ہند و عرب، بحر و بر میں

غذاؤں پہ آثار شمس و قمر کے
ہواؤں کے جھونکے وہ شام سحر کے

گذرتا تھا پودوں میں پانی جدھر سے
وہ مخلوط تھا معدنوں کے اثر سے

غرض سارے ذراتِ تولیدِ آدم
کہاں تھے وہ ماں باپ میں یوں منظّم

جو ذرّہ ترا تھا نہاں جس غذا میں
غذائیں وہ حاضر تھیں عِلمِ خُدا میں

وہ اقصائے عالم سے آئے سمٹ کر
نہیں جا سکا کوئی ذرّہ بھی ہٹ کر

کھلایا انہیں تیرے ماں باپ کو جب
اکٹھے ہُوئے تیرے ذرّات بھی سب

بنایا اسے خُون پھر اس سے نطفہ
ہوا بطنِ مادر میں جا کر وُہ علقہ

پھر علقہ سے مضغہ پھر اُس سے بنا کیا
بتاؤں میں صنعت گری اُس کی کیا کیا

جو نخیے کئے اُس نے اس آب و گِل میں
سمجھ سے ہے باہر یقین کرلے دِل میں

غرض جو رہا بطنِ مادر کے اندر
نِکل آیا دُنیا میں انسان بن کر

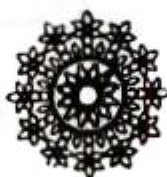
وہ جِس نے کیا شکمِ مادر سے پیدا
ہے قادر کرے قبر سے پھر ہُوَیدا

تری قبر پہلے جو تھی شکمِ مادر
وہ ہے قبر ثانی کی تشریح یکسر

ترا خلقِ اوّل تھا مشکل کہ ثانی
تو خود فیصلہ کر بایں راز دانی

تو خود ہے مُجَسَّم دلیلِ قیامت
اس انکار پر ہوگی تجھ کو ندامت

قیامت کا دِن منتہائے عمل ہے
جزائے عمل ہے سزائے عمل ہے



مواعظِ حسنہ نمبر ۶۳

جنوبی افریقہ کا ایک عظیم الشّان وعظ

حُقُوقُ الرِّجَال

شوہر کے حقوق



شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

بہ فیضِ صحبتِ ابرار سیہ دردِ محبت ہے
بہ اہتمامِ نصیحت و مشورہ اس کی اشاعت ہے
عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

محبت یہ اصدقہ ہے تمہیں تیرے نازوں کے
تو ممکن یہ زمزم ہے تو میں خدا تیرے رازوں کے

ضروری تفصیل

نام وعظ : ——— حُقُوقُ الرِّجال

واعظ : ——— عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

جامع وعظ : ——— حضرت سید عشرت جمیل ملقب بہ میر صاحب مدظلہم العالی
خادمِ خاص و خلیفہ مجازِ بیعت عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

تاریخ : ——— ۳۰ رجب المرجب ۱۴۱۰ھ مطابق ۲۶ فروری ۱۹۹۰ء بروز پیر

مقام : ——— لینیشیا (جنوبی افریقہ) ایک صاحب کے مکان پر ایک اجتماع سے خطاب فرمایا
جہاں پردہ سے عورتوں کا بھی انتظام تھا۔

انتساب

احقر کی جملہ تصنیفات و تالیفات مرشدنا مولانا
محی السنّۃ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ
اور حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ
اور حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ
کی صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں۔

محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حُقُوقُ الرِّجَال

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

تَبٰرَكَ الَّذِىْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرُ ۝ الَّذِىْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ ۝

معزز حاضرین میری بیٹیو اور بہنو! اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک ہماری ہدایت کے لئے نازل کیا ہے، تاکہ ہر شخص زندگی اللہ کی مرضی کے مُطابق گذارے۔ اللہ سُبحانہ وتعالیٰ پارہ نمبر اُنتیس میں سورۂ ملک میں ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ دُنیا امتحان کی جگہ ہے اور اللہ نے ہم کو دُنیا میں امتحان کے لئے بھیجا ہے، عیش کرنے کے لئے نہیں بھیجا لہٰذا نفس وشیطان کے راستہ پر چلنا اور اپنے مالک کو ناراض کرنا اور پھر قبر میں جا کر عذاب میں مُبتلا ہونا نادانی اور عقل کے خلاف ہے۔

جینے کا ڈھنگ بتانے کا حق کس کو ہے؟

دُنیا میں کسی کو حق نہیں کہ ہم کو جینے کا راستہ

بتاتے نہ امریکہ کو نہ افریقہ کو نہ روس کو نہ جاپان کو کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ بتائیں کہ ہم کس طرح زندگی گذاریں۔ جینے کا راستہ بتانے کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حق دیا ہے کہ وہ ہمیں جینے کا راستہ بتائیں کیونکہ اللہ کی مرضی پر چل کر ہی ہم دُنیا اور آخرت میں آرام سے رہ سکتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ہمارے خالق اور مالک ہیں۔ اگر کوئی شخص اپنے مالک کو ناراض کرے تو ساری دُنیا اس کو آرام نہیں پہنچا سکتی اور مالک بھی ایسا طاقت ور مالک ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی طاقت ور نہیں ہے۔ بہت سی عورتوں نے سینما، وی سی آر، گانا بجانا، بے حیا ہو کر باہر نِکلنا اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں زندگی گذارنا شروع کی لیکن جب اللہ کا غضب نازل ہوا اور بلڈ پریشر، کینسر، گردے میں پتھری جیسی خطرناک جیسی خطرناک بیماریوں میں مُبتلا فرما دیا تو ان کا سارا عیش اور سارا حُسن خاک میں مِل گیا۔ ابھی اِسی ہفتہ کی بات ہے کہ جنوبی افریقہ میں میرے ایک دوست کی سترہ سالہ بیٹی ایکسیڈنٹ میں ہلاک ہوگئی۔ ابھی تو شادی بھی نہیں ہوئی تھی، اس لیے مَرد ہو یا عورت ہر وقت یہ سوچنا چاہئے کہ معلوم نہیں اللہ تعالےٰ کس وقت اپنے پاس بُلالیں اور حساب کتاب شروع ہو جائے کہ بتاؤ! تم نے اپنی زندگی کس طرح گذاری؟

میری ماؤں، بہنو اور بیٹیو! یہ اللہ تعالیٰ کا انعام ہے کہ جو اللہ تعالےٰ کی مرضی پر چلے گا خواہ مَرد ہو یا عورت فَلَنُحۡیِیَنَّهٗ حَیٰوةً طَیِّبَةً اللہ تعالےٰ اس کو لُطف والی، مزے دار زندگی عطا فرمائیں گے، بڑے آرام وسکون کی زندگی

دیں گے اور جو مَرد اللہ کی نافرمانی کرے گا ہرگز سکون نہیں پا سکتا۔ اِسی طرح جو عورت اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف بے پردہ گھومے گی، نماز نہیں پڑھے گی، شوہر کو ستاتے گی، اللہ تعالیٰ کی کسی نوع کی نافرمانی کرے گی اس کی زندگی بے آرام گذرے گی، اس کو چین نہیں ملے گا اور جس وقت موت آئے گی تو نافرمانی کے سارے مزے ختم ہو جائیں گے۔

حکیمُ الامۃ مجدد الملۃ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے کہ جو مَرد اور عورت اپنی اِصلاح چاہے وہ اِس مراقبہ کو روزانہ کر لیا کرے کہ میری جان نکل گئی ہے اور مجھے نہلایا جا رہا ہے، پھر کفن میں لپیٹ کر مجھے قبر کے گڑھے میں ڈالا جا رہا ہے، کتنی من مٹی میرے اُوپر ڈالی جا رہی ہے۔

دِل کی سختی اور غفلت کا عِلاج

حکیمُ الامۃ مجدد الملۃ مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے بہشتی زیور لکھی ہے، بہت بڑے عالم ہیں، فرماتے ہیں کہ جس شخص کا دِل سخت ہو گیا ہو اور اللہ کی یاد میں لگنے کے بجائے گناہوں کے تقاضوں سے پریشان کرتا ہو یعنی دِل میں سختی آگئی ہو جس کو عربی زبان میں قساوہ کہتے ہیں تو ایسے دِل کی اِصلاح کے لئے حدیث شریف میں ایک نسخہ بیان کیا گیا ہے۔ حضرت سیّدہ طاہرہ اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہماری ماں ہیں، سرورِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بیوی ہیں اور حضرت صدّیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی ہیں، اُن سے ایک عورت نے کہا کہ اے میری ماں! آج کل میرا دِل نماز میں، قرآن شریف کی تلاوت میں نہیں لگتا، دِل سخت ہو گیا ہے کیا کروں؟ اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ تم ایک کام کرو، روزانہ موت کو یاد کرو کہ میری موت آگئی ہے، اہل وعیال اچھے اچھے کپڑے، شاندار مکان سب چھوٹ گیا ہے۔ چند دِنوں کے بعد وہ بی بی آئیں اور کہا کہ اے میری ماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اللہ آپ کو جزائے خیر دے، میرا دِل اللہ سے لگ گیا، دِل کی سختی دُور ہو گئی۔ اب نماز میں بھی مزہ آرہا ہے اور قرآن شریف کی تلاوت میں بھی مزہ آرہا ہے۔

اِس حدیث شریف کی روشنی میں حکیمُ الامۃ مجدد الملۃ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃُ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس شخص کا دِل سخت ہو گیا ہو، گُناہ نہ چھوٹتے ہوں، خُدا کا خوف نہ معلوم ہوتا ہو، گُناہ کے تقاضے سے پاگلوں کی طرح گُناہ کی طرف بھاگتا ہو اور اسے اپنی عبدیت اور مخلوق ہونے کا بھی احساس نہ ہو کہ میں کس کا بندہ ہوں، میرا کوئی مالک بھی ہے، ایسے پاگلوں اور سخت دِل والوں کے لئے عجیب و غریب عِلاج بیان فرمایا جو سو فیصد مُفید ہے۔ اِن شاء اللہ تعالےٰ چاہے مَرد ہو یا عورت جو بھی اِس عِلاج کو کرے گا اُس کا دِل نرم ہو جائے گا، اللہ سے جُڑ جائے گا اور نفس و شیطان سے کٹ جائے گا۔ وہ عِلاج کیا ہے؟ روزانہ جب سونے لگے تو پانچ مِنٹ یہ سوچے کہ اللہ نے ہم کو بُلا لیا، موت آگئی، ہماری روح نِکل گئی، سب لوگ مُجھ کو نہلا رہے ہیں، نہلانے کے بعد کفن لپیٹ رہے ہیں۔ اس کے بعد لوگ مُجھے قبرستان لے جا رہے ہیں، میرے ماں باپ، بیوی بچے، کاروبار، شاندار قالین، شاندار کپڑے اور سونے چاندی کے زیورات سب چھوٹ گئے۔ مُجھے قبرستان میں لے جا کر قبر کے گڑھے میں ڈال دیا اور کئی من مٹی ڈال کر سب چلے گئے اور مَیں بزبانِ حال

یہ پڑھ رہا ہوں ؎

شکریہ اے قبر تک پہنچانے والو شکریہ
اَب اکیلے ہی چلے جائیں گے اِس منزل سے ہم

اور وہ مُردہ یعنی مرنے والا یا مرنے والی یہ شعر بھی بزبانِ حال پڑھتا ہے یا پڑھتی ہے ؎

دبا کے قبر میں سب چل دیئے دُعا نہ سلام
ذرا سی دیر میں کیا ہو گیا زمانے کو

کوئی بھی تُمھارے ساتھ قبر کے اندر نہ آیا، سب نے چھوڑ دیا، نہ اماں کام آئی نہ ابّا، نہ شوہر کام آیا نہ بچے کام آئے، قبر میں تنہا پڑے ہو۔ اَب قبر میں سوالات ہو رہے ہیں کہ تمھارا رب کون ہے؟ پھر مراقبہ کرو کہ قیامت کا دن آگیا اللہ تعالیٰ کے سامنے ہم سب پیش ہو رہے ہیں، اللہ تعالیٰ پوچھ رہے ہیں کہ اے عورت تو نے اپنی جوانی کو کس طرح استعمال کیا؟ اپنی آنکھوں کو کہاں استعمال کیا؟ نماز پڑھتی تھی یا نہیں؟ روزہ رکھتی تھی یا نہیں؟ نامحرم اور غیر مردوں سے پردہ کرتی تھی یا نہیں؟ اگر عمل اچھا ہوا تو جنّت ملے گی اور اگر عمل خراب ہوا تو فرشتے گھسیٹ کر دوزخ میں داخل کر دیں گے، سارا عیش ناک کے راستے سے نکل جائے گا۔

یہ دُنیا امتحان کی جگہ ہے۔ ہم یہاں چند روز کے لِئے آئے ہیں۔ خُدا کے لِئے اپنی جانوں پر ہم بھی رحم کریں اور آپ بھی کریں۔ چند دِن کے عیش کو مَت دیکھو، ہمیشہ رہنے والی زندگی کو دیکھو جو آخرت میں اللہ تعالیٰ سب کو عطا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو جنّت کے راستہ پر چلائے۔

مَیں عرض کر رہا تھا کہ روزانہ اصلاح کے لِئے قبرستان کو یاد کر لیا کرو کہ

سترہ سال کی جوان لڑکی جس کی ابھی شادی بھی نہیں ہوئی تھی ، ایکسیڈنٹ میں انتقال کر گئی۔ ایسی کتنی جوانیاں قبر میں سو رہی ہیں لہٰذا یہ مت سوچو کہ جب ہم بڈھی ہو جائیں گی پھر ہم اللہ والی بنیں گی اور جنت بنالیں گی۔ یہ محض حماقت ہے اس لئے کہ خدائے تعالیٰ بچپن میں بھی موت دیتا ہے اور جوانی میں بھی موت دیتا ہے اور جس کو جس وقت چاہے بلا لیتا ہے ۔

مَیں جب طبیہ کالج الٰہ آباد میں پڑھتا تھا تو میرا ایک اٹھارہ سال کا ساتھی تھا جو میرے ساتھ طبیہ کالج جایا کرتا تھا۔ اچانک ایک ہفتہ بیمار رہ کر اُس کا انتقال ہو گیا۔ اُس زمانہ میں ، مَیں چھٹیوں میں اپنے گاؤں گیا ہوا تھا۔ جب واپس آیا تو مَیں اُس کے گھر گیا ، دروازہ کھٹکھٹایا ، اُس کی ماں نکلی ، مَیں نے کہا کہ میرا کلاس فیلو ، میرا دوست کہاں ہے؟ اس نے کہا کہ وہ تو قبرستان میں لیٹا ہوا ہے۔ تو زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ہے۔

حرم شریف میں مدرسہ صولتیہ ہے ، اس کے مہتمم کے سگے بھائی پینتالیس سال کی عمر تھی ، چائے پی رہے تھے ، کسی قسم کی کوئی بیماری نہیں تھی ، کبھی ہارٹ اٹیک نہیں ہوا تھا ، بالکل صحت مند تھے ، چائے پیتے پیتے ایک گھونٹ پیا ، چائے کی پیالی ہاتھ سے گر گئی اور انتقال ہو گیا۔ اس لئے ہر وقت اپنی موت کو سامنے رکھو ، اسی لئے ہمارے بزرگ ہمیشہ ہماری ہدایت کے لئے ایک شعر پڑھا کرتے تھے ؎

نہ جانے بُلالے پیا کِس گھڑی
تو رہ جائے تکتی کھڑی کی کھڑی

زندگی کو کب اور کس پر فِدا کریں؟

نہ جانے اللہ تعالیٰ کس وقت بُلالے، کسی کی گارنٹی نہیں ہے کہ ہم لوگ اِتنے دِن تک جئیں گے لہٰذا یہ سوچنا کہ جب بڈھے ہوجائیں گے یا جب بڈھی ہوجاؤں گی تو ہم خوب حج اور عبادت کریں گے لیکن میری ماؤں بہنو بیٹیو! جب آپ گوشت منگاتی ہیں تو کیا کہتی ہیں کہ بڈھے بکرے کا گوشت لانا؟ یا کہتی ہیں کہ جوان بکرے کا لانا؟ میری بات کو ذرا غور سے سُننا، بتاؤ! زندگی کا کون سا حصّہ بہتر ہے، جوانی یا بڑھاپا؟ زندگی کا کون سا زمانہ اچھا ہوتا ہے؟ جوانی کا! تو اللہ اور رسُول کو کون سا تحفہ دینا چاہتی ہو؟ جوانی کا یا بڑھاپے کا؟ شرم آنی چاہیئے اور توبہ کرنی چاہیئے کہ اللہ اور رسُول کے لِئے کیا سوچا ہوا ہے کہ جب بڈھے ہوجائیں گے، آنکھوں پر گیارہ نمبر کا چشمہ لگے گا، کمر جُھک جائے گی، کوئی نانی امّاں بن جائے گی، کوئی نانا ابّا بن جائے گا اس وقت بڑھاپے میں خُدا کو یاد کرنے کا سوچا ہُوا ہے۔ بڑی ناشکری کی بات ہے۔ خُدا نے ہم کو، آپ کو جو جوانی دی ہے اُسے اللہ پر فِدا کرو، شکلوں پر مَت جاؤ، بُت پرستی سے توبہ کرو، یہ فانی چیزیں ہیں۔ آپ نے دیکھا جو لڑکی سولہ سال کی ہے کبھی نانی بن جائے گی، گیارہ نمبر کا چشمہ لگے گا، مُنہ میں دانت نہیں رہیں گے، جُھکی جُھکی چلے گی، ایسے ہی لڑکوں کا بھی حال ہے۔ آج جو سولہ سال کے اٹھارہ سال کے اَچھے لگتے ہیں کُچھ دِن کے بعد ان کے گال پچک جائیں گے، دانت باہر آجائیں گے، بال سفید ہوجائیں گے اور گیارہ نمبر کا چشمہ لگ جائے گا اور بڑے میاں ہوجائیں گے۔ اس پر میرا ایک شعر ہے ؎

کمر جھک کے مثلِ کمانی ہوئی
کوئی نانا ہوا، کوئی نانی ہوئی

لہٰذا ظاہری حُسن پر مت جاؤ، اپنے اللہ کو یاد کرو، قبر میں جس وقت عذاب شروع ہوگا، گناہوں کے سارے مزے ناک کے راستے نکل جائیں گے۔ جلتی ہوئی دیا سلائی ہو یا گرم توا ہو، آپ اس پہ انگلی رکھیں تو پتہ چل جائے گا، نہایت بے فکری کی بات ہے کہ ہم عذاب سے نہ ڈریں۔ جبکہ خبر دینے والا صادق اور امین ہے، جس کی صداقت کی گواہی دشمن بھی دیتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ کے لاڈلے رسُول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا اس پر ایمان لاؤ، یقین کرو۔

معراج کے واقعات کی تفہیم ایک مثال سے

جیسے ایک مچھلی دریا سے باہر نکل کے دیکھ آئے کہ شکاری لوگ ہمیں شکار کرنے آئے ہیں۔ ان کے ساتھ جال بھی ہے اور چاقو چھری بھی ہیں۔ مچھلی جس نے یہ سب تماشا دیکھا اس نے واپس آ کر پانی میں موجود دوسری مچھلیوں کو سب بتا دیا کہ دیکھو دریا کے باہر شکاری لوگ آئے ہیں، ذرا ہوشیار رہو۔ ان کے پاس تمھیں پھنسانے کے لئے جال بھی ہے اور چارہ بھی ہے، چھری اور چاقو بھی ہے۔ اگر تم ان کے جال میں چلی گئیں یا اُن کا چارہ کھا لیا تو وہ تمھیں پکڑ کر لے جائیں گے۔ پھر چاقو سے تمھاری بوٹیاں بنائیں گے، پھر تیل گرم کر کے تم کو آگ میں تلیں گے اور بتیس دانت تمھاری ایک ایک بوٹی کو کھائیں گے اور تمھاری ہڈیوں کو بلّی کتّے چبائیں گے۔ مچھلیاں کہتی ہیں کہ یہ ہمیں بے وقوف بنا رہی ہے، چارہ کھاؤ اور عیش کرو، یہاں نہ کوئی جال نظر آ

رہا ہے نہ چھُری چاقو ہے نہ شکاری ہیں، نہ آگ ہے۔ مچھلیاں بے فکر ہوگئیں اور اسی بے فکری کے عالم میں وہ چارہ بھی کھالیا جو شکاریوں نے کانٹے پر لگایا تھا۔ جب شکاری نے ان کو پکڑ کر باہر نکال لیا تب یقین آیا کہ وہ مچھلی تو صحیح کہہ رہی تھی۔ شکاریوں نے اِن مچھلیوں کو کاٹ کر بوٹیاں بنادیں، پھر تیل پکا کر ان کے کباب بنادیئے، ان کو پکارہے ہیں پھر ان کو بتیس دانتوں سے چبایا، اس کے بعد بلّیاں کتّے ان کی ہڈیاں بھی چبا گئے۔ اَب پتہ چلا کہ وہ مچھلی صحیح کہہ رہی تھی لیکن اب ایمان لانے سے کچھ فائدہ نہیں۔ اگر بغیر دیکھے بات مان لیتیں تو یہ دِن نہ دیکھنے پڑتے چنانچہ جنہوں نے اس مچھلی کی بات مانی وہ محفوظ رہیں۔

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم معراج میں آسمانوں کے اُوپر جاکر عالمِ آخرت کو دیکھ آتے ہیں، آپ نے دوزخ کو دیکھا، جنّت کو دیکھا، اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا اور اللہ تعالیٰ سے باتیں کیں۔ کافر بھی کہتے تھے کہ اَنْتَ صَدُوْقٌ اَمِیْنٌ رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم بڑے سچے اور بڑے امانت دار ہیں۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مانو۔ آپ کی بات نہ ماننا تباہی کو مول لینا ہے۔

میں نے سُورۃ ملک کی جو آیت تلاوت کی ہے اس کی اب تفسیر کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: تَبٰرَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ بہت بابرکت بڑا عظیم الشان ہے وہ جو سلطنت اور ملک کا حقیقی مالک ہے اور وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ہر چیز پر اُس کو قدرت حاصل ہے، جس غریب کو چاہے امیر کردے اور جس امیر کو چاہے غریب کردے، صحت مند کو فالج گرا کر بالکل کمزور کردے اور عزت والے کو رُسوا کرکے ذلیل کردے اللہ تعالیٰ کو ایسی قدرت

ہے کہ رات کو خیریت سے سویا صُبح اُس کے گردے میں پتھری ہوگئی، بلڈ کینسر ہوگیا، اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں سب کچھ ہے۔

موت کی حیات پر تقدیم کی وجہ

آگے فرماتے ہیں اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے موت کو پہلے بیان فرمایا۔ میرے مرشد شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکابر اولیاء اللہ میں شمار ہوتے تھے۔ وہ میرے اُستاد بھی ہیں، انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ مَیں پوچھتا ہوں کہ موت پہلے آتی ہے یا زندگی پہلے ملتی ہے؟ سوال پیدا ہوتا ہے یا نہیں کہ جب زندگی نہیں ہے تو موت کیسے آئے گی؟ لیکن اللہ تعالیٰ نے موت کو زندگی سے پہلے بیان کیا کہ دیکھو اپنی زندگی میں موت کو سامنے رکھنا ورنہ پردیس کی رنگینیوں میں پھنس کر تم آخرت کا وطن تباہ کردو گے۔ آج جو لوگ اپنی موت کو سامنے رکھتے ہیں اُن کی زندگی اللہ والی زندگی ہوتی ہے۔ مَرد بھی ولی اللہ بن جاتے ہیں، عورت بھی اللہ کی ولیہ بن جاتی ہے، رابعہ بصریہ کتنی بڑی ولی اللہ تھیں۔ بہت سی عورتیں بھی ولی اللہ گذری ہیں بلکہ بعض کی بُزرگی مَردوں سے بھی بڑھ گئی۔ ایک اللہ والے بزرگ نے ایک باندی خریدی۔ اُس باندی نے رات کو ایک بجے کھڑے ہو کر تہجد شروع کر دی۔ وہ اللہ تعالیٰ نے دُعا کر رہی تھی کہ اے خُدا! آپ کو مجھ سے جو محبّت ہے اُس محبّت کے صدقہ میں میری دُعا کو قبول فرما لیجئے۔ اتنے میں وہ بزرگ بھی اُٹھ گئے، اُنہوں نے باندی کی دُعا سُن لی۔ شیخ نے پُوچھا کہ کہ اے لڑکی! تجھے کیسے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو تجھ سے محبّت ہے؟ تیرے

پاس اس دعویٰ کی کیا دلیل ہے؟ باندی نے کہا دلیل یہ ہے کہ میرے رب نے مجھے وضو کرا کر اپنے حضور میں بُلا لیا، یہی دلیل ہے محبت کی کہ آپ چارپائی پر لیٹے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق دی کہ میں وضو کر کے اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑی ہو کر تہجد پڑھ رہی ہوں۔

اِسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا خَلَقَ الْمَوْتَ اللہ نے موت کو پیدا کیا وَالْحَیٰوۃَ اور زندگی کو پیدا کیا۔ میرے شیخ نے فرمایا کہ اس میں بہت زبردست نصیحت ہے کہ ساری زندگی موت کو مت بھولنا۔ سورۂ ملک کی آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ ہم نے موت کو پیدا کیا اور زندگی کو بھی حالانکہ زندگی پہلے ملتی ہے، اِس لئے عقلاً حیٰوۃ کو پہلے نازل ہونا چاہیئے تھا کہ میں زندگی دیتا ہوں اس کے بعد موت دیتا ہوں لیکن اللہ تعالیٰ موت کو پہلے بیان فرما رہے ہیں۔ عُلماء کرام اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ موت کو اس لِئے پہلے بیان کر دیا کہ جو زندہ لوگ موت کو بُھول جائیں گے ان کی زندگی جانور سے بدتر ہو جائے گی۔ جو آخرت کی تیاری نہیں کریں گے وہ پاگلوں کی طرح گُناہوں کی طرف، سینما، وی سی آر، ننگی فلمیں، ویڈیو، ریڈیو اور خدا جانے آج کل کیا کیا خرافات ہیں ان میں پڑجائیں گے۔ اس لِئے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر احسان فرمایا کہ موت کو پہلے بیان فرما دیا تاکہ آزمائیں کہ میرے بندے زندگی میں موت کو سامنے رکھتے ہیں یا نہیں، وطن آخرت کو سامنے رکھتے ہیں یا نہیں۔ جو زندگی موت کو سامنے رکھتی ہے وہ زندگی اللہ والی ہو جاتی ہے اور جو زندگی موت کو بُھول جاتی ہے وہ زندگی شیطان والی ہو جاتی ہے۔

تو جس شخص کو گناہوں سے بچنے کی توفیق نہ ہو اور اُس کا جی عبادت میں نہ لگے اور وہ گناہوں کو نہ چھوڑے اور اللہ کی عبادت نہ کرے تو سمجھ لو اللہ تعالیٰ سے وہ بہت ہی دُور ہے۔ فکر کرو، پہلے زبردستی عبادت کراؤ، نفس پر جبر کر کے گناہ چھڑاؤ، نفس کو غلام بناؤ پھر اللہ تعالیٰ اپنی عبادت کا خود مزہ دے گا۔

اللہ کی یاد میں دِل لگانے کا طریقہ

میری ماؤں، بہنو، بیٹیو! اللہ تعالیٰ کی یاد میں پہلے بہ تکلف اپنے آپ کو لگاؤ، ذِکر اللہ کی بہ تکلف عادت ڈالو، اس کے بعد عادت ہو جائے گی تو پھر نہیں چھُوٹے گی جیسے پان کی عادت نہیں چھوٹتی، تمباکو کی عادت نہیں چھوٹتی۔ جس نے کبھی تمباکو نہ کھایا ہو اُس کو کھِلا دو تو اُلٹی ہو جائے گی لیکن جب عادت پڑ جاتی ہے تو جو لوگ پان تمباکو کھاتے ہیں اگر نہیں پاتے تو پاگل کی طرح پُوچھتے ہیں کہ ارے بھائی کہیں پان ملتا ہے؟ کہیں پان مِلتا ہے؟ جَب بُری چیز مُنہ کو لگ جاتی ہے تو نہیں چھوٹتی لہٰذا جَب اللہ کے ذِکر کی اچھی عادت پڑ جائے گی تو اِن شاء اللہ تعالیٰ ان کی یاد کے بغیر نیند بھی نہیں آئے گی۔ جو لوگ بغیر ذِکر اللہ کے خراٹے مارتے ہیں یہ وہی غافلین ہیں جِن کو ابھی تک اللہ کے نام کا مزہ نہیں ملا۔

جِس طرح تمباکو کے عاشق پُوچھتے ہیں کہ پان کہاں ملتا ہے۔ اِسی طرح جو اللہ کے عاشق ہیں وہ بھی اللہ والوں سے پُوچھتے ہیں کہ اللہ کہاں مِلتا ہے؟ کیسے ملتا ہے؟ پان کی محبت تو سمجھ میں آگئی، اللہ کی محبت کیوں سمجھ میں نہیں آتی؟ اللہ کی محبت خوش نصیب عورتوں کو، خوش قسمت مَردوں کو مِلتی ہے،

وہ پوچھتے ہیں کہ اللہ کیسے ملتا ہے؟ اللہ تعالیٰ عبادت سے ملتا ہے، گناہ چھوڑنے سے ملتا ہے، ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا کہ بے پردہ بھی پھرتی رہو اور اللہ کی ولیہ بھی بن جاؤ۔

نظر بازوں کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بد دعا

لہٰذا مرد ہو یا عورت جو بھی گناہ کرتا ہے اس پر خدا کی لعنت برستی ہے۔ حضور خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

(لَعَنَ اللہُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَیْہِ)

یہ حدیث شریف ہے، حضور سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ لعنت کرے اُس مَرد پر جو عورتوں کو دیکھتا ہے اور لعنت فرماتے اُس عورت پر جو مَردوں کو دِکھاتی ہے۔ برقعہ نہ اوڑھنے کے لئے گرمی کا بہانہ کرتی ہے لیکن شامی کباب اور بریانی سوئی گیس کے سامنے پکاتی ہے، اس وقت نہیں کہتی کہ گرمی لگ رہی ہے، صِرف پیٹ میں کباب اور بریانی ٹھونسنے کے لالچ میں گرمی برداشت کرتی ہے، وہاں شکایت نہیں کرتی لیکن اللہ تعالیٰ کے حکم کے معاملہ میں بہانے چلتے ہیں۔ بتاؤ! ایسوں پر اللہ تعالیٰ کے حکم کے معاملہ میں بہانے چلتے ہیں۔ بتاؤ! ایسوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت برسے گی یا نہیں؟ مَردوں پر بھی لعنت برستی ہے اور اس عورت پر بھی جو بے پردہ پھرتی ہے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا ہے۔ آج لوگ ولیوں اور پیروں کی بددعا سے تو ڈرتے ہیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا سے نہیں ڈرتے جن کی غُلامی کے صدقہ میں بُزرگی اور پیری ملتی ہے۔

لہٰذا جس وقت کسی حسین لڑکے یا لڑکی کو دیکھنے کا جی چاہے فوراً نبی کی

لعنت کو یاد کر لو کہ ہم کیا کر رہے ہیں، ہم رسُولِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلّم کی بددُعا اپنے اُوپر لے رہے ہیں۔ مجھے افسوس تو یہ ہے کہ جب اِنسان نفس کا غلام ہو جاتا ہے، تعلق مع اللہ کمزور ہو جاتا ہے تو ایسے پاگلوں کو خُدا یاد بھی نہیں آتا۔

آنکھوں کا زِنا

بولئے صاحب! جِس وقت کوئی حسین سامنے ہوتا ہے بُخاری شریف کی حدیث یاد آتی ہے کہ زِنَا الْعَیْنِ النَّظَرُ مَردوں کو، لڑکیوں اور لڑکوں کو دیکھنا آنکھوں کا زِنا ہے۔ یہ ارشاد حضُور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں۔ کوئی لڑکی کسی لڑکے کو للچائی ہُوئی نظروں سے دیکھے یا لڑکا کسی لڑکی کو دیکھے تو دونوں کا حکم یہ ہے کہ یہ آنکھوں کا زِنا ہے اور زِنَا اللِّسَانِ الْمَنْطِقُ زبان کا زِنا یہ ہے کہ کوئی لڑکا کسی لڑکی سے گپ شپ مار رہا ہے، اس کو اپنا دوست بنا رہا ہے، لیکن جب شہوت چڑھی ہو تو یہ حدیث کہاں یاد رہتی ہے کہ نامحرم سے شہوت سے بات کرنا زبان کا زنا ہے، اچھے اچھے دین داروں کو یاد نہیں رہتی۔ یہ دِل کی سختی کی علامت ہے، اللہ تعالیٰ سے تعلق کی کمی کی بات ہے، یہ شخص مخلص نہیں معلوم ہوتا، اگر اس کا اِرادہ صحیح ہوتا، اللہ مُراد ہوتا تو فکر ہوتی کہ ہم یہ کیا کر رہے ہیں۔ ایسا شخص نفس کا غلام ہے، اللہ کا صحیح بندہ ابھی نہیں بنا ورنہ اس کو خُدا ضرور یاد آتا کہ ہم یہ کیا کر رہے ہیں جبکہ اللہ دیکھ رہا ہے۔ میرا ایک اُردو کا شعر سُنئے۔ جو لوگ سمجھتے ہیں کہ مجھے کوئی دیکھ نہیں رہا ہے۔ یہ شعر خاص طور پر اُن کے لئے ہے۔

جو کرتا ہے تو چُھپ کے اہلِ جہاں سے
کوئی دیکھتا ہے تجھے آسماں سے

جب کوئی لڑکی کسی لڑکے کو یا لڑکا کسی لڑکی کو دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ یہ دیکھ رہا ہے کہ یہ بے غیرت، بے حیا کیا کر رہا ہے۔ بخاری شریف کی حدیث ہے کہ کسی نامحرم کو، کسی کی ماں بیٹی کو دیکھنا آنکھوں کا زنا ہے۔ ایسے ہی عورتوں کا مردوں کو دیکھنا، لڑکیوں کا لڑکوں کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھنا یہ آنکھوں کا زنا ہے، ان سے بات چیت کرنا زبان کا زنا ہے لیکن نفس کیا کہتا ہے کہ ارے! چند دن عیش کر لو۔ ایسے لوگوں کو قبر میں جانے کے بعد پتہ چلے گا کہ اپنی زندگی کہاں ضائع کی ہے۔

بے حیائی کا جدید نام

آج تو تم اپنے کو ماڈرن کہہ کر اپنے اوپر فخر کر رہے ہو کہ ہماری لڑکی بڑی ماڈرن ہے، کالج میں فرسٹ آتی ہے، اخباروں میں اس کے فوٹو دیئے جا رہے ہیں۔ حد ہے بے شرمی کی کہ اخباروں میں اس کے فوٹو بھی دیتے ہیں۔ یہ کون لوگ ہیں؟ یہ مسلمان بھائی ہیں، حاجی صاحب ہیں، تسبیح ہر وقت ہاتھ میں ہے لیکن بیٹی اگر فرسٹ ڈویژن میں پاس ہوئی تو اس کا نام اور اس کی تصویر اخباروں میں، ٹیلی ویژن میں دیتے ہیں۔ یہ کیسا اسلام ہے؟

پردہ کی اہمیت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں آپ کی دو بیویاں ہماری مائیں بیٹھی ہوئی تھیں۔ حضرت عبداللہ ابن اُمِ مکتوم نابینا صحابی تشریف لائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیبیوں سے فرمایا:

اِحْتَجِبَا

تم دونوں پردہ کر لو

ہماری دونوں ماؤں نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

(اَلَیْسَ هُوَ اَعْمٰی)

کیا یہ نابینا نہیں ہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(اَفَعَمْیَاوَانِ اَنْتُمَا اَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِهٖ)

(ترمذی ابواب الآداب ج ۲، ص ۱۰۲، مشکوٰۃ کتاب النکاح،

باب النظر الی المخطوبہ ج ۲ ص ۲۶۹)

اے میری دونوں بیبیو! کیا تم بھی اندھی ہو؟ کیا تم بھی نہیں دیکھتی ہو۔ اللہ اکبر! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کو اندھے صحابی سے پردہ کروایا۔ جتنا گناہ مردوں کو نامحرم عورتوں کو دیکھنے سے ہوتا ہے، عورتوں کو بھی حرام ہے کہ غیر مردوں کو دیکھیں۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کی تین آزمائشیں

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں

(اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا)

اے عورتو اور مردو! ایمان والو! سن لو کہ ہم نے تمہیں سینما، وی سی آر اور عیش کے لئے نہیں بھیجا ہے، ہم نے تمہیں امتحان کے لئے بھیجا ہے۔

(لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا)

تاکہ خدا تمہیں آزمائے کہ تم اپنی مرضی پر چلتے ہو یا اللہ کی مرضی، اللہ کے حکم کے مطابق زندگی گذارتے ہو۔

علامہ آلوسی السید محمود بغدادی نے روح المعانی میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ نبوت سے جن پر قرآن نازل ہوا اس آیت کی تین تفسیر نقل فرمائی۔ اے میری ماؤں بہنو، غور سے سنو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

(لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا)

تاکہ خدا تمہیں آزمائے، مَردوں کو بھی عورتوں کو بھی کہ کون ہے جو اچھے عمل کرتا ہے اور کون ہے جو نفس اور شیطان کی مانتا ہے اور گناہ گار زندگی، غفلت کی زندگی گذارتا ہے۔ اب اِس آیت کی آپ لوگ تفسیر سنئے :

عقل و فہم کی آزمائش

(۱) اَحْسَنُ عَمَلًا کی تفسیر اوّل کیا ہے ؟

(اَیْ لِيَبْلُوَكُمْ اَتَمُّ عَقْلًا وَّ فَهْمًا)

تاکہ اللہ تعالیٰ تم کو آزمائے، تاکہ خدا تمہارا امتحان لے کہ تم میں کون عقلمند ہے اور کون گدھا ہے، اس کو سمجھ لو کہ اللہ آزمانا چاہتا ہے کہ تم میں کون سے مَرد کون سی عورتیں عقلمند ہیں اور کون سے مَرد کون سی عورتیں گدھے اور کُتّوں کی طرح زندگی گذار رہے ہیں کیوں کہ جو اللہ کی مرضی پر نہیں چلتا، شیطان کی مرضی پر چلتا ہے گُناہوں سے نہیں بچتا، وہ کیا ہے؟ آپ لوگ بتائیے کہ جو اللہ کے حکم پر نہیں چلتا وہ عقلمند ہے یا بے وقوف ؟ اصلی بے وقوف ہے۔ اس کو خُوب سمجھ لو۔

پرہیز گاری و تقویٰ کی آزمائش

(۲) دوسری تفسیر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمائی :

(اَیْ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَوْرَعُ عَنْ مَّحَارِمِ اللّٰهِ

تَعَالٰی شَانُہٗ)

یعنی اللہ تم کو آزمانا چاہتا ہے کہ کون ہے جو اللہ کی حرام کی ہوئی باتوں سے اور اللہ کی منع کی ہوئی باتوں سے بچتا ہے، احتیاط اور تقویٰ سے رہتا ہے، پرہیزگاری سے رہتا ہے۔ مرد ہو یا عورت ہو اس آزمائش کے لئے اللہ نے تم کو پیدا کیا ہے تاکہ معلوم ہو کہ سعید انسان وہ ہے جو امتحان کے زمانے میں امتحان کی تیاری کر رہا ہے۔ عیش جنّت میں کرنا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم سب کا خاتمہ ایمان پر نصیب فرمائے۔ جنّت میں عیش کریں گے۔ دُنیا تو امتحان کی جگہ ہے۔ دُنیا کو جنّت بنانے کی کوشش نہ کرو۔ سانڈ کی طرح، جانوروں کی طرح آنکھوں کو کانوں کو استعمال کر رہے ہو، یہ جنّت لینے کا ڈھنگ ہے؟ دیکھو قرآن کیا اعلان کرتا ہے؟ نافرمانی میں جس کو موت آئے گی اس کا چہرہ بھی کالا کر دیا جائے گا۔ یَوۡمَ تَبۡیَضُّ الۡوُجُوۡہُ نیک بندوں کے چہرے روشن ہوں گے، چمک دار ہوں گے اور گُناہ گاروں کے چہرے کالے ہو جائیں گے جیسے چڑیا خانے میں لنگور دیکھتے ہو۔ خُدا ہم سَب کو منہ کالا ہونے سے بچائے۔

طاعتِ الٰہی کی آزمائش

(۳) تیسری تفسیر کیا ہے؟

(لِیَبۡلُوَکُمۡ اَیُّکُمۡ اَسۡرَعُ اِلٰی طَاعَۃِ اللہِ عَزَّ وَجَلَّ)

اے مَردو اور عورتو! اللہ تعالیٰ تمھیں آزمانا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کون سرگرم ہے، کون شوق سے اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کرتا ہے جیسے نماز کا وقت آگیا تو نماز کی طرف دوڑتا ہے، رمضان شریف کا زمانہ آگیا تو روزہ رکھنے کے لئے

آگے بڑھتا ہے، عورتیں سامنے آگئیں نظر کو بچالیا، مَرد سامنے آگئے تو عورتیں بھی نظر کو نیچی کرلیں۔ جھوٹ اور غیبت سننے بچیں۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ کی اطاعت اور فرماں برداری میں پیش پیش رہیں۔

اسماءِ عزیز اور غفور ساتھ نازل ہونے کا راز

بس ایک آیت اور ہے۔

(وَهُوَ الْعَزِيزُ الْغَفُورُ)

اللہ تعالیٰ عزیز اور غفور ہیں

عزیز معنی زبردست طاقت والا اور غفور معنی بخشنے والا، مُعاف کرنے والا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی مغفرت کی تم لوگ قدر کرو۔ کیونکہ طاقت والا جب کسی کو مُعاف کرتا ہے تو قدر ہوتی ہے۔ ایک آدمی کمزور ہے، ٹائیفائیڈ میں مُبتلا ہے، وہ کسی کو کہہ دے کہ جاؤ مَیں نے تمھیں مُعاف کردیا تو جِس کو مُعاف کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ میاں تم میں طاقت بھی ہے بدلہ لینے کی؟ تم میرا کیا کرلو گے؟ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں زبردست طاقت والا ہوں، مَیں جس عذاب میں چاہوں تم کو مُبتلا کردوں، چاہوں تو تمھیں کُتا سور بنا دوں اور جِس مرض میں چاہوں مُبتلا کردوں۔ پس میں اگر تمھارے جُرم کو معاف کردوں تو تم میرا شکریہ ادا کرو۔ یہ آیات کی تفسیر ہوگئی۔

عورتوں کے لئے کچھ نصیحتیں

اب چند باتیں جلدی جلدی پیش کر رہا ہوں۔ اِس کو غور سے سُن لو کیونکہ اب مضمون ختم ہو رہا ہے اور ہماری تقریر کی گاڑی اب اسٹیشن کے قریب پہنچ رہی ہے۔ لہٰذا عورتوں

کے لیے کچھ نصیحتیں پیش کر رہا ہوں :

شوہر کو راضی رکھنا

① شوہر کو ناراض مت کرو، اس کے ساتھ بدتمیزی سے زبان مت کھولو ورنہ تمہارا سارا حج، ساری عبادت بے کار ہو جائے گی۔ حدیث پاک میں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو عورت اپنے شوہر کی نافرمانی کرے اور اُس کا دل دُکھا دے، اُس کے بُلانے پر نہ آئے اور شوہر ناراض ہو کر سو جائے تو ساری رات اُس عورت پر لعنت برستی ہے۔ اِس لیے شوہر کو ناراض مت کرو کبھی غلطی ہو جائے تو مُعافی مانگ لو اور اُس کو راضی کر لو ورنہ رات بھر تم تسبیح پڑھتی رہو تو قبول نہ ہو گی، بعض وقت بیوی دیکھتی ہے کہ شوہر تسبیح پڑھ رہا ہے تو وہ بھی تسبیح نکالتی ہے موٹے دانے کی۔ کہتی ہے کہ تم کیا ناراض ہو، میں بھی تسبیح ماروں گی، ایسا دانہ پڑھوں گی کہ تُمھارے ہوش اُڑ جائیں گے۔ تم بڑے پیر صوفی بنتے ہو۔ ایسے موٹے دانے کی تسبیح اُلٹی پڑھوں گی کہ رونے کے لیے آنسو بھی نہیں ملیں گے۔ یہ آج کل مقابلہ چل رہا ہے۔ سوچ لو ایسی باتوں سے شوہر کو ناراض کرنے سے رات بھر لعنت برستی ہے لہٰذا بیویوں کو چاہیئے کہ اپنے شوہروں کو راضی کر لیں، مُعافی مانگ لیں۔

ماں باپ سے شوہر کی شکایت نہ کریں

② اپنے ماں باپ کے یہاں جا کر اپنے شوہر کی شکایت مت کرو۔ اگر ماں باپ پُوچھیں کہ تُمھارا شوہر کیا تمھارے کپڑے بناتا ہے؟ تو یہ مت کہو کہ ہاں کچھ چیتھڑے بنا دیتا ہے اور اگر پُوچھیں کہ تُمھارے لیے جوتی لاتا

ہے تو یہ مت کہو کہ ہاں کچھ لیتڑے لے آتا ہے اور اگر پوچھیں کہ تمہارے لئے اچھے اچھے خوبصورت کچھ برتن لایا ہے تو یہ مت کہو کہ ہاں کچھ ٹھیکرے لایا ہے۔ یہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے وعظ میں سے میں نے انتخاب کیا ہے کہ عورتوں کے اندر ناشکری کا مرض ہوتا ہے اور ناشکری بہت خطرناک چیز ہے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بہت سی عورتیں شوہر کی ناشکری کرنے کی وجہ سے اور اُس کی دی ہوئی چیز میں عیب نکالنے سے جہنم میں جائیں گی۔ تم راضی رہو۔ اِن شاء اللہ پھر دیکھو جنّت میں تمہیں کیا درجہ ملتا ہے۔

شوہر کی ناقدری اَور ناشکری نہ کریں

(۳) شوہر کی ناقدری مَت کرو، اُس کی احسان مند اور شکرگذار رہو۔ شوہر کا جیسا گھر ہو، جیسا وہ کھلائے جیسا پلائے، جیسا پہنائے شکر اَدا کرو کہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے۔ ماں باپ سے جاکر کہو کہ الحمدللہ ہم بہت آرام سے ہیں۔ بلاوجہ ماں باپ سے کہہ کر اُن کا دِل دُکھاتا ہے۔ اگر کوئی تکلیف بھی پہنچ جاتے تو ماں باپ سے مَت کہو، دو رکعت صلوٰۃِ حاجت پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے روؤ اور مَیں آپ لوگوں کو ایک وظیفہ بتاتا ہوں۔

شوہر کا دِل نرم کرنے کا وظیفہ

(۴) اگر شوہر تمہیں ستاتا ہے، غصّہ والا ہے، ذرا ذرا سی بات پر ڈانٹ لگاتا ہے تو ماں باپ سے کہنے سے کچھ نہیں ہوتا، سوائے اس کے کہ ماں باپ مقدمہ کردیں گے، طلاق کی نوبت آجائے گی، تمہارا گھر برباد ہوجائے گا، بچے بھی چھوٹ جائیں گے۔ لہٰذا میں آپ کو ایک وظیفہ بتاتا ہوں کہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سات مرتبہ پڑھ کر پانی پر دَم کرلو اور جب ہنڈیا پکاؤ تو اسی پانی سے پکاؤ اور پینے کے پانی پر بھی دَم کردو۔ ان شاء اللہ تعالیٰ سارا گھر شانِ رحمت والا ہوجائے گا، غُصّہ کی بیماری نکل جائے گی۔

جدّہ سے میرے پاس ایک خط آیا کہ میری بیوی سے لڑائی ہے بچّوں سے بھی لڑائی ہے، سَب کو غصّہ کا مرض ہے۔ مَیں نے یہی لکھ دیا کہ جب دسترخوان بچھاؤ تو کھانے پر بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ پڑھ دیا کرو۔ ایک مہینے کے بعد جدہ سے خط آیا کہ جب سے بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کھانے پینے پر دَم کرکے ہم لوگ کھا رہے ہیں سَب کا غُصّہ ٹھیک ہوگیا، سب میں رحمت کا مادہ آگیا۔ رَحۡمٰن، رَحِیۡم کے نام سے رحمت کا ظہور ہو گیا، دِل میں شانِ رحمت غالب ہوگئی لہٰذا اگر آپ چاہتی ہیں کہ میرا شوہر رحم دل ہوجائے اور میرے بچوں پر بھی رحم کرے، غُصّہ کی بیماری نکل جائے تو یہ وظیفہ سات مرتبہ تینوں وقت ناشتہ پر بھی کھانے پر بھی اور رات کو بھی کھانے پر پڑھو۔ پھر دیکھو ان شاء اللہ تعالیٰ رحمت کی بارش ہوجائے گی۔ دوسرا وظیفہ شوہر کے سامنے یَاسُبُّوۡحُ یَاقُدُّوۡسُ یَاغَفُوۡرُ یَاوَدُوۡدُ یہ چار نام دِل دِل میں پڑھتی رہو اور کھانے پینے پر بھی دَم کردو۔ جب شوہر پانی مانگے تو اس پانی پر ۷ مرتبہ یَاسُبُّوۡحُ یَاقُدُّوۡسُ یَاغَفُوۡرُ یَاوَدُوۡدُ دم کرکے اپنے شوہر کو پلاؤ۔ اگر ساس ستا رہی ہو تو ساس کو بھی پلاؤ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ پڑھ کر کے بھی اور یہ وظیفہ بھی، ان شاء اللہ تعالیٰ ساس بیٹی کی طرح تمھیں ماننے لگے گی۔

ساس سے بنائے رکھنا عقلمندی ہے

⑤ لیکن تھوڑا سا یہ بھی خیال رکھو کہ ساس سے لڑو مت ورنہ پھر سوچ لو کہ تمہیں بھی ساس بننا ہے۔ اگر آج ساس سے لڑو گی تو کل تمہاری بہو تم سے لڑے گی۔ ساس نے تمہارے شوہر کو پالا ہے، پندرہ بیس سال پرورش کی ہے، اب اگر تم اُس کی بیوی ہو تو اِس کے یہ معنی تھوڑی ہیں کہ تم ہر وقت شوہر کے کان میں کانا پھوسی کرو اور ماں باپ کی محبت کم کر دو۔ نہیں! ماں باپ کی محبت زیادہ بڑھاؤ، اَپنے شوہروں کو سمجھاؤ کہ ماں باپ کی عزت کریں، ان کا خیال رکھیں۔ حدیثِ پاک میں ہے جو اَپنے بڑوں کا ادب کرتا ہے اس کے چھوٹے بھی اِس کا ادب کرتے ہیں۔ بڑوں کا ادب کرلو تو تمہارے چھوٹے بھی تمہارا ادب کریں گے۔ ایک ہاتھ سے دو، دوسرے ہاتھ سے لو۔ ساس میں مان لو غصہ ہے، ہر وقت تڑ تڑ کرتی رہتی ہے تو دسترخوان پر ساس کو جو کھانا کھلاؤ سات مرتبہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھو۔ پانی پر بھی پڑھو، گرمی کا مہینہ ہے تو فریج میں دَم کر کے رکھ دو مگر ساس کے سامنے نہ پڑھو ورنہ ساس دیکھے گی کہ کچھ پڑھ کے دَم کر رہی ہے تو فوراً ایک ڈنڈا اور لگائے گی اور کہے گی کہ اَرے یہ کم بخت جادو بھی کر رہی ہے تم تو بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھوگی مگر شیطان بدگمانی ڈالے گا کہ دیکھو جادو کر رہی ہے اس لئے جب ساس استنجا خانے چلی جائے یعنی جب ساس نہ دیکھ رہی ہو اس وقت بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سات مرتبہ یَا سُبُّوْحُ یَا قُدُّوْسُ یَا غَفُوْرُ یَا وَدُوْدُ سات مرتبہ بہت سے پانی پر جلدی سے دَم کرلو اور اس پانی کو فریج میں رکھ دو۔ ساس کو

جب پیاس لگے اس کو وہی پانی پلاؤ۔ اُس کو مت بتاؤ کہ ہم نے کچھ دَم کیا ہے اور شوہر سے بھی چھپا کے اِس کو پڑھو ورنہ شوہر کو بھی شبہ ہو جائے گا کہ کوئی جادوگرنی ہے، پتہ نہیں ہونٹ ہلا ہلا کے یہ کیا پڑھ رہی ہے۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ یَا سُبُّوْحُ یَا قُدُّوْسُ یَا غَفُوْرُ یَا وَدُوْدُ اللہ کے نام ہیں۔ یقین سے کہتا ہوں کہ جن کے شوہر ظلم کر رہے تھے اِس کی برکت سے آج وہ پیار اور محبت سے رہتے ہیں۔

بہشتی زیور کے ساتویں حصّہ کا مطالعہ

(۶) اور بہشتی زیور کا ساتواں حصّہ گجراتی زبان میں ہو، انگلش میں ہو، اُردو میں ہو، اس کو آپ پڑھیں بار بار، مرد بھی پڑھیں اور عورتیں بھی۔ اِس سے اخلاق درست ہوں گے اِس میں اِصلاحِ اخلاق کی باتیں ہیں۔ ان شاء اللہ تعالےٰ آپ کو بے حد نفع ہو گا۔

فضول خرچی نہ کریں

(۷) اور ساتویں نصیحت یہ ہے کہ اسراف اور فضول خرچی مت کرو۔ ایک بلب کی ضرورت ہے اور دس بلب جلا رکھے ہیں۔ کھانا ضرورت سے زیادہ پکا لیا بعد میں اُس کو پھینک رہی ہیں اور کھانا کوڑے خانے میں جا رہا ہے، سخت بے ادبی اور ناشکری ہے۔ ناشکری سے نعمت چھین لی جاتی ہے۔ اس کا خیال رکھو کہ فضول خرچی نہ ہونے پائے۔ شوہر کے مال کو اعتدال سے اور ضرورت پر خرچ کرو۔

شوہر سے زیادہ فرمائش نہ کریں

(۸) اور آٹھویں نصیحت یہ ہے کہ کہیں شادی بیاہ ہو تو شوہر سے یہ

مت کہو کہ نیا جوڑا بناؤ کیونکہ مہینے میں اگر چار شادیاں ہوئیں تو اب بتاؤ ہر شادی پر شوہر نیا جوڑا لائے ؟ بے چارے پر کتنا بوجھ پڑے گا۔ کہاں سے اتنے ریٖن لاتے گا۔ اگر ریٖن ہیں بھی اور مان لو شوہر مال دار ہے تو بھی جائز نہیں ہے ۔بلکہ شریعت کا حکم ہے، اللہ اور رسول کا حکم ہے کہ اپنے کو بنا سنوار کے گھروں سے مَت نِکلو کہ جس سے بے پردگی ہو جِس طرح زمانۂ جاہلیت میں عورتیں پھرا کرتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

(وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ)

تم قدیم زمانۂ جاہلیت کے دستور کے موافِق مت پھرو جیسے جاہلیت میں بے پردہ عورتوں کا شعار تھا لہٰذا تم جاہلوں کی طرح اپنے کو بنا سجا کے باہر مَت نِکلو شادی بیاہ میں سادے کپڑے پہن کے جاؤ۔ زیادہ سے زیادہ جو پرانے استعمال کے رکھے ہُوتے ہیں اُن کو پہن کر جاؤ۔ نیا نیا جوڑا غیر مردوں میں پہن کر نِکلنا حرام ہے، گُناہ کبیرہ ہے ۔اللہ نے دس دس جوڑے دتے ہُوتے ہیں، پورا بکس بھرا ہوا ہے لیکن جہاں شادی میں جانا ہوا اب شوہر کی ٹانگ کھینچ رہی ہیں کہ لاؤ نیا جوڑا، ہم نیا جوڑا پہن کر جائیں گے تاکہ عورتوں میں ہماری ایک شان معلوم ہو۔ ارے شان کپڑوں سے نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے میں ہے ۔عزّت والا بندہ وہ ہے جس سے خُدا راضی ہو۔ عزّت والی بندی وہ ہے جِس سے اللہ تعالیٰ راضی ہوں۔ دیکھو علاّمہ سیّد سلیمان ندوی رحمۃُ اللہ علیہ کا شعر مُجھے یاد آگیا۔ اِتنے بڑے بزرگ فرماتے ہیں ؎

ہم ایسے رہے یا کہ ویسے رہے وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے

میری ماں بہنو، بیٹیو سُن لو! اِس کو سوچو کہ قیامت کے دِن ہماری کیا قیمت لگے گی۔ ذرا اچھے کپڑے پہن لیتے، چلو کچھ عورتوں نے تمہاری تعریف بھی کردی کہ ارے بہن بڑے اچھے کپڑے پہن کر آئی ہو بس آپ پھول کر کُپّا ہوگئیں۔ بندیوں کی تعریف سے تمھیں خوشی ہوجاتے اور اس کی فکر نہ ہو کہ اللہ کی نظر میں مَیں کیسی ہوں جبکہ شان دِکھانے کے لیے لباس پہننا اللہ کو ناپسند ہے۔ دیکھو ایک لڑکی کو جس کی شادی ہونے والی تھی اُس کی سہیلیوں نے سجایا پھر سب لڑکیوں نے کہا کہ اَے بہن آج تم بڑی حسین معلوم ہوتی ہو تو وہ لڑکی رونے لگی کہ تمہاری تعریف سے کیا ہوگا؟ جب میں بیاہ کے جاؤں گی اور میرا شوہر مجھے دیکھ کر خوش ہوجائے گا تب خوشی مناؤں گی۔ اس واقعہ کو سُن کر اللہ کے ایک ولی رونے لگے کہ اے دُنیا والو! تم میری کتنی تعریف کرو لیکن اِس تعریف سے میرا کوئی فائدہ نہیں۔ قیامت کے دِن اللہ تعالیٰ جب ہم سے خوش ہوجائیں تو سمجھ لو آج ہماری قیمت ہے۔ اِنسانوں کی تعریفوں کے چکروں میں کیا پڑی ہوئی ہو۔ لہٰذا حکم شریعت کا سُن لو کہ بالکل سادے لباس میں جاؤ، استعمال کیا ہوا لباس دوبارہ پہننا خلافِ شان نہیں ہے۔ شاندار لباس پہن کر جانا جہاں غیر مَردوں کی نظر پڑ جائے یہ غیرت کے بھی خلاف ہے، احتیاط کے بھی خلاف ہے۔ خصوصاً نئے جوڑے کی فرمائش کرنا یہ شوہر پر ظلم ہے کہ مہینے میں اگر چار شادیاں ہوتی ہیں تو ابھی بیس جوڑے تو تمھارے بکس میں رکھے ہوئے ہیں لیکن چار جوڑے اور لائیے نئے نئے۔ اگر مولوی ہے اور ایک ہزار ریال تنخواہ پاتا ہے، پھر تو اس بے چارے کی شامت ہی آجائے گی۔ مولویوں کی بیویوں کو تو اور زیادہ خیال رکھنا چاہیئے۔

مال کا صحیح مصرف

لیکن اگر شوہر مالدار ہے، تاجر ہے تو یہی پیسہ غریبوں کو دے دو، کسی غریب لڑکی کی شادی میں لگا دو، غریبوں کی مدد کرو، خیرات کر دو، کسی مسجد میں لگا دو، مدرسہ میں لگا دو، کوئی مولوی بے چارہ ہے اس کی بیٹی کی شادی ہے، ایک ہزار رین تنخواہ ہے اس عالم کی مدد کرو۔ یہ پیسہ تمہارے کام آئے گا۔ یہ تمہاری کرنسی اور زرِ مبادلہ ٹرانسفر ہو جائے گا، قیامت کے دن اس کا تمہیں انعام مِل جائے گا۔ جب حج کرنے جاتے ہو تو ریالوں کی فکر ہوتی ہے یا نہیں؟ زرِ مبادلہ یعنی فارن ایکسچینج کی فکر ہوتی ہے یا نہیں؟ پس جب مَر کے اللہ کے یہاں جانا ہے وہاں ہمیں کرنسی چاہیئے۔ اس وقت یہ غریبوں کی مدد کام آئے گی۔ خوب کرنسی ٹرانسفر کرلو خصوصاً عالموں کی بیٹیوں کی شادی میں خاص خیال رکھو کیونکہ عُلماء کی تنخواہیں ہر جگہ کم ہیں، یہاں بھی کم ہیں، ایک ہزار رین عالم کی تنخواہ ہے۔ بتاؤ ساڑھے تین سو کرایہ میں نکل گیا تو اب اس کے پاس کتنا رہ گیا۔ بتاؤ ساڑھے چھ سو میں اپنی بیٹیوں کی شادی کیسے کرے گا اور اپنا مکان کیسے بنائے گا۔ تو اللہ نے آپ کو اگر دیا ہے تو اپنے محلّہ کی مسجد کے عُلماء کی مدد کرو۔ اگر آج جنوبی افریقہ والے صرف اپنے اپنے محلّہ کے عُلماء کی بیٹیوں کی شادی کرا دیں اور ان کے لئے اپنا ہدیہ، تحفہ دے دیں کہ وہ ایک مکان بنالیں تو دیکھو جنّت، ان شاء اللہ تعالیٰ کیسے ملتی ہے۔ آج مَیں دیکھتا ہوں کہ عُلماء بے چارے ایک ہزار رین پا رہے ہیں اور سیٹھ صاحب کا دس ہزار رین میں بھی کام نہیں چل رہا۔ کہتے ہیں مولانا کوئی دُعا دیجئے برکت کی مال دار ہونے کی اور آمدنی بیس ہزار رین ہے پھر بھی ان کا کام نہیں چل رہا ہے

اور مولوی بے چارہ ایک ہزار رین سے اگر کوئی پانچ سو رین بڑھانے کی فرمائش کر دے تو کمیٹی میں شور مچ جاتا ہے۔ ان کمیٹی والوں سے پوچھو کہ تمھارا ماہانہ خرچہ کتنا ہے؟ اس لیے میری ماں بہنو بیٹیو! میں بتا رہا ہوں کہ اگر اللہ نے تمھیں زیادہ دیا ہے تب بھی شادی وغیرہ میں نئے نئے جوڑے کی فرمائش مت کرو۔ یہی پیسہ تم اللہ کے لیے خرچ کر دو اور جو تمھاری مسجد کے امام ہوں، مؤذن ہوں، علماء دین ہوں ان کی بیٹیوں کی شادی میں حصہ لو، ان کے مکان بنانے کی فکر کرو۔

بغیر نکاح لڑکی کا منگیتر سے ملنا جلنا حرام ہے

⑨ یہاں آکر یہ معلوم ہو کر بہت سخت صدمہ ہوا کہ رشتہ طے ہو جانے کے بعد نکاح ہوتے بغیر منگیتر کو اپنی بیٹی کے سامنے کر دیتے ہیں، اس کے ساتھ تنہائی میں رہنے اور گھومنے پھرنے کو بھیج دیتے ہیں۔ خوب سمجھ لو کہ رشتہ طے ہو جانے کے بعد جائز نہیں ہے کہ جب تک نکاح نہ ہو جائے تو ہونے والا داماد گھر میں گھسے۔ جب تک نکاح نہیں ہو جاتا وہ نامحرم ہے اور اس کے سامنے اپنی بیٹی کو پیش کرنا حرام ہے، گناہ کبیرہ ہے اور بے غیرتی بھی ہے۔ اگر آپ کو فکر ہے تو نکاح کر دو۔ دو منٹ میں نکاح ہو جائے گا۔ نکاح کے بعد اب اپنی بیٹی کو سامنے بھیجو۔ خالی رشتہ طے ہونے کے بعد کوئی شخص اپنی بیٹی سے ہونے والے داماد کو چائے نہیں بھیج سکتا، اس کے سامنے بے پردہ نہیں کر سکتا۔ لیکن میں یہاں دیکھ رہا ہوں کہ رشتہ طے ہو گیا، ابھی نکاح نہیں ہوا اور بیٹیاں اس کے سامنے آرہی ہیں اور چائے بھی لے جا رہی ہیں اور غپ شپ بھی لگ رہی ہے، تنہائی میں باتیں بھی ہو رہی ہیں بلکہ غضب ہے کہ اس کے ساتھ

تنہا سفر پر بھی جا رہی ہیں۔ کیا یہ گُناہ کبیرہ نہیں ہے؟ یہ اللہ کے غضب کو خریدنا نہیں ہے؟ یہی وجہ ہے کہ آج جس کو دیکھو پریشان ہے، ہر طرف پریشانی ہی پریشانی ہے، مال بہت ہے، سکون نہیں ہے۔ دُنیا میں گُناہوں سے عیش حاصل کرنے والے اور اللہ کی نافرمانی کرنے والے مَرد اور عورت ہمیشہ پریشان رہتے ہیں۔ گُناہ سے کسی کو سکون اور چین نہیں ملتا، چین اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔ اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں:

(اَلَا بِذِکْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ)

دِلوں کا اطمینان صرف اللہ کی یاد میں ہے

پس اے ایمان والو! مَرد ہو یا عورت، صرف اللہ ہی کی یاد سے تمہارے دِل کو چین ملے گا، اطمینان ملے گا۔ وی سی آر، سینما، مَردوں کے سامنے بے پردہ پھرنا، اپنی بیٹیوں کو کالجوں میں پہنچانا اور ان کا عیسائی لڑکوں کے ساتھ ہنسنا بولنا، یہ سب عذاب ہے، کسی کو چین نہیں ہے، نہ لڑکے چین سے ہیں نہ لڑکیاں چین سے ہیں۔ آپ دیکھئے! طرح طرح کی بیماریاں، طرح طرح کی پریشانیاں موجود ہیں۔ اللہ پاک کو ناراض کر کے اپنے کو اور اپنی اولاد کو دوزخ میں بھیجنا اِس سے بڑھ کر ہماری کیا بد اخلاقی ہوگی۔ اگر خود تو حج کر کے حجن اماں بن گئیں اور ابا صاحب حاجی ابا بن گئے اور تسبیح بھی خُوب چل رہی ہے مگر اولاد وی سی آر اور ٹیلی ویژن پر ننگی فلمیں دیکھ رہی ہے کہ لڑکا جس لڑکی کے ساتھ اور لڑکی جس لڑکے کے ساتھ چاہتی ہے چلی جاتی ہے، ہوٹلوں میں کھانا کھا رہی ہے، پارکوں میں جا رہی ہے، طرح طرح کی بے پردگی کے عذاب میں مُبتلا ہے اور سب سے بڑا رونا تو یہ ہے کہ ابھی

صرف منگنی ہوئی ہے یعنی شادی کی بات چیت ہوئی ہے، نکاح نہیں ہوا اور اس لڑکے کو اپنی بیٹی کے سامنے کرتے ہیں اور بات چیت کی اور اس کے گھومنے پھرنے کی اجازت دیتے ہیں۔

اَب بتائیے! یہ کتنا بڑا گناہ ہے، حرام ہے کہ کسی کی بیٹی اور بہن کو نکاح کے بغیر غیر آدمی دیکھ رہا ہے۔ اس کو گھر بلانا، اپنی بیٹی کو اس کے پاس چائے دے کر بھیجنا اور اس سے بات چیت کرنا کتنا بڑا جرم ہے، اگر آپ کو جلدی ہے تو ایک مولوی کو بلالو، نکاح کر دو، رخصتی چاہے دو سال بعد کرو۔ اگر آپ کے پاس زیور کپڑے ابھی نہیں ہیں اور معاشرہ کا خوف ہے، مخلوق کا خوف ہے تو رخصتی بعد میں کرلو ورنہ اگر اللہ کا خوف ہوتا تو سادگی سے سُنّت کے مطابق ایک جوڑے میں رخصت کر دیتے۔ بہرحال نکاح فوراً کر دو تاکہ آپ کی بیٹی کا اس لڑکے کے سامنے آنا درست ہوجائے، ساتھ رہنا اور گھومنا پھرنا، ملنا جلنا سب درست ہو جائے کیونکہ نکاح کے بعد وہ اس کی بیوی ہو جائے گی۔ پاکستان میں بھی یہی وبا چل رہی ہے۔ بہت سے لڑکوں نے مجھ سے پوچھا کہ میری ہونے والی ساس اور ہونے والے سسر مجھے بلا رہے ہیں کہ آؤ ہمارے گھر میں دعوت کھاؤ، ہماری لڑکی سے بات چیت کرو، میں نے مسئلہ بتادیا کہ یہ شرعاً حرام ہے جب تک نکاح نہ ہو جائے اس لڑکی سے بات چیت کرنا اس کو دیکھنا اور ہاتھ لگانا گناہ کبیرہ ہے۔ حرام ہے اور اللہ کے غضب کا راستہ ہے۔

ان نافرمانیوں کی وجہ سے آج چین نہیں ہے، جدھر دیکھو بے چینی ہی بے چینی ہے۔ آج سے پچاس سال پہلے کی بات کر رہا ہوں کہ غریب لوگ جن کے پاس

تھوڑی سی زمین ہوتی تھی اُن کے لڑکے جوان ہو کر بھی کوئی فکر نہیں کرتے تھے۔ رزق میں اللہ نے ایسی برکت دی تھی کہ بیس بیس سال پچیس پچیس سال کے جوان کبڈی کھیلتے تھے۔ آج ہر آدمی کما رہا ہے مگر خرچہ پورا نہیں ہو رہا، میرا آنکھوں دیکھا حال ہے کہ چند بیگھا زمین ہے اور بس اور جناب جوان جوان بیٹے کبڈی کھیل رہے ہیں۔ ایسی برکت ہوتی تھی کہ اسی چند بیگھا میں بھینس بھی ہے، گائے بھی ہے دُودھ بھی پی رہے ہیں، دہی بھی کھا رہے ہیں اور آج گھر گھر کا ایک ایک لڑکا کما رہا ہے مگر چین نہیں ہے۔ ساری دُنیا سے چین چھنا ہوا ہے۔ چین تو اللہ کے قبضہ میں ہے۔ جو اللہ کو خوش رکھتا ہے اس کو اللہ بھی خوش رکھتا ہے، اللہ کو جو ناراض رکھتا ہے خُدا بھی اس کے دِل کو پریشان رکھتا ہے۔ سوچ لو اس کو۔

بلاضرورت نامحرموں سے گفتگو نہ کریں

(۱۰) اَب ایک بات اور سُن لو کہ عورتیں بلاضرورت غیر مَردوں سے بات نہ کریں نہ بلاضرورت اپنی آواز کو غیر مَردوں کو سنائیں، نہ اتنا زور سے بولیں کہ محلّے والے تک سُن لیں۔ اگر ضرورت سے نامحرم سے بات کرنا ہو تو نرم آواز میں بات نہ کریں۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بیویوں کے لئے آیت نازل ہوئی:

(فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ)

اے نبی کی بیویو! بولنے میں تم نرم آواز سے بات نہ کرو۔

یعنی اگر بہ ضرورت نامحرم مَرد سے بات کرنا پڑے تو اپنی فطری نرم آواز سے بات مت کرو، آواز کو تکلف سے بھاری کر لو یعنی فطری اَنداز کو بدل کر گفتگو کرو

اور صحابہ کو حکم ہو رہا ہے کہ اگر نبی کی بیبیوں سے تم کوئی بات پوچھو تو پردہ کے باہر سے پوچھو یہ نہیں کہ اندر مُنہ ڈال دیا جیسے آج کل لڑکیوں کے مدرسہ میں مہتمم صاحب دروازے کے اندر مُنہ ڈال کر لڑکیوں سے بات کر رہے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ صحابہ سے فرما رہے ہیں۔

(وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ) (احزاب)

اور جب تم ان سے کوئی چیز مانگو تو پردہ کے باہر سے مانگا کرو مثلاً کوئی سودا سلف لانا ہے یا کوئی اور ضرورت کی بات پوچھنی ہے تو پردے کے باہر سے پوچھو۔

مَیں نے لڑکیوں کے مدرسہ میں اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ مہتمم صاحب پردہ کے اندر منہ ڈال کر لڑکیوں کو خوب دیکھ رہے ہیں اور باتیں کر رہے ہیں۔ مَیں نے اُن سے پُوچھا کہ کیا یہ لڑکیاں آپ کی نامحرم نہیں ہیں، کیا ان سے پردہ فرض نہیں ہے؟ پرنسپل ہونے کے کیا یہ معنی ہیں کہ لڑکیوں سے بے پردہ باتیں شروع کر دو۔

مدرسۃ البنات کے متعلق ضروری ہدایات

(۱) جنوبی افریقہ، ہندوستان، ری یونین وغیرہ میں مدرسۃ البنات کا جائزہ لینے سے معلوم ہوا کہ احتیاط اِسی میں ہے کہ لڑکیوں کا دارالاقامہ قائم نہ کیا جائے۔ اس میں بڑے فِتنے ہیں۔ لڑکیاں دِن میں پڑھ کر اپنے گھروں کو چلی جائیں۔

(۲) معلمات صِرف خواتین ہوں جو لڑکیوں کو پڑھائیں۔ مَرد معلمین پردہ سے بھی تعلیم نہ دیں۔ اِس میں بڑے فِتنے سامنے آئے ہیں۔

③ خواتین اُستانیوں سے مہتمم پردہ سے بھی بات چیت یا کوئی ہدایت براہِ راست نہ دے، اپنی بیوی یا خالہ یا بیٹی سے اُستانیوں کو ہدایات اور تنخواہ وغیرہ کا اہتمام ضروری ہے اور مہتمم اور اولادِ مہتمم اور مَرد اُستاد کے براہِ راست بات چیت کرنے سے مدرسۃ البنات کے بجائے عشق البنات میں ابتلا کا اندیشہ ہے۔

④ کوشش کی جائے کہ ۵ سال سے ۹ سال تک کی عمر کی طالبات کو ناظرہ قرآن پاک، حفظِ قرآن پاک اور تعلیم الاسلام کے ۴ حصّے اور بہشتی زیور تک کی تعلیم پر اکتفا کیا جائے۔ اگر عالمہ نصاب پڑھانا ہو تو عربی کے مختصر نصاب سے تکمیل کرائیں مگر شرعی پردہ کا سخت اہتمام ضروری ہے ورنہ لڑکیوں کے لئے بہتر یہی ہے کہ ناظرہ قرآن پاک، بہشتی زیور، حکایاتِ صحابہ وغیرہ پر اکتفا کیا جائے اور معلمات خواتین بھی باپردہ ہوں۔

⑤ عالمہ نصاب کی لڑکیوں کو شوہر کے حقوق و آداب کا اہتمام سکھایا جائے اور عالم شوہر کی تلاش اُن کے لِئے ہو ورنہ اگر غیر عالم ہو تو دیندار ہونے کی شرط ضروری ہے خواہ ڈاکٹر یا انجینئر ہو۔

⑥ پورے مدرسۃ البنات میں عورتوں کا رابطہ صرف عورتوں سے رہے۔ مہتمم اپنی محرم یعنی مثلاً بیوی یا والدہ اور بہن سے دریافتِ حالِ تعلیمی یا دریافتِ حالِ انتظامیہ کرے۔ اگر اِتنی ہمت نہ ہو تو مدرسۃ البنات مت قائم کرو اور مدرسہ بند کرو، دوسروں کو نفع کے لِئے خود کو جہنم کی راہ پر مت ڈالو۔ مخلوق کے نفع کے لِئے لڑکیوں یا عورتوں کو پڑھانا یا پردہ سے بھی بات چیت کرنا فِتنہ سے خالی نہیں۔ تجربہ سے معلوم ہوا کہ پردہ سے گفتگو کرنے والے بھی عشقِ مجازی

میں مُبتلا ہو گئے۔ لہٰذا سلامتی کی راہ یہی ہے کہ خواتین سے ہر طرح کی دُوری رہے۔

ناخن پالش اَور لپ اسٹک کا حُکم

(۱۱) دوسرا ضروری مسئلہ یہ بتانا ہے کہ جو عورتیں ناخن پالش استعمال کرتی ہیں تو جب تک وہ پالش نہیں چھوٹے گی نماز نہیں ہوگی کیونکہ اس کی وجہ سے وضو نہیں ہوتا۔ اسی طرح جب تک ہونٹوں سے لپ اسٹک نہیں چھوٹے گی وضو نہیں ہوگا۔ لہٰذا خوب سوچ لو اور ایسے پالش کو نالش کردو، ایسے پالش پر لعنت بھیجو، اگر دِل چاہتا ہے تو ناخن پر مہندی لگالو ورنہ ناخن پالش سے وضو نہیں ہوسکتا۔ خُوب سمجھ لو!

میری ماؤں، بہنو، بیٹیو! خُدا کے لئے اپنی جانوں پر رحم کرو، دوزخ کے عذاب سے اپنے کو بچاؤ، کسی وقت بھی اللہ بُلا سکتا ہے، موت آنی ہے، ایک نہ ایک دِن سب کو قبرستان جانا ہے لہٰذا ناخن پالش اور ہونٹوں پر لپ اسٹک لگانے سے بچو۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ جو عورتیں پالش لگاتی ہیں تو پھر اس پالش کو چھڑاتی نہیں ہیں، اسی پر وضو کرلیتی ہیں لہٰذا وضو ہوتا ہی نہیں جس کی وجہ سے نماز بھی نہیں ہوتی۔

عورتوں کا بال کٹوانا موجبِ لعنت ہے

(۱۲) اسی طرح آج کل بعض لڑکیاں مَردوں کی طرح بالوں کو کٹوا رہی ہیں، پٹے رکھ رہی ہیں۔ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں کہ جو عورت مَردوں کی شکل بنائے یا مَردوں کے جیسا لباس پہنے، اُس پر خُدا کی لعنت ہو اور جو مَرد عورت کی شکل بنائے اُس پر بھی لعنت ہو۔ یہ بارہ [۱۲] نمبر ہو گئے۔

عورتیں پنڈلیاں اور ٹخنے چھپائیں

(۱۳) اب تیرہواں نمبر سنو! عورتوں کو پنڈلی کھولنا حرام ہے۔ آج کل لڑکیاں کرتا تو لمبا پہن رہی ہیں لیکن پنڈلیاں کُھلی رکھتی ہیں حالانکہ عورتوں کا تو ٹخنہ بھی چھپنا چاہیئے۔ مردوں کے لئے ٹخنہ کھولنا واجب ہے اور ٹخنہ چھپانا حرام ہے اور عورتوں کے لِئے یہ حکم ہے کہ اپنا ٹخنہ چھپائے رکھیں چنانچہ جن کی پنڈلیاں کُھلی ہیں سب اللہ تعالیٰ کی لعنت میں مُبتلا ہیں۔ خُدا کا عذاب کسی وقت پڑ سکتا ہے۔

شوہر کے بھائی سے پردہ کا حکم

(۱۴) اور چودھویں نصیحت یہ ہے کہ شوہر کے بھائی سے پردہ ضروری ہے۔ شوہر کے بھائی سے پردہ اِتنا واجب ہے کہ حضُور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک عورت نے پُوچھا کہ کیا ہم اپنے شوہر کے بھائی سے پردہ کریں؟ تو آپ نے فرمایا کہ شوہر کا بھائی تو موت ہے موت، یعنی جتنا موت سے ڈرتی ہو شوہر کے بھائی سے اِتنا ہی ڈرو یعنی بہت زیادہ احتیاط کرو۔ آج کل دیور سے پردہ نہ کرنے کے باعث بے شمار فِتنے پیدا ہو رہے ہیں۔ شوہر کا بھائی بھی یہ سمجھنے لگتا ہے کہ آدھی بیوی میرے بھائی کی، آدھی میری، ففٹی ففٹی اپنا حق سمجھتا ہے۔ اسلام کے اندر اس بات کی کہاں گنجائش ہے۔ شوہر کے بھائی سے پوری احتیاط کرو، پردہ کرو، اگر بھائی ناراض ہوتا ہے ہونے دو۔ اللہ تعالیٰ کو راضی رکھو ؎

سارا جہاں خلاف ہو پروا نہ چاہیئے
پیشِ نظر تو مرضیِ جاناں چاہیئے

پھر اس نظر سے جانچ کے تو کر یہ فیصلہ
کیا کیا تو کرنا چاہیئے کیا کیا نہ چاہیئے

مَردوں کو چاہیئے کہ اپنی بیویوں کو اپنے بھائی کو نہ دیکھنے دیں اور بھائی کی ناراضگی کی کی پرواہ نہ کریں کیونکہ خون کا رشتہ تو آپ سے ہے نہ کہ بھاوج سے اور آپ صلہ رحمی کا حق ادا کر رہے ہیں تو پھر شکایت کیسی۔

بیوی کی بہن سے پردہ کا حکم

اسی طریقہ سے شوہر کو بھی حکم ہے کہ اپنی بیوی کی بہن جس کو سالی کہتے ہیں اس سے پردہ کرے اور اس کو بے پردہ سامنے نہ آنے دے۔ سالی عموماً کم عمر ہوتی ہے اس کے عشق میں مبتلا ہو کر کتنے لوگ فتنے میں مبتلا ہو گئے۔ اس لئے شوہر پر بھی فرض ہے کہ جب بیوی کی بہن آئے تو اس سے پردہ کرے، اس سے گپ شپ نہ لڑائے، یہ سب گناہ کبیرہ ہے لہٰذا حرام ہے۔ وہ اپنی بہن کے ساتھ رہے اور بہنوئی کے سامنے نہ آئے اور اگر بیوی کہیں چلی گئی تو بیوی کی بہن کے ساتھ تنہائی جائز نہیں ہے۔

بالوں کے پردہ کا حکم

⑮ پندرہ نمبر کی نصیحت۔ عورتوں پر بالوں کا پردہ فرض ہے۔ جو عورتیں اتنا باریک دوپٹہ پہن کر نماز پڑھتی ہیں کہ بالوں کی سیاہی باہر سے جھلکتی ہے تو ان کی نماز نہیں ہوتی لہٰذا میری ماؤں بہنو بیٹیو! خوب سمجھ لو۔ اگر گرمی کا مہینہ ہے اور موٹے دوپٹے میں آپ کو گرمی لگتی ہے تو نماز کے لئے ایک موٹا دوپٹہ الگ رکھو جو اتنا موٹا ہو کہ جس سے بالوں کی سیاہی باہر سے نہ جھلکے، بس کافی ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ

ٹاٹ اور بورے سر پر رکھو۔ مَیں تو آپ کو آرام کا نُسخہ بتا رہا ہوں۔ مَیں نے اپنے گھر میں اپنی اہلیہ، بہو وغیرہ کو بھی یہی بتا رکھا ہے، ان کا نماز کے لئے ایک دوپٹہ کھونٹی پر ٹنگا رہتا ہے جو اتنا موٹا ہوتا ہے کہ جس سے بالوں کی سیاہی نظر نہ آئے۔ لہٰذا یہ مسئلہ خوب سمجھ لو کہ جس دوپٹہ سے سر کے بالوں کی سیاہی نظر آئے اس سے نماز نہیں ہوتی۔

باریک لباس کی حُرمت

(۱۶) نصیحت نمبر سولہ۔ ایسا باریک لباس پہننا جس سے کہ سینہ، کمر یا ٹانگیں نظر آئیں حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔

گھر سے برقعہ پہن کر نکلو

(۱۷) نصیحت نمبر سترہ۔ گرمی کے خوف سے برقعہ اُتار کر پھینک دینا اور چہرہ کھول کر مارکیٹنگ کرنا یہ عورت کے لئے جائز نہیں ہے۔ جہاں جانا ہے برقعہ سے جاؤ، برقعہ پہنے بغیر گھر سے مت نکلو، بازار سے ضرورت کا سامان اپنے مَردوں سے منگوا لو۔ عورتوں کو بلا ضرورتِ شدیدہ باہر نہیں نکلنا چاہیئے۔ اسی طرح دس سال کی لڑکیوں کو ایسے اسکولوں کے لباس میں جو یونیفارم کہلاتے ہیں باہر بھیجنا جائز نہیں ہے۔ حکیم الامّت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لڑکی کو سات سال کی عمر سے پردہ شروع کرائیں، تھوڑا تھوڑا کر کے عادت ڈلوائیں۔ اس کے بعد دس سال کی جب ہو جاتے تو بے پردہ بالکل باہر مت نکلنے دو۔ آئے دن کتنے فتنے ہوتے رہتے ہیں، لڑکیاں اغواء ہو جاتی ہیں، یہاں عیسائی لڑکے مُسلمان لڑکیوں کو پھنسا لیتے ہیں، ہندوؤں کے ساتھ شادیاں کر لیتی ہیں۔ یہ سب بے پردگی کا وبال ہے۔ ایک طریقہ یہاں

آج کل اور بھی ایجاد ہوا ہے کہ کوئی ہوٹل ہوتا ہے وہاں لڑکے اور لڑکیاں جاتے ہیں اور رشتہ خود طے کر لیتے ہیں، ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں، اندازِ گفتگو دیکھتے ہیں کہ اس لڑکی کی باتیں کیسی لچک دار ہیں، شکل کیسی ہے۔ یہ سب حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ اپنی لڑکیوں کو نامحرم لڑکوں کے ساتھ باہر بھیجنا گویا بھیڑیوں کے سُپرد کر دینا ہے۔

اِسی لئے کہتا ہوں کہ بہشتی زیور پڑھو اور اس پر عمل کرو، بہشت میں پہنچ جاؤ گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اس کا نام اِسی لئے بہشتی زیور ہے کہ جنت میں پہنچانے کا نسخہ ہے۔ بس چند باتیں عرض کر دیں۔

شرعی پردہ کن سے ہے؟

اور ہاں دیکھو! چچازاد بھائی، خالہ زاد بھائی، ماموں زاد بھائی یعنی ماموں کے بیٹوں سے، چچا کے بیٹوں سے، خالہ کے بیٹوں سے، پھوپھی کے بیٹوں سے پردہ کرنا واجب ہے لیکن آج ہمارے ان گھرانوں میں بھی احتیاط نہیں ہے جو دین دار کہلاتے ہیں۔ ایسے ہی مَردوں کو خالہ زاد بہن، چچازاد بہن، ماموں زاد بہن، پھوپھی زاد بہن سے پردہ کرنا واجب ہے۔ اگر آپ کے پردہ کرنے سے خاندان میں کوئی ناراض ہو جائے تو ہو جانے دو، بس اپنے اللہ کو راضی رکھو۔

پاکستان آنے کے سولہ سال بعد جب میں کراچی سے الٰہ آباد گیا تو میری خالہ کی لڑکیاں سامنے آنے لگیں۔ مَیں نے کہا، یہ کیا غضب کر رہی ہو۔ خبردار کوئی میرے سامنے نہ آئے، پردہ میں رہو۔ جو تحفے تحائف کا دینا ہے سب کو خوب دوں گا، گھبراؤ نہیں۔ مَیں نے اُن کے بچوں کو پانچ پانچ روپیہ دس

دس روپیہ اور خالہ کی بیٹیوں کو سو سو روپیہ دے دیئے محض اس بناء پر کہ ان کو یہ خیال نہ آئے کہ جو زیادہ مُلّا ہو جاتا ہے یعنی دیندار ہو جاتا ہے وہ پردہ کرا کے اپنی جان چھڑا لیتا ہے اور پیسہ بچا لیتا ہے۔ یہ مولانا لوگ کنجوس ہوتے ہیں۔ مَیں نے اسلام کی اور ڈاڑھی کی عزت کے لیے ان کو خوب پیسہ دیا تاکہ وہ مولویوں کو بُرا بھلا نہ کہیں اور دین کی عظمت دِل میں پیدا ہو، تو میرے ہدیہ دینے سے سب خوش ہو گئے۔ پھر مَیں نے نرمی سے سمجھا دیا کہ تمہاری محبت ہمارے دِل میں ہے لیکن کیا کریں اللہ و رسُول کا حُکم ہے۔ تو اے میری خالہ کی بیٹیو! تم سے پردہ کرنا ہمارے اوپر واجب ہے۔ عورتوں کے لئے خالہ کا بیٹا، ماموں کا بیٹا، چچا کا بیٹا سب نامحرم ہیں اور ان سب سے پردہ ضروری ہے۔

ملازمت — عورت کے لئے ذِلّت کا سامان

آہ! جِس اسلام نے عورت کو اتنی عزت دی کہ اُس کی عصمت کی حفاظت کی خاطر بعض خُون کے رشتوں سے بھی پردہ کرایا اور اُس کو گھر کی مالکہ بنا کر عزت کے ساتھ بٹھایا آج اُس کے نام لیوا اپنی ماں بہنوں کو ایرپورٹوں پر، اسٹیشنوں پر، ہوائی جہازوں میں، ریڈیو پر نامحرموں کے سامنے رُسوا کر رہے ہیں۔ ہوائی جہازوں میں ایئر ہوسٹس کا نام دیا لیکن فضائی ماسیاں بنا دیا جو غیر مَردوں کی خِدمت کرتی ہیں اور آواز کو بہ تکلف نرم اور لچکدار بنا کر بولتی ہیں۔ حضُور صلی اللہ علیہ وسلّم کی بیویوں سے بڑھ کر کون ہو سکتا ہے جن کے لئے قرآن اُتر رہا ہے، جن کے لیے رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم پر یہ آیت نازل ہوئی :

(فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ)

نرم آواز سے بات مت کرو، آواز کو بہ تکلف بدل کر گفتگو کرو ورنہ کیا ہوگا؟

(فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ)

جن کے دل میں بیماری ہے وہ طمع کریں گے، دل میں خیالات آنے لگیں گے۔ لیکن آپ دیکھتے ہیں کہ ریڈیو میں کیسا چبا چبا کے عورتیں خبریں نشر کرتی ہیں کہ آدمی کے دل میں ان کی طرف میلان شروع ہو جاتا ہے۔ ایئر پورٹوں پر بھی یہی حال ہے ہوائی جہاز کا وقت بتائیں گی تو معلوم ہوتا ہے کہ مردوں کے دل کو مائل کرنے کے لئے ہی بول رہی ہیں۔ ارے بھئی! کافروں کا کیا ہے کہ وہ تو مکلف ہی نہیں لیکن مسلمان عورت کی شان کے خلاف ہے کہ ایسی نوکری کرے۔ شریعت کے حکم کے علاوہ شرافت طبع کے بھی خلاف ہے کہ کوئی شریف زادی ایسی ذلیل ملازمت کرے۔

میں نے تقریر میں جو کچھ کہا ہے ان شاء اللہ آپ کو بہشتی زیور میں سب لکھا ہوا مل جائے گا۔ اسی لئے کہتا ہوں کہ بہشتی زیور پڑھو، اللہ کی رحمت سے بہشت میں چلی جاؤ گی ان شاء اللہ، پھر جنت میں جا کے دعا دینا کہ کراچی سے ایک مُلّا آیا تھا ہمیں کیا کیا بتا گیا۔

اب دعا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے ہمیں اور ہماری ماؤں، بیٹیوں، بہنوں کو پردہ شرعی کی توفیق عطا فرمائے اور وی سی آر کی لعنت سے، ٹیلی ویژن کی لعنت سے اللہ ہمارے گھروں کو پاک کر دے اور ہماری بیٹیوں کو دس سال کے بعد بے پردہ اسکول بھیجنے سے بچنے کی توفیق عطا

فرما۔ اَے خدا! مُحمّد صلی اللہ علیہ وسلّم کی اُمّت پر سیّد الرسل صلی اللہ علیہ وسلّم کی اُمّت پر رحم فرمادے۔ یا اللہ! یہ آج کیا ہو رہا ہے۔ اسلام کا خالی نام رہ گیا ہے، آج اسلام ہم سے چھینا جارہا ہے۔ کس طرح سے رات دن سڑکوں پر عورتیں لڑکیاں بے پردہ پھر رہی ہیں۔ اے خدا! ہم سب کو توفیق دے۔ اے اللہ! ہم سب کو اپنا خوف دے۔ جو کچھ بیان ہُوا ہے اے اللہ! اس کو اپنی رحمت سے قبول فرما اور مجھ کو بھی اور میری ماؤں، بہنوں، بیٹیوں کو عمل کی توفیق عطا فرمادے۔ یا اللہ! موت کی یاد دِل میں ڈال دے۔ قبر کی زندگی کی یاد ہمارے دِل میں ڈال دے۔ قیامت کے دِن اللہ کے سامنے جواب دینا ہے اور دوزخ کی آگ ہے، اس کا خوف عطا فرما۔ اے اللہ! ان سب چیزوں کا ہمیں یقین عطا فرما۔ ہماری دُنیا بھی بنادے آخرت بھی بنادے۔ اور اللہ جن کے گھروں میں شرعی پردہ ہوجائے ان کی بیٹیوں کو نیک رشتہ عطا فرمادے جن کے ماں باپ اپنی بیٹیوں کو بہشتی زیور پڑھائیں نیک بنائیں اے اللہ! ان کو نیک شوہر عطا فرمادے، دین دار شوہر عطا فرمادے۔ اور جو مَرد ڈاڑھی رکھے رہے ہیں ان کو بھی یا اللہ ایسی بیویاں عطا کردے جو نیک ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دُنیا میں بھی آرام سے رکھئے آخرت میں بھی آرام سے رکھئے۔ سلامتی اعضا، سلامتی ایمان سے زندہ رکھئے، سلامتی اعضاء سلامتی ایمان سے دُنیا سے اُٹھائیے۔ ہماری دُنیا بھی بنا دیجئے کہ وہ پردیس ہے اور آخرت بھی اچھی کردیجئے کہ وہ ہمارا وطن ہے۔ اے اللہ! آپ دونوں جہانوں کے مالک ہیں دُنیا کے بھی اور آخرت کے بھی آپ ہمارے دونوں جہاں سنوار دیجئے۔ آپ ہمارے مالک ہیں یا اللہ! ابّا اپنے بچوں کو پردیس میں بھی آرام سے رکھنے کی کوشش کرتا ہے اور وطن

میں ان کے لیے مکان اور بلڈنگ بنانے کی فکر کرتا ہے۔ آپ تو ہمارے ربا ہیں ہمیں پردیس میں آپ نے بھیجا ہے، آپ ہماری دُنیا بھی بنا دیجئے کہ ہم آرام سے رہیں، آپ کو خوب یاد کریں اور آپ کی نافرمانی سے بچیں۔ اور ہمارا وطن یعنی جنت بھی بنا دیں کہ ایمان پر خاتمہ کر کے قیامت کے دِن بے حساب بخشش فرما کر ہم کو بھی ہماری ماؤں بہنوں، بیٹیوں سب کو جنّت میں داخل فرما دے۔ اے اللہ! اپنی رحمت سے ہمارے گُناہوں کو مُعاف فرما دیجئے۔ اب تک جو نالائقیاں ہوئیں اُن کو مُعاف فرمایئے اور ہم سب کو اللہ والی زندگی عطا فرمایئے، استقامت علی الدین نصیب فرمایئے۔ اس گھر میں برکت نصیب فرمایئے جنہوں نے آپ کی باتوں کو اور رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کو سُنانے کا اِنتظام کیا اور ہمیں بُلایا۔ اے اللہ! بُلانے والے کو بھی قبول فرما، مجھے بھی قبول فرما اور میرا وعظ بھی قبول فرما۔ سُننے والی خواتین اور مستورات جو آئی ہیں اے اللہ! ان کو بھی قبول فرما اور ہم سب کو اپنا پیار، اپنی محبّت نصیب فرما۔

آمین

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ

وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔



مواعظِ حسنہ نمبر ۶۴

نفس کے حملوں سے بچاؤ کے طریقے

تالیف:

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

فیضِ صحبت ابرار یہ دردِ محبت ہے
بہ فیضِ صحبت و شفقت اقدس کی اشاعت ہے
عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

محبت تیرا صدقہ ہے ثمر ہیں تیرے نازوں کے
جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

ضروری تفصیل

نام وعظ : ——— نفس کے حملوں سے بچاؤ کے طریقے

واعظ : ——— عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

جامعِ وعظ : ——— حضرت سید عشرت جمیل ملقب بہ میر صاحب مدظلہم العالی
خادم خاص و خلیفہ مجاز بیعت عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

تاریخ : ——— ۱۰؍ ذیقعدہ ۱۴۱۰ھ مطابق ۴؍ جون ۱۹۹۰ء بروز پیر

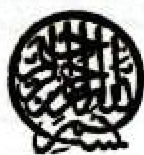
مقام : ——— مسجد اشرف، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشنِ اقبال۔ کراچی

انتساب

احقر
کی جملہ تصنیفات و تالیفات مرشدنا مولانا
محی السنہ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ
اور حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ
اور حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ
کی صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں۔

محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

فہرست



نفس کے حملوں سے بچاؤ کے طریقے

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

❁ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ

❁ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

اِنَّ اَعْدٰی عَدُوِّكَ فِیْ جَنْبَیْكَ

❁ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِكَ

❁ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَیْنِیْ وَبَیْنَ خَطَایَایَ کَمَا بَاعَدْتَّ

بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ

❁ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِیْ بِتَرْكِ الْمَعَاصِیْ

❁ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

اَللّٰهُمَّ لَا تُشْقِنِیْ بِمَعْصِیَتِكَ

نفس کیا چیز ہے، اس کی حقیقت کیا ہے اور نفس ہمارا کتنا بڑا دشمن ہے، آج میں آپ کو نفس کے شر سے بچنے کے لئے کچھ تدابیر بتارہا ہوں، میں نے جو خطبہ پڑھا ہے اس کے اندر عمل کی توفیق کے لئے بھی مضمون ہے۔ ابھی میر صاحب نے آپ کو سنایا کہ علوم کی صورتِ مثالیہ دودھ ہے۔ اس سلسلہ میں اکابر نے لکھا ہے کہ جو شخص خواب میں دیکھے کہ میں تیر رہا ہوں یعنی پانی دیکھے تو یہ بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی معرفت نصیب فرمائیں گے اور اگر دودھ پیتا دیکھے تو اس میں بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو علمِ دین نصیب فرمائیں گے اور لکھا ہے کہ اگر خواب میں ہوا میں اُڑتا دیکھے تو اس کی پرواز اللہ کی طرف تیز ہوگی ان شاء اللہ لیکن یہ چیزیں ضروری نہیں، خواب پر اللہ نے دین کو نہیں رکھا۔ بہت سے خوابوں کی تعبیر الٹی ہوتی ہے مثلاً اگر کسی کی موت دیکھے تو سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ اس کی زندگی میں برکت دیں گے اور موت دیکھنا فنائے نفس کی بھی بشارت ہے کہ اس کا نفس مٹ جائے گا۔ اس لئے تعبیر ہر ایک سے نہیں پوچھنی چاہیئے کیونکہ جو منہ سے نکلتا ہے وہی ہو جاتا ہے۔ اس لئے حدیث پاک میں ہے کہ تعبیر ہمیشہ مخلص، خیر خواہ اور دین کی سمجھ رکھنے والوں سے پوچھو، ہر ایک سے مت کہو۔

ایک شخص نے شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا کہ ان کی ڈاڑھی منڈی ہوئی ہے، ڈاڑھی بالکل ہے ہی نہیں تو وہ بہت پریشان ہوا کہ اتنا بڑا ولی اللہ اور میں نے ایسی خراب حالت میں دیکھا۔ مولانا عاشق الٰہی صاحب بلند شہری (افسوس اب رحمۃ اللہ علیہ ہو گئے جامع) مدینہ شریف میں رہتے ہیں، بڑے علماء میں شمار کیے جاتے ہیں، انہوں نے جب یہ خواب سنا تو تعبیر دی کہ شیخ کے جنتی ہونے

کی بشارت ہے کیونکہ جنّت میں کسی کے ڈاڑھی نہیں ہوگی :

يَدْخُلُ اَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ جُرْدًا مُرْدًا مُكَحَّلِيْنَ اَبْنَاءَ ثَلٰثِيْنَ اَوْ ثَلَاثٍ وَّثَلَاثِيْنَ سَنَةً۔ (ترمذی، ج ۲، ابواب صفۃ الجنّۃ، ص : ۸۱)

یعنی جنّت میں جب وہ داخل ہوں گے مُجَرَّد ہوں گے، ڈاڑھی مونچھ نہیں ہو گی اور مُكَحَّلِيْن ہوں گے، آنکھیں کجلاتی ہوئی ہوں گی یعنی کاجل لگا ہوا ہوگا۔ علّامہ آلوسی اس کی شرح وتفصیل فرماتے ہیں كَعَيْنِ الظَّبْيِ جیسے ہرن کی آنکھ، کسی کی سمجھ میں نہ آئے تو چڑیا خانہ میں ہرن کو جاکر دیکھ لو اور تیس یا تینتیس سال کی عمر رہے گی لیکن اِس زمانہ کے ۳۳ نہیں کیونکہ اِس زمانہ میں تو بعض لوگ ۳۳ ہی میں بوڑھے معلوم ہو رہے ہیں کہ ان کے بال سفید ہو رہے ہیں، بڑھاپے کے آثار ہیں بقول شاعر ؎

طفلی گئی، علامتِ پیری ہوئی عیاں ہم منتظر ہی رہ گئے عہدِ شباب کے

اس لئے علامہ آلوسی تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں کہ اَلْمُرَادُ بِذٰلِكَ كَمَالُ الشَّبَابِ مُراد اس سے نہ تیس ہے نہ تینتیس ہے بلکہ کمالِ شباب مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ جنّت میں کمالِ شباب عطا فرمائیں گے اور ایک ایک جنّتی کو سو۱۰۰ مَردوں کی طاقت عطا فرمائیں گے۔

معترضینِ رسول کو دنداں شکن جواب

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس جنّتی مَردوں کی طاقت عطا فرمائی گئی تھی، چالیس کو سو سے ضرب دیجئے تو چار ہزار ہوئے۔ مشکوٰۃ کی شرح مظاہر حق میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں چار ہزار مَردوں کی طاقت تھی، اس لئے نو۹ بیویوں

میں بھی آپ کے لئے مجاہدہ تھا۔ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شادیوں پر اعتراض کرنے والوں کو دنداں شکن جواب موجود ہے اور آپ نے شادیاں وحی الٰہی سے کیں خاص کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شبیہ مخمل کے کپڑے میں حضرت جبرئیل علیہ السلام لے کر آئے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ آپ ان سے شادی کریں۔ جو نکاح وحی الٰہی سے ہو اس پر شک و شبہات کرنے والوں کا کیا حال ہو گا؟ یہ سب ملاعین ہیں۔ ملاعین ملعون کی جمع ہے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پر قیاس کرتے ہیں ورنہ محدثین نے لکھا ہے کہ نہ صرف حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بلکہ ہر شادی آپ نے اللہ کی رضا کے لئے کی۔ جس خاندان میں آپ نے شادی کی سارے خاندان والے اسلام لے آئے یا اسلام کی مخالفت چھوڑ دی، آپ کا ہر کام دینی مصلحت کی بناء پر تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مناقب

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے تو اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر وحی فرمائی اور ان کی برکت سے قرآن پاک میں کتنی آیتیں نازل ہوئیں، دس آیتیں تو خاص آپ کی براءت میں نازل ہوئیں۔ جن ظالموں نے آپ پر بہتان لگایا تھا اس سے براءت کے لئے اللہ تعالیٰ نے دس آیات نازل کیں لیکن آج بھی ایسے مردود ہیں جو بہتان لگاتے ہیں اور قرآن کو بھی نہیں مانتے اور اللہ کے عذاب کو اپنے اُوپر حلال کرتے ہیں۔

جس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہار گم ہو گیا تھا اور اس کی تلاش میں قافلہ رکنے سے دیر ہو گئی اور نماز کا وقت ہو گیا تو تیمم کی آیت نازل ہوئی۔ تیمم سے نماز پڑھی گئی۔ اس کے بعد جیسے ہی اونٹ اُٹھا تو اس کے نیچے ہار چھپا ہوا تھا

تو صحابہ نے صِدّیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مبارکباد دی کہ اے صدیق اکبر آپ کو مُبارک ہو کہ آپ کے خاندان کی برکت سے قیامت تک کے لِئے تیمّم کا مسئلہ نازل ہُوا۔ یہ معمولی بات نہیں ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بڑا مقام ہے۔ حضُور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دُنیا سے تشریف لے جانے کے بعد آپ دو ہزار دو سو حدیثیں [۲۲۰۰] پڑھایا کرتی تھیں۔ دو ہزار دو سو [۲۲۰۰] حدیثیں ان کی برکت سے اُمت کو ملیں اور ہمیشہ دو سو [۲۰۰] شاگرد ہوتے تھے۔ حج کے زمانے میں آپ کے لِئے خیمہ لگا دیا جاتا تھا۔ اس میں صحابیات اور دیگر خواتین اندر ہوتی تھیں اور مرد باہر ہوتے تھے۔ دو ہزار دو سو [۲۲۰۰] حدیثوں سے اُمت کو آپ کے ذریعہ کتنے مسائل معلوم ہوتے۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مَناقب

حضُور صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے پہلا نِکاح حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہوا۔ حضُور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نِکاح کے وقت حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر چالیس [۴۰] سال تھی اور حضُور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر مبارک پچیس [۲۵] سال تھی۔ پچیس [۲۵] سال کی جوانی میں چالیس سال کی بیوی دی گئی۔ جن سے اللہ تعالیٰ دین کا کام لیتے ہیں ان کو مٹی کے کھلونوں میں زیادہ مشغول نہیں فرماتے ہیں۔ جوانی کے وقت میں چالیس سال کی بیوی دی تو معلوم ہُوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو دین ہی کے لِئے قبول فرمایا تھا اور بعض وقت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب دیکھتی تھیں کہ سیّد الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بہت زیادہ تذکرہ فرماتے ہیں کہ ان کی برکت سے ہمیں اِسلام کی اشاعت میں بہت مدد ملی، ان کے مال سے اِسلام میں مدد ملی۔ وہ بہت سمجھدار

تھیں، جب بھی کوئی پریشانی پیش آتی تو وہ تسلی دیتی تھیں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں اور آپ کو اللہ تعالیٰ ضائع نہیں فرمائیں گے تو ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ آپ ان کا اتنا ذکر کرتے ہیں جن کے جبڑے سُرخ ہو گئے تھے اور وہ معمر ہوگئی تھیں تو اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شاباش نہیں دی بلکہ بہت دردناک لہجہ میں فرمایا کہ اے عائشہ! تم خدیجہ کے رُتبہ کو نہیں جانتیں۔

یہ چند باتیں میں نے پہلے عرض کر دیں، اب عرض کرتا ہوں کہ آج میں نے جو آیت تلاوت کی ہے اور حدیث پیش کی ہے پہلے اس کا ترجمہ سُن لیجئے کیونکہ جب نشر زیادہ ہو جاتا ہے تو لف مشکل ہو جاتا ہے یعنی اگر مضمون پھیل جاتا ہے تو اس کو سمیٹنا مشکل ہو جاتا ہے اس لئے پہلے ان کا ترجمہ کر لوں۔

آیت لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ جملہ اسمیہ سے نازل ہونے کا راز

میں نے جو آیت تلاوت کی اس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

(اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ)

بے شک نفس امارہ بالسوء ہے

یعنی کثیر الامر بالسوء ہے، برائی کا بہت زیادہ حکم کرنے والا ہے اور اِنَّ داخل کر کے جملہ اسمیہ کیوں نازل فرمایا؟ اس لئے کہ عربی قواعد کے لحاظ سے جملہ اسمیہ دوام اور ثبوت پر دلالت کرتا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ نفس جوان ہو یا بڈھا ہو اس سے ہمیشہ، آخری سانس تک ہوشیار رہو، یہ ہمیشہ کثیر الامر بالسوء ہے، ہمیشہ کثرت سے برائیوں کا حکم دیتا رہے گا۔ اس لئے جن لوگوں کے بال سفید ہو گئے اُن کو

پریشان نہ ہونا چاہیے کہ اب بھی ہم کو گناہوں کے وسوسے آتے ہیں اور وہ مایوس ہونے لگتے ہیں کہ کب تک یہ کمبخت ہم کو پریشان کرے گا۔ جُملہ اسمیہ سے دوام پر دلالت کر کے اللہ تعالیٰ نے نفس کی فِطرت بیان کر دی ہے کہ یہ ہمیشہ کثیرالامر بالسوء رہے گا، برائیوں کی طرف تقاضا کرے گا۔

نفس کے خلاف جہاد کا طریقہ

لیکن تقاضوں سے نہ گھبرانا، تقاضوں سے کچھ نہیں ہوتا جب تک تم ان تقاضوں پر عمل نہ کرو، لہٰذا اس کے حرام تقاضوں پر عمل نہ کرنا۔ اگر روزہ ہے اور آپ کا سو مرتبہ پانی پینے کو دِل چاہا، شدید تقاضا ہوا لیکن آپ نے پیا نہیں تو بتایئے آپ کا روزہ ہے یا نہیں؟ لہٰذا جس طرح پیاس کا تقاضا ہونے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اسی طرح بُرے تقاضوں سے تقویٰ نہیں ٹوٹتا جب تک ان تقاضوں پر عمل نہ کیا جائے۔ جس کو روزہ میں سو مرتبہ پانی پینے کا تقاضا ہوا اور اس نے نہیں پیا تو اس کے روزے کا اجر زیادہ ہو جائے گا۔ ایسے ہی ہزار مرتبہ دِل میں گُناہ کا تقاضا ہو مثلاً بدنظری کا یا کسی اور گُناہ کا تو اس سے اجر اور بڑھتا ہے اور تقاضے سے تقویٰ نہیں ٹوٹتا جب تک کہ اس پر عمل نہیں کیا جاتے۔

حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے کیا عُمدہ مثال دی کہ تقویٰ سے رہنا اِتنا ہی آسان ہے جتنا با وضو رہنا آسان ہے۔ وضو میں کیا ہوتا ہے؟ اگر وضو ٹوٹ گیا تو آپ دوبارہ وضو کر لیتے ہیں، اسی طرح اگر تقویٰ ٹوٹ جائے تو توبہ کر کے دوبارہ تقویٰ کے لئے کمر باندھ لیجئے کہ یا اللہ! مجھ سے نالائقی ہوئی، آئندہ آپ کو ناراض نہیں کروں گا اور گناہ سے پہلے نفس سے پوری لڑائی

لڑیئے، پورا مقابلہ کیجئے، جہاد کا حق اَدا کیجئے' یہ نہیں کہ نفس کان پکڑ کر تمھیں گدھے کی طرح جدھر چاہے لے جارہا ہے اور تم پیچھے پیچھے چلے جارہے ہو۔ جو شخص نفس سے جہاد نہیں کرتا وہ مُجرم ہے۔ اس سے مؤاخذہ ہوگا کہ تم نے گُناہ سے پہلے نفس سے لڑائی کیوں نہیں کی۔ ایک ہے گٹر میں گرنا، ایک ہے اپنے کو گٹر میں گرانا، ایک ہے پھسلنا، ایک ہے پھسلانا، ایک ہے گُناہ ہو جانا اور ایک ہے جان بُوجھ کر گُناہ کرنا، دونوں میں فرق ہے۔

نفس کا اژدھا اور اسبابِ معصیت

کل مَیں نے دو شعر نفس کی خصلت پر عرض کیے تھے۔

پہلا شعر یہ ہے ؎

بھروسہ کچھ نہیں اس نفس امارہ کا اے زاہد
فرشتہ بھی یہ ہو جائے تو اس سے بدگماں رہنا

یعنی نفس پر اعتماد مت کرو، یہ اپنی فطرت کے اعتبار سے بچھو کے ڈنک اور کُتّے کی دُم کی طرح ہے۔ ایک شخص نے دس سال تک کُتّے کی دُم کو نلکی میں ڈال کر رکھا اور تیل بھی لگادیا کہ گرمی سے سیدھی ہو جائے گی لیکن دس سال کے بعد جب نکالا تو ٹیڑھی ہی تھی یہی حال نفس کا ہے لیکن تقویٰ اس کے بُرے تقاضوں ہی سے پیدا ہوتا ہے۔ یہ بُرے تقاضے اللہ نے ہمیں میٹریل اور اجزاء دیئے ہیں تعمیرِ تقویٰ کے لِئے۔ جب نفس میں بُرے تقاضے پیدا ہوں آپ ان سے جہاد کریں یعنی ان پر عمل نہ کریں' اسی کا نام تقویٰ ہے۔ تقویٰ یہ نہیں ہے کہ بُرائی کا خیال ہی نہ آئے اور ہیجڑا و مخنث ہو جائے' خوب سمجھ لیجئے! اللہ نے کافور کی گولیاں کھانے کا حکم نہیں دیا۔

بعض حضراتِ صحابہ نے درخواست کی کہ ہماری شادی نہیں ہوئی اور ہم مالی لحاظ سے کمزور بھی ہیں، لہٰذا ہمیں خصی ہوجانے کی اجازت دیجئے کہ ہم اپنے کو نامرد کردیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اجازت نہیں دی کیونکہ یہ تو جہاد سے بھاگنا ہوا۔ مخنث ہونا کوئی کمال نہیں، اچھا بھائی آپ لوگ مخنث سمجھتے ہیں ؟ ہیجڑوں کو مخنث کہتے ہیں۔ اس پر ایک لطیفہ یاد آیا، غور سے سن لو۔

غنیمت جان لو مِل بیٹھنے کو
مبادا پھر یہ وقت آئے نہ آئے

جو سانس زندگی کی ہے اس کو غنیمت سمجھ لو پھر یہ باتیں کان میں پڑیں یا نہ پڑیں۔ بزرگوں کی بات اختر سنا رہا ہے، میری حقیقت کو نہ دیکھئے، نلکے کو مت دیکھئے، اس میں پانی کہاں سے آرہا ہے اس پر غور کیجئے۔

اب لطیفہ سُن لیجئے! حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص کو بہت اونچے پیمانہ کی، بلند پایہ اُردو بولنے کا شوق تھا اور تھا دیہاتی۔ وہ شہر گیا اور دو مولویوں کو سُنا کہ آپس میں ملاقات کے بعد جاتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اچھا اب میں مُرَخَّص ہورہا ہوں۔ راء، خاء، صاد اس کا مادّہ ہے یعنی رخصت ہورہا ہوں تو اس دیہاتی نے سوچا کہ آج تو بڑا شاندار لفظ مِل گیا بس اپنے گاؤں جاکر میں بھی رُعب جماتا ہوں۔ گاؤں میں بیچارا ایک دیہاتی مولوی تھا۔ اس نے سوچا کہ اس کو تو پتہ ہی نہیں ہوگا، لہٰذا اپنی قابلیت کا سکّہ جماؤں گا۔ خالی مرخص بولنے کے لئے مولوی صاحب سے مُلاقات کے لئے گیا کہ وہاں یہ لفظ بولوں گا تو گاؤں میں میرا رُعب جمے گا اور سارے گاؤں والے میرے معتقد ہوجائیں گے کہ یہ تو بہت

ہی قابل آدمی ہے، اُردو کا ادیب ہے، پی ایچ ڈی اور ماسٹر ہے اُردو ادب کا۔ وہ مولوی صاحب سے مُصافحہ کر کے کچھ باتیں کرتا رہا لیکن اس کا مقصد وہ لفظ بولنا تھا۔ اس لئے جلدی سے واپس ہونے لگا لیکن جب وہ لفظ بولنا چاہا تو بھول گیا کہ کیا لفظ تھا، بہت غور کیا، ٹوپی اُتار کر سر کھجلایا، آخر میں کہنے لگا کہ اچھا اب میں مخنث ہو رہا ہوں، مرخص تو یاد نہیں آیا تو سمجھا کہ شاید مخنث ہی صحیح ہو تو جب اس نے کہا کہ اب میں مخنث ہو رہا ہوں تو مولوی صاحب نے کہا کہ بھائی آپ کو اختیار ہے، مَیں آپ کو کیسے روک سکتا ہوں۔ یہ لطیفہ ہمارے اکابر کا ہے اور اکابر کے طریقے پر اس کو پیش کر دیا۔ آدمی ذرا سا ہنس لیتا ہے تو دماغ حاضر ہو جاتا ہے، طبیعت میں نشاط پیدا ہو جاتا ہے، انشراحِ قلب نصیب ہو جاتا ہے۔

دوسرا شعر حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ کا نفس کی خاصیت پر ہے۔

نفس کا اژدھا دِلا دیکھ ابھی مَرا نہیں
غافل اِدھر ہوا نہیں اس نے اُدھر ڈسا نہیں

اب اس پر مَیں نے پہلے قِصہ بیان کیا تھا کہ ایک گاؤں والا ایک پہاڑ پر گیا تو دیکھا کہ ایک اژدھا بالکل مُردہ پڑا ہوا ہے حالانکہ تھا زندہ لیکن ٹھنڈک سے وہ مُردہ سا ہو گیا تھا، وہ سمجھا کہ یہ مر چکا ہے، لہٰذا اس کو ایک فرلانگ گھسیٹ کر گاؤں لے آیا۔ لوگ جمع ہو گئے تو اس نے فوراً اپنے کمالات کا اظہار شروع کر دیا کہ دیکھو مجھ جیسا ماہرِ فن کوئی ہے، کتنا بڑا اژدھا میں پہاڑ پر سے شکار کر کے لایا ہوں، اتنے زہریلے اژدہے کو مَیں نے مارا ہے، اتنے میں سُورج نکل آیا اور گرمی پہنچی تو اژدہے نے حرکت شروع کر دی تو سب سے پہلے یہی ماہرِ فن وہاں سے بھاگے۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نفس اگر خانقاہوں میں یا اللہ کے ذکر کے غلبہ سے یا بیتُ اللہ اور روضۂ مبارک پر بالکل بے شر، بے ضرر معلوم ہو کہ گناہ کا ذرا بھی وسوسہ نہ آئے تو بھی مطمئن نہ ہو کیونکہ اگر اسبابِ معصیت قریب ہوں گے تو اس میں کسی بھی وقت گرمی آجائے گی۔ اسی لئے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گناہوں کے اور اپنے درمیان مشرق اور مغرب کا فاصلہ مانگا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اَللّٰھُمَّ بَاعِدْ بَیْنِیْ وَبَیْنَ خَطَایَایَ کَمَا بَاعَدْتَّ بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ

"اے اللہ مجھ میں اور میری خطاؤں میں مشرق اور مغرب کا فاصلہ کردے۔"

جو شخص گناہوں کے اسباب کو قریب کرے گا، اس کا کیا حال ہوگا، کیا یہ نافرمانی ہے یا نہیں؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مذاقِ نبوت کی خلاف ورزی ہے یا نہیں؟ اب جو شخص کسی امرد سے باتیں کرتا ہے، حرام لذت کو درآمد کرتا ہے، ان لڑکوں سے جن کی ڈاڑھی مونچھ نہیں یا ان لڑکیوں سے جو تعویذ لینے آتی ہیں کہ مولوی صاحب ذرا میرے بچے کو دم تو کردینا تو اس وقت اپنی آنکھوں کو بچاؤ، آنکھ بند کر کے دم کرو۔ اوّل تو عورتوں کو بالکل منع کردو کہ دم تعویذ کے لئے نہ آئیں، مردوں کو بھیجیں، عورتوں پر دم کرنا زبردست فتنہ ہے لیکن اگر کبھی مجبوراً دم کرنا پڑے تو دم میں آنکھ کھولنے کی ضرورت نہیں ہے، کیوں صاحب کیا دم میں آنکھ کی ضرورت ہے؟ ارے آنکھ بند کر کے "چھو" کردو، دم میں آنکھ کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے جلووں کو سامنے رکھو، اصغر گونڈوی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر یاد آگیا ؎

ترے جلووں کے آگے ہمتِ شرح و بیاں رکھ دی
زبانِ بے نگہ رکھ دی نگاہِ بے زباں رکھ دی

بے زبانیِ عشق کا فیض

میرا ایک شعر ابھی تازہ ہوا ہے، تازہ جلیبی گرم ہوتی ہے، مزیدار ہوتی ہے۔ کبھی اللہ کے عاشق خاموش ہو جاتے ہیں تو یہ نہ سمجھو کہ ہمیں ان سے کچھ نہیں ملے گا، جب وہ خاموش ہو جائیں اللہ کے حکم سے یا غلبۂ حال سے تو سمجھ لو کہ ان کے بال بال زبان بن گئے۔ یہ اس فقیر کا شعر ہے

عِشق جب بے زبان ہوتا ہے　　رشکِ صدہا بیان ہوتا ہے

جب اللہ کے عاشقوں کی زبان خاموش ہو جاتی ہے تب بھی ان کے روحانی فیض کا یہ عالم ہوتا ہے کہ سینکڑوں زبانیں اس پر رشک کرتی ہیں۔

خرد ہے محوِ حیرت اس زبان سے　　بیاں کرتی ہے جو آہ و فغاں سے

لُغت تعبیر کرتی ہے معانی　　محبت دِل کی کہتی ہے کہانی

کہاں پاؤ گے صدرا بازغہ میں　　نہاں جو غم ہے دِل کے حاشیہ میں

یہ دولت دردِ اہلِ دِل کی اخترؔ
خُدا بخشے جسے اُس کا مقدّر

قسمت والوں کو اللہ کی محبّت کا درد ملتا ہے، چاند اور سُورج کا خالق جس دِل میں آئے گا اس کے دِل کا کیا عالم ہو گا۔

ارے یارو جو خالق ہو شکر کا　　جمالِ شمس کا، نورِ قمر کا

نہ لذّت پُوچھ پھر ذِکر خُدا کی　　حلاوت نامِ پاکِ کبریا کی

قُربِ حق تعالیٰ کی بے مثال لذّت

جِس نے چاند سُورج کو روشنی کی بھیک دی ہو جب وہ دِل میں آئے گا تو کتنے آفتاب آئیں گے، جِس کے دِل میں خُدا آتا ہے، بے شمار آفتاب لاتا ہے اور بے شمار

لیلائیں لاتا ہے کیونکہ وہ خالقِ لیلیٰ ہے، جس کے دِل میں خالقِ لیلیٰ آتا ہے تو لیلائیں اس کے سامنے کیا بیچتی ہیں۔ ارے! لیلیٰ کیا دونوں عالم کے مزے اس کے سامنے ہیچ ہیں۔ میرا شعر ہے ؎

وہ شاہِ دوجہاں جس دِل میں آئے
مزے دونوں جہاں سے بڑھ کے پائے

راہِ حق کا سب سے بڑا حجاب

مگر رُخ تو اللہ کی طرف کرو، قبلہ تو درست کرو، ظالمو! تم تو اُدھر دیکھ رہے ہو، اللہ سے مُنہ پھیرے ہوئے ہو۔ تمہارے دِل اللہ کے سامنے نہیں ہیں، دِل حسینوں کی طرف ہیں اور پیٹھ اللہ کی طرف ہے۔ جس وقت بدنظری میں کوئی مُبتلا ہوتا ہے تو پیٹھ اللہ کی طرف اور چہرہ حسینوں کی طرف ہوتا ہے۔ یہ بدنظری کا وبال اور عذاب ہے کہ بعض لوگ کولہو کے بیل کی طرح وہیں کے وہیں ہیں۔ اگرچہ زمانہ ہوگیا راہِ سلوک میں لیکن آج تک نسبت کا وہ مقام نصیب نہیں ہوا جیسا ہونا چاہیئے تھا۔ جیسے ایک آدمی کے گھر میں رات کو چور آگیا، مولانا رومی رحمۃُ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آدمی نے چقماق پتھر سے ذراسی روشنی جلائی لیکن چور بڑا شاطر تھا، جیسے ہی وہ آدمی چقماق پتھر سے روشنی جلاتا چور وہیں انگلی رکھ دیتا تھا اور روشنی بُجھ جاتی تھی، یہی حال بدنظری کرنے والوں کا ہے کہ ذراسا نور پیدا ہوا، کُچھ اشک بار آنکھوں سے دُعا کی توفیق ہوئی، کچھ ذکر کی توفیق ہوئی لیکن اس کے بعد پھر بدنظری کرلی، غیبت کرلی یا کوئی اور گُناہ کرلیا اور سارا نور ضائع کر دیا۔ شیطان چاہتا ہے کہ اس کا نور تمام نہ ہونے پائے رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا کا مقام اسے نہ ملے، اس کا نور تمام نہ ہو، بس گُناہ کرا کے اس کا نور بجھادو۔

ایمان کی بجلی کے منفی اور مثبت تار

إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوْءِ
کا ترجمہ ہے کہ نفس امارہ بالسوء ہے

یعنی کثیر الامر بالسوء ہے اور جملہ اسمیہ سے کیوں بیان فرمایا؟ تاکہ مرتے دم تک تم نفس سے بے خبر نہ رہو۔ جملہ اسمیہ دوام پر دلالت کرتا ہے یعنی نفس شہوت کے بُرے بُرے تقاضوں سے پریشان رکھے گا، یہ کش کرتا رہے گا آپ مکش رہئے، اِسی کشمکش کے لئے اللہ نے دُنیا میں بھیجا ہے کہ چند دِن کشمکش میں رہو، اس کشمکش سے ایک نور پیدا ہوگا۔ دُنیا میں پلس اور مائنس دوتاروں سے بجلی پیدا ہوتی ہے۔ تمھارے قلب میں ایمان کی بجلی، ایمان کی تجلّی، ایمان کے چراغ روشن کرنے کے لئے تمھارے نفس میں جو بُرے بُرے تقاضے پیدا کیے ہیں وہ پلس تار ہے یعنی تمھیں کھینچتے ہیں مگر تم مائنس رہو یعنی تم اُن کی نفی کرتے رہو لا الٰہ سے، یہ لا الٰہ مائنس کا تار ہے جس سے تم ان باطل خداؤں کو دِل سے نِکالو جن کے جسم سے پیشاب پاخانہ نکلتا ہے اور اگر یہ مرجائیں تو تم ان کو دیکھ نہیں سکتے بلکہ مرے بھی نہیں صرف بوڑھا ہو جائے تو جیتے جی دُنیا میں ہی ایسی شکل بگڑ جاتی ہے کہ حسین سے حسین باگڑ بلا معلوم ہوتا ہے، پہچاننا مشکل ہو جاتا ہے اور عاشق صاحب کو پوچھنا پڑتا ہے کہ جناب کی تعریف؟ اَب وہ عاشق صاحب کے چہرہ پر جھاڑو مارے گا کہ آپ تو مجھے مرنڈا پلاتے تھے اور انڈا کھلاتے تھے اور رات دِن مُجھ کو دیکھتے تھے، اَب صُورت بگڑ گئی تو پُوچھتے ہیں جناب کی تعریف؟

اِدھر جغرافیہ بدلا اُدھر تاریخ بھی بدلی
نہ اُن کی ہسٹری باقی نہ تیری مسٹری باقی

پہلے میں میری ہسٹری کہتا تھا لیکن مَیں نے سوچا کہ میری کیوں کہوں، تیری کہوں، جن کی

ہسٹری ہے اُن کو خطاب کروں۔

کلام اللہ کا اعجازِ بلاغت

اچھا اس کے بعد سوال ہے کہ بالسوء پر الف لام کیوں داخل کیا؟ علامہ آلوسی تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں کہ یہ الف لام جنس کا ہے اور جنس وہ کُلّی ہے جو انواعِ مختلف الحقائق پر مشتمل ہوتی ہے یعنی گُناہوں کی جتنی قسمیں ہیں وہ سب اس الف لام میں داخل ہیں یعنی جس وقت قرآن نازل ہو رہا تھا اس وقت بھی گُناہوں کی جتنی قسمیں تھیں اور قیامت تک جتنی قسمیں گناہوں کی پیدا ہوں گی وہ سب الف لام میں داخل ہیں، یعنی نفس تم کو ہر برائی کا حکم کرتا رہے گا، موجودہ جتنے گناہ ہیں اور آئندہ جو ہوں گے ان سب کا تمہیں تقاضا کرتا رہے گا، یہ الف لام جنس کا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کلام کی بلاغت دیکھو، کیا شان ہے اس کی! جب قرآن نازل ہو رہا تھا اس وقت ریڈیو، آڈیو کہاں تھے، ویڈیو اور فلمیں نہیں تھیں، سینما نہیں تھے، اِتنے نئے نئے گُناہ نہیں تھے لیکن اللہ تعالیٰ کی کیا شان ہے کہ الف لام جنس کا داخل کیا جس سے معلوم ہوا کہ اللہ کا کلام ہے جس میں ایسی بلاغت ہے کہ قیامت تک گناہوں کی جتنی بھی نئی نئی صورتیں ایجاد ہوں گی اور جتنے بھی انواع و اقسام پیدا ہوں گے یہ الف لام سب کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ مگر وہ لوگ جن پر اللہ کی رحمت کا سایہ ہو وہی نفس کے شر سے محفوظ رہیں گے۔ یہ آیت بھی نازل کی تاکہ معلوم ہو کہ ہر وقت یہ رحمت نہیں رہ سکتی اس کے لیے گڑگڑا کر مانگنا پڑے گا۔ اس آیت میں "ما" کیا ہے؟ یہ ظرفیہ، زمانیہ، مصدریہ ہے تو اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ کا ترجمہ ہوا اَیْ فِیْ وَقْتِ رَحْمَۃِ رَبِّیْ یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت اس وقت تک رہے

گی جب تک تم اللہ کی رحمت کے سائے میں رہو گے۔ "فِیْ" سے ظرفیہ بن گیا اور وقت سے زمانیہ بن گیا اور رَحِمَ ماضی رحمت سے مصدر بن گیا یعنی جب تک اللہ کی رحمت کا سایہ رہے گا اس وقت تک تم بچے رہو گے، اس عنوان سے کیا نصیحت ہوئی کہ کسی شخص کو یہ ناز نہیں ہونا چاہیئے، اس لیے مَنْ نازل نہیں فرمایا جس کا ترجمہ ہوتا کہ "مگر وہ لوگ" یعنی جن لوگوں پر اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے وہ گناہوں سے بچتے ہیں، مَنْ نازل نہیں کیا، مَا نازل کیا، جس کا ترجمہ ہوا کہ جب اللہ کی رحمت نازل ہو اسی وقت لوگ گناہوں سے بچ سکتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ وقت بدلتا رہتا ہے، کسی وقت ہوگی کسی وقت نہیں ہوگی اور کسی وقت تمہارے دِل کے حالات بدل سکتے ہیں۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اپنی اُمت پر شانِ رحمت

لہٰذا اس رحمت کو ہر وقت لینے کے لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں تعلیمات دیں کہ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ میں جب تک رہو گے گناہ سے بچے رہو گے، نفس کے شر سے بچے رہو گے، کیونکہ یہ استثنیٰ اللہ تعالیٰ کا ہے، لیکن یہ رحمت ہر وقت کیسے ملے گی؟ اس کے اسباب اللہ تعالیٰ کے رسول رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُمت کو بتا دیئے ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اُمت کی اِتنی فکر تھی کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کیا آپ اپنی اُمت کے غم میں اپنے کو ہلاک کر دیں گے؟ اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہم سے کتنی محبت ہے تو اللہ کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس رحمت کے سایہ میں رہنے کے لیے کہ نفس کے شر سے ہماری اُمت بچی رہے، چند دعائیں سکھائی ہیں، ان میں بھی علومِ نبوت کا کلامِ اللہ سے رابطہ ظاہر ہوتا ہے۔ جیسے میں نے عرض کیا تھا

کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کی والدہ حضرت اُمِّ سُلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی درخواست پر آپ نے چار دُعائیں دی تھیں، اُس وقت حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر دس سال تھی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ دُعائیں بھی قرآن پاک کے اسلوب کے مطابق تھیں۔ وہ دُعائیں یہ ہیں:

(۱) اَللّٰھُمَّ بَارِكْ فِیْ مَالِہٖ (۲) وَوَلَدِہٖ

(۳) وَاَطِلْ عُمْرَہٗ (۴) وَاغْفِرْ ذَنْبَہٗ

تو مال کو مقدم کیا اللہ کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یعنی اے اللہ! انس کے مال میں برکت دے اور اس کی اولاد میں برکت دے اور اس کی عمر زیادہ کر دے اور اس کے گناہوں کو معاف کر دے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مال کو دُعا کو مقدم کیوں کیا؟ تاکہ اولاد کی وجہ سے گھبراہٹ نہ ہو کیونکہ اگر مال نہ ہوگا تو اولاد کو بوجھ سمجھے گا اور سوچے گا کہ کہاں سے کھلاؤں گا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے بھی پہلے مال کو بیان کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اپنے رب سے مغفرت مانگو، اِنَّہٗ كَانَ غَفَّارًا وہ بہت معاف کرنے والا ہے، یُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْكُمْ مِّدْرَارًا وہ آسمانوں سے تم پر بارش کر دے گا، وَیُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِیْنَ اور تم کو مال دے گا اور اولاد دے گا، تو مال کو پہلے اور اولاد کو بعد میں بیان کیا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پورے کلام اللہ کی تفسیر ہیں، آپ کا جو بھی ارشاد ہے کسی نہ کسی آیت سے اس کا تعلق ہے، چنانچہ حضرت انس کو جو آپ نے دُعا دی اس میں اسلوب قرآن کے مطابق مال کو مقدم کیا۔ سُبحان اللہ! یہی آپ کے رسول ہونے کی بہت بڑی دلیل ہے علومِ نبوت خود دلیلِ نبوت ہیں۔

سایۂ رحمت دلانے والی دُعائیں جیسے آیت اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ ط

میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی رحمت کا سایہ ہوگا، بندہ نفس کے شر سے محفوظ رہے گا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فکر ہوئی کہ میری اُمت ہر وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سایہ میں رہے اس لئے آپ نے بہت سی دُعائیں سکھائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اس رحمت کے حصول کے لیے ایک دُعا قرآن پاک میں نازل فرمائی ہے۔ پہلے میں کلام اللہ پیش کرتا ہوں رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ اے ہمارے رب! ہمارے دِل کو ٹیڑھا نہ ہونے دیجئے یعنی ہمیں نفس کا غلام نہ بننے دیجئے، بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا بعد اس کے کہ آپ نے ہم کو ہدایت کی نعمت سے نوازا ہے وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اور ہم کو ہبہ کر دیجئے وہ رحمت۔ کون سی رحمت؟ یہاں رحمت سے مُراد اِلَّا مَا رَحِمَ والی رحمت ہے۔

مُفسرین نے لکھا ہے کہ اس رحمت سے مُراد استقامت علی الدین اور نفس کے شر سے حفاظت ہے۔ سُبحان اللہ! اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے دستگیری فرمائی کہ میرے بندے اِلَّا مَا رَحِمَ والی رحمت کیسے پائیں گے جس سے نفس کے شر سے بچیں رہیں گے۔ اس کے لئے یہ آیت نازل کر دی کہ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا کہ گڑگڑا کر یہ دُعا مانگتے رہو۔

دُعا میں تضرع اور آہ وزاری کا ثبوت

آپ کہیں گے کہ گڑگڑانا کہاں سے ثابت ہے؟ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً اپنے رب سے خفیہ گڑگڑا کر مانگو، یہ آہ وزاری مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے ہی بیان نہیں کر دی، لوگ اس کو خالی تصوّف سمجھتے ہیں،

حالانکہ سارا تصوف قرآن پاک و حدیث پاک سے لیا گیا ہے۔ بتاؤ! آہ و زاری کرنا قرآنِ پاک سے ثابت ہے یا نہیں؟ اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْیَۃً اپنے رب سے گڑگڑا کر مانگو اور چپکے چپکے مانگو، لہٰذا گڑگڑانا بھی خالی تصوف سے نہیں، قرآن پاک سے مستدل، مقتبس اور مدلل ہے۔ لہٰذا مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب تک آہ و زاری نصیب نہیں ہوگی، اللہ کی یاری نصیب نہیں ہوگی، لہٰذا اس خالقِ باری کے عبدالباری لوگو سُن لو کہ ہم سب عبدالباری ہیں، اس خالق اور باری تعالیٰ شانہ کی یاری ہمیں کب نصیب ہوگی؟ جب ہم گڑگڑانا سیکھ لیں، رونا سیکھ لیں۔

گریہ و زاری کی برکات

کل میں نے ایک قصہ سُنایا تھا کہ ایک بزرگ مقروض ہوگئے۔ سارے قرض خواہ ان کو گھیرے ہوئے تھے اور وہ چادر سے مُنہ چھپائے ہوئے لیٹے تھے، ان کے پاس تھا ہی نہیں کہ دیتے، تھوڑی دیر بعد ایک بچہ آیا، وہ حلوہ فروش تھا۔

جب حلوہ بیچنے والا بچہ آیا تو بڑے میاں نے منہ کھول کر کہا کہ سب لوگ حلوہ کھالو، سارا حلوہ خرید لیا، اب بچہ نے کہا کہ مولانا صاحب پیسہ؟ تو پھر سے چادر اوڑھ کر مُنہ لپیٹ لیا اور دل ہی دِل میں رونے لگے کہ یا اللہ اب کیا ہوگا؟ اب آپ ہی میری مدد فرمایئے۔ جب زیادہ دیر ہوگئی تو بچہ نے چلّانا شروع کر دیا کہ ہائے مولانا یہ کیا کر رہے ہیں، آپ نے چادر اوڑھ لی، اب ہمارا ابا بہت ڈنڈا لگائے گا وہ پیسہ مانگے گا، حساب لے گا۔ جب اس نے چلّانا شروع کر دیا تو ان میں اللہ تعالیٰ نے غیب سے ایک شخص کو بھیجا۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہر ایک کا قرضہ اور اس کا نام الگ الگ پڑیا میں بندھا ہوا تھا اور حلوہ بیچنے والے کا پیسہ الگ تھا۔

اُنھوں نے اُٹھ کر کے سب کو دے دیا اور کہا جلدی بھاگ جاؤ۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ اے خدا! یہ فضل و مہربانی تو اس سے پہلے بھی آپ کرنے پر قادر تھے جب یہ سب لوگ ہم کو گھیرے ہوتے تھے اور دل کشمکش میں اوپر نیچے ہو رہا تھا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی، میرے بندے تیری مجلس میں کوئی رونے والا نہیں تھا، ہمیں رونے کا انتظار تھا، معلوم ہوا کہ جب تک کوئی روتا نہیں، اس پر اللہ کا فضل نہیں ہوتا۔ مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

تا نہ گرید کودکے حلوہ فروش　　　رحمت حق ہم نمی آید بجوش

جب تک حلوہ فروش کا بچہ نہیں روتا رحمتِ حق جوش میں نہیں آتی۔

مفتی اعظم پاکستان مُفتی شفیع صاحب رحمۃُ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت مولانا اصغر میاں جی رحمۃُ اللہ علیہ کے پاس کوئی بچّہ لے کر آیا کہ حضرت یہ بہت روتا ہے۔ حضرت میاں صاحب مُفتی شفیع صاحب رحمۃُ اللہ علیہ کے اُستاد تھے اور اکابر اولیاء اللہ میں شمار ہوتے تھے، اُنھوں نے فرمایا کہ ارے بھائی! رونا تو ہم بڑوں کو چاہیے تھا، جب ہم بڑے نہیں روتے اور تم بچّوں کے نہ رونے کے لئے تعویذ لینے آئے تو اللہ کی رحمت کیسے نازل ہوگی۔

موردِ رحمت چار قسم کے افراد

حدیث پاک میں ہے لَوْلَا رِجَالٌ خُشَّعٌ اگر خشوع کرنے والے مرد نہ ہوتے وَشُیُوْخٌ رُکَّعٌ اور کمر جھکے ہوئے بوڑھے نہ ہوتے وَاَطْفَالٌ رُضَّعٌ اور دُودھ پیتے بچے نہ ہوتے وَبَھَائِمُ رُتَّعٌ اور بے زبان جانور نہ ہوتے لَصُبِبْنَا عَلَیْکُمُ الْعَذَابَ صَبًّا تو تمھارے اوپر بارش کی طرح عذاب نازل

ہو جاتا (قرطبی ج ۲ ص ۱۱۶) معلوم ہوا کہ چار قسم کی مخلوق کی وجہ سے ہم لوگ عذابِ الٰہی سے بچے ہوتے ہیں نمبر ایک رِجالٌ خُشَّعٌ ڈرنے والے مردِ خدا، دودھ پیتے بچے جس کو اَطْفَالٌ رُضَّعٌ کہا گیا ہے، نمبر تین بڑے بوڑھے جنہیں شُیُوخٌ رُکَّعٌ کہتے ہیں نمبر چار بے زبان جانور جن کو بَھَائِمُ رُتَّعٌ کہتے ہیں۔ آج دیکھو لاکھوں مرغیاں جلا دی گئیں، بے گناہ مخلوق کو زندہ جلا دیا گیا، اللہ تعالیٰ ان بے گناہوں مظلوموں کی آہ سن لے اور ہم پر کوئی ایسا حاکم بنا دے جس سے پورے ملک میں امن و امان قائم ہو جائے، علمِ الٰہی میں جس کا نظم و انتظام و صلاحیت ہمارے لیے خیر ہو، آپ بہتر جانتے ہیں، ہم تو آپ سے مانگتے ہیں، اپنی ذات پر بھروسہ مت کرو، ہم جن کو اچھا سمجھتے ہیں دم اٹھاؤ تو مادہ نظر آتی ہے۔

ہر کہ او دُم برداشتہ مادہ نظر می آید

اِس لیے عرض کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے رجوع کرو، اپنے علم پر ناز مت کرو۔ اللہ تعالیٰ کے حوالے کرو کہ اے خدا اپنے علم کے اعتبار سے ہماری خیر و بہتری کے لیے عالمِ غیب سے اسباب پیدا فرما۔

آیت رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا کا ترجمہ و تفسیر

حضرت تھانوی نے وعظ محاسنِ اسلام میں لکھا ہے کہ جو ایمان پر قائم رہنا چاہتا ہے تو وہ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ کو کثرت سے پڑھے، حسنِ خاتمہ کے لیے اکسیر ہے حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بیان القرآن میں اس کی تفسیر فرماتے ہیں کہ اے ہمارے

پروردگار ہمارے دِلوں کو کج نہ کیجئے بعد اس کے کہ آپ ہم کو (حق کی طرف) ہدایت کر چکے ہیں اور ہم کو اپنے پاس سے رحمت (خاصہ) عطا فرمائیے (وہ رحمت یہ ہے کہ راہ مُستقیم پر ہم قائم رہیں) بلاشُبہ آپ بڑے عطا فرمانے والے ہیں۔

تفسیر روح المعانی میں ہے کہ یہاں رحمة سے رحمت خاصہ مُراد ہے یعنی دین پر استقامت کی توفیق۔ اَلْمُرَادُ بِالرَّحْمَةِ الْاِنْعَامُ الْمَخْصُوْصُ وَهُوَ التَّوْفِیْقُ لِلثَّبَاتِ عَلَی الْحَقِّ۔ (روح جلد ۳ ص ۹۰)

اور اس رحمتِ خاصہ کو ہبہ سے مانگنے کو کیوں فرمایا؟ وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اور ہبہ کر دیجئے ہم کو رحمت۔ سوال ہوتا ہے کہ یہاں ہبہ کا لفظ کیوں لایا گیا؟ تاکہ معلوم ہو جائے کہ ہمارے کسی عمل کا انعام اتنا عظیم الشان نہیں کہ جس سے حُسنِ خاتمہ مقدر ہو جائے کیونکہ ہمارا عمل محدود اور دین پر استقامت کی یہ نعمت جس کو حُسنِ خاتمہ لازم ہے یہ وہ عظیمُ الشّان اور غیر محدود انعام ہے جو جہنم سے نجات اور دائمی جنت عطا ہونے کا ذریعہ ہے، یہ ہماری محدود زندگی کی محدود ریاضات کا صِلہ ہرگز نہیں ہوسکتا تھا اس لئے حق تعالیٰ نے بندوں کو اِس حقیقت سے مطلع فرمایا کہ خبردار اس استقامت اور حُسنِ خاتمہ کو اپنے کسی عمل کا معاوضہ ہرگز تصوّر نہ کرنا کیونکہ تُمھارے محدود عمل کا معاوضہ غیر محدود کیسے ہوسکتا ہے؟ مثلاً اگر تم نے اَسّی ۸۰ برس عبادت کی تو اَسّی برس کی عبادت کا صلہ اَسّی ۸۰ برس تک جنّت میں قیام ہوسکتا تھا لیکن محدود عمل پر غیر فانی حیات کے ساتھ جنّت کا عطا ہونا یہ ہرگز تُمھارے کسی عمل کا مُعاوضہ نہیں ہوسکتا، محدود عمل پر غیر محدود انعام یہ محض عطاءِ حق اور ان کا بے پایاں کرم ہے، لہٰذا لفظ ہبہ سے درخواست کرو کیونکہ ہبہ یعنی بخشش بلا مُعاوضہ ہوتی ہے اور بخشش کرنے والا اپنے غیر متناہی کرم

سے جو چاہے عطا فرما دے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ہبہ یعنی بخشش کے لفظ سے منگوایا تاکہ معلوم ہو جائے کہ تمہاری عبادات اِس قابل نہیں کہ ہماری عظمت کا حق ادا کرسکیں اس لیے تمہاری کوئی عبادت اس قابل نہیں جس کا ہم معاوضہ ادا کریں اور بخشش میں کسی قابلیت کی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ بخشش بلا معاوضہ ہوتی ہے اس لیے ہم سے مانگو کہ اے خدا بلا معاوضہ دے دیجئے، بخشش دے دیجئے، ہبہ کر دیجئے۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں: وَفِیْ سُؤَالِ ذٰلِكَ بِلَفْظِ الْهِبَةِ اِشَارَةٌ اِلٰی اَنَّ ذٰلِكَ مِنْهُ تَعَالٰی تَفَضُّلٌ مَحْضٌ مِنْ غَيْرِ شَائِبَةِ وُجُوْبٍ عَلَيْهِ عَزَّ شَانُهٗ۔

(روح، جلد ۳ ص ۹۰)

یعنی لفظ ہبہ سے منگوانے میں اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرما دیا کہ یہ توفیق استقامت و حُسنِ خاتمہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور ان کا کرم ہے، اللہ تعالیٰ پر کوئی واجب نہیں ہے۔ نعوذ باللہ ان کے ذمہ کوئی قرضہ نہیں ہے کہ وہ بندوں کو ادا کریں بلکہ اپنے کرم سے وہ بندوں کو عطا فرماتے ہیں کہ جس سے حُسنِ خاتمہ ہو جاتا ہے۔

سید آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وَهَبْ لَنَا کے بعد مِنْ لَّدُنْكَ دو لفظ نازل کر کے رحمت کو بعد میں بیان فرمایا تاکہ شوق پیدا ہو جائے، بندے سوچیں کہ یا خدا کیا ملنے والا ہے جیسے بچے کو لڈو دکھایا جاتا ہے تاکہ وہ چیخنا شروع کر دے کہ ابا لڈو دو، ابا لڈو دو۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے شوق کو دیکھنا چاہتے ہیں، تَشْوِيْقًا لِّلْعِبَادِ شوق معنی میں تڑپ کے ہے، یہ بھی سمجھ لو۔

اِسی لیے مَیں کہا کرتا ہوں کہ اللہ کا ایک نام کریم ہے اور کریم کی تین ۳ تعریف بیان کرتا ہوں اَیْ مُتَفَضِّلٌ بِدُوْنِ الْاِسْتِحْقَاقِ حق نہیں بنتا ہے پھر بھی مہربانی

کرنے والا، اَیْ مُتَفَضِّلٌ بِلَا مَسْئَلَۃٍ وَّلَا وَسِیْلَۃٍ بغیر سوال اور بغیر وسیلے کے دینے والا۔ اَیْ مُتَفَضِّلٌ فَوْقَ مَا یَتَمَنّٰی بِہِ الْعِبَادُ جتنا انسان تمنّا کرے اس سے زیادہ عطا کرنے والا۔

نفس کی تعریف

جیسا کہ ابھی بیان کیا کہ اللہ کی رحمت لینے کے لئے نفس کے شر سے حفاظت ضروری ہے، لہٰذا سوال یہ ہے کہ نفس کی تعریف کیا ہے؟ نفس کیا چیز ہے؟ اب نفس کی تین تعریف بیان کرتا ہوں۔

① اَلنَّفْسُ کُلُّھَا ظُلْمَۃٌ وَّ سِرَاجُھَا التَّوْفِیْقُ۔

نفس بالکل اندھیرا ہے اور اس کا چراغ اللہ تعالیٰ کی توفیق ہے۔ یہ تعریف علامہ آلوسی نے کی۔

② نفس کی دوسری تعریف ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں۔

اَلْجَسَدُ کَثِیْفٌ وَّ الرُّوْحُ لَطِیْفٌ وَّ النَّفْسُ بَیْنَھُمَا مُتَوَسِّطَۃٌ

نفس نہ کثیف ہے نہ لطیف ہے، اگر نیک عمل کرتے رہو تو نفس لطیف ہوجاتا ہے اور اگر برا عمل کرو تو نفس کثیف ہوجاتا ہے، یعنی ایک سادہ تختی اللہ نے دی ہے چاہو تو اس پر خیر لکھ دو، چاہو تو برائی لکھ دو، نفس تم کو مجرد، سادہ دیا گیا ہے، جیسے بچے کو سادہ تختی دی جاتی ہے چاہے تو اس پر قرآن شریف لکھو، چاہے تو اس پر گندی باتیں لکھ دو۔ نفس کی ۲ دو تعریفیں بیان ہوگئیں، ایک علامہ آلوسی کی اور ایک ملّا علی قاری کی۔

③ اب ایک حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف بھی سن لو، فرماتے ہیں کہ نفس نام ہے مرغوبات طبعیہ غیر شرعیہ کا یعنی طبیعت کی وہ مرغوبات، وہ پسندیدہ چیزیں جن کی شریعت اجازت نہ دیتی ہو، جیسے گناہ کے تقاضے کہ ان کی طرف طبیعت تو مائل

ہوتی ہے لیکن خدا کا حکم ہے کہ ان سے بچو، ان سے فرار اختیار کرو یعنی طبیعت کی وہ پسندیدہ چیزیں جو اللہ کو ناپسند ہیں ان کا نام نفس ہے اور چوتھی تعریف اِس فقیر کی ہے، وہ کیا ہے؟ مجاری قضائے شہوات، شہوت کے جہاں سے فیصلے جاری ہوتے ہیں، یعنی ہیڈ کوارٹر، مجریٰ کے معنیٰ ہیں جاری ہونے کی جگہ، تو شہوت کے فیصلے جہاں سے جاری ہوتے ہیں اس کا نام نفس ہے، مجاری قضائے شہوات۔

توفیق کی تعریف

علامہ آلوسی نے نفس کی تعریف میں فرمایا کہ نفس سراپا ظلمت ہے اور اس کا چراغ توفیقِ الٰہی ہے تو توفیق کی تعریف بھی سُن لیجئے۔ توفیق کی تین۳ تعریفیں ہیں۔

① تَوْجِیْهُ الْاَسْبَابِ نَحْوَ الْمَطْلُوْبِ الْخَیْرِ،

اسبابِ خیر، عملِ خیر کے اسباب جمع ہو جائیں، جیسے کہیں ملازم ہے وہاں اس کو دینی نقصانات ہیں اور کہیں اچھی جگہ یعنی دینی ماحول میں نوکری مل جائے یا ساری زندگی کسی اور کام میں تھا آخر میں خانقاہوں سے، اللہ والوں سے یا اللہ والوں کے غلاموں سے جُڑ گیا، اسباب پیدا ہو گئے، تَوْجِیْهُ الْاَسْبَابِ. تَوْجِیْهُ وَجْهٌ سے ہے یعنی سامنے آجانا۔

② توفیق کے دوسرے معنیٰ کیا ہیں؟

خَلْقُ الْقُدْرَةِ عَلَی الطَّاعَةِ

اللہ تعالیٰ کی عبادت کی قدرت پیدا ہو جائے۔

توفیق کی تیسری تعریف ہے۔

③ تَسْهِیْلُ طَرِیْقِ الْخَیْرِ، وَ تَسْدِیْدُ طَرِیْقِ الشَّرِّ

خیر کے راستے آسان ہوجائیں اور برائیوں کے راستے مسدود ہوجائیں،
چلا تھا بدنظری کرنے کے لئے، سڑک پر کوئی حسین ہی نہیں آیا، اللہ نے سب کو بھگا دیا، جیسے اماں مہربان ہے تو مٹی بھی کھانے نہیں دیتی ہے، پونچھا لگا دیتی ہے کہ اچھا اب کھاؤ، دیکھیں کہاں سے کھاتے ہو، ساری مٹی ہی صاف کردیتی ہے اور ان لڑکوں پر چوکیدار رکھ دیا جو مٹی لے کر اس کو کھلانے آتے ہیں چوکیدار پہلے تلاش کرتا ہے اچھا کہیں مٹی تو نہیں لا رہے ہیں اور لڑکے سے کہتے ہیں کہ تمھاری اماں ہمیں تنخواہ ہی اس لیے دیتی ہیں کہ تم نالائق ہو، اس لئے مٹی لانے والے بچوں سے بھی بچا کر و تو اللہ تعالیٰ جب فضل فرماتے ہیں تو اسباب اس طرح سے پیدا کر دیتے ہیں کہ شکار ہی اُڑا دیتے ہیں یا شکار کے وقت میں اس کو پاخانہ لگ جاتا ہے۔

ایک شخص نے ایک کُتیا کو شکار کی ٹریننگ دی، لیکن جب شکار سامنے آتا تو اس کو ہگاس لگ جاتی تھی یعنی وہ ہگنے لگتی تھی تو یہ مثل مشہور ہوگئی کہ شکار کے وقت میں کُتیا ہگاسی۔ ایسے ہی جب کسی کو گناہ کا تقاضا ہوا اور معشوق بھی مل گیا لیکن اچانک اس کو اتنے زور سے پاخانہ لگا کہ معشوق بھی بھاگ گیا۔ اللہ تعالیٰ بھلائی کے اسباب پیدا فرمادیں اور شر کے راستے بند فرمادیں۔ مولانا اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ استاذالادب والفقہ دارالعلوم دیوبند کے بڑے اکابر میں سے ہیں جنہوں نے مقامات میں توفیق کی یہ تینوں تعریفیں بیان کردیں۔

نفس کے شر سے بچنے کے نُسخے

تو اللہ تعالیٰ نے اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّی کی رحمت دینے کے لئے یہ دُعا سکھائی کہ،

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ

لَّدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ ۔

اس لئے ایک دُعا تو آپ یہ مانگ لیجئے اس طرح آپ نفس کے شر سے ان شاء اللہ محفوظ رہیں گے۔ نفس کے شر سے بچنے کا یہ نسخہ بیان ہو رہا ہے ذرا غور سے سنیئے۔ نمبر ایک کیا ہے؟ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا سے اِلَّا مَا رَحِمَ کی رحمت مانگ لو کہ استقامت علی الدین جب ہوگی کہ تم نفس کے شر سے بچے رہو اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ کے ذریعہ سے نفس کے شر سے بچنے کا اعلان نازل ہو رہا ہے۔

نمبر ۲ کیا ہے؟ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے ایک صحابی نے پوچھا کہ اے اُمِ سلمہ میری ماں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں کون سا وظیفہ زیادہ پڑھتے تھے۔ فرمایا کہ میرے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِكَ کثرت سے پڑھتے تھے۔ بخاری شریف کی روایت ہے لہٰذا دوسری دُعا یہ پڑھتے رہو کہ اے دلوں کے بدلنے والے میرے دِل کو دین پر قائم رکھئے۔

تیسری دُعا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ سکھائی کہ یوں کہو،

یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ اَصْلِحْ لِیْ شَأْنِیْ كُلَّهٗ وَلَا تَكِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَةَ عَیْنٍ

اے زندہ حقیقی اے سنبھالنے والے، اے سارے عالم کو تھامنے والے میرے چھوٹے سے دل کو دین پر قائم رکھیے اَصْلِحْ لِیْ شَأْنِیْ كُلَّهٗ میری ہر حالت کو آپ درست فرما دیجئے جتنی بگڑی سب بنا دیجئے، یہ مطلب ہے اَصْلِحْ لِیْ شَأْنِیْ كُلَّهٗ کا کہ میری جتنی بگڑی ہے خواہ دُنیا کی بگڑی ہو یا آخرت کی سب بنا دیجئے، کس قدر جامع دُعا ہے شَأْنِیْ مفعول ہے اَصْلِحْ کا اس لئے تاکید كُلَّهٗ منصوب آرہی ہے وَلَا

تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَۃَ عَیْنٍ ایک سانس کو بھی مجھے نفس دشمن کے سُپرد نہ فرمایئے، ایک سیکنڈ کے اندر بھی یہ وار کر جاتا ہے ایسا ظالم دُشمن دُنیا میں کوئی دُوسرا نہیں ورنہ ہر دُشمن دُنیا میں کچھ تو اسکیم بنائے گا کچھ تو ٹائم لگے گا لیکن نفس کے بارے میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ایک سانس کے لیے، پلک جھپکنے کے برابر بھی اَے اللہ! مجھے میرے نفس کے حوالے نہ فرمایئے۔ تین باتیں ہوگئیں اور نمبر۴ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ سکھاتے ہیں کہ دیکھو ہماری رحمت نفس سے حفاظت والی کب ملے گی؟ جب تم میری نصیحت پر عمل کرو گے جیسے ابّا کہتا ہے کہ میرا یہ انعام اور وظیفہ جب ملے گا جب یہ کام کرو گے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ کی رحمت کب ملے گی؟ جب تم معصیت کے اسباب سے دُور رہو گے تِلْکَ حُدُوْدُ اللہِ فَلَا تَقْرَبُوْھَا میری حدود یعنی گناہوں کی جو سرحدیں ہیں جن کو مَیں نے حرام کیا ہے اگر ان سے قریب نہ رہو گے تو میری رحمت پا جاؤ گے اور اگر تم قریب رہو گے تو اِلَّا مَا رَحِمَ کا وظیفہ پڑھتے ہوئے بھی مُبتلا ہو جاؤ گے، تہجد پڑھ کر بھی لوگوں نے گُناہ کیا ہے۔ شیطان اچانک حملہ کرتا ہے، لٰہذا بہادر مت بنو۔ یہ آیت بتاتی ہے کہ ہم کمزور ہیں۔ ہم اسبابِ معصیت سے قریب رہ کر بچ نہیں سکتے۔ کوئی کسی لڑکی کو پی اے رکھ لے تو بچ سکتا ہے بدنظری سے؟ عورتوں کے ماحول میں رہتا ہو، لڑکیوں کا اسکول کھول لے ہر وقت لڑکیوں کا داخلہ لے رہا ہے، گیارہ بارہ سال کی لڑکیوں سے آنکھیں مِلا کر باتیں کر رہا ہے تو کبھی بھی نہیں بچ سکتا۔ اس لِئے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہو رہی ہے تِلْکَ حُدُوْدُ اللہِ حدود اللہ کے قریب مت رہو کیوں کہ تمہارے نفس میں کھنچ جانے کی صلاحیت ہے، اِدھر بھی

میگنٹ اُدھر بھی میگنٹ دونوں چپک جاؤ گے، شیطان کھینچ لے گا، بقول شخصے شیطان بھڑا دے گا اور آپس میں بھڑ جاؤ گے۔ اٹھنی اور میگنٹ دونوں کو قریب کریں تو دونوں چپک جائیں گے یا نہیں؟ اس لئے اللہ کی حدود کے قریب بھی مت رہو۔ اچھا ایک بات اور ہے کہ بعضوں کا جسم تو دور ہے مگر دِل میں تصورات سے اس کو قریب کر رہے ہیں، دِل میں اس کا تصور لا رہے ہیں، جو دِن دیکھتے ہیں رات میں اس کا تصور کرتے ہیں۔ شیطان بھی بڑا چالاک ہے گٹھڑی کاٹنے کے لئے اسی شکل میں آتا ہے، لہٰذا دِل سے بھی ان کے قریب نہ رہو دِل سے بھی لا الٰہ کہو، خالی زبان سے مت کہو، دِل سے بھی باطل خداؤں کو نکالو، قبرستان مت بناؤ، دِل اللہ کا گھر ہے یہ، بہت بڑا گھر ہے، پریزیڈنٹ ہاؤس کی کتنی نگرانی کی جاتی ہے کہ کوئی دُشمن نہ آجائے۔ دِل اللہ کا گھر ہے اس کی نگرانی کرو۔

نہ کوئی راہ پا جائے نہ کوئی غیر آجائے
حریمِ دِل کا احمدؔ اپنے ہر دم پاسباں رہنا

علومِ الوہیت اور علومِ رسالت میں مطابقت

دیکھو علومِ نبوت کو علومِ قرآن سے کتنی مناسبت ہے،

(تِلْكَ حُدُوْدُ اللهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا)

اللہ کی حدود سے قریب نہ رہنا، نافرمانی کے اڈوں سے قریب مت رہنا، اب علمِ نبوت دیکھو،

اَللّٰھُمَّ بَاعِدْ بَیْنِیْ وَبَیْنَ خَطَایَایَ کَمَا

بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ۔

اے اللہ! میرے اور میری خطاؤں کے درمیان اِتنا فاصلہ کر دے جتنا مشرق و مغرب کا فاصلہ ہے۔

دیکھا آپ نے قرآنِ پاک کی اس آیت سے کلامِ نبوت کو ملاؤ تب پتہ چلتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں اور آپ کے علومِ نبوت دلیلِ نبوت ہیں۔ دیکھا آپ نے يُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ میں جہاں اللہ تعالیٰ نے مال کو مقدم کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس کو جو دُعا دی اس میں بھی مال کو مقدم کیا اَللّٰهُمَّ بَارِكْ فِيْ مَالِهٖ اور یہاں اللہ تعالیٰ نے جب نازل کیا کہ گناہوں کے قریب بھی نہ رہو، تو اللہ کے نبی نے فوراً دُعا مانگی کہ اے اللہ! آپ اپنی رحمت سے ہم کو گناہوں سے اتنا دور کر دیجئے جتنا فاصلہ مشرق اور مغرب کے درمیان ہے۔ اس کے بعد پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دُعا اور سکھائی۔

اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِيْ بِتَرْكِ الْمَعَاصِيْ

اے اللہ! ہمیں وہ رحمت عطا فرما دے جس سے گناہوں کو چھوڑنے کی توفیق ہو جائے،

سُبحان اللہ کیا دُعا سکھائی دوستو اگر یہ لڈو نہ کھاؤ تو قیامت کے دِن سوچ لینا۔

ہم بُلاتے تو ہیں ان کو مگر اے ربِ کریم
سب پہ بن جائے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے

یہ ہم سب پر حجت ہے، اس مقرر پر بھی حجت ہے کہ کیا کہتے ہو اور کیا عمل کرتے ہو۔ اَسْتَغْفِرُ اللهَ مِنْ قَوْلٍ بِلَا عَمَلٍ جس قول پر عمل نصیب نہ ہو اس قول

سے بھی بزرگوں نے استغفار کیا ہے۔

توبہ استغفار پر رسالے لکھنے والے اور توبہ پر مضامین جمع کرنے والے اور وعظ کے لئے منبروں پر جلوہ فرمانے والے خود توبہ نہیں کر رہے ہیں۔

واعظاں کہ جلوہ بر محراب منبر می کنند

توبہ فرمایاں چرا خود توبہ کم تر می کنند

اِس لئے عرض کرتا ہوں کہ اپنے مطالعہ پر ناز مت کرو تصنیف و تالیف پر ناز مت کرو، عمل کر کے مخلوق کو مت دکھاؤ ورنہ خدا کے نزدیک قیامت کے دن اور حجت ہو جائے گی۔ اللہ میاں پوچھیں گے کہ خانقاہ میں رہتے تھے؟ اچھا بڑے علوم حاصل کئے تھے، ایسے معارف کے ساتھ آپ یہ کیا کرتے تھے، یہ علوم کا تم نے شکریہ ادا کیا؟ دیکھو اللہ تعالیٰ کے نبی نے کیا بات سکھائی اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ بِتَرْكِ الْمَعَاصِیْ اے اللہ! ہم پر رحمت نازل فرما۔ کیسے؟ گناہوں کو چھوڑ دینے کے ذریعہ سے۔ کیا مطلب؟ کہ جس کو ترکِ معصیت کی توفیق نہیں ہے جو گناہ نہیں چھوڑ رہا ہے وہ اللہ کی رحمت سے محروم ہے۔ دیکھئے وہی اِلَّا مَا رَحِمَ چلا آرہا ہے وہی خاص رحمت حضور صلی اللہ علیہ وسلم مانگ رہے ہیں اللہ تعالیٰ نے میرے قلب میں اس آیت سے یہ مضمون ڈالا اور کتنی حدیثوں سے اس کی تفسیر ہو رہی ہے اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ بِتَرْكِ الْمَعَاصِیْ اللہ ہم پر رحم نازل کر دیجئے۔ کون سا رحم؟ ترکِ معاصی والا جس سے ہم معصیت چھوڑ دیں یعنی وہی اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ والی رحمت اور نفس کے شر سے میں بچ جاؤں اور تیسری کیا چیز ہے ایک دُعا اور بھی سکھائی اَللّٰھُمَّ لَا تُشْقِنِیْ بِمَعْصِیَتِكَ اے اللہ!

مجھے بدبخت نہ بنایئے گناہوں کے ذریعے سے لَا تُشْقِنِیْ یعنی میری قسمت کو بدبختی سے بچایئے بِمَعْصِیَتِكَ یعنی اپنی نافرمانی سے ہمیں شقاوت و بدبختی میں مبتلا نہ کیجئے، شقی ہے وہ شخص جو اللہ کی نافرمانی کرتا ہے۔ شقاوت اسی سے پیدا ہوتی ہے گناہ کرتے کرتے حیا ختم ہوجاتی ہے یہاں تک کہ اللہ پناہ میں رکھے حالات بگڑتے بگڑتے کتنا فاصلہ ہو جائے گا کہ ایمان کے سلب کا خطرہ ہے۔ الفاظِ نبوت تو دیکھو اَللّٰھُمَّ لَا تُشْقِنِیْ بِمَعْصِیَتِكَ اے اللہ! اپنی نافرمانیوں سے ہمیں شقی و بدبخت نہ بنایئے۔

حق تعالیٰ کی قدرتِ قاہرہ کے مظاہر

کیونکہ اللہ کو ناراض کرنا اپنے پالنے والے خالق کو، خالقِ سمندرو پہاڑ خالقِ ریگ و دریا خالقِ آفتاب و چاند کو ناراض کرنا ہے جس نے سارا عالم ہمارے لئے پیدا کیا ہے اتنی بڑی دنیا کا گولہ فضاؤں میں پڑا ہوا ہے، نیچے کوئی ستون نہیں ہے، ذرا سوچئے سارا گول سمندر فضا میں معلق ہے، آپ فضا میں ایک چمچہ پانی ڈالیں سارا گر جائے گا یا نہیں؟ اور سمندر کو اللہ نے بغیر سہارے کے اٹھایا ہوا ہے اور کہیں سے ٹپک نہیں رہا ہے اور پھر دنیا کے گولہ کی بعض سطح ایسی ہے اس پر نیچے پیر ہے اوپر سر ہے اور دنیا کی بستی اس طرح ہے کہ ان کے سر نیچے اور پیر اوپر ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت کو دیکھو کہ کس طرح سب کو سنبھالے ہوئے ہیں۔ کیا کیا اس میں راز ہیں ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ہماری دو۲ صفتوں عزیز اور علیم سے دنیا کا نظام، آسمانوں کا نظام، زمین کا نظام، ستاروں کا نظام، چاند کا نظام، آفتاب کا نظام قائم ہے۔ ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ اللہ فرماتے ہیں

کہ مَیں نے چاند سُورج کا نظام جو بنایا ہے ان کے فاصلے جو مقرر کیئے ان کے چلنے کے روٹ مقرر کیے میری دو صفات اس میں کام کر رہی ہیں عزیز اور علیم، عزیز معنی زبردست طاقت والا۔ جتنی ضرورت میگنٹ کی تھی اِتنا میگنٹ پیدا کر دیا اور علیم یعنی زبردست علم والا کہ سیاروں کے درمیان کتنا فاصلہ رہنا چاہیئے کہ کس کو کتنے میگنٹ کے اندر کیسے رکھنا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ زمین چاند سے ٹکر کھا جائے یا سُورج اور چاند میں ٹکر ہو جاتے سیاروں کے درمیان مقناطیسی کشش کتنی ہو کہ توازن قائم رہے اگر زبردست علم نہ ہوگا تو سیارے آپس میں ایک دوسرے کو کھینچ لیں گے اور اور نظام کائنات درہم برہم ہو جائے۔

گُنہگاروں کے آنسوؤں کی مقبولیت

آخر میں دوستو ایک چیز عرض کرتا ہوں کہ ابا ناراض کتنا ہی ہو لیکن جب بچہ اس کا پیر پکڑ کر روتا ہے اور رونے کا انداز بھی ایسا ہوتا ہے کہ ابا کا دِل دہل جاتا ہے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں ۔

چوں برآرند از پشیمانی حنیں عرش لرزد از انین المذنبیں

گُناہ گاروں کے نالوں سے اللہ کا عرش ہل جاتا ہے ۔

آنچناں لرزد کہ مادر بر ولد دست شاں گیرد ببالا می کشد

جیسے کہ بچہ کے چیخنے اور رونے سے ماں کا دِل ہل جاتا ہے عرشِ الٰہی اللہ کا ہل جاتا ہے جب گُناہ گار بندے روتے ہیں اور اپنے اشک بار آہ و نالوں کو عرش تک پہنچاتے ہیں اس لیے اللہ کی یاری اور ان کی حفاظت اگر ہم لوگ چاہتے ہیں تو اللہ سے رونا سیکھیں، گڑگڑانا سیکھیں، بابا آدم علیہ السّلام کا رونے ہی سے کام بنا تھا۔ بس

آہ وزاری سیکھ لو تو کام بن جاتے، اختر نے اپنے شیخ شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ کی مناجات اور آہ و نالے سُنے ہیں ہر بزرگ کے پاس آہ و نالے ہیں لیکن جن بزرگوں کے ساتھ زیادہ رہے اس لئے ان کے آہ و نالے زیادہ نظر آتے اور بعض کے پاس کم رہنا ہوا تو ان کا رونا کم نظر آیا لیکن بعض کا ایک آنسو کمال قوت قلب سے ہزار آنسوؤں کے برابر ہوتا ہے، ان کا ایک آنسو قیمتی ہوتا ہے اور بعض کمزور دل ہوتے ہیں تو زیادہ روتے ہیں لیکن رونے پر کمالات کا مُعاملہ نہیں سمجھنا چاہیئے بعضے بندوں کا دِل مضبُوط ہوتا ہے روتے کم ہیں مگر استقامت ان کو حاصل ہوتی ہے کہ ایک گُناہ نہیں کرتے۔ بعضے لوگ سجدہ میں خُوب روتے اور اس کے بعد گناہ کیا لیکن بعضے کم روتے ہیں لیکن استقامت ان کی ایسی ہے کہ ساری دُنیا ایک طرف ہو پھر بھی وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی و نافرمانی نہیں کریں گے اس لئے اگر رونے سے وصال مِل جاتا تو سو سال ہم تمنا کرتے، مطلب یہ ہے کہ رونے کے بعد بے فکر نہ ہو جاؤ کہ آج تو بہت رو لئے بس اب کیا پوچھنا ہے، بس اَب اللہ تک پہنچ گئے ایسوں ہی کو شیطان مارتا ہے جس دِن زیادہ مُطمئن ہوتا ہے اسی دن پھر وہ گڑبڑی بھی کرتا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ سے خوب آہ و زاری کرو لیکن آہ و زاری کر کے بے فکر نہ ہو جاتے۔ میرا تجربہ ہے اور عقلاً مَیں اس پر ایمان رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے آنسوؤں کو رائیگاں نہیں کریں گے۔ جب گناہ کا تقاضا نہیں ہے اور گُناہوں سے بچے ہُوتے ہو تو حالتِ امن میں اللہ کو یاد کر لو، کچھ آنسو وہاں پہنچا دو کہ اللہ ہماری حفاظت کرنا تو وہ آنسو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جمع ہو جاتے ہیں اور وقت ابتلاء میں کام دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو رحم آجاتا ہے کہ یہ بندہ اپنی حفاظت کے لئے رویا تھا

اور اس نے میرے پاس آنسو بھیجے تھے کہ اللہ ہم کو گناہوں سے برباد نہ ہونے دینا وہ آنسو بارگاہ الٰہی میں محفوظ کر دیئے جاتے ہیں۔ پھر جب یہ مُبتلا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان آنسوؤں کو بہانہ بنا کر اپنی رحمت سے اس کی دستگیری فرماتے ہیں اور گُناہوں سے وہ کتنا ہی دور چلا جائے اللہ تعالیٰ اس کو واپسی کی توفیق دے دیتے ہیں۔ اس لئے اس کا روزانہ کا معمول رکھو ایک دِن بھی ناغہ نہ کرو۔ دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی دُعا مانگی ہے اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ عَیْنَیْنِ ھَطَّالَتَیْنِ اے اللہ! ایسی آنکھیں عطا کر دے جو بے حد برسنے والی ہوں موسلا دھار برسنے والی ہوں تَسْقِیَانِ الْقَلْبَ بِذُرُوْفِ الدَّمْعِ جن آنسوؤں سے دِل سیراب اور ہرا بھرا ہو جاتے قَبْلَ اَنْ تَکُوْنَ الدُّمُوْعُ دَمًا وَّالْاَضْرَاسُ جَمْرًا قبل اس کے کہ آنسو خُون بن جائیں اور ڈاڑھیں آگ بن جائیں یعنی جہنمی رونا چاہیں گے تو ان کے آنسو خُون کے آنسو ہوں گے اور ڈاڑھیں انگارے بن جائیں گی، اللہ تعالیٰ ہم سب کو محفوظ فرمائیں۔ اس لِئے مَولانا رومی کیا کہتے ہیں ۔

اے دریغا اشک من دریا بدے
تا نثارِ دلبر زیبا شدے

کاش میرے آنسو دریا ہو جاتے، تو مَیں اس محبُوب حقیقی تعالیٰ شانہٗ پر قُربان کر دیتا۔ بعض لوگ اندر اندر روتے ہیں اس لئے ان کو حقیر مت سمجھو۔ ایک شخص نے لِکھا کہ مُجھے رونا نہیں آتا۔ فرمایا کہ نہ رونے کا جو غم ہے یہ دل کا رونا ہے اور دِل کا رونا آنکھ کے رونے سے افضل ہے۔ سُبحان اللہ! کِسی کو بھی حکیمُ الامت مایوس نہیں فرماتے تھے۔

استقامت گریۂ ندامت سے بھی افضل ہے

بعض اللہ والوں کا دِل ہر وقت روتا رہتا ہے لیکن آنسوؤں سے بھی روتے ہیں اور جو کم روتے ہیں ان کی آنکھوں میں بھی مَیں نے بارہا آنسو دیکھے ہیں اس لئے بس جب استقامت دیکھو، زیادہ رونے سے بھی کسی کے معتقد نہ جاؤ یہ دیکھو کہ اُس کی دین میں استقامت کتنی ہے، جب گناہوں کے اسباب سامنے آتے ہیں پھر اس کی شکل کو دیکھو کہ یہ کس حالت میں رہتا ہے۔ بلی کے تقویٰ کا کچھ اندازہ نہیں ہوسکتا جب تک چوہا سامنے نہ آجائے۔ جب چوہا سامنے آئے تب پتہ چلے گا کہ اس نے کتنے حج کئے ہیں اور کتنے عُمرے کئے ہیں، کتنے طواف کئے ہیں، کتنے آنسو بہائے ہیں، چوہے سامنے آئیں تب بلی چوہوں سے دور بھاگے تو سمجھو کہ بلی میں تقویٰ پیدا ہوگیا۔ اس وقت یہ دُعا یاد کرو کہ:

اَللّٰھُمَّ بَاعِدْ بَیْنِیْ وَبَیْنَ خَطَایَایَ الخ

اللہ تعالیٰ حسینوں کو ہم سے دُور کردے، ایسی روزی عطا فرمائیں جہاں گناہوں کے مراکز ہی نہ ہوں۔ اللہ سے مانگو اللہ سے مانگنے سے کیا نہیں ملتا، وہ نہیں دے گا تو کون دے گا، مانگ کے تو دیکھو تین۳ مرتبہ روزانہ صلوٰۃ حاجت پڑھ کر کے۔ تین۳ مرتبہ کیوں کہتا ہوں؟ کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے امام بُخاری کی والدہ سے خواب میں فرمایا تھا قَدْ رَدَّ اللّٰہُ بَصَرَ وَلَدِکِ بِکَثْرَۃِ دُعَاءِکِ اے امام بُخاری کی ماں تیرے بچے کی جو نابینائی تھی اللہ تعالیٰ نے وہ بینائی سے تبدیل کردی تیری کثرتِ دُعا سے۔ تو کثرت کرو دُعا کی کیوں کہ عَلَیْکُمْ یَا عِبَادَ اللّٰہِ بِالدُّعَاءِ اے اللہ کے بندو کثرت سے دُعا کرو، علیٰ لزوم کے لئے آتا ہے کثرت کو چاہتا ہے

دیکھو اِنَّ الدُّعَآءَ یَنْفَعُ مِمَّا نَزَلَ دُعا دور کرتی ہے نازل شدہ بلا کو۔ کسی گناہ میں اگر ابتلاء ہے تو وہ بلا بھی ٹل جاتی ہے گی وَمِمَّا لَمْ یَنْزِلْ اور جو بلا ابھی نازل نہیں ہوئی آئندہ آنے والی ہے اس کو بھی اللہ ٹالتا ہے تو فَعَلَیْکُمْ یَا عِبَادَ اللّٰہِ بِالدُّعَآءِ لازم کرلو اپنے اوپر دُعا کو، لزوم کے معنیٰ کثرت کے ہیں اس لئے مَیں نے اپنی عقل سے سوچا جیسا ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کتنا روؤ؟ فرماتے ہیں کہ کم سے کم تین آنسو تو روؤ کیونکہ عربی کا جمع تین۳ سے شروع ہوتا ہے۔ ایک کو واحد، دو کو تثنیہ تین کو جمع کہتے ہیں تین آنسو تو کم سے کم رولو، لہٰذا چوبیس گھنٹہ میں تین۳ دفعہ صلوٰۃ حاجت پڑھ لو جیسے اشراق میں نیت کرلو حاجت کی، ایسے ہی مغرب بعد اوابین کے لئے جب دو سُنّت کے بعد آپ پڑھتے ہیں اس میں حاجت کی نیت کرلو، اسی طرح وتر سے پہلے دو۲ رکعت حاجت کی نیّت سے پڑھ لو اور پھر اللہ سے خوب رولو، رونے والوں کی شکل ہی بنا لو یہ بھی تو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا احسان و کرم ہے کہ شکل بنانے والوں کو رونے والوں میں شامل کردیا فَاِنْ لَّمْ تَبْکُوْا فَتَبَاکَوْا ابنِ ماجہ کی حدیث ہے، راوی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہیں ان شاء اللہ کیا وجہ ہے کہ آپ ولی اللہ نہ ہو جائیں۔ اللہ سے روؤ اور یہ دُعا مانگو جو دُعا مانگنی ہے اس میں دُعا کی تعلیم بھی ہوجاتی ہے گی۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ نَبِیِّنَا وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَھَبْ لَنَا

مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۔

اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ کے معنی ہیں لِاَنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ یعنی ہم آپ سے اس لئے ہبہ مانگتے ہیں کہ آپ بہت بڑے داتا ہیں، یا اللہ! ہم سب کو ہبہ کر دیجئے استقامت دین کی نصیب فرما دیجئے اور اس رحمت کا سایہ نصیب فرمایئے جس سے بندوں کو استقامت نصیب ہوتی ہے۔

يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ نَسْتَغِيْثُ، يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ نَسْتَغِيْثُ ، اَصْلِحْ لَنَا شَاْنَنَا كُلَّهٗ وَلَا تَكِلْنَا اِلٰى اَنْفُسِنَا طَرْفَةَ عَيْنٍ ۔ اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ خَطَايَانَا كَمَا بَاعَدْتَّ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنَا بِتَرْكِ الْمَعَاصِيْ، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنَا بِتَرْكِ الْمَعَاصِيْ، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنَا بِتَرْكِ الْمَعَاصِيْ. اَللّٰهُمَّ لَا تُشْقِنَا بِمَعْصِيَتِكَ ، اَللّٰهُمَّ لَا تُشْقِنَا بِمَعْصِيَتِكَ، اَللّٰهُمَّ لَا تُشْقِنَا بِمَعْصِيَتِكَ ۔

یا اللہ! ہم سب کو تقویٰ کی زندگی نصیب فرمایئے گناہوں سے مناسبت ختم کر دیجئے۔ تقاضا شدید کو نفرت شدید سے بدل دیجئے اور یا اللہ اپنے نام میں اپنی عبادت میں اپنے ذکر میں ایسی لذت عطا فرمایئے جس سے ہمارے قلب اے میرے مولیٰ سارے غیر سے کٹ کر آپ سے جڑ جائیں، آپ کے ذکر کی برکت سے اللہ اپنی رحمت کی برکت سے ہم سب سے اسباب معصیت کو دور فرما دیجئے اور ہمیں اسباب معصیت سے دور رہنے کی توفیق نصیب فرما دیجئے اور اپنی رحمت سے آپ کے اولیاء کا جو آخری مقام ہے جہاں سے آگے نبوت شروع ہو جاتی ہے اور نبوت

کا دروازہ آپ نے بند کر دیا ہے آئندہ کوئی نبی نہیں ہوگا، نبی عالم صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں لیکن اے اللہ! اپنے دوستوں کی آخری منزل تک ہمیں پہنچا دیجئے، یعنی اولیاء صدیقین جو آخری درجہ ہے ولایت کا آپ کریم ہیں یَا مُتَفَضِّلُ بِدُوْنِ الْاِسْتِحْقَاقِ وَالْمِنَّۃِ آپ مہربانی کر دیجئے بغیر استحقاق کے کیونکہ ہمارا حق نہیں بنتا لیکن باوجود نالائقیوں کے آپ مہربانی فرما دیجئے آپ کریم ہیں، یَا مُتَفَضِّلُ بِلَا مَسْئَلَۃٍ وَّلَا وَسِیْلَۃٍ ہم نے جن نعمتوں کا سوال نہیں کیا اور نہ ہمارے پاس اس کا وسیلہ ہے آپ اس کو بھی عطا فرما دیجئے یَا مُتَفَضِّلُ فَوْقَ مَا یَتَمَنّٰی بِہِ الْعِبَادُ اللہ ہماری تمناؤں سے زیادہ ہم سب کو عطا فرما دیجئے ہماری دُنیا بھی بنا دیجئے اور ہماری آخرت بھی بنا دیجئے جو گھر میں بیمار ہیں اور جن کے گھر میں کوئی بھی بیمار ہو، ہمارے گھر میں بھی بیماریاں ہیں بچی بیمار ہے اللہ تعالیٰ اس کو صحت عطا فرمائیے، کل اس کا بخار ایک سو دو تھا اللہ تعالیٰ اس کو شفاء کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرما دیجئے، ابراہیم میاں ہمارے کمزور رہتے ہیں، نزلہ زکام۔ اللہ ان کو بھی صحت اور توانائی عطا فرما دیجئے، عالم باعمل ہمارے سب پوتوں، نواسوں کو ہمارے دوستوں اور ان کی اولاد سب کو صاحبِ نسبت اللہ والا بنا دیجئے، حافظ، عالم باعمل بنا دیجئے، یا اللہ ہم سے دین کے کام لے لیجئے اور ہماری ہر سانس کو توفیق نصیب فرمائیے کہ آپ کی ذاتِ پاک پر اخلاص کے ساتھ فدا ہو جائے آپ شرفِ قبول عطا فرمائیں، ایک سانس بھی آپ کی ناراضگی سے ہم سب پناہ مانگتے ہیں کیونکہ ہماری زندگی کی وہ منحوس گھڑی ہے، وہ بہت ہی خسارے کی گھڑی ہے جو گھڑی آپ کی نافرمانی میں گذرے، لہٰذا ہماری زندگی کا غیر شریفانہ وقت ہے نہایت ہی بے حیائی،

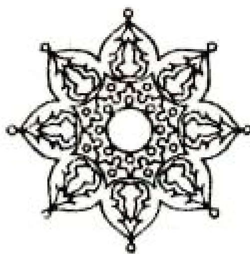
کمینہ پن اور لعنتی وقت ہے جو آپ کی نافرمانی میں گذرے، اس لئے آپ ہماری زندگی کی ہر سانس کو تحفظ عطا فرمائیے اور ہمارے دلوں کا مزاج بدل دیجئے، سوچ بدل دیجئے، فکر بدل دیجئے، ہماری فکر آپ کی رضا میں مصروف ہو ہمارے دل آپ کی یاد میں مصروف ہوں، ہماری زندگی کی ہر سانس آپ کے عشق میں مصروف ہو بال بال ہمارا التقویٰ والا بنا دے، اللہ والی حیات کی نوازش فرما دیجئے جو بھلائیاں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے مانگی ہیں اور جتنی برائیوں سے پناہ مانگی ہے دونوں قسم کی ۲۳ سالہ دورِ نبوت کی دعائیں ہم سب کے حق میں قبول فرمائیے، ہمارے بچوں کے حق میں ہمارے گھر والوں کے حق میں، سارے مسلمانانِ عالم کے حق میں بلکہ کافروں کے حق بھی قبول فرمائیے کہ ان کو ایمان سے نوازش فرمائیے، چیونٹیوں پر بھی رحم فرمائیے ان کے بلوں میں مچھلیوں پر رحم فرمائیے دریاؤں میں لہٰذا اپنے رحم کی بارش کر دیجئے اور وہ سب کچھ عطا فرمائیے جو نہیں مانگ سکے بغیر مانگے عطا فرمائیے اللہ دین کا کام قبول فرمالیجئے اخلاص نصیب فرمادیجئے، ریا سے حب جاہ سے نام و نمود سے پاک فرما دیجئے اور جو لوگ نادانی سے اس خانقاہ کی مخالفت کرتے ہیں ان کی نادانی دُور فرما دیجئے، ان کی آنکھیں کھول دیجئے ہمارے بزرگوں سے ان کو حُسنِ ظن عطا فرما دیجئے رَبَّنَا اغۡفِرۡ لَنَا ذُنُوۡبَنَا وَاَلِّفۡ بَیۡنَ قُلُوۡبِنَا عصبیت سے ہم کو پاک فرمادے ہمارے دلوں کو لسانیت سے صوبائیت سے ہمارے قلوب کو پاک فرما دیجئے کلمہ کی بُنیاد پر ہمارے دلوں کو جوڑ دیجئے امن، عافیت و تحفظ پورے ملکِ پاکستان کو نصیب فرما دیجئے یا اللہ! آپ کے اولیاء اللہ کی دُعاؤں سے ان کی آہ و زاریوں سے ان کی اشک بار آنکھوں سے یہ پاکستان بنا

ہے۔اس کو ضائع ہونے سے بچا لیجئے، اے خُدا! غیب سے اس کی حفاظت کا انتظام پیدا فرما دیجئے اور جو پاکستان کے مخلص نہیں ہیں ان کو اخلاص عطا فرما دیجئے اگر آپ کے علم میں ان کے لئے ہدایت نہیں ہے تو ان کے شر کو ہمیشہ کے لئے دفن فرما دیجئے، اے خُدا دنیا و آخرت دونوں جہاں کا دکھڑا اختؔر تو رو چکا ہے اب

ہم سب پہ فضل کرنا یا رب ہے کام تیرا۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ بِاَنَّ لَكَ الْحَمْدُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْمَنَّانُ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ بِحَقِّ اللّٰهُمَّ اِنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِىْ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ مَلِيْكٌ مُّقْتَدِرٌ مَا تَشَاءُ مِنْ اَمْرٍ يَّكُوْنُ اَسْعِدْنَا فِى الدَّارَيْنِ وَكُنْ لَنَا وَلَا تَكُنْ عَلَيْنَا وَانْصُرْنَا عَلٰى مَنْ بَغٰى عَلَيْنَا وَاَعِذْنَا مِنْ هَمِّ الدَّيْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ وَشَمَاتَةِ الْاَعْدَاءِ وَصَلِّ وَسَلِّمْ يَا رَبِّ عَلٰى نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔



ہائے لمحاتِ غفلت دل کے

آرزو میری خاک میں مل کے لطف لیتی ہے عشق کامل کے

مٹ گئے رنج راہِ منزل کے پاس آئے ہیں جب سے وہ دل کے

رنج حسرت سے راہ میں لیکن لطف شامل ہیں اُن کی منزل کے

کیا کہوں ان کے قرب کا عالم کتنے عالم ہیں عالمِ دل کے

فرطِ لذت سے جھُوم جاتا ہوں کتنی خوشیاں ہیں آپ سے مل کے

اب خزاں دل سے دُور ہے کیونکہ پاس رہتے ہیں وہ مرے دل کے

جب یہ لذت ہے دل کے طوفاں میں کیا کہوں کیف دل میں ساحل کے

کیا خبر تھی کہ خوں بہائیں آپ ہائے لمحات غفلت دل کے

ایسے ویسے بھی ہو گئے کیسے فیض کیسے ہیں شیخ کامل کے

جان ان پر فدا کرو اختر سرخرو ہوکے خاک میں مل کے



مواعظِ حسنہ نمبر ۶۵

لذتِ قربِ خدا



شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

فیضِ صحبت ابرار یہ درد محبت ہے
یہ فیضِ صحبت و شستہ اس کی اشاعت ہے
عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

محبت تیرا صدقہ ہے تو ہی تیرے ناز اٹھائے
جو میں نے شکر کیا تو ہوں خزانے تیرے ناز اٹھائے

ضروری تفصیل

نام وعظ : ــــــــ لذتِ قربِ خدا

واعِظ : ــــــــ عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

جامع وعظ : ــــــــ حضرت سید عشرت جمیل ملقب بہ میر صاحب مدظلہم العالی

خادمِ خاص و خلیفہ مجاز بیعت عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

تاریخ : ــــــــ ۱۸ ذیقعدہ ۱۴۲۰ھ مطابق ۲۵ فروری ۲۰۰۰ء بروز جمعۃ المبارک

مقام : ــــــــ مسجد اشرف خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشنِ اقبال ۔ کراچی

انتساب

احقر کی جملہ تصنیفات و تالیفات مرشدنا مولانا

محی السنہ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

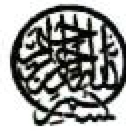
اور حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ

اور حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں ۔

محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

فہرست



لذّتِ قُربِ خدا

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۝

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۝

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۔

کلمہ کی بُنیاد

دوستو! ہمارے ایمان اور اسلام اور خدائے تعالیٰ کے راستہ کا آغاز لَا اِلٰہ ہے ۔ اللہ تعالیٰ کی شان دیکھئے کہ کلمہ کی بُنیاد لَا اِلٰہ پر رکھی یعنی بُنیاد ہی میں غیر اللہ کو نکالنے کا حکم ہوگیا کہ دِل سے غیر اللہ کو نِکالو پھر سارا عالم اللہ سے بھرا ملے گا، پھر ان کے جلوے کو بہ کو ہیں لیکن ہم اپنے قلب کو عالم ھُو میں رکھنا ہی نہیں چاہتے ۔ اس لِئے دوستو نظر بچاؤ اور نظر بچا کر اس بات کی حسرت بھی نہ کرو کہ کاش ہم اس صُورت کو دیکھ لیتے ۔ اگر حسرت آئے تو اس حسرت سے توبہ کرو کہ اے اللہ! میں گناہ کی حسرت سے توبہ کرتا ہوں، آپ کی نافرمانی کی ہمیں آرزو ہی کیوں ہُوئی؟ اور دِل سے یہ کہو کہ ؎

لے آرزو کا نام تو دِل کو نکال دوں
مومن نہیں جو ربط رکھیں آرزو سے ہم

اَور دِل میں یہ آرزو رکھو اَور اللہ تعالیٰ سے کہو۔

آ کہ نذرِ دردِ اُلفت ہر خوشی کرتے ہیں ہم
آ کہ خُون آخری ارماں بھی کرتے ہیں ہم
آرزو یہ ہَے کہ کوئی آرزو پوری نہ ہو
آرزو بھی کس قدر حسرت بھری کرتے ہیں ہم

دیکھو ایک شخص بھنگیوں کے محلہ میں رہتا ہے جہاں گو کے کنستر درجنوں کے حساب سے رکھے ہیں۔ وہ اس پر فخر بھی کرتا ہے کہ میں دس گھر کماتا ہوں۔ دوسرا بھنگی آستین کھینچ کر کہتا ہے کہ تو میرا کیا مقابلہ کرتا ہَے میں بیس گھر کماتا ہوں۔ اب اگر کوئی معالج ان کا مزاج بدلنا چاہے تو انہیں بھنگی پاڑہ سے نِکال کر گلستان میں عود، عنبر، شمامہ وغیرہ کے عطریات میں رکھے گا لیکن اس کے باوجود اگر اس شخص کے قلب میں حسرت رہتی ہَے کہ کاش ہم پھر بھنگی پاڑے جاتے اَور پاخانے کے کنستر کو سونگھ کر اپنی فرحت کا اور لُطف و لذت کا انتظام کرتے تو یہ دلیل ہے کہ اس ظالم کا مزاج ابھی بھنگیانہ ہے یعنی ابھی اس کا مزاج نہیں بدلا، اگرچہ پھُولوں میں رہتا ہے مگر مزاجِ گلستان اس کو عطا نہیں ہوا۔ اسی لِئے کہتا ہوں کہ اللہ کے نام پر قلب سے غیر اللہ کو نِکال دو۔

نکالو یاد حسینوں کی دِل سے اے مجذوبؔ
خُدا کا گھر پئے عِشقِ بُتاں نہیں ہوتا

اللہ تعالیٰ ہمارے مزاج کو مزاجِ اولیاء سے بدل دے، مزاجِ دوستان سے بدل دے

اور مزاجِ فاسقاں سے ہمارے مزاج کو پاک کر دے۔ اس لئے خانقاہ میں رہ کر بھی اگر مزاج بھنگیانہ نہ گیا تو کیا فائدہ ہوا۔ اس لئے مزاجِ اولیاء کی اللہ سے درخواست کرو کہ ہمارا دِل بدل دیجئے، مزاج بدل دیجئے، روح بدل دیجئے ہمیں آپ کی خوشیوں پر خوشی ہو اور آپ کی ناخوشیوں سے ہمارا دِل غمزدہ رہے۔ یہ ہے مزاج اولیاء، اللہ کے پیاروں کا مزاج۔

دُنیا کِس چیز کا نام ہے؟

دُنیا سے مُراد ہے اللہ تعالیٰ سے غافِل ہو جانا۔ حلال دُنیا، بیوی، بچے یہ دُنیا نہیں ہے۔ ان سے نفرت جائز ہی نہیں ہے، ان سے تو محبت واجب ہے۔ ماں باپ سے محبت، بیوی بچوں سے محبت، تجارت سے محبت دُنیا نہیں ہے۔ دُنیا سے مُراد وہ چیز ہے جو ہمیں خُدا سے غافِل کر دے دُنیا بُری ہے لیکن بشرطِ شئ:

(اِنۡ اَلۡهَتۡكَ عَنِ الۡاٰخِرَةِ)

یعنی جو ہمیں آخرت سے غفلت میں مُبتلا کر دے وہ دُنیا بُری ہے۔

(وَاِنۡ جَعَلۡتَ الدُّنۡيَا وَسِيۡلَةً لِّلۡاٰخِرَةِ وَذَرِيۡعَةً لَهَا)

اگر تم دُنیا کو آخرت کا ذریعہ اور وسیلہ بنالو

فَهِىَ نِعۡمَ الۡمَتَاعُ

تو دُنیا بڑی پیاری چیز ہے۔

جس چیز سے پیارا ملے وہ پیاری ہے۔ جو مساجد، مدارس، دار العلوم بنانے میں اور طالبعلموں کو عالم بنانے پر اپنا پیسہ خرچ کرے تو اس سے اللہ ملتا ہے اور جس چیز سے پیارا ملے وہ چیز پیاری ہے اور جن خوشیوں کو توڑ دینے سے اللہ ملے تو ان

خوشیوں کو توڑنا بھی پیارا عمل ہے اور تمام عالم کی مسرت کی جان ہے۔

روحانی بیوٹی پارلر

لہٰذا سر سے پیر تک اللہ تعالیٰ کی محبت اور آدابِ بندگی سے اپنی بندگی سجالو۔ بیٹی کو تو بیوٹی پارلر لے جاتے ہو کہ داماد پسند کرلے تو شیخ پر بھی واجب ہے کہ اپنے مریدوں کو بار بار کہے کہ سر سے پیر تک صورت اور سیرت ایسی بنالو کہ اللہ تمھیں پیار کرلے۔ یہ روحانی بیوٹی پارلر ہے، حاصل خانقاہ ہے۔ جسمانی بیوٹی پارلر میں تو جسم سجایا جاتا ہے۔ ان کے پاس باطن کی اصلاح کا کوئی نسخہ نہیں ہے۔ لیکن اللہ والوں کی صحبت سے سیرت کی بھی اصلاح ہوجاتی ہے اور صورت کی بھی۔ خانقاہ ظاہر کا بھی بیوٹی پارلر ہے اور باطن کا بھی۔

اور دُنیاوی بیوٹی پارلر والوں کے ہاں کیا ہے سوائے اس کے کہ ظاہر سجادیا۔ شوہر نے دیکھا اور کہا واہ واہ ویری گڈ! بہت اچھی شکل ہے لیکن شوہر کی تعریف کے جواب میں بہت سجی سجائی پُرکشش بیوی نے کہا یو آر ویری ویری بلاڈی فول (You are very very bloody fool) تب شوہر نے کہا کہ یہ کیا چکر ہے بھائی! شکل کیسی اور گالیاں کیسی دے رہی ہے۔ دُنیا والے تو صرف جسم کو سجانا جانتے ہیں اللہ والوں کی زندگی کو اللہ سلامت رکھے جو ہماری صورت اور سیرت دونوں سنوار دیتے ہیں۔

توبہ کی برکات

اور اللہ والے یہ بھی بتاتے ہیں کہ روحانی حُسن میں اگر کبھی نقص پیدا ہوجائے یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت کے حقوق میں اگر کبھی خطاء ہوجائے تو توبہ کرکے اللہ سے دوبارہ رشتہ جوڑ لو۔ اس کا نام الفی ہے۔ اگر گلاس ٹوٹ جائے، الفی لگادو تو دوبارہ جڑ جاتا ہے۔ اسی طرح توبہ اللہ

کے راستے کی الفی ہے۔ توبہ کی الفی کے ذریعہ اللہ سے ہماری الفت قائم ہوجاتی ہے اور اللہ ہمیں اپنا محبوب بنالیتا ہے، توبہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ ہمیں پیار کرتا ہے۔ اس کی دلیل بھی میں آپ حضرات کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ قرآنِ پاک میں فرماتے ہیں؛

(اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ)

توبہ سے صرف خطا معاف نہیں ہوتی اللہ ہمیں پیار بھی دیتا ہے۔ توبہ ایسا کیمیکل، ایسی زبردست چیز ہے کہ اس کے سامنے الفی کیا چیز ہے، الفی میں تو پھر بھی نشان باقی رہ جاتا ہے۔ شیشہ ٹوٹ گیا، الفی لگایا مگر اس کا تھوڑا سا اثر رہتا ہے، پتہ چل جاتا ہے کہ یہ الفی سے جڑا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ توبہ سے اپنی ذات کے ساتھ ایسا رشتہ جوڑتے ہیں کہ کوئی نشان نہیں رہتا بلکہ اُن کا نشان، اُن کا نور چہرہ پر آجاتا ہے اور توبہ کرنے والے کو دیکھ کر اللہ یاد آجاتا ہے کیوں کہ توبہ کی برکت سے وہ اللہ والا ہوگیا اور اللہ والوں کی شانِ حدیث پاک میں وارد ہے؛

(اِذَا رُأُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ)

ان کو دیکھنے سے اللہ یاد آتا ہے

اسی لیے خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت اشعار میں بیان فرماتے ہیں ؎

جو ناکام ہوتا رہے عمر بھر بھی
بہرحال کوشش تو عاشق نہ چھوڑے
یہ رشتہ محبت کا قائم ہی رکھے   جو سو بار ٹوٹے تو سو بار جوڑے

مایوس نہ ہو کہ ہم سے گناہ ہو جاتے ہیں، لگے لپٹے رہو، ہزار بار گناہ ہو جائے ہزار بار توبہ کرو، توبہ کرنے سے کیوں گھبراتے ہو؟ توبہ تو مزیدار عبادت ہے، معافی مانگنے میں مزہ آتا ہے۔ میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کا تو نعرہ تھا، یاربی معاف فرما دیجئے۔ فضا میں آسمان کی طرف دیکھ رہے ہیں وہاں کوئی نہیں ہے اور بار بار یاربی معاف فرما دیجئے کا نعرہ لگا رہے ہیں۔ لہٰذا معافی مانگنا خود ایک مزے دار عبادت ہے اور اللہ تعالیٰ کو بھی توبہ کا عمل محبوب ہے:

(اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ)

اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے تو اگر توبہ اللہ تعالیٰ کو محبوب نہ ہوتی تو توبہ کرنے والوں کو محبوب کیوں رکھتے۔ توبہ بہت ہی پیارا عمل ہے لہٰذا اس سے گھبرایا مت کرو بلکہ خطا نہ بھی ہو تو بھی توبہ کرتے رہو۔

ممنونِ سزا ہوں مِری ناکردہ خطائیں

توبہ کرتے ہی رہو۔ استغفار کی کثرت رکھو، اسی بہانے سے ان کا نام لینے کی توفیق ہوتی ہے۔ زبان پر ان کا نام آجانا کیا کم نعمت ہے۔ میں نے شیخ کے بعض عاشقوں کو دیکھا کہ کوئی خطا نہیں ہوتی مگر پھر بھی کہہ رہے ہیں کہ حضرت کوئی خطا ہو گئی ہو تو معاف کر دیجئے تو اصل میں وہ مزہ لیتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ کوئی خطا نہیں ہوئی مگر لذتِ معافی لیتے ہیں۔ محبوب سے معافی مانگنے میں مزہ آتا ہے۔

اور ہماری تو ہر سانس خطا کار ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت غیر محدود ہے غیر محدود عظمتوں کا حق ہماری محدود طاقتوں سے اور محدود آدابِ بندگی سے ادا نہیں ہو سکتا، یہ حق ادا نہ ہو سکنا بھی نقص اور خطا ہے لہٰذا ہماری ہر سانس خطا کار

ہے تو ہر سانس توبہ کار بھی ہونی چاہیئے پھر اپنی بندگی کی تابکاری دیکھو پھر ان کے راستہ میں مزہ ہی مزہ ہے اور ایک بات کہتا ہوں جو شاید آختر ہی سے سنو گے، شاید ہی اس عالم میں کسی اور سے سُنو۔ شاید کا لفظ یاد رکھنا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کو دِل میں حاصل کرلیا، دردِ دل سے، تقویٰ سے، ذکر اللہ کے دوام سے، اہل اللہ کے قیام سے، اس کے قلب کا کیا عالم ہوتا ہے وہ ابھی بیان کروں گا لیکن اہل اللہ کے یہاں قیام سے مُراد بیوی بچوں اور کاروبار کو چھوڑ کر ان کے یہاں پڑا رہنا مُراد نہیں ہے بلکہ کثرت سے آتے جاتے رہنا مُراد ہے۔ مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اگر تم یوں ہی آتے جاتے رہو گے
محبت کا پھل اپنا پاتے رہو گے

لیکن جب محبت عطا ہونے لگتی ہے تو بعض لوگ شیخ کے پاس آنا کم کر دیتے ہیں اسی کو مولانا فرماتے ہیں۔

محبت کا پھل جب وہ پانے لگے
مجھے چھوڑ کر کیوں وہ جانے لگے

بہر حال لاکھ گناہ ہو جائیں اللہ کو نہ چھوڑو اور خواجہ صاحب کا یہ شعر یاد کرلو نہیں تو میر صاحب سے نوٹ کرلینا۔

جو ناکام ہوتا رہے عمر بھر بھی
بہر حال کوشش تو عاشق نہ چھوڑے
یہ رشتۂ محبت کا قائم ہی رکھے
جو سو بار ٹوٹے تو سو بار جوڑے

(مرتب عرض کرتا ہے کہ تقریر کے دوران بعض حضرات اِدھر اُدھر دیکھ رہے تھے حضرت والا نے اچانک یہ شعر پڑھا اور فرمایا کہ) ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃُ اللہ علیہ کا ایک شعر ہے ؎

قدم سُوئے مرقد نظر سُوئے دُنیا
کہاں جا رہا ہے کدھر دیکھتا ہے

لہٰذا جب تقریر ہو تو ہمہ تن مقرر کو دیکھو شاید اللہ تعالیٰ مہربانی کرے کہ یہ ٹکٹکی باندھے ہوتے ہے اس کو کچھ دے دیا جاتے۔ میر کا شعر یاد آگیا ؎

سرہانے میر کے آہستہ بولو
ابھی ٹک روتے روتے سو گیا ہے

لکھنؤ کے ایک شاعر نے اس میں ترمیم کی اور اتنی مزے دار کی کہ میں نے جب اپنے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃُ اللہ علیہ کو یہ شعر سُنایا تو حضرت ہنستے ہنستے لیٹ گئے۔ وہ ترمیم سُن لیں ؎

سرہانے میر کے آہستہ بولو
نہیں تو اُٹھ کے پھر رونے لگے گا

یعنی اس کو رونے کی عادت ہے، ابھی سویا ہوا ہے اس لئے خاموش ہے اُٹھا دیا تو پھر رونا شروع کرے گا۔ دیکھو جب میں دیکھتا ہوں کہ تقریر کے دوران بجائے مجھے دیکھنے کے کوئی اِدھر اُدھر دیکھ رہا ہے تو مجھ کو غم ہوتا ہے۔ غالب کہتا ہے ؎

دِل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت، درد سے بھر نہ آئے کیوں
روئیں گے ہم ہزار بار، کوئی ہمیں ستائے کیوں

میرے شیخ نے ایک شعر سُنایا تھا کہ اگر کسی کا محبوب پھول پھینک رہا ہو تو وہ محبوب ہی کو دیکھے گا کہ اس کا ہر پھول لے لوں ؎

گُل پھینکے ہے اوروں کی طرف بلکہ ثمر بھی
اے خانہ بَر اندازِ چمن کچھ تو اِدھر بھی

جس گھر سے مُسلسل پھولوں کی بارش ہوگی تو کیا وہ گھر باندازِ چمن نہیں ہوگا کہ اس کے گھر سے چمن تک پھول ہی پھول ہوں گے۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ اگر ہزار بار توبہ ٹوٹ جائے تو ہزار بار اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی مُعافی مانگ لو۔ آہ وزاری، اشک باری، بے قراری، اختر شماری، شرمساری اور حق تعالیٰ کی عظمتوں اور اس کی پروردگاری کی اداؤں کو سر پر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے توبہ کرو کہ اے خُدا! آپ کا یہ بندہ اپنے گناہوں سے بے قرار ہے، اشک بار ہے، شرمسار ہے، کیوں کہ آپ غفار ہیں میرے مددگار ہیں اور پروردگار ہیں۔ خواجہ صاحب کا شعر اور سنئے ؎

نہ چت کر سکے نفس کے پہلواں کو
تو یوں ہاتھ پاؤں بھی ڈھیلے نہ ڈالے
اَرے اس سے کشتی تو ہے عمر بھر کی
کبھی وہ دبا لے کبھی تو دبا لے

لیکن آخر تو ہی دبائے گا۔ یہ ہمارے دادا پیر حکیم الامت نے فرمایا کہ جو لوگ اللہ والوں سے جڑے ہوتے ہیں، ان کے ہاں آنا جانا رکھتے ہیں، اگر زندگی میں نفس پر غالب نہ آسکے تو مرتے وقت اللہ تعالیٰ ضرور ان کو تعلقاتِ دُنیا پر غالب کر کے اور ان کے

دِل پر اپنی محبت کو غالب کر کے اور توبہ کی برکت سے محبوبین بنا کر اُٹھائیں گے۔

تکمیلِ آرزو سے اطمینان حاصل کرنے کا فریب

جو آیت میں نے تلاوت کی اس میں اللہ سُبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ خوب غور سے سُن لو الا حرفِ تنبیہہ ہے، عربی میں تین۳ حرفِ تنبیہہ کے ہیں، الا، اما، ھا، تو اللہ تعالیٰ نے حرفِ تنبیہہ استعمال فرمایا ہے جس کا ترجمہ میرے مُرشد شاہ عبدُالغنی صاحب رحمۃُ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ کان سے غفلت کی روئی نِکال کر پھینکو پھر میری بات سُنو کہ:

(اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰہِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ)

اللہ تعالیٰ کے نام ہی سے تمہارے قلب کو اطمینان ملے گا اور اطمینان کب مِلتا ہے اور کیوں مِلتا ہے؟ جب اس کی ہر تمنا پوری ہو جاتے اور قلب میں زخمِ حسرت نہ رہے کہ یہ باقی رہ گیا۔ جس کی سَو تمنائیں ہیں اگر ایک بھی باقی رہ جائے گی تو اس کے قلب کو اطمینانِ کامِل نہ ملے گا۔ اسے حسرت اور آرزو کی ناکامی کا غم رہے گا تو پھر اطمینان کہاں رہا؟ اور دُنیا میں یہ ناممکن ہے کہ ہر آرزو پوری ہو جائے معلوم ہوا کہ آرزوؤں کی تکمیل اطمینان کا ذریعہ نہیں۔ اطمینان کے حُصول کا ذریعہ صِرف یہ ہے کہ جو اطمینان کا خالق ہے اس کو حاصِل کرو، اُس کو راضی کرو۔

بابِ رحمت پر دستک

اللہ تعالیٰ نے اپنے نام کی خاصیت بتائی کہ میرا ذکر کرو گے تو ایک دِن تم مذکور کو پا جاؤ گے کیوں کہ جو میرا نام لیتا ہے گویا میرا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے۔

(اَلذَّاکِرُ کَالۡوَاقِفِ عَلَی الۡبَابِ)

جس کو میں اپنا نام لینے کی توفیق دیتا ہوں اس نے ابھی مجھے پایا نہیں، لیکن میرے دروازہ پر کھڑا ہو کر دستک دے رہا ہے۔

محدث عظیم ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ میں تحریر فرماتے ہیں؛

(اَلذَّاکِرُ کَالْوَاقِفِ عَلَی الْبَاب)

جس کو ذکر کی توفیق ہوگئی تو اگرچہ ابھی مذکور اس کو ملا نہیں، لیکن وہ دروازے تک آگیا، دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے کہ میرے مولیٰ مجھے کب ملو گے؟ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

گفت پیغمبر کہ چوں کوبی درے عاقبت بینی ازاں در ہم سرے

پیغمبر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ تم اگر مسلسل کسی دروازے کو کھٹکھٹاتے رہو گے تو ایک دن دروازے سے کوئی سر ضرور نمودار ہو گا کہ بہت دیر سے کھٹکھٹا رہے ہو، بھئی! کیا بات ہے؟ تم کو کیا ضرورت پیش آگئی؟ مگر مسلسل کھٹکھٹاتے رہو، مایوس نہ رہو کہ اتنے دن سے کھٹکھٹا رہے ہیں اب تک کوئی سر نمودار نہیں ہوا۔ اس مایوسی کو دور کرنے کے لیے حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ کا نام لیتے رہو ایک دن ضرور ان کو رحم آئے گا۔

کھولیں وہ یا نہ کھولیں در، اِس پہ ہو کیوں تری نظر
تُو تو بس اپنا کام کر۔ یعنی صدا لگائے جا
بیٹھے گا چین سے اگر، کام کے کیا رہیں گے پر
گو نہ نکل سکے مگر، پنجرے میں پھڑپھڑائے جا

اگر گناہوں سے آزادی نہیں ملتی تو پھڑپھڑائے جاؤ، اللہ میاں کو بے قراری تو دکھاؤ

کہ ان کو رحم آجاتے۔ تو اللہ سُبحانہ و تعالیٰ نے اپنے نام کی خاصیت بیان فرمائی کہ جس کو میرا نام لینے کی توفیق ہوگئی اس کی پہنچ میرے دروازے تک ہوگئی۔ شرح مشکوٰۃ میں دیکھ لو۔ مُلّا علی قاری اتنا بڑا محدث لکھ رہا ہے۔ مَیں تصوف بلا دلیل پیش نہیں کروں گا۔ میرا ہر تصوّف مدلّل بالقرآن یا بتفسیر القرآن یا بالحدیث یا بشرح الحدیث ہوگا۔

قُرب میں ترقی کی مثال

تو ملّا علی قاری فرماتے ہیں اَلذَّاکِرُ کَالْوَاقِفِ عَلَی الْبَابِ اسم موصول جب اسمِ فاعل پر داخل ہوتا ہے تو معنی میں اَلَّذِیْ کے ہوجاتا ہے کہ اَلَّذِیْ ذَکَرَ کَالَّذِیْ وَقَفَ عَلٰی بَابِ اللہِ تَعَالٰی شَانُہٗ جس کو اللہ کا نام لینے کی توفیق ہوگئی تو وہ اللہ کے دروازہ تک پہنچ گیا۔ کیا یہ کم نعمت ہے کہ ہم ان کے دروازے پر بستر لگادیں۔ ایک شخص نے حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ بہت دِن سے اللہ اللہ کر رہا ہوں مگر کوئی فائدہ معلوم نہیں ہورہا ہے۔ حاجی صاحب نے لکھا کہ ظالم! یہ کم فائدہ ہے کہ تو اِتنے بڑے مولیٰ کا نام لے رہا ہے۔ لیکن فائدہ پہنچتا ہے محسوس نہیں ہوتا۔ فائدہ پہنچنا اور ہے، محسوس ہونا اور ہے جیسے بچّہ کا قد روزانہ بڑھتا ہے لیکن روزانہ اگر فیتہ سے ناپو گے تو قد بڑھتا ہوا محسوس نہیں ہوگا اور مایوسی الگ ہوگی، چھ مہینے تک فیتہ نہ لگاؤ، پھر فیتہ لگاؤ تو جس دِن پیدا ہوا تھا اس دِن سے کئی انچ بڑھا ہوا نظر آئے گا۔ ایسے ہی اللہ کا نام لیتے رہو، روزانہ فیتہ مت لگاؤ کہ آج ہم کو کتنا قُرب ہوا، کچھ دِن کے بعد آپ کو معلوم ہوجائے گا کہ ہم کیا تھے اور کیا ہوگئے

تو نے مجھ کو کیا سے کیا شوقِ فراواں کر دیا
پہلے جاں پھر جانِ جاں پھر جانِ جاناں کر دیا

اولیاء اللہ کا راستہ

بس پابندی سے ذِکر کرتے رہو، روزانہ فلیتہ مَت لگاؤ، اولیاء اللہ کے روٹ پر چلتے رہو، منزلیں خود آئیں گی اِن شاء اللہ۔ ذِکر کرنا اور گُناہ سے بچنا یہ روٹ ہے اولیاء اللہ کا، دُنیا میں جتنے ولی ہُوتے ہیں ان کا روٹ یہی دو چیزیں ہیں، مُثبت اور منفی یعنی مائنس اور پلس۔ جِس بات سے اللہ خوش ہوتا ہے اس کو اہتمام سے کرتے ہیں اور اللہ کی ناخوشی سے بچنے میں بھی جانبازی دِکھاتے ہیں، بے غیرتی اور کمینہ پن سے اللہ کو ناراض نہیں کرتے، اپنی حرام لذّتوں سے بچنے میں جان کی بازی لگا دیتے ہیں۔ شیطان کتنا ہی کان میں کہہ دے کہ اس شکل کو دیکھنے میں بہت مزہ آئے گا، وہ شیطان کو جواب دے دیتے ہیں ؎

ہم ایسی لذّتوں کو قابِلِ لعنت سمجھتے ہیں
کہ جِن سے ربّ میرا اے دوستو ناراض ہوتا ہے

اللہ کے نام کی غیر فانی اور غیر محدود لذّت

تو اللہ سُبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا کہ خُوب سُن لو تم دُنیا میں کہیں چین نہیں پاؤ گے، اگرچہ ساری دُنیا تم کو مِل جائے، اور فرض کر لو کہ مِل بھی جائے مگر ناممکن ہے کہ تم ساری دُنیا کو استعمال کر لو، سارے عالم کی مُرغیاں تم اکٹھی کھا سکتے ہو؟ سارے عالم کے کباب اکٹھا کھا سکتے ہو؟ سارے عالم کی نہاری کھا سکتے ہو؟ سارے عالم کی لیلاؤں کو یوز Use کر سکتے ہو؟ تمُہارا معدہ، تمُہارا دِل ہم نے ایسا بنایا ہے کہ سارے عالم کو سمیٹ نہیں سکتا، سارے عالم کی لذّت کو ایک آن میں نہیں حاصل کر سکتا بلکہ سو برس کی زندگی بھی دے دوں تو بھی تم سارے عالم کی نہ تو سیر کر

سکتے ہو نہ سارے عالم کی نعمتوں کو استعمال کر سکتے ہو۔ تم اپنے معدہ میں اگر دس مُرغی ڈال لو تو پیٹ میں درد شروع ہو جائے گا لیکن اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تم اگر میرا نام محبت سے لینا سیکھ لو بشرطیکہ گُناہوں کا ملیریا اُتر جائے اور متلی اور زبان کی کڑواہٹ ختم ہو جائے تب میرے نام کی مٹھاس تم کو محسوس ہو گی کہ اللہ تعالیٰ کتنا پیارا ہے۔ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ جزاءِ خیر دے، فرماتے ہیں ؎

از لبِ یارم شکر را چہ خبر

میرے اللہ کے نام کی مٹھاس کو یہ ظالم شکر کیا جانے کہ شکر مخلوق ہے، محدود ہے، فانی ہے، اللہ تعالیٰ کے نام کی مٹھاس غیر محدود ہے، غیر فانی ہے اور بے مثل ہے۔ دیکھو اللہ والے ایسے ہوتے ہیں جن کو اللہ کے نام میں ایسی لذت ملتی ہے تب وہ کہتے ہیں کہ میرے اللہ کے نام کی مٹھاس کو شکر بھی نہیں جانتی ؎

وازرخش شمس و قمر را چہ خبر

اللہ کے جلووں کو اور اللہ کے نور اور تجلّی کو یہ شمس و قمر کیا جانیں؟ یہ تو خود بھک منگے ہیں، ان کو روشنی کی بھیک مَیں نے ہی تو دی ہے۔ ان کو کسوف اور خسوف یعنی چاند گرہن اور سُورج گرہن سے کبھی روپوش بھی کر دیتا ہوں، مگر میری تجلّی میرے عاشقوں سے کبھی روپوش نہیں ہوتی۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں کے، اپنے اولیاء کے نور کو ظاہر کر دے تو سُورج اور چاند کو گرہن لگ جائے۔ یہ تحمل نہیں کر سکتے، شمس و قمر اللہ کے جلووں کی تاب نہیں لا سکتے، اللہ کے جلووں کی تاب کاری کو ان کی آب و تاب تحمل نہیں کر سکتی۔

لذّتِ قربِ کا ادراک نہ ہونے کی وجہ

اللہ کے نام کی مٹھاس کو اولیاء اللہ ہی جانتے ہیں ہم کو گناہوں کے

ملیریا کی وجہ سے اللہ کے نام کی لذت کا ادراک نہیں ہوتا۔ حکیم الامت فرماتے ہیں کہ جو لوگ بدنظری کرتے ہیں، عورتوں کو یا حسین لڑکوں کو دیکھتے ہیں اللہ تعالیٰ اُن سے اپنی عبادت اور اپنے نام کی مٹھاس چھین لیتے ہیں۔ لاکھ تسبیح پڑھتے رہو جب اللہ کی رحمت سے دور ہو گئے تو لذتِ نامِ خدا کی ڈش تم کو کیسے ملے گی؟ تقویٰ سے رہ کر غم اُٹھا کر دیکھو پھر قلبِ حساس اور قلبِ سلیم عطا ہوتا ہے، پھر اللہ کے جلووں کا ادراک ہوتا ہے، انوار کا ادراک ہوتا ہے، تجلّیات کا کشف ہوتا ہے۔ حق تعالیٰ کے جلوے تمہارے قلب میں مکشوف ہوں گے اور محسوس ہوں گے کیونکہ جو بدنظری کرتا ہے وہ تلاوت کرکے دیکھ لے، وہ نماز بھی پڑھے گا، خدا کے قدموں میں سجدہ بھی کرے گا مگر دل میں اس کے وہی لیلیٰ ہوگی۔ بدنظری کی نحوست ہے کہ یہ ظالم شکلیں پھر دِل سے نہیں نکلتیں، بے چینی الگ ملتی ہے اور نبی کی بددُعا الگ۔ اس لئے تقویٰ سے رہو پھر دیکھو اللہ تعالیٰ جب ملے گا تب جا کے اطمینان ہوگا۔

لذّتِ دوجہاں سے سیر چشمی حاصل ہونے کا طریقہ

جو تقویٰ کی برکت سے ذکر اللہ کی برکت سے،

اہل اللہ کی صحبت کے صدقہ میں، ان کی خدمت اور جوتیاں اُٹھانے کی برکت سے جب دِل میں اللہ کو پا جاتا ہے تو اس کی کوئی تمنا ایسی نہیں ہوتی جو پوری نہ ہو، اس کے دِل میں کوئی زخمِ حسرت نہیں ہوتا، اس کے دِل میں پردیس اور وطن کی لذتوں کا مجموعہ اللہ

اپنے نام کے صدقہ میں دے دیتا ہے۔ ذکر اس کو مذکور تک پہنچا دیتا ہے بلکہ مذکور کو اپنے دِل میں پاجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا نام ایسا ہے کہ جو ان کا نام لیتا ہے بشرطِ تقویٰ اور بشرطِ پرہیز تو وہ خالی اسم نہیں رٹتا مسمّٰی بھی پاجاتا ہے۔

آج میں اللہ تعالیٰ کے نام کی تفسیر اس آیت سے کر رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے نام سے قلب کو چین کیوں ملتا ہے؟ کیوں کہ بے چینی دو وجہ سے ہوتی ہے۔ ایک تو یہ کہ نعمت کی تمنا تھی لیکن استعمال نہیں کر سکا کیوں کہ موجود نہیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ موجود ہے لیکن استعمال کی قدرت نہیں مثلاً لذیذ غذائیں موجود ہیں مگر معدہ میں گنجائش نہیں ہے۔ دُنیا کی ساری نعمتیں، دُنیا کی لیلاؤں کے نمکیات اور دُنیا بھر کے سیب اس کے پاس ہیں مگر کیا کوئی شخص تمام نعمتوں کو بیک وقت استعمال کر سکتا ہے؟

ہفت اقلیم کی سلطنت بھی کسی کو مِل جائے، ہفت براعظم کا بادشاہ ہو جائے لیکن پھر بھی اس کے قلب کو چین نہیں ہے کیوں کہ دُنیا میں ایسے احوال آجاتے ہیں کہ جو اس کے قابو سے باہر ہوتے ہیں مثلاً بعض براعظم ایسے ہیں جیسے سمندر جن پر اس کی حکومت نہیں چل سکتی یا جہاں حکومت ہے تو وہاں اپوزیشن کا بھی خطرہ ہوتا ہے اور خوفِ زوالِ سلطنت ہوتا ہے لیکن کسی اللہ والے کو اپنے قلب کی سلطنت کے زوال کا اندیشہ نہیں ہوتا کیوں کہ سُلطان السلاطین ان کے دِل میں ہوتا ہے، ان کی سلطنت اُن کے دِل میں ہے اور یہ ایسی سلطنت ہے جس کو کوئی ان سے چھین نہیں سکتا۔

نعماءِ جنت سے بڑھ کر مزہ پانے والے لوگ

اِس لئے دونوں جہان سے بڑھ کر مزہ وہ اپنے دل میں پاتے ہیں

اِس پر میرا شعر ہے ؎

وہ شاہِ دوجہاں جس دل میں آئے
مزے دونوں جہاں سے بڑھ کے پائے

کیوں کہ دونوں جہان اللہ کے پیدا کیے ہوئے ہیں، دُنیا بھی اور آخرت بھی، جنت بھی اور دوزخ بھی، تو یہ بتاؤ کہ جنت مخلوق ہے یا نہیں؟ اور پوری دُنیا مخلوق ہے یا نہیں؟ تو خالِق افضل ہے یا مخلوق؟ تو جب خالِق دل میں آئے گا تو پورے عالم سے بے نیازی اور استغناء پیدا ہو جائے گا۔ ضرورتاً کھائے گا لیکن کسی نعمت کو دیکھ کر للچائے گا نہیں۔ صِرف جینے کے لیے کھائے گا کیوں کہ قیام اسٹرکچر اور ڈسٹمپر اسی سے ہے، روٹی نہ ملے تو چہرہ بھی سوکھ جاتا ہے اور اسٹرکچر بھی کانپنے لگتا ہے۔ اللہ کے نام سے اس کے قلب میں سیر چشمی ہوگی، عاشقِ ذاتِ حق کے لیے جنّت بھی درجۂ ثانوی میں ہوتی ہے، اللہ کے نام میں وہ جنّت سے بڑھ کر مزہ پاتا ہے۔ بس دیدارِ الٰہی کے علاوہ سب کچھ اس کے دِل میں ہوتا ہے جب دردِ دل سے اللہ کہتا ہے تو اپنے قلب میں دونوں عالم کا حاصل بِجَمِیعِ کَمِّیَاتِہٖ وَکَیْفِیَاتِہٖ ولَذَّاتِہٖ پاتا ہے۔ اللہ کا نام حاصلِ دوجہاں ہے ؎

لذّتِ دوجہاں ملی مجھ کو تمھارے نام سے
مجھ کو تمھارے نام سے لذّتِ دوجہاں ملی

لیکن اس شعر میں ایک کمی رہ گئی تھی جو مَیں نے دوسرے شعر میں دُور کی کہ ؎

وہ شاہِ دوجہاں جس دِل میں آئے
مزے دونوں جہاں سے بڑھ کے پائے

دونوں جہان جس کی برابری کرسکیں وہ اللہ نہیں ہوسکتا۔ مخلوق اور خالق کیسے برابر ہوسکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی مثل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ دونوں جہاں کے خالق ہیں خالقِ جنت ہیں، جس نے اللہ کو دُنیا میں پالیا وہ حاصلِ جنت پاگیا، گو جنت وہ بعد میں دیکھے گا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں جنّت دیکھوں گا تو میرے یقین میں اضافہ نہیں ہوگا کیوں کہ اتنا یقین مجھ کو دُنیا ہی میں حاصل ہے ببرکۃ صحبت سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ خالقِ جنّت جس کے دِل میں ہے تو بتاؤ جب جنّت سے افضل چیز موجود ہے تو جنّت سے زیادہ مزہ اس کو دُنیا ہی میں نہ آنے لگے گا؟ جب اللہ دِل میں آتا ہے تو سارے عالم کے بادشاہوں کے نشے، سارے عالم کی سلطنت کے نشے، وزارتِ عظمیٰ کی کرسیوں کے نشے، سارے عالم کے انگوروں کے نشے، سارے عالم کے سیبوں کے نشے، سارے عالم کا رس اللہ اس دِل میں گھول دیتا ہے جس دِل میں وہ اللہ آتا ہے۔ واللہ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس حقیقت کی تعبیر کے لئے میرے پاس لُغت نہیں ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات غیر محدود ہے، ہماری لُغت محدود ہے۔ غیر محدود ذات کو دِل محسوس تو کرسکتا ہے مگر لُغت سے تعبیر نہیں کرسکتا۔ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

ہر چہ گویم را شرح و بیاں

ہر چند میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور عشق کی شرح بیان کرتا ہوں لیکن ؎

چوں بہ عشق آیم خجل باشم ازاں

جب دوبارہ عشق مجھ پر طاری ہوتا ہے اور میں زبانِ محبت کو پیش کرتا ہوں تو اس بیان میں مجھے اتنا مزہ آتا ہے کہ پچھلے بیان سے میں شرمندہ ہوجاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ

نے قرآن پاک میں فرمایا کہ جب میرے عاشق مجھے یاد کرتے ہیں تو میرے نام میں یہ خاصیت ہے کہ ان کے دِل کو چین اور اطمینان ملتا ہے اور اطمینان کی دو وجہ میں نے بیان کی۔ ایک تو یہ کہ اللہ کو یاد کرنے والوں کے دِل میں کوئی حسرت نہیں ہوتی، نہ دُنیا کی نہ جنت کی، دونوں جہان یہیں پاجاتے ہیں۔

بلاتقسیم دونوں جہان کا مزہ پانے والے

اور دوسری وجہ زندگی میں پہلی بار اس آیت کے ذیل میں بیان کر رہا ہوں کہ بادشاہوں کو تقسیم سے مملکت ملتی ہے اور اللہ کے عاشقوں کو دونوں جہان کا مزہ بلاتقسیم مِلتا ہے، بلاتقسیم پورے عالم کی سلطنت کا مزہ مِلتا ہے کیوں کہ وہ خالِق ارض وسماء ہے، خالِق شمس وقمر ہے، خالِق بحر وبر ہے، خالِق شجر وحجر ہے وہ سارے عالم کا خالق ہے۔ جب وہ دِل میں آتا ہے تو ہر ولی اللہ خود ایک عالم بن جاتا ہے کیوں کہ دِل میں خالِق عالم کو لیے بیٹھا ہے، اس کا قلب خود ایک عالم ہوتا ہے، ہر ولی ایک عالم رکھتا ہے، اس کے زمین وآسمان، اس کے سورج اور چاند اس کے دِل میں ہوتے ہیں تو اطمینان کی وجہ یہ ہے کہ وہ تمناؤں سے حسرتوں سے خالی ہوجاتا ہے اور یہ شعر بزبانِ حال پڑھتا ہے ؎

ہر تمنا دِل سے رخصت ہو گئی
اَب تو آجا اب تو خلوت ہو گئی

یہ خواجہ مجذوب صاحب کا شعر ہے حکیم الامت نے یہ شعر سن کر فرمایا تھا کہ خواجہ صاحب اگر میرے پاس ایک لاکھ روپیہ ہوتا تو آپ کو اس شعر پر انعام میں دے دیتا۔ سارے عالم کا خالِق بتاؤ کون ہے؟ سارے عالم کی مرغیوں کا خالق، سارے عالم کے سیب

اور انگور کا خالق، سارے عالم کی نعمتوں اور لذتوں کا خالق کون ہے؟ سارے عالم کے حسینوں کا خالق کون ہے؟ اللہ ہے! جس دِل میں وہ اللہ آتا ہے تو وہ دِل سارے عالم سے مستغنی ہوجاتا ہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں:

وَلَيْسَ عَلَى اللّٰهِ بِمُسْتَنْكِرٍ
اَنْ يَّجْمَعَ الْعَالَمَ فِيْ وَاحِدٍ

اللہ کے لیے کچھ مشکل نہیں کہ اللہ اپنے کسی بندے ولی اور عاشق کے دل کے اندر ایک پورا عالم جمع کردے۔ اللہ تعالیٰ پورے عالم کا رس اُس دِل میں گھول دیتا ہے وہ اپنی چٹائی اور بوریوں پر جب اللہ اللہ کرتا ہے تو ایک سلطنت کا مزہ پاتا ہے

خُدا کی یاد میں بیٹھے جو سب سے بے غرض ہو کر
تو اپنا بوریا بھی پھر ہمیں تختِ سلیمان تھا

اللہ والوں کی لازوال سلطنت

ہم نے ایسے اولیاء اللہ کی زیارت کی ہے جنہوں نے دال، روٹی اور چٹنی میں بریانی کا مزہ محسوس کیا اور اپنی چٹائی اور بوریوں پر سلطنت کا مزہ لیا ہے۔ یہ لازوال سلطنت بلا الیکشن ملتی ہے، خُدا کی رضا سے ملتی ہے۔ یہاں اپوزیشن کا کوئی وجود نہیں ہوتا، نفس و شیطان بھی یہاں کتے کی طرح دُم ہلاتے رہتے ہیں۔ جو سچے اللہ والے ہیں نفس و شیطان بھی ان کے تابعدار اور غلام ہوجاتے ہیں۔ وہ اپنے نفس پر سوار رہتے ہیں، جدھر شریعت اجازت دے اُدھر آنکھ کھولتے ہیں، جدھر شریعت اجازت نہ دے مجال نہیں کہ اُدھر آنکھ کھل جائے۔ وہ اپنے جسم پر اپنے نفس پر حتیٰ کہ شیطان پر بھی حکومت کرتے ہیں بہ برکت حاکم اعلیٰ۔ وہ اللہ تعالیٰ کو اپنے

دِل میں رکھتے ہیں، اس لیے ان کے حوصلوں کی مضبوطی کا عام دُنیا دار تصور بھی نہیں کر سکتے۔ اب رہ گئی جنت تو میں کہتا ہوں کہ جس نے اللہ کو دُنیا میں پالیا، صُحبتِ اولیاء کی برکت سے، ذکر اللہ اور تقویٰ کی پابندی سے اور اللہ کو خوش کرنے میں اپنی جان کی بازی لگادی، اپنی حرام خوشیوں کو پاش پاش کر دیا، دل کو ریزہ ریزہ اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیا مگر اللہ کو ناراض نہیں کیا تو وہ خالقِ جنت دِل میں آجاتے گا۔ اس وقت مجھے مُفتی تقی عثمانی کا ایک شعر یاد آگیا جو انہوں نے خود سُنایا جب میں پچھلے دنوں دار العلوم گیا تھا ؎

دردِ دِل دے کے مجھے اُس نے یہ ارشاد کیا
ہم اُسی گھر میں رہیں گے جسے برباد کیا

اور مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس نے اپنی بُری خوشیوں کو، حرام خوشیوں کو، خراب خوشیوں کو اللہ کے لیے تباہ کر دیا تو اس دِل تباہ کو جو تجلّی اللہ دیتا ہے، دُنیا میں اس کی مثال نہیں پاؤ گے ؎

میکدہ میں، نہ خانقاہ میں ہے جو تجلّی دِلِ تباہ میں ہے

اب عُلماء کرام کے غُلام، اس اختر کا شعر بھی سنئے ؎

ہزار خونِ تمنّا، ہزار ہا غم سے
دلِ تباہ میں فرمانروائے عالم ہے

مَیں کہتا ہوں کہ جس کو دُنیا بڑی کوششوں سے، مشقتوں سے، خُون پینے سے ملی مگر تقسیم ہو کر ملی، دو مرغیاں کھالیں یا زیادہ سے زیادہ تین مُرغیاں کھالیں، دو چار سیب کھا لئے۔

چار شادیوں کے جواز کی اہم شرط

چار شادیاں کرلیں، مگر خواتین یہ سُن کر لرزہ براندام ہوگئی ہوں گی کہ کہیں میرے شوہر یہ تقریر نہ سُن رہے ہوں تو یاد رکھو کہ عدل فرض ہے۔ چار شادی کرنا آسان نہیں ہے اِس زمانہ میں نہ اِتنا تقویٰ ہے کہ عدل کرسکے نہ اِتنی طاقت ہے کہ چار بیویوں کا حق اَدا کرسکے۔ ایک ہی بیوی پر دواخانہ کے سامنے معجونِ مغلظ مانگ رہے ہیں اور اگر طاقت ہو تب بھی اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اِس شرط کے ساتھ دوسری شادی جائز ہے کہ عدل کرسکو اور یہ عدل کرنا بہت مُشکل کام ہے۔ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے کہا کہ دو شادی کرکے آپ نے مریدوں کے لئے دوسری شادی کا دروازہ کھول دیا۔ فرمایا کہ نہیں دروازہ بند کردیا، جب وہ دیکھیں گے کہ یہاں ایک ترازو رکھا ہوا ہے۔ ایک بیوی کو جتنا دیا اِتنا ہی دوسری بیوی کو تول کر دینا پڑتا ہے۔ اگر خربوزہ آگیا تو آدھا کاٹ کر ایک بیوی کے یہاں بھیجا اور آدھا دوسری بیوی کے یہاں تو عدل کرنا بہت مشکل کام ہے۔ پھر ایک اور بات بھی ہے۔ امام مُحمّد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جِس کو اللہ اپنے دین کے کام کے لئے قبول فرماتا ہے اس کو مٹی کے کھلونوں میں ضائع نہیں کرتا لہٰذا چار شادیوں کے جواز کا جواب مِل گیا۔ میں نے چار کا اچار نکال دیا۔ بس اللہ پر زیادہ سے زیادہ فِدا رہنے کے لئے وقت نکالو، اپنے آپ کو حلال لذتوں میں بھی زیادہ مشغول نہ کرو۔ حلال مشغولی سے بھی بچو تا کہ اللہ کے دین کی خدمت کرسکو۔ کماؤ بھی اِتنا جتنا کھانا ہے۔

تو کہہ رہا تھا کہ دُنیاداروں کو جو دُنیا ملی تقسیم ہو کر ملی، سلطنت بھی ملی تو تقسیم ہو کر ملی۔ کوئی عمان کا ہے بادشاہ ہے تو کوئی العین کا، کوئی دبئی کا ہے تو کوئی قطر کا تو بتاؤ تقسیم ہے

کہ نہیں؟ لیکن دردِ دل سے کہتا ہوں کہ جو اللہ کے عاشق ہیں، ان کو بلاتقسیم پورا عالم ملتا ہے کیونکہ وہ خالقِ عالم کو سینے میں رکھتے ہیں۔ یہ تقریر آج پہلی مرتبہ کر رہا ہوں اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰہِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ کے ذیل میں کہ اللہ کی یاد ہی سے دِل کو چین مِلتا ہے کیوں کہ جب خالقِ عالم دِل میں ہوتا ہے تو ان کے قلب میں یہ حسرت نہیں رہتی کہ کاش! ہم کو یہ ملک و سلطنت مِل جاتی، جب مُلک کا مالک مِلا ہوا ہے تو ملک کیا چیز ہے۔ میرا ایک فارسی شعر ہے۔

ملک را بگذار مالک را بگیر تاکہ صدہا ملک یابی اے فقیر

ملک کی ہوس چھوڑو، مالک کو پکڑو تاکہ اَے فقیر تجھ کو سینکڑوں ملک مِل جائیں۔ جب سارے عالم کا مالک مِل گیا تو گویا پورا عالم اسے مل گیا۔

جو تو میرا تو سب میرا، فلک میرا، زمیں میری
اگر اِک تو نہیں میرا تو کوئی شے نہیں میری

خالقِ جنّت سے تعلق رکھنے والوں کے بے مثل مزے

تو ہر ولی اللہ اَپنے قلب میں پورا عالم رکھتا ہے اس لِئے اللہ کے نام سے اس کے دِل میں ہر وقت چین رہتا ہے کیوں کہ نہ کوئی حسرت ہے نہ تمنّا ہے، مالک کے قُرب کی وجہ سے ہر وقت مست رہتا ہے، شانِ صمدیت کا اس پر ظہور ہوتا ہے۔ اللہ کی ذات کیا ہے؟

(اَلۡمُسۡتَغۡنِیۡ عَنۡ کُلِّ اَحَدٍ وَالۡمُحۡتَاجُ اِلَیۡہِ کُلُّ اَحَدٍ)

اللہ سارے عالم سے مستغنی ہے اَور سارا عالم اس کا محتاج ہے

اس صمدیت کا ظہور جب اس کے قلب پر ہوتا ہے تو جتنا بندہ اس کا مستحق ہے اور

جتنا اس کا تحمل ہے اس کے مُطابق اپنی صمدیت کے خزانے سے اللہ تعالیٰ کچھ دے دیتے ہیں کہ خالقِ عالم کے ذکر میں وہ بے نیازِ عالم ہوتا ہے۔ مگر بیوی بچّوں کا حق ادا کرتا ہے۔ یہ بے نیازی نہیں ہے کہ بیوی بچّوں کو چھوڑ کر جنگل چلا جاتا ہے۔ اب رہ گئی جنّت تو خالق جنّت جب دِل میں آئے گا تو بتاؤ جنّت افضل ہے یا خالقِ جنّت افضل ہے؟ لہٰذا جو دِل میں اللہ کو پا جائے گا تو دُنیا میں اس کو جنّت سے زیادہ مزہ حاصل ہو جائے گا۔ بس ایک مزہ باقی رہے گا کہ اللہ کا دیدار یہاں نہیں ہوگا، وہ تو جنّت جا کر ہی نصیب ہوگا۔ میرے مرشد فرماتے تھے کہ جب آنکھیں بنائی جاتی ہیں تو آنکھوں پر پٹی بندھی رہتی ہے۔ جب روشنی آجاتی ہے تب ڈاکٹر کہتا ہے کہ اب پٹی کھول دو۔ تو ایمان و تقویٰ سے یہاں ہماری آنکھیں بنائی جارہی ہیں دیدارِ الٰہی کے لئے۔ جب روحِ ایمان کے ساتھ نکل جائے گی تو اللہ تعالیٰ جنّت میں فرمائیں گے کہ اب پٹی کھول دی گئی اب كَأَنَّكَ نہیں یہاں أَنَّكَ تَرَاهُ ہے۔ دُنیا میں كَأَنَّكَ تَرَاهُ تھا یعنی اس احسانی کیفیت سے عبادت کرو کہ گویا تم اللہ کو دیکھ رہے ہو۔ یہ بُخاری شریف کی حدیث ہے لیکن جنّت میں گویا نہیں رہے گا، گو مگو سب ختم وہاں أَنَّكَ تَرَاهُ ہے۔ تم یقیناً مجھے دیکھو گے۔

جنّت میں دیدارِ الٰہی کی کیفیت

صحابہ نے پُوچھا کہ جب ہم دُنیا میں کوئی اچھی چیز دیکھتے ہیں تو لائن لگ جاتی ہے تو اللہ میاں کو دیکھنے کے لئے تو بڑی دھکم پیل اور بڑی جنگ ہوگی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور کیا بہترین مثال دی۔ علومِ نبوت کا معجزہ دیکھو، ارشاد فرمایا کہ جب ۱۴ تاریخ کا چاند ہوتا ہے تو کیا تم آسمان پر چاند دیکھتے ہوئے آپس میں لڑتے ہو؟ معلوم ہوا کہ

چاند اس زاویہ پر ہے کہ مخلوق کے جھگڑے نہیں ہوتے تو اللہ تعالیٰ جو چاند کا پیدا کرنے والا ہے کیا اس زاویہ سے اپنی تجلیات نہیں دکھا سکتا؟ اللہ بھی اپنا دیدار اس زاویہ سے کرائے گا کہ ہر جنتی آرام سے دیکھ سکے گا اور اتنا مزہ آئے گا کہ جنت کی کوئی نعمت یاد نہیں رہے گی، نہ جنت کے دریا، نہ حوریں، نہ شہد نہ شراب، نہ دودھ، نہ پانی، جنت کی ساری نعمتیں فراموش ہو جائیں گی اور حوریں بھی یاد نہیں رہیں گی اور ہر جنتی اللہ تعالیٰ کو دیکھ کر یہ شعر بزبانِ حال پڑھے گا۔

ترے جلوؤں کے آگے ہمت شرح و بیاں رکھ دی
زبانِ بے نگہ رکھ دی، نگاہِ بے زباں رکھ دی

اہل اللہ کے بے مثل کیف کی دلیل

یہ تصوف کہ اللہ کے عاشقوں کو دُنیا ہی میں دونوں عالم سے بڑھ کر مزہ ملتا ہے سوائے لذّتِ دیدارِ الٰہی کے، بلا دلیل نہیں ہے۔ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں آسمانوں اور زمینوں میں نہیں سمایا مگر میں اولیاء اللہ کے دل میں مہمان کی طرح سما جاتا ہوں۔

مَا وَسِعَنِیْ اَرْضِیْ وَلَا سَمَائِیْ وَوَسِعَنِیْ قَلْبُ عَبْدِیَ الْمُؤْمِنِ اللَّیِّنُ الْوَدَّاعُ۔

مجھ کو نہ میری زمین سما سکتی ہے نہ میرا آسمان اور مجھ کو میرے مومن بندہ کا قلب جس میں نرمی اور اطمینان (کی صفت) ہے سمو لیتا ہے۔

(التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف، ص ۸۹)

دنیا میں بھی آپ دیکھتے ہیں کہ جتنا بڑا آدمی ہوتا ہے اتنا ہی بڑا گھر بناتا ہے، اپنی عظمتوں کے حساب سے اپنے گھر میں میٹیریل لگاتا ہے تو جس اللہ نے ہمارے قلب کو اپنی جلوہ گاہ

بنایا ہے اسی اللہ نے قلب کی ایسی ساخت بنائی ہے، قلب کو ایسا میٹیریل دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ مع تجلیات کے اس قلب میں متجلی ہوجاتا ہے اور دِل اس کو برداشت کرلیتا ہے۔ پس جس قلب میں خالقِ جنت متجلی ہو وہ دُنیا ہی میں جنت سے بڑھ کر مزہ نہ پائے گا؟ بجز لذتِ دیدار کے جنت سے بڑھ کر مزہ وہ دُنیا ہی میں پاجاتا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کو حاصل کرلو اللہ والوں کی صحبت سے، اہتمامِ تقویٰ سے، ذکر اللہ کے دوام سے اور اپنی حرام آرزو کا دریائے خون بہادو، ڈرو مت، اسی دریائے خون کے بعد اللہ ملے گا، دریائے خون سے جو عبور نہیں کرے گا مرور نہیں کرے گا اس کو قربِ الٰہی کا سرور بھی نہیں ملے گا۔ میرے اشعار ہیں ؎

سُنو داستانِ مضطر ذرا دِل پہ ہاتھ رکھ کر
یہ لہولہاں کا منظر مرا سر ہے زیرِ خنجر
مرے خوں کا بحرِ احمر
ذرا دیکھنا سنبھل کر

یہ تڑپ تڑپ کے جینا لہو آرزو کا پینا
یہی میرا جام و مینا یہی میرا طورِ سینا
مری وادیوں کا منظر
ذرا دیکھنا سنبھل کر

مرا غمزدہ جگر ہے مری چشم چشمِ تر ہے
مرا بحر خوں سے تر ہے میرا بر لہو سے تر ہے
مرے بحر و بر کا منظر
ذرا دیکھنا سنبھل کر

میری فکر لامکاں ہے مرا دردِ جاوداں ہے

مرا قصہ داستاں ہے مری رگ سے خون رواں ہے

مرے خون کا سمندر

ذرا دیکھنا سنبھل کر

اور وجہ کیا ہے؟ آسانی سے اللہ کیوں نہیں ملتا؟ خونِ آرزوئے حرام کے دریاؤں اور سمندروں سے کیوں گذارتے ہیں؟ اس کا جواب مولانا رومی نے دیا ہے ؎

عشق از اوّل چرا خونی بود

اللہ تعالیٰ اپنے عشق کے دریائے خون سے عبور کرا کے ملتا ہے۔ عشق کا منظر شروع میں بڑا خونی نظر آتا ہے۔

تا گریزد ہر کہ بیرونی بود

تاکہ جو بیرونی یعنی غیر مخلص لوگ ہیں وہ ہمارے مخلصین کے دائرے میں کہیں داخل نہ ہوجائیں۔ ہر بادشاہ اپنے محل کے آگے خار دار تاروں کی باڑھ لگوا دیتا ہے تاکہ درباری لوگوں میں غیر درباری نہ داخل ہوجائیں تو اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے محلِ قرب کے آگے دریائے خون رکھا ہے جو خونِ آرزو عبور کر کے آئے گا اس کو اللہ ملے گا۔ اسی لئے اللہ نے اپنے عشق کو خونی دکھایا ہے ؎

عشق از اوّل چرا خونی بود

تا گریزد ہر کہ بیرونی بود

تاکہ بیرونی اور غیر درباری لوگ دربار میں نہ آجائیں اور تجلیاتِ الٰہی کا حامل ہونے کی صلاحیت قلب میں تقویٰ کے غم سے اور خونِ آرزو سے پیدا ہوتی ہے۔ اللہ کے

راستے میں جتنا قوی جس کا مجاہدہ ہوگا، جتنا قوی غم اُٹھائے گا کہ ہر سانس بھی اللہ پر فدا کرتا ہے اور ایک سانس بھی اللہ کو ناراض کر کے حرام لذتوں اور گناہوں سے اپنے قلب کو غیر متجلّی نہیں ہونے دیتا، ایک لمحہ بھی اللہ کی جدائی کو برداشت نہیں کرتا اس لیے وہ گناہ سے بچتا ہے جبکہ اسی دُنیا میں کوئی شراب پی رہا ہے کوئی زنا کر رہا ہے کوئی عورتوں کو دیکھ رہا ہے تو سوچئے کہ جو اتنا زیادہ غم اُٹھائے گا تو کیا اللہ تعالےٰ ارحم الرّاحمین نہیں ہیں، کیا ایسے قلب کا وہ پیار نہیں لیں گے؟ اللہ تعالیٰ اپنے عاشقین کو دیکھ رہے ہیں کہ میرے بندے کتنا غم اُٹھا رہے ہیں کہ کسی کو نہیں دیکھتے یہاں تک کہ لیلائیں بھی دیکھتی ہیں کہ یہ عجیب مُلّا ہیں جو ہمیں دیکھتے ہی نہیں جب کہ دوسرے لوگ دیکھ کر پاگل ہو رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ بھی ان کو اپنے پیار کی ایسی غیر فانی لذّت عطا فرماتے ہیں جس کے مزے کو وہی جانتا ہے جس کو عطا ہوتی ہے۔

شرابِ محبّتِ الٰہیہ اور شرابِ جنّت

اب سوال یہ ہے کہ یہ اللہ کے عاشقین دُنیاوی لذّتوں کی فانی شراب کو کیوں مُنہ نہیں لگاتے؟ تو جواب یہ ہے کہ چونکہ اعلیٰ درجے کی پیتے ہیں اس لئے گھٹیا شراب نہیں پی سکتے۔ یہ اللہ کی محبّت کی اعلیٰ درجہ کی شرابِ ازلی ابدی پیتے اس لئے دُنیا کی گھٹیا شراب کو کیا مُنہ لگائیں گے، ان کے یہاں تو شرابِ جنّت بھی درجۂ ثانوی ہے کیوں کہ جنّت کی شراب ابدی تو ہے مگر ازلی نہیں ہے اور دُنیا نہ ازلی ہے نہ ابدی ہے اس لئے ولی اللہ ایسی تھرڈ کلاس کی کہاں پی سکتے ہیں۔ ولی اللہ کھاتا ہے مگر جینے کے لئے، عیش کے لئے نہیں اور جیتا ہے اللہ کے لئے لیکن اگر مزے دار کھانا کھاتا ہے تو مزے دار نعمت دینے والے کی تجلّی دیکھ کر مست ہوتا ہے، وہ نعمت سے مست نہیں ہوتا نعمت کہ اندر نعمت دینے والے کی تجلّی دیکھتا ہے کہ

واہ رے واہ میرے مولیٰ کتنا عمدہ کوفتہ اور کباب بنا ہے۔ یہ نعمت کی لذت ان کو منعم تک پہنچاتی ہے، لذتِ قربِ منعم سے وہ مست ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کافر وہی کباب کھائے وہی ولی اللہ کھائے دونوں کی لذت میں فرق ہوتا ہے کیوں کہ منعم کی تجلّی سے مومن کا مزہ دوبالا ہو رہا ہے، نعمت کی لذت الگ اور منعم کی لذت الگ اور جس سے اللہ ناراض ہے اس کی لذیذ نعمتوں سے بھی اللہ تعالیٰ نعمتوں کی لذت کا رس نکال دیتا ہے، کھاتے ہیں مگر بے کیف ہو کر کھاتے ہیں بے چین اور پریشان رہتے ہیں اور پریشانی میں بریانی بھی اچھی نہیں لگتی اور اللہ کے نام کے اطمینان سے سوکھی روٹی بھی اللہ والوں کو مست رکھتی ہے، تو یہ بتا رہا ہوں لوٹ لو

کما لو مری جاں کمانے کے دن ہیں

یہی لذت لوٹنے کے لئے اللہ نے دنیا میں بھیجا ہے کہ اللہ کے قرب کی لذت لوٹ لو۔ سارا عالم بلا تقسیم ملے گا، سن لو! سلطنت عمان اور سلطنتِ قطر نہیں پورے عالم کی سلطنت آپ کو اپنے قلب میں محسوس ہوگی۔ وہ خالقِ سلاطینِ عالم جب آئے گا تو دل میں سارے عالم کی سلطنت کا رس گھول دے گا۔ اس کا حاصل، اس کا نشہ آپ کو مل جائے گا۔ جو سلاطین کو تخت و تاج کی بھیک دے سکتا ہے جب وہ بھیک دینے والا آئے گا آپ کے قلب کو بلا الیکشن ایسی سلطنت عطا ہوگی جو علیٰ معرض الزوال، علیٰ معرض الفنا نہیں ہوگی۔ آپ کو زوالِ سلطنت کا خوف نہیں ہوگا کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے نام کی لذت سے قلب میں سلطنت کا نشہ آ رہا ہے، ایسی لازوال سلطنت جس کی سلاطینِ عالم کو ہوا بھی نہیں لگی، بلا تقسیم سارا عالم پاؤ گے۔

وَلَيْسَ عَلَى اللهِ بِمُسْتَنْكَرٍ اَنْ يَّجْمَعَ الْعَالَمَ فِي وَاحِدٍ

پورے عالم کو اللہ ایک عاشق کے دِل میں رکھ دیتا ہے۔ سُن لو! جس نے یہاں اللہ کو پالیا مُجاہدے سے، غمِ تقویٰ سے، شکستِ آرزو سے اور اللہ پر جانبازی سے اور اہل اللہ کی جوتیاں اُٹھانے سے، ان کی صحبتوں کے صدقہ میں جس نے اللہ کو پالیا، صاحبِ نسبت ہوگیا اس کو تو یہیں جنّت کا مزہ آجاتا ہے سوائے اللہ کے دیدار کے۔ یہی ایک نعمت ہے جو جنّت میں اہلِ جنت کے لئے اضافی ہے، مستزاد ہے باقی رہی جنّت تو اللہ تعالیٰ جو خالقِ جنّت ہے وہ جس دل میں آتا ہے تو جنّت کا مزہ اُس دل میں گھول دیتا ہے اور کیسے گھول دیتا ہے سُن لو! میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ جنّت پوری مجموعی بِجَمِیعِ نِعْمَاءٍ افضل ہے یا خَالِقِ نِعْمَاءٍ افضل ہے۔ جب افضل پا گیا تو وہ جنّت سے افضل مزہ وہ دل میں پا گیا۔ یہ بات سمجھ میں آئے یا نہ آئے، مَیں دلائل سے سمجھا رہا ہوں لیکن پورا مزہ کب آئے گا؟ کباب کی لاکھ تعریف کرو مگر کباب کبھی کھایا نہ ہو تو پورا مزہ نہ آئے گا مَنْ لَمْ یَذُقْ لَمْ یَدْرِ یہ عربی کا مقولہ ہے جو چکھتا نہیں وہ پورا مزہ نہیں سمجھ سکتا لیکن جسے اللہ اپنے کرم سے عطا فرماتے۔ پھر بھی میرے قلب میں اللہ تعالیٰ نے اس قدر استدلال، اتنا عُمدہ مضمون بیان کرا دیا کہ عقلاً بھی آپ سمجھ جائیں گے کہ جب جنّت کا خالق اللہ ہے تو جنّت سے افضل ہے لہٰذا جب ہمیں دُنیا میں تقویٰ کی برکت سے اور اہل اللہ کی غلامی سے صاحبِ نسبت بنائیں گے اور قلب میں اپنی تجلّی عطا فرمائیں گے تو حق تعالیٰ کی تجلّیات جو صفاتِ تخلیقِ لذاتِ دُنیا اور صفاتِ تخلیقِ لذاتِ جنّت لئے ہوتے ہیں ان کو دونوں جہان کی لذات سے بڑھ کر قلب میں پائیں گے اِلّا دیدارِ الٰہی کیوں کہ دیدار کے لئے یہاں آنکھیں بن رہی ہیں، حقیقت وہاں نظر آئے گی مگر مستیاں یہاں

بھی رہیں گی۔ واللہ! کہتا ہوں کہ کسی سچے اللہ والے کے پاس بیٹھ کر دیکھ لو، اگر تمام بادشاہوں سے بڑھ کر قوی نشہ اس کے پاس نہ ہو، سارے عالم کی لیلائے کائنات اور مجانینِ عالم سے زیادہ نشہ اُس میں نہ ہو تو کہنا، مَیں یقین سے کہتا ہوں کہ اگر سچّا ولی اللہ مل جائے تو میرا قول آپ صادق پائیں گے۔

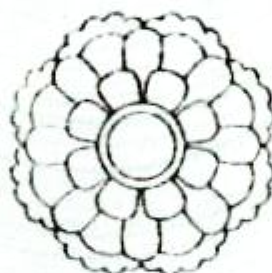
وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

اے اللہ! ہم سب کو اولیاءِ صدّیقین جو اے خُدا تیرے اولیاء کا تیرے دوستوں کا سب سے اُونچا مقام ہے اپنی رحمت سے بلا استحقاق اختر کو اس کی اولاد کو میرے تمام احباب کو ان کے گھر والوں کو سارے عالم کو پوری اُمت کو عطا فرما دے آپ کریم ہیں اور آپ اس آبشارِ رحمت کے مالک ہیں جو غیر محدود رحمت کا آبشار ہے، ہم سب پر اپنی رحمت کا آبشار انڈیل دیجئے اور ہمیں اللہ والا بنا دیجئے' دُنیا بھی دیجئے اور آخرت بھی دیجئے، کسی کا محتاج نہ فرما اور روح بھی آسانی سے قبض فرما اور مسکراتے ہوئے اپنے پاس بُلا کہ مرنے کے بعد بھی ہمارے ہونٹوں پر تبسم کے آثار باقی رہیں اور کسی کا محتاج نہ فرما، دُنیا بھی خُوب خُوب دے کہ دُنیا دار ہمیں حقیر نہ سمجھیں، عُلماء پریشان ہیں اے اللہ! ہمیں اِتنی دُنیا دے کہ دُنیا دار بھی ہمارے اوپر رشک کریں اور آخرت کا مزہ بھی دے اور اپنے قُرب کا مزہ اِتنا متزاد دے کہ ہمیں کبھی احساسِ کمتری نہ ہو۔ مَیں پھر کہتا ہوں واللہ کہتا ہوں کہ جو اللہ کو پا جاتا ہے کبھی کسی بادشاہ کو دیکھ کر اس کو رشک نہیں آئے گا۔ سارے عالم کی نعمتوں کو دیکھ کر کبھی اس کے مُنہ میں پانی نہیں آئے گا سوائے اس کے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نام پر اور اللہ سے وفاداری پر اور اللہ کی یاری پر فدا ہوتا رہے گا۔ اس کو ہر وقت دونوں عالم

سے بڑھ کر مزہ ملتا رہے گا، ایک لمحہ کو بھی توقف نہیں ہوتا، وہاں تجلیاتِ مسلسلہ، متواترہ، وافرہ، بازغہ عطاء ہوتی ہیں اور دیکھو اللہ تعالیٰ نے اللہ والوں کے پاس بیٹھنے کا کیوں حکم دیا؟ کیوں کہ ان کے پاس اللہ ہے تاکہ آپ میں اللہ کی محبّت کی ڈش کھانے کا اور قُربِ الٰہی کا شوق پیدا ہو جائے جیسے کوئی کہے کہ ہم اِس بات پر ایمان نہیں لاتے کہ لیموں کو دیکھ کر مُنہ میں پانی آجاتا ہے، دلیل پیش کرو۔ تو وہ کہے گا ہم دلیل پیش نہیں کرتے۔ ایک لیموں لائے گا اور کاٹ کر چوسنے لگے گا حالانکہ لیموں دوسرے کے مُنہ میں ہے اور پانی آرہا ہے دوسرے کے مُنہ میں۔ اب تو دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ والوں کے پاس بیٹھنے کا اس لئے حکم ہوا کہ تم بلادلیل اللہ کو پاجاؤ، یہ ہے وجہ۔ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کی آج خاص تفسیر سُن لو۔ جو لوگ ابھی ولی اللہ نہیں ہیں وہ کسی ولی اللہ کے ساتھ رہیں تو اِن شاء اللہ اس ولی اللہ کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق کی برکت سے فیضانِ خداوند تعالیٰ سے ان کے مُنہ میں بھی پانی آجائے گا اور کہیں گے کہ واقعی اللہ کے نام میں جو مزہ اور جو اطمینان ہے دُنیا میں کہیں بھی نہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔



جوارِ محمد ﷺ میں رہتے ہیں ہم

مدینہ منورہ کے ایک عالم حضرت مولانا عاشق الٰہی بلند شہری مہاجر مدنی دامت برکاتہم کی فرمائش پر یہ اشعار کہے گئے جنھوں نے مدینہ منورہ سے یہ مصرع لکھ کر بھیجا تھا ؏ جوارِ محمد میں رہتے ہیں ہم —— محمد اختر

زمیں پر مدینہ کی رہتے ہیں ہم — فلک پر مگر ناز کرتے ہیں ہم
نہ پوچھو کہ کیا ہے ہمارا شرف — جوارِ محمد ﷺ میں رہتے ہیں ہم
کرم ہے یہ مالک کا اے دوستو — مدینے کی بستی میں بستے ہیں ہم
مدینے کی نسبت ہے قیمت مری — وگرنہ حقیقت میں سستے ہیں ہم
مدینہ میں مرنا مقدر میں ہو — خدا سے دعا یہ بھی کرتے ہیں ہم
یہ نالائقوں پر ہے رب کا کرم — محمد ﷺ کی نگری میں رہتے ہیں ہم
شفاعت محمد ﷺ کی بھی ہو نصیب — دعا رات دن یہ بھی کرتے ہیں ہم
مدینے میں ہر سال ہو حاضری — خدا سے یہ فریاد کرتے ہیں ہم
پس اے ساکنانِ مدینہ مجھے — نہ بھولو گذارش یہ کرتے ہیں ہم

اے اختر مرے قلب و جاں ہیں وہاں
مدینے سے گو دور رہتے ہیں ہم



ﷺ صلی اللہ علیہ وسلم

مواعظِ حسنہ نمبر ۶۶

دین پر استقامت کا راز

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم



یہ فیضِ صحبتِ ابرار ہے یہ دردِ محبت ہے
یہ ضمیمۂ نصیحت دوستو اس کی اشاعت ہے

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

محبت تیرا صدقہ ہے تمہیں تیرے نازوں کے
جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

ضروری تفصیل

نام وعظ : ــــــــ دین پر استقامت کے راز

واعظ ــــــــ عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

جامع وعظ : ــــــــ حضرت سید عشرت جمیل ملقب بہ میر صاحب مدظلہم العالی

خادمِ خاص و خلیفہ مجاز بیعت عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

تاریخ ــــــــ ۱۵؍ ذوالحجہ ۱۴۲۰ھ مطابق ۱۳؍ اپریل ۱۹۹۹ء بروز ہفتہ

مقام : ــــــــ مسجد اشرف، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشنِ اقبال، کراچی

انتساب

احقر کی جملہ تصنیفات و تالیفات مرشدنا مولانا

محی السنۃ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اور حضرتِ اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ

اور حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں ۔

محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

فہرست



دین پر استقامت کا راز

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاعْفُ عَنَّا وقف وَاغْفِرْ لَنَا وقف وَارْحَمْنَا وقف اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ

وَقَالَ تَعَالٰی : رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے میرے دِل میں ایک خاص داعیہ غیبیہ پیدا فرمایا ہے اور اسی تقاضائے غیبیہ سے اس وقت کلام اللہ کی دو آیتوں کی تفسیر کر رہا ہوں جس کی آئے دِن ہمیں ضرورت پڑتی رہتی ہے اور ہم آئے دِن اسے مانگتے بھی رہتے ہیں مگر ان کے مطالبِ مُفصّلہ سے اور ان کے مفاہیمِ مُفصّلہ سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے لذّتِ مناجات سے کماحقّہٗ مستفید نہیں ہوتے لہٰذا پہلے رَبَّنَآ اٰتِنَا کی تفسیر بیان کرتا ہوں

قرآنی دُعاؤں میں لفظِ رب نازل ہونے کا راز

اللہ تعالیٰ نے اکثر دُعاؤں میں رب کا لفظ نازل فرمایا ہے، اِس میں کیا راز ہے؟ دیکھو! جیسے انسان اَپنے ابا کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ ابا میرا یہ کام کر دیجئے یا ابا ہم کو فلاں چیز دے دیجئے، تو ابا کو ابا کہہ کر مُخاطب کرنے میں کچھ اور ہی مزہ ہے۔ اگر ابا نہ کہے، ابا کہے بغیر مانگے کہ بس دس روپے دے دیجئے یا میرے پاس گھڑی نہیں مجھے ایک گھڑی عطا فرما دیجئے اور ابا نہ کہے تو اس مانگنے میں اور ابا کہہ کر مانگنے میں زمین آسمان کا فرق ہو گا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بھی رَبَّنَا کہلایا کہ کہو اَے ہمارے پالنے والے جب آپ ہمارے پالنے والے ہیں تو ہماری ضروریات کی کفالت بھی فضلاً و احساناً آپ ہی کے ذمّہ ہے، لیکن یہ اللہ تعالیٰ پر قرضہ نہیں ہے، اللہ سے دُعا مانگنا ان کے دربار میں محض درخواست پیش کرنا ہے، قانوناً ہمارا کوئی حق اللہ پر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری جو دُعا، جو درخواست قبول فرماتے ہیں وہ محض اَپنے فضل و کرم سے قبول فرماتے ہیں، دُعا قبول فرمانا ان کے ذمّہ واجب نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

(وَمَا مِنۡ دَآبَّةٍ فِي الۡاَرۡضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزۡقُهَا)

" ہر جاندار کا رزق اللہ کے ذمّہ ہے "

عَلٰی آتا ہے لزوم اور وجوب کے لِئے مگر مُفسرین لکھتے ہیں کہ یہ وجوب بھی احسانی اور تفضّلی ہے، ضابطے کا نہیں ہے۔

تفسیر آیت رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا الخ

اللہ نے اپنی عنایات کو جو ہم پر واجب فرمایا تو اس کا نام وجوبِ تفضلی اور وجوب احسانی اس لیے ہے کہ استقامت اور ایمان پر موت اور جنّت کا ملنا اللہ تعالیٰ کے ہبہ پر ہے، ہم اپنے اعمال کے زور سے اس کو نہیں پا سکتے اس لیے اللہ تعالیٰ نے سکھایا کہ یوں کہو رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا اے ہمارے پالنے والے، ہمارے دل کو ازاغت سے یعنی ٹیڑھا ہونے سے بچائیے کیوں کہ دِل جب ٹیڑھا ہوگا تو جسم کے ہر عضو سے گناہ شروع ہوجائیں گے کیوں کہ دِل بادشاہ ہے اور اعضاء اس کے تابع ہیں۔ یہاں عدمِ ازاغت سے مُراد استقامت ہے کیوں کہ

اَلْاَشْیَاءُ تُعْرَفُ بِاَضْدَادِھَا

”ہر چیز اپنی ضِد سے پہچانی جاتی ہے“

دِن کی پہچان رات سے ہوتی ہے اور رات کی پہچان دِن سے ہوتی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ازاغت سے استقامت کی پہچان کرائی کیوں کہ استقامت کی ضِد ازاغت ہے۔ لہٰذا جب دِل ٹیڑھا نہیں ہوگا تو مستقیم رہے گا۔ معلوم ہوا کہ عدمِ ازاغت ہی استقامت ہے۔ لَا تُزِغْ کے معنٰی ہیں کہ ہمارے دِل کو ٹیڑھا نہ ہونے دیجیے یعنی ہمیں استقامت عطا فرمائیے بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا بعد اس نعمت کے کہ آپ نے ہم کو ہدایت سے نوازا تو پھر اب دوبارہ گمراہی سے بچائیے وَھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً اور ہمیں ایک خاص رحمت ہبہ کر دیجیے مگر ہبہ میں اور رحمت میں فصل کیوں فرمایا، ہبہ کے بعد فوراً رحمت کا لفظ نازل نہیں فرمایا بلکہ

موہوب، واہب اور نعمت ہبہ میں تین الفاظ سے فاصلہ کر دیا، ایک لَنَا، دوسرا مِنْ اور تیسرا لَّدُنْكَ پھر رَحْمَةً کی نعمت کو بیان فرمایا تاکہ میرے بندوں کو شوق پیدا ہو جائے کہ وہ کیا چیز ہے جو اللہ تعالیٰ بندوں سے منگوانا چاہ رہے ہیں' جیسے ابّا بچّہ کو لڈو دکھاتے اور ذرا سا اونچا کر لے تو بچّہ اشتیاق کے مارے اُچھلنے لگتا ہے تو اِشْتِیَاقًا لِقُلُوْبِ الْعِبَادِ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دِل میں شوق پیدا کرنے کے لئے فاصلہ فرما دیا۔

اور یہاں رحمت سے کیا مُراد ہے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ روح المعانی میں فرماتے ہیں:

اَلْمُرَادُ بِالرَّحْمَةِ الْاِنْعَامُ الْمَخْصُوْصُ وَهُوَ التَّوْفِيْقُ لِلثَّبَاتِ عَلَى الْحَقِّ۔ (روح المعانی ج ۳، ص ۹۰)

یہاں رحمت سے مُراد عام رحمت نہیں ہے، روٹی بوٹی لنگوٹی کی نعمت نہیں ہے بلکہ یہاں مراد خاص رحمت ہے اور وہ دین پر ثابت قدم رہنے کی توفیق ہے جِس کو اِستقامت کہتے ہیں۔ پس یہاں رحمت سے مُراد استقامت ہے اور استقامت کی نعمت جِس کو عطا ہو گی اُس کا خاتمہ بھی ان شاء اللہ ایمان پر ہو گا کیوں کہ جو سیدھے راستہ پر جا رہا ہے وہ منزل پر پہنچ جائے گا اور اُس کی دلیل کیا ہے کہ یہ عدمِ اِزاغت سے شروع ہوا، اُس کے بعد ہدایت مِلنے پر اظہارِ تشکّر سکھایا، آخر میں رحمتِ خاصہ کا سوال ہُوا۔ پس سیاق و سباق بتاتے ہیں کہ یہاں رحمت سے مُراد استقامت ہے۔

دوستو نائب کا شعر ہے ؎

ہماری آہ و فغاں یوں ہی بے سبب تو نہیں ہمارے زخم سیاق و سباق رکھتے ہیں

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے لفظِ ھبہ نازل فرما کر اپنے بندوں کو ایک عظیم تعلیم عطا فرمائی کہ تم نعمتِ استقامت، حُسنِ خاتمہ اور جنّت اپنے اعمال سے نہیں پا سکتے لہٰذا ہم سے ھبہ مانگو اور ھبہ میں کوئی مُعاوضہ نہیں دینا پڑتا، ھبہ میں یہ شرط نہیں ہے کہ تم میرے پاس اپنے اعمال اعلیٰ درجہ کے پیش کرو تب میں تمہیں استقامت دوں گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ میرے بندے میری عظمتِ غیر محدود کا حق اپنی محدود طاقتوں سے ادا نہیں کرسکتے، اسی لئے وہ ہر وقت ڈرتے رہتے ہیں اور مُعافی مانگتے رہتے ہیں عبادت سے زیادہ استغفار کرتے ہیں کہ ہم سے اللہ تعالیٰ کی عظمتِ غیر محدود کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ اِس لئے لفظِ ھبہ نازل فرمایا کہ تم ہم سے یہ رحمتِ ھبہ مانگو کیونکہ اس رحمت کا تم کوئی مُعاوضہ ادا نہیں کرسکتے پس نعمتِ استقامت اور عدمِ ازاغت یعنی دِل کا ٹیڑھا نہ ہونا جس کے بدلہ میں دائمی جنّت ملے گی یہ تمام نعمتیں قانوناً تُم نہیں پا سکتے کیونکہ قانوناً تُم اس کے حقدار نہیں ہو سکتے مثلاً اگر تُم نے ساٹھ برس عبادت کی ہے تو ساٹھ برس تک تم جنّت کے حقدار ہو سکتے ہو، ساٹھ برس کی عبادت سے دائمی جنّت کا قانوناً کہاں حق بنتا ہے لہٰذا ہم سے ھبہ یعنی بخشش مانگو کیونکہ ھبہ اور بخشش بلا مُعاوضہ ہوتی ہے۔

وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ یہ خاص رحمتِ استقامت اور حُسنِ خاتمہ کی جس کا ثمرہ جنّت ہے ذٰلِكَ تَفَضُّلٌ مَحْضٌ مِنْ غَيْرِ شَائِبَةِ وُجُوْبٍ عَلَيْهِ عَزَّ شَانُهٗ (روح المعانی ج ۳ ص ۹۰)

یہ محض فضل سے پاؤ گے اس لئے وجوب کا شائبہ بھی نہ لانا کہ اللہ کے ذمہ اس کا دینا واجب ہے۔ اسی لئے ھبہ سے مانگنے کا حکم ہو رہا ہے کہ یہ رحمت تم اپنی عبادتوں سے نہیں پا سکتے یہ محض ان کی بخشش اور بھیک ہو گی اس لئے بھکاری بن کر مانگو کیونکہ

اَنۡتُمُ الۡفُقَرَآءُ تم تو اللہ کے رجسٹرڈ فقیر ہو۔

میرے شیخ و مرشد شاہ عبدُالغنی رحمۃُ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اس دُعا کے بعد اِنَّکَ اَنۡتَ الۡوَهَّابُ جو ہے یہ کیوں ہے؟ گویا بندے سوال کر رہے ہیں کہ ہم لوگ جو آپ سے ہبہ مانگتے ہیں تو سارا عالم ہی آپ سے ہبہ مانگ رہا ہے آپ کتنا دیں گے؟ تو فرماتے ہیں کہ مَیں واہب نہیں ہوں وہاب ہوں، کثیر الہبہ ہوں، سارے عالم کو ہبہ دے دوں پھر بھی میرے خزانے میں ذرہ برابر کمی نہیں ہوگی۔ میرے شیخ نے تفسیر روح المعانی نہیں دیکھی تھی مگر جس مبدأ فیاض سے علامہ آلوسی السید محمود بغدادی رحمۃُ اللہ علیہ کو یہ تفسیر عطا ہوئی، اسی مبدأ فیاض سے وہ قیامت تک اپنے خاص بندوں کو عطا فرماتے رہیں گے۔

جو آسکتا نہیں وہم و گماں میں
اسے کیا پا سکیں لفظ و معانی
کسی نے اپنے بے پایاں کرم سے
مجھے خود کر دیا روح المعانی

تو میرے شیخ کے علوم کے ساتھ علامہ آلوسی کی علمی تائید دیکھئے۔ فرماتے ہیں اِنَّکَ اَنۡتَ الۡوَهَّاب معرضِ تعلیل میں ہے، ای لِاَنَّکَ اَنۡتَ الۡوَهَّابُ سارا عالم آپ سے ہبہ اس لیے مانگتا ہے کہ آپ بہت بڑے داتا ہیں، ہم فقیروں کا بہت بڑے داتا سے پالا پڑا ہے تو اِنَّکَ اَنۡتَ الۡوَهَّابُ میں اللہ تعالیٰ نے ہبہ مانگنے کے حکم کی علت بیان فرمائی کہ تم ہبہ مانگنے سے گھبراؤ مت کیوں کہ مَیں بہت بڑا وہاب ہوں اِنَّکَ خالی خبر نہیں ہے معنی میں لِاَنَّکَ کے ہے یعنی ہم

آپ سے ہبہ اس لیے مانگتے ہیں کیونکہ آپ بہت بڑے داتا ہیں۔

سیمٰا کی تفسیر

میرے شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ پر علوم وارد ہوتے تھے۔ حضرت کو خاص طور سے آخر عمر میں عبادت تلاوت ہی سے فرصت نہیں ملتی تھی کہ کوئی کتاب دیکھیں۔ ایک دفعہ فرمایا کہ سیمٰا کی تفسیر کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کے چہروں پر راتوں کی عبادتوں سے ایک خاص نور ہے، پھر فرمایا کہ آخر یہ نور کیوں ہے؟ بات یہ ہے کہ راتوں کی عبادات سے ان کا قلب انوار سے بھر کر چھلکنے لگتا ہے تو چہرے پر چھلکنے لگتا ہے۔ آہ! میرے شیخ نے یہ تفسیر بلا دیکھے فرمائی کہ جب صحابہ کی خلوتوں کی عبادات سے ان کے دل میں نور بھر جاتا ہے تو جیسے پیالہ بھر جاتا ہے تو چھلک جاتا ہے اسی طرح جب صحابہ کا دل نور سے بھر جاتا ہے تو چھلکنے لگتا ہے اور پھر چہروں سے جھلکنے لگتا ہے اور آنکھوں سے ٹپکنے لگتا ہے۔

یہ بات میں نے اپنے شیخ سے پھولپور میں سنی تھی مگر جب یہاں تفسیر روح المعانی دیکھی تو اس میں بھی بعینہ وہی مضمون تھا جو میرے شیخ نے بغیر روح المعانی دیکھے فرمایا تھا کہ سیمٰا کیا ہے؟ علامہ آلوسی فرماتے ہیں ؎

هُوَ نُوْرٌ يَّظْهَرُ عَلَى الْعَابِدِيْنَ

سیما ایک نور ہے جو عبادت کرنے والوں کے چہروں پر ظاہر ہوتا ہے مگر یہ نور آتا کہاں سے ہے؟

يَبْدُوْا مِنْ بَاطِنِهِمْ اِلٰى ظَاهِرِهِمْ

وہ باطن کا نور ہوتا ہے جو اُن کے جسم پر ظاہر ہونے لگتا ہے۔

جَب دِل نور سے بھر جاتا ہے تو وہ نور چھلکنے لگتا ہے اور ان کے چہروں سے جھلکنے لگتا ہے۔ اس لیے میں کہتا ہوں کہ چہرہ ترجمانِ قلب ہے، اگر قلب میں مولیٰ ہے تو چہرہ ترجمانِ تجلیاتِ مولیٰ ہے اور اگر قلب میں معشوق یا معشوقہ ہے۔ تو اس کا قلب ترجمانِ مقاعد الرجالِ یا ترجمانِ فروجُ النساء ہوتا ہے، کٹا پھٹا منحوس چہرہ ہوتا ہے، کٹی پھٹی بندرگاہ کی طرح کیوں کہ بندروں جیسا کام کرتا ہے' ایسا شخص نہ تو قسمت کا سکندر ہوتا ہے اور نہ ہی اللہ کا قلندر ہوتا ہے بلکہ نفس کا بندر ہوتا ہے۔

کمیتِ علمیہ اور کیفیتِ احسانیہ کا فرق

اس لیے کسی عالِم میں خالی یہ مت دیکھو کہ وہ بہت بڑا عِلم کا سمندر ہے بلکہ یہ دیکھو کہ قلندر بھی ہے یا نہیں اور قلندر وہی ہوتا ہے جو ایک زمانہ تک کسی قلندر کا غلام یا خادم رہا ہو، کُتب بینی سے کوئی قلندر نہیں بنتا، قلندر بنتا ہے قلندر کی خدمت اور صُحبت سے۔ جیسے دیسی آم لنگڑا آم بنتا ہے لنگڑے آم کی قلم سے، کِتاب پڑھ کے کوئی دیسی آم لنگڑا آم نہیں بنتا۔ اس لئے بعضوں کا ایک لاکھ مرتبہ اللہ اللہ کہنا کسی درد بھرے دِل کے ایک بار اللہ کہنے کے برابر نہیں ہوتا۔ اللہ کے خاص بندوں کا آہ کے ساتھ ایک مرتبہ اللہ کہنا سارے عَالم کے اللہ کہنے سے فوق تر ہوتا ہے کیونکہ اس میں درد اور رَس زیادہ ہوتا ہے۔ جیسے جہاز کے منزل تک جلد پہنچنے کی وجہ اس کی اسٹیم ہوتی ہے، کمیت نہیں، اس کی کمیت تو ریل سے بھی کمتر ہے تو اللہ تعالیٰ کے خاص اور مقبول بندوں کی صحبت سے محبت کی اسٹیم تیز کر دی جاتی ہے اس لئے ان کی دو رکعت دوسروں کی ایک لاکھ رکعات کے برابر ہو جاتی ہیں لہٰذا جب اللہ والوں کے پاس بیٹھو تو کمیاتِ علمیہ کی نیت مت کرو۔ کیفیاتِ احسانیہ کی نیت

کرو کہ ان کے سینے میں جو دردبھرا دِل ہے وہ درد ہمارے سینوں میں آجاتے تاکہ ہمارا سجدہ ، سجدہ ہوجاتے، ہماری آہ ، آہ ہوجاتے، ہمارے آنسو آنسو ہوجائیں، مناجات کی لذّت اور اللہ پر فِدا ہونے کی کیفیت قائمہ دائمہ حاصِل ہوجاتے، ہر لمحۂ حیات اپنے مالک پر فِدا کرنے کی کیفیت قائمہ دائمہ غیر فانیہ رہے۔ مطلب یہ کہ ہر سانس دِل یہ چاہے کہ مَیں اپنے اللہ پر فِدا رہوں اور کیسے فِدا رہوں؟ ہر وقت نفس کی بُری خواہش کو قتل کرتے رہو اور اس سے کہتے رہو کہ تیری ایک نہیں سنوں گا اور میرا یہ شعر پڑھو ؎

نہیں ناخوش کریں گے رب کو اَے دِل تیرے کہنے سے
اگر یہ جان جاتی ہے خوشی سے جان دے دیں گے

ہر لمحۂ حیات اللہ پر فِدا ہونے کے معنٰی یہ ہیں کہ جن اعمال سے اللہ ناخوش ہو ان اعمال سے لذتِ حرام مت کشید کرو، نالائق مت بنو، نا ہٹاؤ اور اللہ کے لائق بن جاؤ، نیّت یہ ہو کہ ہر وقت دِل وجان سے اللہ پر فِدا ہوتے رہیں اگرچہ بظاہر کوئی عبادت نہ کر رہے ہوں۔

ایک مرتبہ مولانا شاہ محمّد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کچھ احباب آگئے۔ اس دِن مولانا نے کوئی وظیفہ نہیں پڑھا، اپنے احباب کو اللہ کی باتیں سُناتے رہے۔ پھر یہ شعر پڑھا ؎

بظاہر ذاکر و شاغل نہیں ہے زباں خاموش، دِل غافِل نہیں ہے
مجھے احباب کی خاطر ہے منظور یہ کیا طاعات میں شامل نہیں ہے

اللہ والوں کا مقصود دین کی اشاعت اور دردِ دِل منتقل کرنا ہوتا ہے۔

شرحِ مثنوی پر حضرت شیخ پھولپوری اشکبار ہو گئے

ایک دفعہ میں اپنی سسرال کوٹلہ سے رات کو تین۳ بجے چلا اور اٹھارہ بیس میل کا فاصلہ طے کر کے فجر کی نماز اپنے شیخ کے ساتھ جماعت سے پڑھی۔ حضرت نے جب سلام پھیر کر مجھے دیکھا تو تعجب سے فرمایا کہ ارے اس وقت کیسے آگئے؟ میں نے عرض کیا کہ بس آپ سے ملاقات کرنے کو دِل چاہ گیا تھا۔ حضرت قرآن شریف اور مناجاتِ مقبول لے کر خانقاہ تشریف لائے اور تخت پر بیٹھ گئے اور پھر کہا کیسے آنا ہوا بتاؤ؟ میں نے اپنے آنے کی وجہ بتائی کہ میرے قلب میں اللہ تعالیٰ نے مثنوی مولانا روم کے اشعار کی شرح عطا فرمائی ہے اگر آپ اس کی تصحیح اور تائید فرمادیں گے تو میں سمجھوں گا کہ میں صحیح سمجھا تو حضرت نے چھ۶ بجے سے میری بات سُننی شروع کی اور گیارہ۱۱ بج گئے۔ پانچ گھنٹے میری تقریر سُنی اور حضرت اشکبار تھے۔ جب حضرت کے آنسو بہنے لگے تب اختر نے دِل میں یہ شعر پڑھا ؎

وہ چشمِ ناز بھی نظر آتی ہے آج نم
اب تیرا کیا خیال ہے اے اِنتہائے غم
آؤ دیارِ دار سے ہو کر گذر چلیں
سُنتے ہیں اِس طرف سے مسافت رہے گی کم

دیارِ دار کا مطلب

دیارِ دار سے کیا مراد ہے؟ نفس کی بُری خواہشات کو پھانسی کا پھندا لگا لو یعنی ان پر عمل نہ کرو۔ اگر مختصر راستے سے ولی اللہ بننا چاہتے ہو تو نفس کی بُری خواہشوں کو پھانسی دینا سیکھو۔ اس

کا پھندہ گردن میں نظر نہیں آئے گا لیکن اس کا قلب ہر وقت زخمِ حسرت اور خونِ آرزو کر کے سینے میں دریائے خون رکھتا ہے ؎

کہ گذر کردند از دریائے خوں

اللہ والے اللہ تک دریائے خون کو عبور کر کے پہنچتے ہیں۔ جو اپنی حرام آرزو کے سامنے دست و پا ڈھیلے کر دے اور اُلو کی طرح حسینوں کا نمک حرام چکھنے لگے تو سمجھ لو کہ یہ شخص ہیجڑہ ہے، رجال اللہ نہیں ہے، خُدا کے راستہ کا مرد نہیں ہے۔

رجال اللہ کون ہیں؟ میرے مُرشد شاہ عبدُالغنی رحمۃُ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اللہ نے سالکین کا نام رجال اللہ رکھا ہے، یہ رجال یعنی مرد ہیں، مخنث نہیں ہیں:

﴿ رِجَالٌ لَّا تُلۡهِيۡهِمۡ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيۡعٌ عَنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ ﴾

اللہ کی راہ کے مَردوں کو چھوٹی اور بڑی تجارت خُدا کی یاد سے غافل نہیں کرتی۔ اصل مرد وہی ہے جو اپنے نفس کو چت کر دے۔ آستین کھینچ کر کے اپنے دُشمنوں پر حملہ کرنے والو! سب سے پہلے نفس پر حملہ کر کے دکھاؤ، یہاں تمھاری آستین کہاں چلی جاتی ہے کہ آستینوں میں سانپ بھر لیتے ہو۔ اسی لیے میں کہتا ہوں کہ روحانیت اور ہے، جسمانی طاقت اور ہے، بہت سے کافر بھی پہلوان ہوتے ہیں۔ اسی لیے مولانا رومی رحمۃُ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

قوتِ جبریل از مطبخ نہ بود

جبرئیل علیہ السلام کی طاقت کچن، مطبخ اور باورچی خانے سے نہیں ہے وہ ہزاروں روٹیاں نہیں کھاتے ہیں ؎

قوت اش از فیضِ خلاقِ ودود

جبرئیل علیہ السلام کی طاقت خلاقِ ودود سے ہے۔ کیا مطلب؟ مولانا رومی نے صوفیوں کو تعلیم دی ہے کہ روٹیوں سے روحانیت نہیں پیدا ہوگی، عبادات سے انوارِ الٰہیہ حاصل کرو تب کہیں جا کے روحانیت میں ترقی ہوگی۔

حیاتِ ایمانی حاصل کرنے کا طریقہ

مولانا روم فرماتے ہیں کہ جو اپنی بُری خواہشوں کو ہر وقت مارتا رہتا ہے وہ بظاہر تو یہ سمجھتا ہے کہ مَیں بالکل اجڑ گیا ہوں، میری تو کوئی خوشی نہیں پوری ہوئی۔ ارے! حرام خوشیوں کا پورا نہ ہونا ہی اچھا ہے۔ خُدا نہ کرے کہ کوئی مومن حرام خوشیوں میں بامراد ہو۔ جو حرام خوشیوں سے اپنے دِل کو نامراد کرے گا اللہ تعالیٰ اسے نافرمانی اور گُناہوں کے چھوڑنے کا اور ہر وقت اللہ کے راستہ کا غم اُٹھانے کا وہ انعام عطا فرمائے گا جو مولانا جلال الدین رومی صاحب قونیہ، شاہ خوارزم کا سگا نواسہ اور حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد اپنی مثنوی میں بیان فرماتے ہیں کہ ؎

نفسِ خود را کش جہانے زندہ کن

اپنے نفس کی بُری خواہشوں کو مار دو تم سے ایک عالَم زندہ ہوگا، وہ حیات عطا ہوگی جو ایک عالَم کے لیے حیات بخش ہوگی۔ اللہ والا ایک ہوتا ہے لیکن ہزاروں کو ولی اللہ بنا کر جاتا ہے اور جو نفس کی پیروی کرتے ہیں وہ خود مُردہ رہتے ہیں، زندہ حقیقی کو ناراض کرنے کی وجہ سے ان کی حیات مثلِ مُردہ ہوتی ہے، وہ زندہ کہلانے کے مستحق نہیں ہوتے، وہ زندگی کے لُطف سے محروم کر دیئے جاتے ہیں کیوں کہ خالقِ زندگی کو ناراض کر کے حرام لذت کشید کرتے ہیں، یہ نمک حرام اور

بے وفا حیاتِ اولیاء کیسے پا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمت طاقت دی ہے، یہ نہ سوچو کہ ہم ہیجڑے ہیں، مخنث ہیں یعنی بے ہمت ہیں۔ مولانا رومی نے فرمایا کہ تم مخنث نہیں ہو، مخنث جیسا کام کرتے ہو ورنہ تم میں مردانگی اور طاقتِ تقویٰ موجود ہے۔ کوئی گناہ ایسا نہیں کہ چاہے سو برس سے کر رہا ہو پھر بھی اسے نہ چھوڑ سکے، اگر طاقتِ تقویٰ کسی عمر میں ختم ہو جاتی تو پھر تقویٰ معاف ہو جاتا لیکن مرتے دم تک تقویٰ فرض ہے:

﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ﴾

"اللہ تعالیٰ کے ساتھ تقویٰ، عبادت اور وفاداری موت تک فرض ہے"

فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً کی تفسیر

اب سنئے رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً کی تفسیر۔ رَبَّنَا یعنی اے ہمارے پالنے والے! یہ رَبَّنَا کہنے کا مزہ پہلے لے لو۔ بتاؤ جب بچہ ابا کہتا ہے تو باپ کو مزہ آتا ہے یا نہیں؟ میرا بیٹا مولانا مظہر میاں جب ٹیلی فون پر کہتے ہیں ابا السلام علیکم تو مجھے دل میں مزہ آتا ہے مگر مجھے اپنا ابا بھی یاد آجاتا ہے کہ آج میرا ابا ہوتا تو میں بھی ابا کہتا لیکن پھر کہتا ہوں یا ربا یا مولیٰ۔ جب ابا کی یاد ستائے تو کہو یا ربا یا مولیٰ سب غم دور ہو جائے گا۔ اب حَسَنَةً کی سات تفاسیر روح المعانی سے پیش کرتا ہوں:

﴿رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً﴾

"یعنی اے ہمارے رب دُنیا میں ہمیں بھلائیاں عطا فرمایئے"

حَسَنَةً سے کیا مُراد ہے:

① اَلْمَرْأَۃُ الصَّالِحَۃُ نیک بیوی
② اَلْاَوْلَادُ الْاَبْرَارُ نیک بچّے لائق اولاد وہی ہے جو ربّا کا بھی لائق ہو ابا کا بھی لائق ہو۔ یہ نہیں کہ ابا کی ٹانگ دباتا ہے لیکن نہ نماز پڑھتا ہے نہ روزہ رکھتا ہے۔ یہ نالائق ہے لائق وہی ہے جو اللہ کا بھی فرماں بردار ہو۔
③ اَلْعِلْمُ وَالْعِبَادَۃُ دین کا علم اور اس پر عمل یعنی توفیق عبادت بھی حسنہ ہے، غیر عالم اس سے محروم ہے علمِ دین سیکھو چاہے اُردو کتاب سے مثلاً بہشتی زیور سے سیکھو یا علماء سے پُوچھ پُوچھ کر حاصل کرو۔
④ اَلْفَھْمُ فِیْ کِتَابِ اللہِ یعنی اَلْفِقْہُ فِی الدِّیْنِ دین کی سمجھ۔ بعض میں علم دین تو ہے لیکن اس کی سمجھ نہیں ہے، اس کا صحیح استعمال نہیں کرتا۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ہتھیار تو بہت عمدہ منگوا لیا پر چلانا نہیں جانتا۔ علم دین کو صحیح موقع پر استعمال کرنا اور اللہ کے لئے استعمال کرنا اور اس کو پیٹ پالنے کا ذریعہ نہ بنانا یہ ہے تَفَقُّہُ فِی الدِّیْن۔ تَفَقُّہُ فِی الدِّیْنِ کی ایک مثال پیش کرتا ہوں۔ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پُوچھا کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم خُطبہ کھڑے ہو کر دیتے تھے یا بیٹھ کر؟ تو آپ نے فرمایا کہ کیا تم اس آیت کو نہیں پڑھتے وَتَرَکُوْکَ قَآئِمًا قحط کی وجہ سے مدینہ میں غلّہ کی سخت کمی تھی۔ بعض صحابہ جن کا اِسلام ابھی نیا تھا اور جن کی ابھی تربیت مکمل نہیں ہوئی تھی غلّہ کے اونٹوں کو دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حالتِ خُطبہ میں تنہا چھوڑ کر چلے گئے۔ اِسی کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَتَرَکُوْکَ قَآئِمًا اور آپ کو کھڑا ہوا تنہا چھوڑ دیا۔ حضرت عَبداللہ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

یہ آیت دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خُطبہ کھڑے ہو کر دیتے تھے۔ تفسیر رُوح المعانی میں ہے کہ دس بارہ صحابہ رہ گئے تھے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ دس بارہ صحابہ نہ ہوتے تو نبی کے ساتھ بے ادبی کی وجہ سے مدینہ پر آگ برس جاتی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے سب کو مُعاف کر دیا اور صحابہ سے راضی ہو گیا رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمۡ وَ رَضُوۡا عَنۡہُ اللہ صحابہ سے خوش ہو گیا اور صحابہ اللہ سے خوش ہو گئے۔ جب اللہ خوش ہو جائے اور مُعاف کر دے تو کسی خبیث کو اجازت اور اختیار نہیں کہ وہ اپنی عدالت میں جرح اور تنقید کے لئے ان کا تذکرہ کرے۔ سمجھ رہے ہیں آپ؟ جب اللہ تعالیٰ خوش ہو جائے اور کہہ دے کہ ہم نے مُعاف کر دیا ہم راضی ہیں تو تم کون ہو ان پر تنقید کرنے والے۔ یہ وہی شخص ہے جو اولیاء اللہ کے بارے میں کیڑے نکالتا ہے اور جب کیڑے نہیں ملتے تو کیڑے ڈالتا ہے۔ یہ ڈبل مُجرم ہے۔

۵ حسنہ کی پانچویں تفسیر ہے اَلۡمَالُ الصَّالِحُ رزقِ حلال

۶ چھٹی تفسیر ثَنَاءُ الۡخَلۡقِ مخلوق میں اس کی تعریف ہو۔ آج کل جاہل صُوفی گھبرا جاتا ہے کہ ہائے میری تعریف ہو رہی ہے۔ ایک صاحب نے کہا کہ میں تسبیح لیتا ہوں تو مُجھے یہ خیال آتا ہے کہ لوگ مجھے کہیں نیک نہ سمجھنے لگیں تو میرے شیخ حضرت شاہ ابرار الحق صاحب نے فرمایا کہ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ لوگ آپ کو بدمعاش کہیں۔ ارے جبھی اگر لوگ نیک سمجھتے ہیں تو شکر کرو بس تم اپنے کو نیک مت سمجھو۔ مخلوق میں اگر تعریف ہوتی ہے ہونے دو۔ اپنی نظر میں حقیر ہونا مطلوب ہے اور مخلوق میں عظمت اور جاہ اور عزت مطلوب ہے اس کی دُعا سکھائی گئی ہے۔

صبر کے معنی

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ صَبُوْرًا اے اللہ! مجھے صبر عطا فرما کہ ہم نیک اعمال پر قائم رہیں اور مصیبت میں آپ پر اعتراض نہ کریں کہ کیوں ہم کو یہ مصیبت ملی مصیبت سے اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کا درجہ بلند کرتا ہے، تم کو گناہوں سے پاک صاف کرتا ہے۔ ماں میل کچیل چھڑاتی ہے تو بچہ چلاتا ہے مگر بعد میں چمک جاتا ہے! اللہ تعالیٰ بعض بندوں کو مصیبت دے کر اُن کی خطائیں معاف کرتے ہیں اور صبر کی برکت سے نسبت مع اللہ کا اعلیٰ مقام دے دیتے ہیں اور اَلصَّبْرُ عَنِ الْمَعْصِيَةِ بھی دے دیجئے کہ نافرمانی کے تقاضوں کے وقت ہم صابر رہیں اور نافرمانی نہ کریں اور نافرمانی سے بچنے کا غم اُٹھالیں اس کا نام اَلصَّبْرُ عَنِ الْمَعْصِيَةِ ہے۔

اس دُعا میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبر کی اقسام ثلٰثہ مانگی ہیں یعنی:

۱ اَلصَّبْرُ عَلَى الطَّاعَةِ یعنی نیک اعمال پر قائم رہنا اور

۲ اَلصَّبْرُ فِي الْمُصِيبَةِ مصیبت میں صابر رہنا اور

۳ اَلصَّبْرُ عَنِ الْمَعْصِيَةِ گناہوں سے بچنے کی تکلیف اُٹھانا۔

حقیقی شکر کیا ہے؟

آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم دُعا مانگتے ہیں وَاجْعَلْنِیْ شَكُوْرًا اور ہمیں شکرِ نعمت کی توفیق دیجئے اور اسکی حقیقت تقویٰ ہے کہ ہم گناہ نہ کریں۔ اصل شکر گذار بندہ وہ ہے جو اللہ تعالےٰ کو ناراض نہیں کرتا۔ اس کی دلیل سن لو میں تصوف بلا دلیل پیش نہیں کرتا۔ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ اے صحابہ اللہ تعالیٰ نے جنگ بدر میں تمہاری مدد کی ہے۔ وَاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ اور تم سخت کمزور تھے فَاتَّقُوا اللّٰهَ پس تم تقویٰ

سے رہا کرو اور ہم کو ناراض مت کرو لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ تاکہ تم حقیقی شکرگذار بن جاؤ۔ یہ تھوڑی ہے کہ مُنتخب بوٹی کھا کر کہہ دیا کہ یا اللہ تیرا شکر ہے اور گُناہ سے باز نہ آئے اس طرح شُکر کا حق ادا نہیں ہوا۔ زبان سے شکر کی سُنّت تو ادا ہوتی لیکن جب گناہ سے بچو، نظر بچاؤ عیناً، قلباً و قالباً حسینوں نمکینوں سے دور رہو تب سمجھ لو اب شکر حقیقی نصیب ہوا۔ تو وَاجْعَلْنِیْ شَكُوْرًا کے معنی کیا ہیں اَیْ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ یہ ترجمہ حکیم الامّت کا ہے کہ مجھے متقی بنا دیجئے۔ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ تاکہ تم شُکر گذار ہو جاؤ، نافرمانی کرنے والا حقیقی شکر گذار نہیں ہے۔

مخلوق کی نظر میں حقیر ہونا مطلوب نہیں

اِس کے بعد فرمایا:

وَاجْعَلْنِیْ فِیْ عَیْنِیْ صَغِیْرًا

"اے اللہ! مجھ کو میری نظر میں صغیر کر دے چھوٹا دکھا۔"

ہم اپنے کو طرّم خان نہ سمجھیں خرم خان تو رہو مگر طرّم خان نہ سمجھو وَفِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ كَبِیْرًا مخلوق کی نظر میں ہم کو بڑا دکھا دیجئے لہٰذا جب مخلوق عزت کرے تو شکر ادا کرو کہ یہ دُعا قبول ہو گئی۔ تو حسنہ کی چھٹی تفسیر ہے ثنائے خلق کہ مخلوق میں تمہاری تعریف و نیک نامی ہو لیکن تم اپنی تعریف نہ کرو نہ اپنے کو بڑا سمجھو۔ یہ ثنائے خلق حسنہ کی تفسیر ہے لیکن جو صُوفی علم دین نہیں جانتا وہ ایسے موقع پر ڈر جاتا ہے کہ میرا تو سب ضائع ہو گیا۔

⑦ ساتویں تفسیر ہے اَلْعَافِیَةُ وَالْكَفَافُ یعنی عافیت اور غیر محتاجی اور

عافیت کے معنی ہیں اَلسَّلَامَةُ فِی الدِّیْنِ مِنَ الْفِتْنَةِ وَالسَّلَامَةُ فِی الْبَدَنِ مِنْ سَیِّئِی الْاَسْقَامِ وَالْمِحْنَةِ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ عافیت کے معنی ہیں کہ دین فتنہ سے محفوظ ہو اور بدن برے امراض اور محنت شاقہ سے محفوظ ہو، اور کسی کی محتاجی نہ ہو یہ بھی حسنہ ہے۔

(۸) آٹھویں تفسیر ہے اَلصِّحَّةُ وَالْکِفَایَةُ صحت ہو اور کفایت ہو کہ کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلانا پڑے۔

(۹) نویں تفسیر ہے اَلنُّصْرَةُ عَلَی الْاَعْدَاءِ دشمنوں کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کی مدد آجائے۔

(۱۰) اور آخری تفسیر سن لو یعنی دسویں صُحْبَةُ الصَّالِحِیْنَ یعنی اللہ والوں کی صحبت۔ جس کو اللہ تعالیٰ کے پیاروں کی صحبت نصیب ہو اور اللہ توفیق دے اپنے پیاروں کے پاس بیٹھنے کی تو یہ دلیل ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ اس کو اپنا پیارا بنانا چاہتے ہیں۔ جس دیسی آم کو لنگڑے آم کی صحبت نصیب ہو جائے تو سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت و ارادہ ہو گیا کہ اس دیسی آم کو لنگڑا آم بنا دیں گے۔ پس جب اللہ تعالیٰ کسی کو اہل اللہ کی صحبت نصیب فرمائے تو سمجھ لو یہ بھی اہل اللہ ہونے والا ہے۔ حَسَنَةً فِی الدُّنْیَا کی یہ تفسیر روح المعانی جلد ۲ ص ۹۱ پر ہے۔

آیت وَاعْفُ عَنَّا الخ کی تفسیر

اب آیئے وَاعْفُ عَنَّا کی تفسیر سنئے۔ وَاعْفُ عَنَّا کے معنی ہیں اے اللہ! ہمارے گناہوں کو معافی دے دے اور ان کے نشانات کو بھی مٹا دے۔ تفسیر روح المعانی میں ہے کہ وَاعْفُ عَنَّا کے معنی ہیں اُمْحُ آثَارَ

ذُنُوبَنَا ہمارے گناہوں کے جو چار گواہ پیدا ہوتے ہیں ان کی گواہیوں کو مٹا دیجئے جس زمین پر گناہ ہوا ہے وہ زمین قیامت کے دن گواہی دے گی یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا اللہ کا حکم ہو رہا ہے کہ اے زمین تجھ پر جس جس نے جو گناہ کیا تو گواہی دے اور دوسری گواہی اعضاء کی ہوگی، جن اعضاء سے گناہ ہوتے ہیں وہ اعضاء بھی بولیں گے اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس دن ہم ان کے منہ پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ پاؤں اور تمام اعضاء بولنے لگیں گے جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔ اسی کو مولانا رومی نے فرمایا ؎

چشم گوید کردہ ام غمزہ حرام

آنکھ کہے گی کہ یہ حرام اشارے بازی کرتا تھا، حسینوں کو آنکھیں مارتا تھا اور

گوش گوید چیدہ ام سوء الکلام

کان کہیں گے کہ یہ گانے سنا کرتا تھا، ٹیڈیوں سے عورتوں سے

لب بہ گوید من چنیں بوسیدہ ام

ہونٹ گواہی دیں گے کہ ہم نے تنہائیوں میں خلوتوں میں حسینوں کا بوسہ لیا تھا اور

دست گوید من چنیں دزدیدہ ام

ہاتھ کہیں گے کہ ہم نے اس طرح سے چوری کی تھی اور جیب کاٹی تھی۔ سارے اعضاء بولنے لگیں گے۔ تیسرا گواہ دو فرشتے کراماً کاتبین ہیں جو اعمال کو نوٹ کرتے رہتے ہیں اور چوتھا گواہ صحیفۂ اعمال ہے۔

وَاعْفُ عَنَّا میں درخواست ہے کہ اے اللہ! میرے گناہوں کے تمام

نشانات کو مٹا دے، میرے اعضاء کے گُناہوں کو بھی مٹا دے، زمین کے گواہ کو بھی مٹا دے اور کراماً کاتبین کی یادداشت سے بھی بھلا دے اور اس کے بعد اعمال نامہ میں جو گناہ درج ہیں توبہ کی برکت سے ان کو بھی مٹا دے۔

حدیث توبہ کی تشریح

جامع صغیر کی حدیث ہے۔

اِذَا تَابَ الْعَبْدُ اَنْسَی اللّٰہُ الْحَفَظَۃَ ذُنُوْبَہٗ وَاَنْسٰی ذٰلِکَ جَوَارِحَہٗ وَمَعَالِمَہٗ مِنَ الْاَرْضِ حَتّٰی یَلْقَی اللّٰہَ وَلَیْسَ عَلَیْہِ شَاھِدٌ مِّنَ اللّٰہِ بِذَنْبٍ

(جلد ۱ صفحہ ۲۱)

یعنی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جب بندہ توبہ کرتا ہے تو اس کے سب گناہ مُعاف ہو جاتے ہیں اور گناہوں کی گواہیوں کو اللہ مٹا دیتا ہے جو فرشتے ہمارے اعمال نوٹ کر رہے ہیں اللہ ہمارے گُناہوں کو ان سے بُھلا دے گا۔ ان کو کچھ بھی یاد نہیں رہے گا۔ ہمارے گُناہوں کے آثار و نشانات کو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے نہیں مٹوائیں گے خود مٹائیں گے اور فرشتوں کو بھلا دیں گے۔ اَنْسَی اللّٰہُ کا لفظ ہے کہ میں بھلا دوں گا تاکہ فرشتوں کا احسان میرے غُلاموں پر نہ رہے اور وہ میرے بندوں پر یہ احسان نہ جتا سکیں کہ تم تو نالائق تھے، ہم نے تُمھارے گُناہوں کو مٹایا تھا۔ دیکھی آپ نے اللہ تعالیٰ کی بندہ پروری! اسی موقع پر خواجہ صاحب کا یہ شعر ہے ؎

مُجھ سے طغیانی و فسق و سرکشی
تُجھ سے بندہ پروری ہوتی رہی

آپ توبندہ پروری فرماتے رہے اور ہم اپنی نالائقیوں سے باز نہ آئے۔
توبہ کی برکت سے فرشتوں کی گواہی مٹانے کے بعد اعضاء کی گواہی کو بھی اللہ تعالیٰ مٹا دیتے ہیں یعنی جن اعضاء سے گناہ ہوا تھا ان اعضاء سے اللہ تعالیٰ گناہوں کو محو کردیتا ہے اور جس زمین پر گناہ ہوتے تھے اس کے نشانات کو بھی اللہ مٹا دیتا ہے یہاں تک کہ قیامت کے دن وہ شخص اللہ تعالیٰ سے اِس حال میں ملے گا کہ اس کے خلاف کوئی گواہی دینے والا نہ ہوگا۔ وَاغْفِرْ لَنَا کی تفسیر ہے بِاِظْھَارِ الْجَمِیْلِ وَسِتْرِ الْقَبِیْحِ یعنی آپ میری برائیوں کو چھپا دیجئے اور میری نیکیوں کو ظاہر کردیجئے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ اے اللہ! ہم لوگوں سے ایسے بڑے بڑے کام ہوجائیں کہ قیامت تک ان کا چرچا ہوتا رہے۔ وَاغْفِرْ لَنَا کی یہ تفسیر روح المعانی میں ہے۔

کون سی جاہ محمود ہے؟

اب اگر کوئی کہے کہ نیکیوں کو ظاہر کرنے کی طلب تو حُبِّ جاہ ہے۔ تو یہ حُبِّ جاہ نہیں ہے۔
حُبِّ جاہ وہ ہے جو اپنے نفس کے لئے جاہ چاہے اور جو اللہ کے لئے چاہے کہ اللہ مخلوق میں ایسی عزت دے کہ جب میں بیان کروں تو سب لوگ سر آنکھوں پر رکھ لیں تو یہ طلب عزت برائے رب العزت ہے۔ جاہ وہ مذموم ہے جو اپنے نفس کی بڑائی کے لئے ہو۔ جو بڑائی اللہ کے لئے ہو وہ مذموم نہیں مثلاً ہم اچھا لباس اس لئے پہنیں کہ لوگ مولویوں کو حقیر نہ سمجھیں، چندہ مانگنے والا بھک منگا نہ سمجھیں تو یہ بڑائی اللہ کے لئے ہے اور مطلوب ہے۔ جو میں جبہ پہنتا ہوں آج اس کا راز بتاتا ہوں۔ ایئرپورٹ پر جب میں جبہ پہن کر گیا تو میرے ایک دوست کے بیٹے

نے بتایا کہ کچھ لوگ تذکرہ کر رہے تھے کہ یہ سعودیہ کا کوئی شیخ آرہا ہے۔ لوگ سمجھیں گے کہ کچھ مال دینے کے لئے آیا ہے لینے کے لئے نہیں آیا۔ نیّت پر معاملہ ہے۔ یہی دکھاوا اور بڑائی نفس کے لئے ہو تو وہ مذموم ہے۔ پس جب وَاغْفِرْ لَنَا کہتے تو دِل میں نیّت کر لیجئے کہ یا اللہ! میری برائیوں کو مخلوق سے چھپا دیجئے اور نیکیوں کو ظاہر کر دیجئے۔ اسی طرح جب وَاعْفُ عَنَّا کہتے تو دِل میں اللہ سے کہیں کہ اے اللہ! مجھے مُعاف کر دیجئے اور میرے گُناہوں کے چاروں گواہوں کو مِٹا دیجئے۔ اور آپ کا یہ وعدہ مذکورہ حدیث میں بزبان رسالت صلی اللہ علیہ وسلّم ہو رہا ہے۔ سفیر جو ہوتا ہے سُلطان مملکت کا ترجمان ہوتا ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ کے سفیر ہیں آپ کا یہ فرما دینا کہ اللہ تعالیٰ گُناہوں کے تمام نشانات کو مٹا دیں گے اور خود مٹائیں گے اپنے بندوں پر فرشتوں کا بھی احسان نہیں رکھیں گے یہ گویا اللہ تعالیٰ کی رحمت کی ترجمانی ہے۔ رحمۃٌ للعٰلمین کی زبان مُبارک ارحم الرّاحمین کی رحمتوں کی ترجمان ہے۔ اس کے بعد ہے وَارْحَمْنَا بس آج اِسی مضمون کے لِئے اتنی تمہید مَیں نے بیان کی کہ یا اللہ! ہم پر رحم فرما دیجئے۔ معافی اور مغفرت کے بعد رحم کے کیا معنٰی ہیں؟ رحمت کی چار تفسیر حکیمُ الامّت نے بیان کی جو شاید ہی آپ کسی کتاب میں پائیں گے۔ لہٰذا جب وَارْحَمْنَا کہئے تو چار نعمتوں کی نیّت کر لیجئے۔

① **توفیقِ طاعت**: گُناہوں سے طاعت کی توفیق چھین لی جاتی ہے۔ گُناہ کی نحوست سے عبادت میں جی نہیں لگتا اور گُناہوں کے کاموں میں خُوب دِل لگتا ہے اس لئے گُناہوں میں مُبتلا ہو جاتا ہے اور پھر عبادت فرماں برداری کی توفیق نہیں ہوتی۔

② **فراخی معیشت**: روزی میں برکت ڈال دیجئے کیونکہ گناہوں

سے روزی میں برکت ختم ہو جاتی ہے کماتا بہت ہے لیکن پورا نہیں پڑتا۔

③ بے حساب مغفرت: قیامت کے دن ہمارا حساب نہ لیجئے کیونکہ جس سے مواخذہ ہوگا اس کو عذاب دیا جائے گا۔

④ دخولِ جنّت:

اب علامہ آلوسی کی تفسیر سنئے۔ فرماتے ہیں رحم کی درخواست میں اپنے کسی نیک عمل کا استحقاق نہ لانا۔

عطاءِ خداوندی کو ثمرۂ مجاہدات سمجھنا ناشکری ہے

آہ یہی مضمون سنانے کے لئے آج مجھے داعیہ ہوا۔ بعض لوگ دعائیں مانگتے ہیں مگر لوگوں سے تذکرہ کرتے ہیں کہ میں نے یہ مجاہدہ کیا تو مجھ کو یہ ملا۔ اللہ کی رحمت اور عطا کے لئے اپنا استحقاق ثابت کرنا یہ کفرانِ نعمت اور ناشکری نعمت ہے۔ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر بیان القرآن میں لکھتے ہیں:۔

فَاِنَّ بَعْضَ الْمُغْتَرِّیْنَ مِنَ الصُّوْفِیَآءِ وَالسَّالِکِیْنَ یَنْسِبُوْنَ کَمَالَاتِهِمْ اِلٰی مُجَاهَدَاتِهِمْ وَهٰذَا عَیْنُ الْکُفْرَانِ۔

بعض دھوکے میں پڑے ہوئے صوفی اور سالک اپنے کمالات اور اللہ کی مہربانیوں کو اپنے مجاہدات کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ میں نے بڑے پاپڑ بیلے ہیں، میں نے بڑی عبادت کی ہے تب یہ نعمت مجھ کو ملی ہے۔ کبھی بھی استحقاق کی بات مت کرو۔ اللہ کی عظمتِ غیر محدود کا حق بڑے سے بڑا ولی بھی ادا نہیں کر سکتا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

مَا عَبَدْنَاکَ حَقَّ عِبَادَتِکَ

اے اللہ! آپ کی عبادت کا حق مجھ سے ادا نہیں ہوا

کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک بھی محدود ہے، غیر محدود صرف اللہ کی ذات ہے۔ جو نادان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کے برابر کرتے ہیں یہ ظالم ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو سجدہ کیا ہے، آپ ساجد ہیں اور اللہ تعالیٰ مسجود ہیں اور ساجد اور مسجود برابر نہیں ہو سکتے۔ یہی ایک علمِ عظیم کافی ہے کہ عابد اور معبود، ساجد اور مسجود کیسے برابر ہو سکتے ہیں۔ ہاں اللہ کے بعد آپ سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

تو آج یہ خاص نصیحت میرے قلب کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی کہ کبھی بھی اپنے اعمال پر استحقاق ثابت نہ کریں۔ یوں کہیں کہ اگر آپ نے میرا کوئی عمل قبول فرما لیا تو اس عملِ مقبول کی برکت سے میرا کام کر دیجئے مگر وہ بھی آپ کے کرم نے قبول فرمایا۔ اللہ کی عظمت شان کے شایان اس عمل کو مت قرار دو اور اپنے کمالات کی نسبت اپنے مجاہدات کی طرف نہ کرو کہ یہ ناشکری ہے۔ تو پھر کیا کرنا چاہیئے؟ اپنے رب کی عنایات سمجھو اور یہ کہو کہ اللہ تعالیٰ میں کسی نعمت کا مستحق نہیں آپ اپنی رحمت سے اپنی رحمت دے دیجئے، اپنی مہربانی سے اپنی مہربانی دے دیجئے، اپنے فضل کو اپنے فضل سے دے دیجئے، اپنے کرم کو اپنے کرم سے دے دیجئے۔

آپ چاہیں ہمیں ہے کرم آپ کا ورنہ ہم چاہنے کے تو قابل نہیں

یہ اختؔر کا شعر ہے۔

اکابر علماء کی تصوف سے وابستگی

اب اس مضمون کو تفسیر روح المعانی سے ثابت کرتا ہوں جس کے مصنف علامہ آلوسی السید محمود بغدادی مفتی بغداد جو مُرید تھے علامہ خالد کردی کے۔ روح المعانی روح المعانی چلانے والو! سوچو اس کو کہ یہ شخص بھی مُرید ہوا تھا علامہ خالد کردی سے اور مولانا

خالد کردی مرید اور خلیفہ تھے شاہ غلام علی کے اور وہ خلیفہ تھے حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے۔ یہ ہمارے دہلی کے بزرگوں کا فیض مُلک شام تک پہنچا تھا۔ علامہ شامی فتاویٰ شامی کے مصنف اور علامہ آلوسی السید محمود بغدادی روح المعانی کے مُفسر یہ دونوں جا کر مرید ہوئے مولانا خالد کردی کے ہاتھ پر۔ یہ ہمارا سلسلہ ہے حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ کا۔ اِتنے بڑے بڑے عُلماء مرید ہوئے ہیں اور ہمیشہ علماء اہل اللہ سے وابستہ رہے ہیں۔ مُفتی شفیع صاحب مفتی اعظم پاکستان نے لکھا ہے کہ تاریخ میں ان ہی عُلماء کے علمی کارنامے تصانیف و تالیف وغیرہ زندہ ہیں جو اہل اللہ سے وابستہ تھے اور جو کسی اللہ والے سے وابستہ نہ ہوتے وہ کچھ دِن تو چمکے اور پھر مع اپنی تصانیف کے ہمیشہ کے لئے غائب ہو گئے۔ جعلی پیری مریدی کو میڈ ان ڈالڈا کہو جو چاہے کہو لیکن سچی مریدی والے متبع سُنّت اہل اللہ کو بُرا کہنے والا جمہورِ امّت سے الگ ہو گیا۔ اسی لئے علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو اللہ والوں کے فیض اور ان کی برکتوں کا اِنکار کر رہا ہو شیخ پر لازم ہے کہ اپنے مریدوں کو اس سے مِلنے بھی نہ دے۔ اب تفسیر روح المعانی کی عبارت بھی سُن لیں کہ مُنکرین تصوف اور منکرین فیضان اولیاء کی مُلاقات کو بھی علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ منع کر رہے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

فَنَهَى الْمَشَايِخُ الْمُرِيْدِيْنَ مِنْ مُوَالَاتِ الْمُنْكِرِيْن

یعنی مشائخ اور بزرگانِ دین کی عظمتوں کو نقصان پہنچانے والی زبان والوں سے مِلنا بھی جائز نہیں کہ تمہارے قلب میں اپنے بزرگوں کی عظمت نہیں رہے گی اور جب اپنے بزرگوں کی عظمت بھی گئی تو ہمارے پاس کیا بچا؟ کچھ نہیں رہا پھر ہم نِل (NIL) ہو گئے۔ یہ یہ کم لوگوں کو معلوم ہے کہ تفسیر روح المعانی والا خود مرید ہے، جو علم کے سمندر تھے

وہ تو اہل اللہ کے غلام بن گئے لیکن آج چار حرف پڑھ کر کہتے ہیں کہ ہمیں شیخ کی ضرورت نہیں، ہمارا علم ہماری اصلاح کے لئے کافی ہے لیکن سمجھ لو کہ یہ نفس کا بہت بڑا چور ہے، علم کے پندار کا بہت بڑا حجاب ہے جو کہتا ہے کہ مجھے شیخ اور مصلح کی کوئی ضرورت نہیں۔ اگر قرآن شریف اصلاح کر سکتا، اگر کتابوں سے اصلاح ہو سکتی تو اللہ تعالیٰ پیغمبروں کو نہ بھیجتے مگر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یُزَکِّیۡہِمۡ قرآن کی روشنی میں تزکیہ میرا نبی کرے گا، اس کے لئے شخصیت ہونی چاہیے۔ یُزَکِّیۡہِمۡ کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جا رہی ہے کہ میرا نبی صحابہ کے دلوں کا تزکیہ کرتا ہے یعنی یُطَہِّرُ قُلُوۡبَہُمۡ مِنَ الۡعَقَائِدِ الۡبَاطِلَةِ وَمِنَ الۡاِشۡتِغَالِ بِغَیۡرِ اللّٰہِ میرا نبی صحابہ کے دلوں کو باطل عقیدوں سے پاک کرتا ہے اور غیر اللہ میں مشغول ہونے سے پاک کرتا ہے۔

(۲) وَیُطَہِّرُ نُفُوۡسَ الصَّحَابَةِ مِنَ الۡاَخۡلَاقِ الرَّذِیۡلَةِ اور ان کے نفوس کو برے اخلاق سے پاک کرتا ہے۔

(۳) وَیُطَہِّرُ اَبۡدَانَہُمۡ مِنَ الۡاَنۡجَاسِ وَالۡاَعۡمَالِ الۡقَبِیۡحَةِ اور ان کے اجسام کو نجاستوں سے اور برے اعمال سے پاک کرتا ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کچھ سکھایا، برے اعمال سے جسموں کو بچانا بھی سکھایا اور نجاستوں سے پاک کرنا بھی سکھایا، یہاں تک کہ استنجا کا طریقہ بھی سکھایا۔

اب وَارۡحَمۡنَا کی تفسیر بیان کر کے ختم کرتا ہوں۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں وَارۡحَمۡنَا اَیۡ تَفَضَّلۡ عَلَیۡنَا بِفُنُوۡنِ الۡاٰلَاءِ مَعَ اسۡتِحۡقَاقِنَا بِاَفَانِیۡنِ الۡعِقَابِ اے اللہ! جو بندہ گناہوں کی وجہ سے طرح طرح کے عذاب کا مستحق تھا، ان کی

جمع فنون اور فنون کی جمع افانین۔ جو افانین عذاب کا مستحق تھا یعنی اپنے طرح طرح کے گناہوں کی نحوست سے جو طرح طرح کے عذابوں کا مستحق تھا آپ معافی اور مغفرت طلب کرنے کے بعد اس پر طرح طرح کی نعمتوں کی بارش فرمایئے۔ اگر حکیم الامت کی تفسیر بیان القرآن میں اختر نہ دیکھتا تو اس مضمون تک ہمارے دماغ کی رسائی نہ ہوتی کہ اللہ کی عنایات کو اپنے مجاہدات کی طرف منسوب کرنا ناشکری ہے ۔ یہ مت کہو کہ ہمارے مجاہدات کی وجہ سے آپ نے یہ کرم کیا بلکہ یہ کہو کہ آپ کے کرم کا سبب محض آپ کا کرم ہے۔ میرا کوئی عمل اس کا سبب نہیں۔ توفیق عمل بھی آپ کا کرم ہے مگر آپ کے کرم کے عنوانات بدلتے رہتے ہیں۔ کبھی آپ نے کسی عبادت کی توفیق دے دی اور پھر اس کے بعد اپنے کرم سے اُسے قبول فرما کر کوئی نعمت عطا فرمادی۔ دیکھو! حضرت موسیٰ علیہ السلام آگ لینے گئے تھے اور پیغمبری مل گئی۔ میرے شیخ شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے ۔

بہت ابھاگن مر گئیں جگت جگت بورائے

یہ ہندی سنو یعنی بہت سے پاگل دُنیا میں پیالہ بھیک کا لے کر مارے مارے پھرے اور کچھ نہ ملا۔

پیو جسے کا چاہیں تو سوتت لیت جگائے

اور جس کو اللہ چاہتا ہے سوتے ہوئے کو جگاتا ہے کہ اُٹھ تہجد پڑھ کہاں غافل پڑا ہے لے تجھ کو نسبت مع اللہ کی عظیم دولت دیتا ہوں۔

آج کی تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز بر بنائے استحقاق مت مانگو کہ میرا حق بنتا ہے۔ بس یہ کہو کہ میرا حق نہیں بنتا۔ ہماری عبادت آپ کی عظمتِ غیر محدود کے سامنے کچھ نہیں لہٰذا آپ اپنی مہربانیاں محض اپنی مہربانی سے دے دیجئے۔ یہ دعا

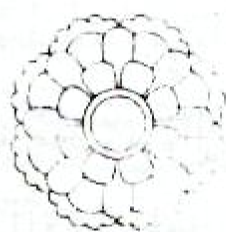
وَارْحَمْنَا کی اس تفسیر کو سامنے رکھ کر ہم آپ کی رحمت سے مانگ رہے ہیں، اے اللہ! یہ رحم جو ہم آپ سے مانگ رہے ہیں یہ بر بنائے استحقاق نہیں ہے ہم تو مستحق ہیں عذاب کے۔ ہمارا استحقاق تو عذاب کا ہے اور وہ بھی ایک دو طرح کے عذاب کا نہیں طرح طرح کے عذاب کے ہم مستحق ہیں لیکن معافی اور مغفرت کے بعد طرح طرح کے مستحق عذاب پر طرح طرح کی نعمتوں کی بارش فرما دیجئے۔ یہ مضمون اب ختم ہو گیا آج بہت خاص تقاضے کی بنا پر یہ عرض کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کبھی اپنا استحقاق نہ پیش کرو کہ میرا حق بنتا ہے، ضابطے سے مت مانگو رابطے سے مانگو اس لئے علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ جہاں تَوَّاب کے ساتھ رَحِیْم نازل فرمایا تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اے لوگو! ہم جو تمہاری توبہ قبول کرتے ہیں تو ضابطے سے نہیں کرتے شانِ رحمت سے کرتے ہیں کیونکہ ایک فرقہ معتزلہ ہے جس کا باطل عقیدہ یہ ہے کہ معافی مانگنے کے بعد اللہ تعالیٰ کو قانوناً معاف کرنا پڑے گا تو علامہ آلوسی تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں کہ تَوَّاب کے بعد رَحِیْم نازل فرمانا فرقہ معتزلہ کا رد ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ذمہ کچھ واجب نہیں، وہ قادرِ مطلق ہیں، کسی کو معاف کرنے پر وہ مجبور نہیں ہیں اپنی شانِ کرم سے، شانِ رحمت سے معاف فرماتے ہیں۔ لہٰذا بندوں کا کام ہے کہ عاجزی سے ان کے حضور میں گڑگڑاتے رہیں۔ دین پر استقامت چاہتے ہو تو عاجزی اور شکستگی اختیار کرو، ورنہ اللہ تعالیٰ سارے عالم سے مستغنی ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ ؁

پھول مرجھا گئے ذرا کھل کے

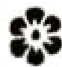
کون[1] رخصت ہوا گلے مل کے   شامیانے اُجڑ گئے دل کے
حُسن فانی ہے عشق بھی فانی   پھول مُرجھا گئے ذرا کھل کے
کیسا چہرہ بدل گیا ان کا   دام کچھ بھی نہیں رہے تل کے
کی نہ توبہ اگر گناہوں سے   دونوں روئیں گے خاک میں مل کے
صدق توبہ و چشم گریاں سے   سامنے ہیں نشان منزل کے
ناؤ گذری ہے جو بھی طوفاں سے   لطف ملتے ہیں اس کو ساحل کے
اے خُدا آپ کے کرم سے سب   کٹ گئے دن ہمارے مشکل کے
بعد مدت کے بزم ساقی میں   میر خوشیاں منا گلے مل کے
میں کہاں اور شاعری میری   فیض ہوتے ہیں شیخ کامل کے
آج اختر ہے مجمع ابرار   آؤ کرلیں ذرا دُعا مل کے

[1] مُراد شیخ ہے



مواعظِ حسنہ نمبر ۶۷





شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

فیضِ صحبتِ ابرار ہے دردِ محبت
بہ فرمائش نصیحت و ستونوں کی اشاعت ہے
عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

محبت تیرا صدقہ ہے ثمر ہیں تیرے نازوں کے
جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

ضروری تفصیل

نامِ وعظ : ــــــــــ زندگی کے قیمتی لمحات

واعظ : ــــــــــ عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

جامعِ وعظ : ــــــــــ حضرت سید عشرت جمیل ملقب بہ میر صاحب مدظلہم العالی
خادمِ خاص و خلیفہ مجاز بیعت عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

تاریخ : ــــــــــ ۱۱ ذیقعدہ ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۶ جون ۱۹۹۸ء بروز جمعہ

مقام : ــــــــــ مسجد اشرف خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشنِ اقبال۔ کراچی

انتساب

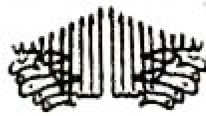
احقر کی جملہ تصنیفات و تالیفات مرشدنا
مولانا محی السنہ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ
اور حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ
اور حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ
کی صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں۔

محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

فہرست

خداوندا محبّت ایسی دے دے اپنی رحمت سے
کرے اختؔر فدا تجھ پر یہ دِل اپنا جگر اپنا

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم



زندگی کے قیمتی لمحات

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ○ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُکُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ ج وَلَکُمْ فِیْھَا مَا تَشْتَھِیْٓ اَنْفُسُکُمْ وَلَکُمْ فِیْھَا مَا تَدَّعُوْنَ ○ ط نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ ○ع وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَی اللّٰہِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ○ وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَۃُ وَلَا السَّیِّئَۃُ ط اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَہٗ عَدَاوَۃٌ کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ○ وَمَا یُلَقّٰھَآ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا ج وَمَا

يُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْحَظٍّ عَظِيْمٍ ٥ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ٥

اللہ سُبحانہ وتعالیٰ قرآن پاک کے پارہ نمبر ۲۴، سُورہ حم السجدہ کے سترہویں رکوع میں ارشاد فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے اقرار کیا کہ ہمارا رب صرف اللہ ہے۔ آیت شریفہ میں رَبُّنَا کو مقدم فرمایا۔ ورنہ عبارت یہ بھی ہو سکتی تھی اَللّٰهُ رَبُّنَا کہ اللہ ہمارا رب ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اسلوبِ بیان میں رَبُّنَا کو مقدم فرمایا۔ اس تقدیم کی دو مصلحتیں ہیں۔ پہلی مصلحت یہ ہے کہ اللہ مُبتدا اور رَبُّنَا خبر ہے، اللہ تعالیٰ نے خبر کو مقدم فرمایا تاکہ حصر کے معنی پیدا ہو جائیں۔ اس لیے حضرت حکیمُ الامت رحمۃُ اللہ علیہ نے تفسیر بیانُ القرآن میں رَبُّنَا اللّٰهُ کے ترجمہ میں لفظ صِرف کو بڑھا دیا ہے یعنی جنہوں نے اقرار کر لیا کہ ہمارا رب حقیقی صرف اللہ ہے، اس تقدیم سے حصر کے معنی پیدا ہو گئے۔

معرفتِ الٰہیہ کا ذریعہ

دوسری حکمت یہ ہے کہ اللہ کو پہچاننے کے لیے سب سے بڑا ذریعہ اللہ تعالیٰ کی پرورش کو سوچنا ہے ماں باپ کو پہچانا جاتا ہے ان کی پرورش اور ان کی شفقت و رحمت کے ذریعہ سے، اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی ربوبیت کے بہت سے ایسے اسباب پیدا فرماتے جس میں غیر خدا کا دخل نہیں اور کوئی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا اُس ربوبیت میں اللہ کے علاوہ کوئی اور بھی شامل ہے۔ ماں باپ کی پرورش میں پھر بھی شبہ لگ سکتا ہے کیونکہ کبھی بغیر ماں باپ کے بھی اللہ تعالیٰ پرورش فرما دیتے ہیں بعض اوقات بے اولاد لوگ کسی کا بچہ گود لے لیتے ہیں تو وہ بچہ نادانی سے سمجھتا ہے کہ یہی میرے ماں باپ ہیں لیکن

اللہ تعالیٰ نے ایسے بہت سے ربوبیت کے اسباب پیدا فرمائے جس میں کسی مخلوق کا دخل نہیں ہے، نہ ہی مخلوق یہ کہہ سکتی ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی ربوبیت میں شریک ہوں، مثلاً کھیتوں میں سُورج کی گرمی سے غلّہ پکانا اور اس کے لیے سُورج نکلنے اور غروب کرنے کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیا ہوا ہے۔ باطل خداؤں نے بھی نہیں کہا کہ میں اس سُورج کا خالق ہوں اور یہ سُورج میرے نظامِ قدرت کے تحت نکلتا اور ڈوبتا ہے کیونکہ جانتے تھے کہ سُورج ہماری دسترس سے باہر ہے۔ ہمارا ہاتھ اس تک نہیں پہنچ سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ مخلوق کا ہاتھ جہاں لگتا ہے وہاں فنی خرابی بھی ہوجاتی ہے۔ ایئرپورٹ پر اعلان ہوتا ہے کہ فنی خرابی کی وجہ سے کوئٹہ جانے والی فلائٹ دو گھنٹہ لیٹ ہے۔ لیکن آپ نے کبھی یہ نہیں سُنا ہوگا کہ جبرئیل علیہ السلام نے اعلان فرمایا ہو کہ فنی خرابی کی وجہ سے آج سُورج دو گھنٹے لیٹ نکلے گا کیونکہ فرشتے اس کے اسکرو (Screw) ٹائٹ کر رہے ہیں۔ ایسا کبھی آپ نے سُنا ہے؟ اس سے اللہ تعالیٰ کی شان اور قدرت کا پتہ چلتا ہے جس نے پہاڑوں سمندروں، ستاروں اور سُورج چاند کو اس طرح بنایا جس سے انسان کو شبہ بھی نہ ہو کہ ہماری پرورش میں اللہ کے سوا کوئی اور بھی شریک ہے۔

غلّہ کا پیدا ہونا سُورج پر ہے، بارش کو بھی اللہ نے اپنے قبضۂ قدرت میں رکھا ہے۔ مون سون ہوائیں، پہاڑوں اور سمندروں کو بھی اللہ نے اپنے قبضۂ قدرت میں رکھا ہے۔ غرض کائنات کی کوئی شے اللہ تعالیٰ کی قدرت سے باہر نہیں لہٰذا رَبُّنَا کو اس لیے مقدم کیا کہ اگرچہ تم ہمیں تو نہیں دیکھتے ہو مگر ہماری پرورش کے اسباب کو تو دیکھتے ہو۔ ہمیں پہچاننے کے لئے یہی کافی ہیں۔

وجودِ باری تعالیٰ پر ایک دیہاتی کا استدلال

کسی دیہاتی سے پوچھا گیا کہ تم نے خدا کو کیسے پہچانا۔ گاؤں کے رہنے والے اس بدّو دیہاتی نے ایسا جواب دیا کہ مفسرین نے تفسیروں میں اس دیہاتی کا جواب نقل کیا۔ اس نے کہا کہ اَلْبَعْرُ تَدُلُّ عَلَى الْبَعِيْرِ اونٹ کی مینگنیاں تو اونٹ کے وجود پر دلالت کرتی ہیں کہ ابھی ادھر سے اونٹ گیا ہے پھر زمین اور آسمان، سورج اور چاند اپنی رفتار سے اللہ تعالیٰ کے وجود کی نشاندہی نہیں کریں گے؟

کہے دیتی ہے شوخی نقشِ پا کی
ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے

دلیلِ لٹھ

مجھے مولانا ادریس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیلِ لٹھ یاد آگئی جو اللہ تعالیٰ کے وجود پر انہوں نے بیان کی ہے۔ حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے محدّث، جامعہ اشرفیہ لاہور کے شیخ الحدیث اور بڑے بڑے عُلماء کے استاد تھے، فرماتے ہیں کہ ایک بزرگ اللہ اللہ کرتے ہوئے جارہے تھے۔ ایک منکرِ خدا دہریہ نے کہا کہ مولانا کہاں ہیں اللہ میاں؟ خواہ مخواہ دھوکہ میں پڑے ہوئے ہو۔ اس بزرگ نے فرمایا تم بے وقوف ہو جو اللہ کا انکار کرتے ہو۔ سارا نظامِ عالم اللہ کے وجود سے چل رہا ہے پھر تم ایسی قدرت کا انکار کرتے ہو؟ اس شخص نے کہا یہ سب تمہارے خیالات ہیں۔ سارے عالم کا نظام میگنٹ سے چل رہا ہے۔ بس اس بزرگ نے اپنی لاٹھی اس کی کھوپڑی پہ ماردی۔ اس نے کہا کہ آپ نے لاٹھی کیوں ماری؟ جب آپ کو

جواب نہ آیا تو آپ نے لاٹھی چلادی۔ بزرگ نے کہا کہ میں نے تو نہیں چلائی۔ دہریہ نے کہا کہ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ آپ ہی نے لاٹھی چلائی ہے اور میرے سر پہ ماری ہے۔ اس بزرگ نے فرمایا کہ تم ہی نے تو ابھی کہا تھا کہ سارا عالم میگنٹ سے چل رہا ہے۔ لہٰذا تیری کھوپڑی میں جو میگنٹ تھا اس نے میری لاٹھی کو کھینچ لیا ہے۔ اگر میری لاٹھی کا میگنٹ زیادہ ہوتا تو تیری کھوپڑی اکھڑ کر میری لاٹھی پر آکر فِٹ ہو جاتی۔ بس اس شخص کو اللہ کے وجود کا یقین آگیا۔ بزرگ نے فرمایا کہ جب ایک لاٹھی بغیر چلانے والے کے نہیں چل سکتی تو سارا نظامِ عالم بغیر چلانے والے کے کیسے چل سکتا ہے؟

کائنات کے آٹومیٹک وجود کے احمقانہ نظریہ کی تردید

اگر کوئی آدمی یہ کہے کہ اس مکان کے در و دیوار، چھت اور پنکھے غرض سارے اجزاء اِدھر اُدھر پڑے تھے، اچانک ایک آندھی آئی اور سریہ فیکٹری سے سریہ اُڑ کر آیا اور سیمنٹ فیکٹری سے سیمنٹ کی بوریاں اُڑ کر آئیں اور مکان کے در و دیوار اور چھت خود بخود بن گئی، اس کے بعد سنگِ مرمر کے ٹکڑے کسی دکان سے اُڑ کے آئے اور خود بخود چھت اور دیوار میں فِٹ ہو گئے اور پنکھے کے پر بھی خود بخود اُڑ کے فِٹ ہو گئے اور ایسی ہوائیں چلتی رہیں کہ اس سے (Screw) بھی ٹائٹ ہو گئے۔ آپ ایسے شخص کو نفسیاتی ڈاکٹر یا کسی دماغی اسپیشلسٹ کے پاس لے جائیں گے کہ اس کا دماغ صحیح نہیں ہے۔ تو ایک معمولی سی چھت کے لئے آپ کے اندر عقل آگئی کہ آپ اسے دماغ کی خرابی پر محمول کرتے ہوئے اسے دماغ کے ڈاکٹر کے پاس لے جا رہے ہیں لیکن جو شخص

سورج، چاند، ستاروں، سمندروں اور پہاڑوں کے تمام نظام کو دیکھ کر بھی یقین نہیں کرتا کہ اتنی بڑی دُنیا جو گول ہے، بغیر تھونی کھمبے کے ہے اس کا بنانے والا بھی کوئی نہ کوئی ضرور ہے۔ جس طرح ہر مصنوع چیز کے لیے صانع کا ہونا ضروری ہے اسی طرح ہر متحرک چیز کے لیے محرک کا ہونا بھی ضروری ہے۔

مثنوی میں ایمان بالغیب کے نظائر

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اندھیری رات میں کالی چیونٹی سفید رنگ کا دانہ لیے جا رہی تھی۔ دانہ تو سفید تھا لیکن رات اندھیری تھی، کالا پتھر تھا، کالی چیونٹی تھی، دانہ تو چلتا ہوا نظر آ رہا تھا لیکن چیونٹی نظر نہیں آ رہی تھی۔ اگر کوئی دہریہ قسم کا بے وقوف انسان ہو تو وہ یہی کہے گا کہ دانہ خود بخود چل رہا ہے لیکن اگر روشنی آجائے تو دیکھے گا کہ ارے یہ تو چیونٹی چل رہی تھی۔ ایسے ہی جتنے منکرین خدا ہیں سب حمقاء ہیں، احمق کی جمع حمقاء ہے جیسے حکیم کی جمع حکماء طبیب کی اطباء تو جتنے حمقاء ہیں وہ صرف چیونٹیوں کا دانہ دیکھتے ہیں، چیونٹیوں پر نظر نہیں جاتی، اسباب کو دیکھتے ہیں مُسبِّب الاسباب تک ان کی رسائی نہیں ہوتی، کائنات کو دیکھتے ہیں خالقِ کائنات تک ان کی رسائی نہیں ہوتی۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سارے عالم میں اپنے وجود کی نشانیاں بکھیر کر پہلے ہی پرچہ آؤٹ کر دیا ہے اور پھر ایمان بالغیب کا اِعلان کر دیا کہ ان نشانیوں کو دیکھ کر ہم پر بغیر دیکھے ایمان لاؤ کیونکہ یہ نشانیاں ہمارے وجود کے ناقابلِ رد دلائل ہیں۔ ان نشانیوں کے مشاہدہ کے بعد کوئی کافر یہ نہیں کہہ سکتا کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے آپ کو دکھا دیتے تو آج کوئی کافر نہ ہوتا۔ اگر دکھا دیتے تو امتحان کس چیز کا ہوتا کیونکہ

ایمان بالغیب کا یہ پرچہ ذرا بھی مشکل نہیں ہے، نہایت آسان ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کو جزائے خیر دے، فلسفہ کے جتنے بھی ماہر فلاسفر ہیں مولانا ان سب کے استاد ہیں۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے جسم کے اندر بہت سی چیزیں رکھی ہیں جن کو بغیر دیکھے تم ان پر ایمان لاتے ہو تاکہ تم کو اللہ پر ایمان لانے میں مشکل نہ ہو اور اس پرچہ کو بھی تم مشکل نہ سمجھو۔ تمہارے جسم میں وہ کیا چیزیں ہیں جن پر تم بغیر دیکھے ایمان لاتے ہو۔

(۱) تم کہتے ہو کہ خدا کی قسم آج دل بڑا خوش ہے۔ بتاؤ! تم نے کبھی خوشی کو دیکھا ہے؟ ہمیشہ ہنسنے یا مسکرانے سے خوشی پر استدلال کیا ہے لیکن میں پوچھتا ہوں کہ کسی نے خوشی کو دیکھا ہے؟ کس رنگ کی ہوتی ہے خوشی؟ اس میں دُم ہے، پونچ ہے، پنجے ہیں، کیا میٹریل ہے اس کا۔ آپ یقیناً نہیں بتا سکتے، لیکن آپ قسم کھا سکتے ہیں کہ خدا کی قسم مجھ کو اپنی خوشی پہ اتنا یقین ہے کہ میں اسے محسوس کر رہا ہوں۔ معلوم ہوا کہ آپ اپنے محسوسات اور مشاہدات میں سے بہت سی چیزیں دیکھتے تو نہیں ہیں مگر ان پر اتنا یقین رکھتے ہیں کہ قسم تک اُٹھا لیتے ہیں۔

ایک مثال ہوگئی کہ آج تک کسی نے خوشی کو نہیں دیکھا لیکن آثارِ خوشی سے استدلال کرتے ہیں، چہرہ مُسکراتا ہوا دیکھا اور یقین آگیا کہ ماشاء اللہ آپ تو آج ہشاش بشاش نظر آتے ہیں۔

(۲) ایسے ہی کسی کا چہرہ غمزدہ دیکھا اور آنکھوں میں آنسو دیکھے تو اس کے غم پر یقین آگیا۔ حالانکہ کبھی غم اور آنسو مگر مچھ کے بھی ہوتے ہیں، کبھی پیاز لگا کر مصنوعی آنسو بھی انسان نکال لیتا ہے۔

ناظم آباد میں ایک شخص ہمارے یہاں آیا اور رو رو کر اپنی غریبی ظاہر کرنے لگا۔ ہم نے اس کی کچھ مدد کر دی۔ مگر میرا دِل کھٹکا کہ اس کے آنسو مصنوعی ہیں۔ ایک آدمی کو اس کے پیچھے لگا دیا کہ آگے جا کے دیکھو کہ اس کے آنسو رہتے ہیں یا یہ قہقہہ مارتا ہے۔ جس شخص کو پیچھے بھیجا تھا اس نے آکر بتایا کہ وہ تو دیوار کے اس پار جا کر ہنس رہا تھا کہ آج تو بڑا بے وقوف بنایا۔

تو انسان اپنے غم پر تو قسم اُٹھا لیتا ہے کہ خدا کی قسم آج میرے دِل میں غم ہے' قسم اُٹھا رہا ہے جبکہ غم کو دیکھا تک نہیں۔ کوئی پوچھے کہ بھائی غم کا کیا رنگ ہے؟ چونچ ہے، دُم ہے، پنجے ہیں، کیسی شکل ہوتی ہے؟ تو آج تک دُنیا اپنے غم و خوشی کا رنگ و کلر اور میٹریل نہیں بتا سکتی۔ لیکن سب کو یقین ہے یہاں تک کہ قسم اُٹھا سکتے ہیں۔

(۳) پھولوں کی خوشبو پر قسم اٹھاتے ہو کہ خدا کی قسم رات کی رانی، بیلہ، چنبیلی کی خوشبو آرہی ہے۔ لیکن کبھی کسی نے خوشبو کو دیکھا ہے؟ نظر سے نہیں بلکہ سونگھ کر بتا دیتے ہیں کہ یہاں خوشبو ہے اور آخر میں مولانا رومی نے ایک اور زبردست دلیل پیش کی ہے۔

(۴) ایسے ہی کسی نے اپنی جان کو آج تک نہیں دیکھا لیکن اگر آپ سے کوئی پوچھے کہ آپ کے اندر جان ہے تو آپ قسم اُٹھالیں گے کہ خدا کی قسم میں ابھی زندہ ہوں اور دلیل یہ ہے کہ جسم میں روح ہے، ہماری روح اور جسم کا تعلق ابھی منقطع نہیں ہوا۔ لیکن آپ لوگوں نے جان کو تو نہیں دیکھا۔ بغیر دیکھے ہوتے اپنی روح پر ایمان لاتے ہو، لہٰذا اللہ تعالیٰ قیامت کے دِن پوچھیں گے کہ ہم نے تمہارے اندر پرچہ آؤٹ کر دیا تھا۔ تمہارے جسم کے میٹریل میں ہم نے روح داخل کر دی

تھی جس پر بغیر دیکھے تم ایمان لاتے تھے اور اس کے وجود پر قسمیں اُٹھاتے تھے لیکن ہم کو بغیر دیکھے ایمان لانے میں تم اشکال کرتے تھے۔

ایک شخص نے حضرت حکیم الامّت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ سے کیسے محبّت کی جائے کیونکہ بغیر دیکھے ہم اللہ تعالیٰ سے محبّت کیسے کریں؟ دیکھنے سے تو محبّت معلوم ہوتی ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ آپ کو اپنی جان سے محبّت ہے اگر کوئی غنڈہ چاقو لے کر آجائے کہ میں تمھاری جان لینا چاہتا ہوں تو کیا آپ اسے آسانی سے جان دے دیں گے؟ اس شخص نے کہا کہ حضرت میں تو پورا مقابلہ کروں گا، جان کو بچانے کے لیے جان دے دوں گا۔ حضرت نے پوچھا کیوں؟ کہا کہ جان پیاری ہے، جان سے محبّت ہے۔ حضرت نے دریافت فرمایا کہ جان سے اتنی محبّت ہے کہ جان کی حفاظت کے لیے جان دینے کے لیے تیار ہو۔ لیکن یہ بتاؤ کہ جان کو کبھی دیکھا بھی ہے؟ اس نے کہا کہ کبھی نہیں دیکھا۔ فرمایا کہ بس ہوشیار ہو جاؤ تم کو جان پیاری ہے بغیر دیکھے ہوئے اسی طرح سے اللہ تعالیٰ کی محبّت بغیر دیکھے ہو جاتی ہے اور ایسی ہوتی ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا خونِ مبارک اُحد کے دامن میں اور طائف کے بازار میں سرِ مبارک سے نکل کر نعلینِ مبارک میں جمع ہو گیا اور ستّر ستّر صحابہ ایک ہی دن میں اُحد کے دامن میں شہید ہوئے۔ آج اُحد کا پہاڑ اپنے دامن میں شہیدوں کا خون مُبارک لیے ہوئے قیامت تک اِعلان کر رہا ہے کہ اللہ ایسی قیمتی ذات ہے کہ جس کے لیے نبیوں کے خُون بہتے ہیں اور صحابہ کی گردنیں کٹتی ہیں۔

ذکر اللہ کے برکات و ثمرات

درمیان میں ایک بات یاد آگئی جو عرض کر دوں کہ بعض لوگوں کا میرے پاس ٹیلیفون آیا کہ ہمیں ذکر میں مزہ نہیں آرہا ہے۔ ہم آپ کے مشورہ سے ذکر تو کرتے ہیں لیکن کچھ مزہ نہیں آتا۔ اب سن لیجئے اس کا جواب۔ پہلے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جواب سنئے وہ فرماتے ہیں کہ ذکر میں مزہ آئے یا نہ آئے ظالم! یہ کیا کم نعمت ہے کہ تو مولیٰ کا نام لے رہا ہے۔ جس کو ان کے نام لینے کی توفیق ہو جائے یہ معمولی انعام ہے؟ ایک بزرگ کہہ رہے تھے کہ اے اللہ! آپ کا بہت بڑا نام ہے، جتنا بڑا آپ کا نام ہے اتنی ہم پر مہربانی کر دیجئے۔ کیا کہوں اس ظالم کی دُعا مجھ کو وجد میں لاتی ہے۔ تو کیا یہ معمولی نعمت ہے کہ بندہ ہو کر اتنے بڑے مالک کا نام لے رہا ہے۔ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تشویشِ قلب اور غیر حاضر دل کے ساتھ بھی اللہ کا نام نفع سے خالی نہیں۔ جو قلب مشوش ہو، ہزاروں فکریں ہوں اس حال میں بھی جب زبان سے اللہ نکلے گا تو اپنا نور پیدا کر کے رہے گا۔

دین پر ثابت قدمی ذکر اللہ پر موقوف ہے

حج کے زمانہ میں مکہ مکرمہ میں اتنا رش ہوتا ہے کہ وہاں کے دکانداران ایام میں سال بھر کی کمائی کرتے ہیں۔ دکان پر دس دس حاجی کھڑے ہوتے ہیں اور تنگ کرتے ہیں کہ جلدی دو جلدی دو اور دکان دار ایک کو رومال، دوسرے کو تسبیح، تیسرے کو ٹوپی دے رہا ہے اور ساتھ ساتھ ڈبل روٹی کا لقمہ بھی کھائے جا رہا ہے تو کیا مکہ کے دکانداروں کو اس وقت سکونِ قلب ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود ہزاروں فکروں کے درمیان وہ جو روٹی کھاتے

ہیں، وہ ان کے جسم میں جاکر خون ہی پیدا کرتی ہے۔ ایسے ہی ہزاروں فکروں میں اگر ہم اللہ کا نام لیتے رہیں، ذکر و تسبیح کا معمول کرلیں تو ان شاء اللہ جسم کی رگ رگ میں خون کے ساتھ ذکر اللہ کا نور بھی دوڑتا رہے گا لیکن اس کا اصل فائدہ کب ظاہر ہوگا؟ جب غیر محرم عورتیں اور امرد سامنے آئیں گے، اس وقت آپ کے ذکر کی روحانی طاقت اور ٹانک آپ کو جِتا دے گا کیونکہ جہاد کے لیے ذکر کا حکم نازل ہوا ہے اِذَا لَقِیۡتُمۡ فِئَۃً فَاثۡبُتُوۡا جب تم کافروں کی کسی جماعت سے جہاد کر رہے ہو تو ثابت قدم رہو لیکن ثابت قدم کیسے رہو گے؟ اس کے بعد ہی یہ آیت نازل ہوئی کہ وَاذۡکُرُوا اللہَ کَثِیۡرًا اللہ کو کثرت سے یاد کرو۔ اللہ تعالیٰ جہادِ اصغر یعنی کافروں کے خلاف جہاد میں ثابت قدم رہنے کا نسخہ بیان کر رہے ہیں۔ یہاں انگور کا رس، مرغی کا سوپ، سیب کا جوس کام نہیں دے گا، یہاں میرے نام کی طاقت کام آئے گی، جس کے لیے تم جان دے رہے ہو اسی کا نام لیتے رہو تو تمہارے اندر روحانی طاقت آجائے گی کیونکہ جہاں تلواریں چلتی ہیں وہاں سیب یا کینو کا جوس نہیں ملتا، وہاں کھجور ختم ہوگئی تو گٹھلیاں چوس کر جہاد کیا گیا تو جب جہادِ اصغر یعنی چھوٹے جہاد میں ثابت قدمی کے لیے ذکر کی ضرورت ہے تو نفس کے خلاف جہاد میں جسے شریعت نے جہادِ اکبر کہا ہے بغیر ذکر اللہ کے کیسے ثابت قدم رہیں گے؟

شیخ کے تین حق

شیخ لاکھ رات دن سمجھاتا رہے اور تم اپنی نالائقی سے اس کی بات فراموش کرتے رہو تو کیا اس ناقدری کے وبال سے تم بچ سکتے ہو۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ شیخ دیکھتا تھوڑی ہے

لیکن جس شخص نے شیخ کے بتائے ہوئے اذکار نہیں کیے وہ اللہ تعالیٰ تک نہیں پہنچ سکتا، کولہو کے بیل کی طرح چکر پہ چکر لگاتا رہتا ہے، اس کی ترقی رُک جاتی ہے۔ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب نے فرمایا کہ اگر ذکر پورا نہ کرسکو تو کم از کم آدھا ہی کرلیا کرو اور شیخ کو اطلاع کرتے رہا کرو۔ حضرت حکیم الامت کا ملفوظ ہے کہ شیخ کے تین[۳] حق ہیں ؎

شیخ کے ہیں تین حق رکھ ان کو یاد
اطلاع و اتباع و انقیاد

شیخ کو خط لکھو، اپنے حال کی اطلاع کرو، وہ جو کہے اس کی اتباع کرو اور اس پر عقیدہ اور اعتقاد رکھو کہ ان شاء اللہ جو میرے شیخ نے بتایا ہے اس سے ہمیں نفع پہنچے گا۔

تزکیہ کے معانی

جو نائب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں اب ان کے ذریعہ سے تزکیہ ہوگا۔ جب نبی زندہ ہوتا ہے تو نبی تزکیہ کرتا ہے جیسے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کا تزکیہ فرمایا جس کی تفسیر علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی وَیُطَھِّرُ قُلُوْبَھُمْ وَ نُفُوْسَھُمْ وَ اَبْدَانَھُمْ کہ نبی دلوں کو، نفوس کو اور جسموں کو پاک کرتا ہے۔ کیسے؟ یُطَھِّرُ قُلُوْبَھُمْ عَنِ الْعَقَائِدِ الْبَاطِلَۃِ وَالْاِشْتِغَالِ بِغَیْرِ اللہِ نبی دِل کو پاک کرتا ہے باطل عقیدوں سے اور غیر اللہ کی مشغولی سے اور یُطَھِّرُ نُفُوْسَھُمْ عَنِ الْاَخْلَاقِ الرَّذِیْلَۃِ نفوس کو اخلاقِ رذیلہ سے پاک کرتا ہے۔ وَیُطَھِّرُ اَبْدَانَھُمْ عَنِ الْاَنْجَاسِ

وَالْاَعْمَالِ الْقَبِيْحَةِ اور ان کے جسم کو پاک کرتا ہے نجاست سے اور بُرے بُرے اعمال سے۔ تو نفوس کا تزکیہ نبی کرتا ہے مگر اس کے دُنیا سے تشریف لے جانے کے بعد یہی تزکیہ پھر اہل اللہ کرتے ہیں۔ لٰہذا یہ سمجھ لیجئے کہ جہادِ اصغر یعنی کافروں سے جہاد کے لیے جب اس آیت میں اللہ کے ذِکر کی تعلیم دی جا رہی ہے تو جہادِ اکبر یعنی نفس سے جہاد کو کون بغیر ذِکر اللہ کے جیت سکتا ہے۔

بعض لوگ شیخ کے قریب رہ کر تھوڑی سی گرمی پا جاتے ہیں اس کی وجہ سے ذکر سے غفلت میں پڑ جاتے ہیں کہ میرا ایمان تو تازہ ہے لیکن شیخ کے قُرب کی گرمی کی مثال ایسی ہے جیسے سردی دور کرنے کے لیے آگ جلا کر ہاتھ پاؤں سینکتے ہیں تو گرمی آجاتی ہے لیکن یہ گرمی عارضی ہوتی ہے کیونکہ جیسے ہی ہاتھ پاؤں آگ سے دور ہوں گے پھر ٹھنڈے ہو جائیں گے اور ذکر کی گرمی کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی موتی کا کُشتہ کھالے تو سردی اثر ہی نہیں کرے گی، جس طرح حکیم اجمل خان دہلوی سردیوں میں ململ پہن کر سُورج نکلنے سے ڈیڑھ گھنٹہ پہلے دہلی کا چکر کرتے تھے جبکہ لوگ رضائیوں میں گھسے ہوتے تھے۔

ذکر اللہ کی طاقت کی مثال

حضرت حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یاد رکھو شیخ کے قُرب کی گرمی پر بھروسہ مت کرو۔ ذکر اللہ کا کُشتہ بھی کھاؤ کیونکہ اگر شیخ کا انتقال ہو جائے یا شیخ سے الگ ہو جاؤ تو اس وقت تمہیں پتہ چلے گا کہ ذکر اللہ کیا چیز ہے۔ اگر تم نے ذکر اللہ کا کُشتہ کھانے سے تغافل برتا تو نفس و شیطان ایسی پٹخنی لگائیں گے کہ اپنی شکست خوردنی پر خُون کے آنسو رونے سے بھی تلافی نہیں کر سکو گے۔ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں کہ شیخ کی صحبت جتنی ضروری ہے اس سے زیادہ ذکر اللہ کا اہتمام ضروری ہے۔ آپ بتلائیے کہ کون ہر وقت شیخ کے پاس رہ سکتا ہے۔ جب ذکر اللہ کی کمی ہوگی، روح کمزور ہوگی تو نتیجہ یہ ہوگا کہ شیخ کی موجودگی ہی میں تم گناہوں میں مُبتلا ہوجاؤ گے، ایسے کتنے واقعات ہُوئے ہیں کہ لوگ خانقاہوں میں بھی گناہ سے نہیں بچ سکے۔ اس لیے شیخ کی صحبت کے ساتھ ساتھ ذکر اللہ کا اہتمام بھی نہایت ضروری ہے۔ جہادِ اصغر اگر ذکر اللہ کا محتاج ہے تو جہادِ اکبر بدرجہ اولیٰ اللہ کے ذکر کا محتاج ہے کیونکہ یہ بڑا جہاد ہے۔ اسی لیے جنہوں نے ذکر اللہ کی پابندی کی وہ کہاں سے کہاں پہنچ گئے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

اللہ اللہ اسمِ پاکِ نامِ دوست

کہ اللہ اللہ ہمارے مالک کا نام ہے، اسم گرامی اور اسم شریف ہے۔ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ اپنے رب کا اسمِ مبارک لیجئے۔ علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر مظہری کے مصنف فرماتے ہیں کہ ذکرِ اسم ذات کا اسی آیت سے ثبوت ملتا ہے، فِيهِ دَلِيلُ تَكْرَارِ اسْمِ ذَاتِ اللہ اللہ کرو اور عرشِ اعظم تک پہنچ جاؤ۔

اللہ اللہ گو بروتا سقفِ عرش

اللہ اللہ کہتے ہُوئے عرشِ اعظم تک پہنچ جاؤ۔ اللہ کا نام اِتنا مبارک اور زبردست طاقت والا ہے کہ اللہ کے نام کی برکت سے انسان اللہ تک پہنچ جاتا ہے، فرشی عرشی ہوجاتا ہے۔

ذکر کا سب سے بڑا انعام

میں آج آپ کو ایک زبردست نعمت بتانا چاہتا ہوں جس کی طرف حکیمُ الامت رحمۃ اللہ علیہ نے

توجہ دلائی کہ فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم ہم کو یاد کرو، ہم تم کو یاد کریں گے، تم ہم کو یاد کرو اطاعت کے ساتھ ہم تم کو یاد کریں گے عنایت کے ساتھ، فَاذْكُرُوْنِیْ تم ہم کو یاد کرو یعنی ہماری فرمانبرداری کرو یہ نہیں کہ بلوچستان کے فرقہ ذکریہ کی طرح نماز روزہ سب چھوڑ دو اور ذکر کئے جاؤ، جماعت کی نماز ہو رہی ہے اور وہ اللہ اللہ کر رہے ہیں۔ جماعت سے نماز نہیں، مسجد جانا نہیں، روزہ نماز کچھ نہیں۔ اس فرقہ کا نام ذکری رکھا ہے جس کے کفر پر ہمارے اکابر نے فتویٰ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی نام لے اور نماز روزہ کی فرضیت کا منکر ہو تو پھر ایسا شخص کیا ہوگا؟ اس کے کفر میں کیا شک ہے۔

حضرت حکیم الامت بیان القرآن کے حاشیہ میں فرماتے ہیں کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں ان کے لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد فرمانا اَذْكُرْكُمْ میں تم کو یاد کرتا ہوں۔ پس اللہ تعالیٰ کا یاد کرنا اتنا بڑا انعام ہے کہ فرماتے ہیں:

فَهٰذِهٖ ثَمَرَةٌ اَصْلِيَّةٌ لِلذِّكْرِ لَوِاسْتَحْضَرَهَا لَا يُشَوِّشُ اَبَدًا۔

یعنی اللہ تعالیٰ کے ذکر کا زبردست اصلی ثمرہ اور اصلی پھل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو یاد فرماتے ہیں۔ اگر کوئی سالک، ذاکر، صوفی اس نعمت کا استحضار کرے تو اسے کبھی تشویش و حرمان اور اپنی محرومی کا احساس نہ ہوگا کہ ذکر میں دل نہیں لگتا یا ذکر سے کیا ملتا ہے یا ذکر کرنے سے ہمیں تو آج تک پتہ ہی نہیں چلا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے ہم کو کیا ملا۔ ارے! یہ کیا کم ملا کہ وہ ہم کو یاد کرتے ہیں۔

یہ بیان القرآن کا حاشیہ نقل کر رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم ہم کو یاد

کرو ہم تم کو یاد کریں گے۔ تو اللہ تعالیٰ کا اپنے غلاموں کو یاد فرمانا اِتنی بڑی نعمت ہے کہ اگر کوئی اس نعمت کا استحضار کرے کہ ہمیں اللہ پاک اس وقت یاد فرما رہے ہیں تو کبھی اس کو تشویش نہیں ہوگی، کبھی شکایت نہیں کرے گا کہ ہم کو ذکر سے کیا ملا۔

حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ تابعی ہیں، فرماتے ہیں کہ اس وقت اللہ تعالیٰ مجھے یاد کر رہے ہیں۔ کسی نے کہا کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا، کیا کوئی ٹیلیفون یا وائرلیس آیا ہے عرشِ اعظم سے۔ آپ نے فرمایا کہ دیکھتے نہیں ہو میں تسبیح لیے ہوئے اللہ تعالیٰ کو یاد کر رہا ہوں اور اللہ تعالیٰ کا قرآن شریف میں وعدہ ہے کہ تم ہم کو یاد کرو زمین پر، ہم تم کو یاد کریں گے عرشِ اعظم پر۔ لہٰذا میں ان کی یاد میں مشغول ہوں اور قرآن غلط نہیں ہوسکتا، مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو یاد فرما رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت حکیم الامت کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے حاشیہ مسائل السلوک میں یہ جملہ بڑھا دیا کہ قَالَ الْعَبْدُ الضَّعِيْفُ حکیم الامت کا اندازِ بیان دیکھئے فرماتے ہیں کہ یہ بندۂ کمزور کہتا ہے قَالَ الْعَبْدُ الضَّعِيْفُ اَشْرَف عَلِيّ یعنی حکیمُ الامت اپنے کو فرماتے ہیں کہ یہ اشرف علی عبدِ کمزور، بندۂ کمزور عرض کرتا ہے کہ هٰذِهٖ ثَمَرَةٌ اَصْلِيَّةٌ اللہ تعالیٰ کا یاد فرمانا یہ اصلی پھل ہے، کچھ اور ملے یا نہ ملے یہی کافی ہے لَوِ اسْتَحْضَرَهَا اگر کوئی اس کا استحضار کرے لَا يُشَوِّشُ اَبَدًا کبھی اس کو تشویش نہیں ہوگی۔ معمولی نعمت ہے یہ؟ اب اس کو اُردو میں سمجھیں حضرت حکیمُ الامت تھانوی رحمۃُ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے ذکر پر اللہ تعالیٰ کا ہم کو یاد فرمانا اِتنا بڑا انعام ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی انعام نہیں، اس کے بعد کوئی نعمت بیان نہ ہو تو عاشقوں کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ

ہم کو یاد کر رہے ہیں۔

حضرت ابی ابنِ کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ

حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے ابی ابنِ کعب! (اور یہ ابی ابنِ کعب کون ہیں؟ سید القراء، امیر القراء ہیں، قراءت میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استاد ہیں، یعنی ادائیگی حروفِ قرآن کی کیفیت کے سلسلہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ان کے شاگرد تھے)۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابی ابنِ کعب! مجھ کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں تمہارے اوپر سورۃ بینہ کی تلاوت کروں۔ حضرت ابی ابنِ کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب آپ کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ آپ مجھ پر سورۃ بینہ کی تلاوت فرمائیں تو کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام بھی لیا تھا؟ ہائے! اس سوال کا مزہ عاشقوں سے پوچھو کہ محبوب کسی کا نام لے تو اسے کیا مزہ آتا ہے۔ ارے میں ایک ادنیٰ سی مثال دیتا ہوں جب میرے شیخ شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ حکیم اختر کہتے تھے تو میری روح وجد میں آجاتی تھی کہ میرے شیخ نے مجھے نام لے کر پکارا ہے

مستی سے ترا ساقی کیا حال ہوا ہو گا
شیشے میں وہ مئے ظالم جب تو نے بھری ہو گی

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابی ابنِ کعب نَعَمْ اَللّٰہُ سَمَّاکَ اللہ نے تیرا نام لے کر مجھ سے فرمایا ہے۔ یہ سن کر حضرت ابی ابنِ کعب رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، مارے خوشی کے رونے لگے۔ محدثین لکھتے ہیں

کہ یہ رونا افسوس کا نہیں خوشی کا رونا تھا۔ دوستو! جب آپ کو معلوم ہو گیا کہ یہ صحابی کی سُنّت ہے کہ یہ سُن کر کہ اللہ مجھ کو یاد کر رہے ہیں انہوں نے رونا شروع کر دیا تو کیا اس آیت پر ہمیں خوش نہیں ہونا چاہیئے کہ جب ہم اللہ کو یاد کریں گے تو اللہ تعالیٰ ہم کو یاد فرمائیں گے۔ کیا اس میں کوئی شک ہے؟ آج ہم لوگ مخلوق کے ساتھ ہر وقت ہنسی مزاح میں مشغول ہیں لیکن تسبیح لے کر ان کا نام لینے میں ہم کو سُستی اور غفلت معلوم ہوتی ہے۔ اگر ہم لوگ تسبیح لے کر بیٹھ جائیں تو اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا انعام ہو گا، جو اللہ تعالیٰ کا نام لیتا ہے تو ان کا نام اتنا بڑا ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ وہ نہ دُنیا میں محروم رہے گا نہ آخرت میں۔ کیا اللہ تعالیٰ اپنا نام لینے والوں کو دوزخ میں ڈال دیں گے؟

ذکر اللہ کی تاثیر

اللہ کا نام لینے والا آہستہ آہستہ خود گناہ چھوڑنے لگتا ہے، اس کے دِل سے گناہوں کے اندھیرے بھاگنے لگتے ہیں، اجالے گھیر لیتے ہیں۔ اللہ نور ہے، وہ سُورج کو روشنی کی بھیک دیتا ہے، خود سوچیے کہ اُس کا نام لینے والے پر کتنے اُجالے برستے ہوں گے، ان کا نام لینے سے اندھیروں سے مناسبت ختم ہو جاتی ہے۔ آج جتنے لوگ نفس و شیطان کی غُلامی سے نہیں نکل پا رہے ہیں یہ وہ ظالم ہیں جنہوں نے ذکر اللہ کا اہتمام نہیں کیا۔ ہم اپنا کتنا ہی دل اور کلیجہ نکال کر سامنے رکھ دیں جب تک خُدا کا فضل و کرم نہ ہو اور بندہ کو طلب و فکر نہ ہو بیڑا پار نہیں ہو گا۔

حکیمُ الامّت تھانوی رحمۃُ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس طرح باپ چاہتا ہے کہ بچّہ چلے اور جب بچّہ گرنے لگتا ہے تو بابا خود اٹھا لیتا ہے، بس سلوک کا حاصل

یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ ہم تھوڑا سا تو چلیں، کچھ تو کوشش کریں، جب گرنے لگیں گے تو اللہ تعالیٰ خود بڑھ کر ہم کو اُٹھالیں گے۔ لیکن افسوس ہے کہ ہم اپنی جگہ سے کھسکتے ہی نہیں۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

اے کہ صبرت نیست از فرزند و زن
صبر چوں داری ز ربِّ ذوالمنن

جن کو اپنے بیوی بچوں پر صبر نہیں آتا، ابا کا نام لے کر، اماں کا نام لے کر، بیوی بچوں کا نام لے کر مست ہو جاتے ہیں، انہیں اللہ تعالیٰ پر کیسے صبر آجاتا ہے کہ ان کا نام لیے بغیر سو جاتے ہیں۔ بیوی سے باتیں کرو گے، بچوں سے باتیں کرو گے، ان کو بہلاؤ گے، کھلاؤ گے، پلاؤ گے، نوٹ کی گڈیاں گنو گے کہ آج اتنی آمدنی ہوئی، پان کھانے میں مزہ آرہا ہے، کتھا چونا چاٹنے میں اور تمباکو ڈال کر زبان کی چرچراہٹ میں مزہ آرہا ہے، دُنیا کی نعمتوں میں غرق ہو لیکن کاش! اگر تمہیں پان کے خالق اور دوپیازہ گوشت کے خالق کے نام کی ہوا بھی لگ جاتی تو نہ جانے تمہاری کیا حالت ہوتی۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

لیک ذوقِ سجدہ پیشِ خُدا
خوشتر آید از دو صد دولت تُرا

اگر خدائے تعالیٰ ایک سجدہ کی لذت عطا کر دیں تو دو سو سلطنت سے زیادہ مزہ تمہیں اس ایک سجدہ میں آجائے لیکن ؎

بادشاہانِ جہاں از بدرگی
بُو نہ برد نداز شرابِ بندگی

مولانا فرماتے ہیں کہ دُنیا کے بادشاہوں کے دِلوں میں دُنیا کی محبت کی گٹر لائن گھسی ہوئی ہے، حبِّ دُنیا کی، شہواتِ نفسانیہ کی محبت ہے اس لیے ان کی جان اللہ تعالیٰ کی خوشبو سے محروم ہے لیکن پہلے جو بادشاہوں کا حال تھا آج وہی غریبوں کا حال ہے جن کو دُنیا کی محبت وجاہ نے مارا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی خوشبو سے محروم ہیں۔ اگر بادشاہوں کو اللہ تعالیٰ کی محبت کی خوشبو مِل جاتی تو یہ کیا کرتے۔

ور نہ ادہم وار سرگرداں و دنگ
ملک را برہم زندے بے درنگ

سُلطان ابراہیم ابنِ ادہم رحمۃ اللہ علیہ کی طرح سلطنتیں ان کی نظروں میں تلخ ہوجاتیں اور چٹائی پر بیٹھ کر یہ شعر پڑھتے۔

تمنا ہے کہ اب کوئی جگہ ایسی کہیں ہوتی
اکیلے بیٹھے رہتے، یاد ان کی دلنشیں ہوتی
خُدا کی یاد میں بیٹھے جو سب سے بے غرض ہوکر
تو اپنا بوریا بھی پھر ہمیں تختِ سلیماں تھا

اگر آپ تھوڑی دیر چٹائی بچھا کر اپنے گھروں میں اللہ تعالیٰ کا نام لیتے، غذائے روحانی حاصل کرتے تو آج آپ کی زبانوں میں کچھ اور ہی اثر ہوتا۔ مولانا رومی فرماتے ہیں۔

ہر کہ باشد قوتِ او نورِ جلال
چو نباشد از لبش سحرِ حلال

جِس کی غذا اللہ تعالیٰ کے ذکر کا نور بن جائے اُس کے ہونٹوں سے اللہ تعالیٰ کلام مؤثر کیوں نہیں پیدا کرے گا۔ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہماری

باتوں میں، ہمارے وعظوں میں وہ اثر نہیں تھا لیکن جب ہم نے حضرت حاجی امداداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت اُٹھائی، اللہ اللہ کیا، ذکر و فکر کیا تو ایسا اثر پیدا ہوا کہ ؎

جی اُٹھے مُردے تری آواز سے

چھوٹی چھوٹی باتوں میں اللہ تعالیٰ نے اثر عظیم رکھ دیا ؎

بظاہر تو ہیں چھوٹی چھوٹی سی باتیں

جہاں سوز لیکن یہ چنگاریاں ہیں

علّامہ سید سلیمان ندوی کا واقعہ

سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ اتنا بڑا علامہ، عربی کا ادیب، شرقِ اوسط میں جس کا غلغلہ تھا، اور جو حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا پہلے مذاق اڑایا کرتے تھے کہ پیروں کے پاس کیا ہے، تھانہ بھون میں کیا ہے؟ لیکن جب ایک دفعہ حضرت حکیم الامت کی مجلس میں حاضر ہو گئے اور اس بوریہ نشین کی ایک ہی مجلس میں یہ حال ہوا کہ ستون پکڑ کر رونے لگے، آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور فرمایا کہ ہمیں تو خواہ مخواہ اپنے اوپر ناز تھا، علم تو اِس چٹائی پر بیٹھنے والے کے پاس ہے، پھر یہ شعر پڑھا ؎

جانے کس انداز سے تقریر کی

پھر نہ پیدا شبۂ باطل ہوا

آج ہی پایا مزہ قرآن میں

جیسے قرآں آج ہی نازل ہوا

یہ کون ہے؟ کوئی جاہل تعریف کرتا تو اتنا مزہ نہ آتا، اِتنا بڑا علامہ سید سلیمان ندوی جس

کے خطباتِ مدراس مشہور ہیں اور جس کا شرقِ اوسط میں اتنا شہرہ ہے، جو بہت بڑا مُصنّف اور سیرت نگار ہے مگر حکیمُ الاُمت کی ایک مجلس سے کایا پلٹ گئی۔ جو اللہ اللہ کے ذکر کو کہتے تھے کہ کیا ضرورت ہے اس کی ؟ جب حضرت حکیم الامت نے ان کو اللہ اللہ بتایا اور انہوں نے اللہ کہا تو حکیمُ الامت کی صحبت کی برکت سے جب انہیں اللہ کے نام کا مزہ ملا تو کیا کہتے ہیں ؎

نام لیتے ہی نشہ سا چھا گیا
ذکر میں تاثیرِ دورِ جام ہے

اور تہجد کے مزہ کو بیان کرتے ہیں ؎

وعدہ آنے کا شبِ آخر میں ہے
صُبح سے ہی انتظارِ شام ہے

ذکر اللہ میں شیخ کے مشورہ کی ضرورت

خواجہ صاحب رحمۃُ اللہ علیہ نے حضرت حکیمُ الامت تھانوی رحمۃُ اللہ علیہ سے پوچھا تھا کہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ ذکر شیخ کے مشورہ کے ساتھ کرو تو ذکر کے ساتھ شیخ کی کیا ضرورت ہے ؟ کیا اللہ کا ذکر ہمیں اللہ تک نہیں پہنچا سکتا ؟ حضرت نے فرمایا کہ کام تو ذکر ہی بناتا ہے لیکن اسی طرح جیسے کاٹ تو تلوار ہی کرتی ہے لیکن کب ؟ جب کسی کے ہاتھ میں ہوتی ہے، زمین پر پڑی ہوئی تلوار کام نہیں کرتی لہٰذا کام تو ذکر ہی بنائے گا مگر شیخ کی صحبت اور اس کی رُوحانی گرمی بھی چاہیئے جیسے مُرغی کے پَروں میں انڈا کچھ دِن رہ کر حیات پاجاتا ہے اور زندگی پانے کے بعد چھلکے کو توڑ دیتا ہے۔ آج جو تعلقات ہم کو اللہ سے دور کر رہے ہیں، اللہ والوں

کی صحبت کی برکت سے پھر بہ زبانِ حال یہ شعر پڑھتے ہوئے ہم سارے سلاسل اور علائق توڑ دیں گے ؎

ماراجو ایک ہاتھ، گریباں نہیں رہا
کھینچی جو ایک آہ تو زنداں نہیں رہا

غیر اللہ کی زنجیریں کیسے ٹوٹتی ہیں؟

مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

سر نگونم ہیں رہا کن پائے من

اے دُنیا والو! اب میں اس جانور کی طرح ہوگیا ہوں جو رسی تڑانا چاہتا ہے اور سر جھکا لیتا ہے، جو لوگ دیہاتوں میں رہتے ہیں اور انہوں نے بیل اور جانور پالے ہوتے ہیں ان سے پوچھ لو کہ جب بیل، گائے اور دوسرے چوپائے رسی تڑانا چاہتے ہیں تو سر کو جھکا لیتے ہیں، فرماتے ہیں کہ اب اللہ کی محبّت میں مجھ پر یہ کیفیت طاری ہے کہ میں نے سر جھکا لیا ہے، اے دُنیا والو! اب میرے پیر چھوڑ دو، اب میرے پیروں کو مت باندھو اور مجھے اللہ سے دور مت کرو ؎

سر نگونم ہیں رہا کن پائے من
فہم کُو در جُملۂ اجزائے من

میرے جسم کے کسی عضو میں اب سمجھنے کی طاقت نہیں ہے، مجھے اب نہ سمجھاؤ، نہ نصیحت کرو، اب میں تم دُنیا داروں، بے وقوفوں کی نصیحت سے بالاتر ہوگیا ہوں، اور فرمایا ؎

غیرِ آں زنجیرِ زُلفِ دلبرم
گر دو صد زنجیر آری بر درم

اَے دنیا والو! غور سے سُن لو کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کی زنجیر کے علاوہ اگر تم دو سو زنجیروں میں بھی جلال الدین رومی کو جکڑنا چاہو گے اور اللہ کی یاد سے دور رکھنا چاہو گے تو میں ساری زنجیریں توڑ دوں گا۔ کیا پیارا شعر فرمایا، اللہ ان کی قبر کو نور سے بھر دے، سراپا محبت ہے یہ شخص بلکہ سلطانِ محبت ہے یعنی محبت سکھانے کا بادشاہ ہے، فرماتے ہیں ؎

غیرِ آں زنجیرِ زُلفِ دلبرم
گر دو صد زنجیر آری بردرم

میرے محبوبِ حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت کی زنجیروں کے علاوہ اگر دُنیا داری کی دو سو زنجیریں لاؤ گے تو میں سب کو توڑ دوں گا۔ اور فرماتے ہیں ؎

بوئے آں دلبر چوں پرّاں می شود
ایں زباں ہا جملہ حیراں می شود

اللہ کے نام کی مٹھاس کا کوئی ہمسر نہیں

جب میں اللہ کہتا ہوں اور مجھے اللہ تعالیٰ کی خوشبو عرشِ اعظم سے آتی ہے یعنی جب محبوبِ حقیقی اللہ تعالیٰ کے نام کی خوشبو اور لذت میری روح میں در آمد ہوتی ہے تو دُنیا کی جتنی زبانیں ہیں، عربی، فارسی، اُردو، انگریزی غرض کوئی زبان بھی اللہ تعالیٰ کی غیر محدود لذت کو تعبیر نہیں کر سکتی۔ وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شان وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ ہے اور نکرہ تحت النفی واقع ہے جس کے معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی ہمسر اور برابری کرنے والا نہیں ہے۔ سورۃ اخلاص میں اللہ تعالیٰ نے اپنی تعریف کی ہے پس جب اللہ تعالیٰ

کی ذات کا کوئی ہمسر نہیں تو اللہ تعالیٰ کے نام کی لذت اور ان کے نام کی مٹھاس کے برابر دُنیا میں کوئی مٹھاس بھی نہیں ہے۔ اِس لیے فرمایا کہ جس دِن اللہ تعالیٰ کے نام کی لذت، حاصلِ حیات تم کو عطا ہو جائے گی ساری لُغت بھُول جاؤ گے، زندگی کا حاصل تم کو مِل جائے گا ورنہ مرنے کے بعد پتہ چلے گا کہ آپ کے کتنے کاروبار تھے، کتنے سوٹ بوٹ تھے، کتنی فیکٹریاں تھیں، ساری نعمتیں فانی ہیں، ہر انسان ان کو چھوڑ کے جانے والا ہے۔ اسی لیے عرض کرتا ہوں دوستو! کہ سب سے بڑی نِعمت دُنیا کے اندر بلکہ آخرت کے اندر یعنی دونوں جہاں میں سب سے بڑی لذّت ان کے نام کی مٹھاس، ان کے نام کی لذت، ان کا نام لینے کی توفیق ہے۔ میرا ایک شعر یاد آ گیا ۔

وہ مرے لمحات جو گذرے خُدا کی یاد میں

بس وہی لمحات میری زیست کا حاصل رہے

جو وقت ان کا نام لینے میں گذر جائے، زندگی کا حاصل ہے یا ان کے لیے کسی بندے کی تربیت اور اس تک دین پہنچانے میں گذر جائے تو دَعْوَتْ اِلَی اللّٰہ اللہ کے ذکر میں شامل ہے۔ اس لیے اگر علماء دین اور مشائخ ربانین مخلوقِ خُدا کو وقت دیتے ہیں تو ان کا وہ وقت خلوت سے اعلیٰ ہے، اہل اللہ کی خلوت سے ان کی جلوت افضل ہوتی ہے مگر جلوت کی فضیلت خلوت ہی کی برکت سے آتی ہے۔ پہلے وہ کچھ وقت خلوتوں میں دیتے ہیں، غارِ حرا میں ہمیشہ نہیں رہا گیا، نبوت ملنے کے بعد غارِ حرا سے چھٹی دے دی گئی کہ جو غارِ حرا میں پایا ہے اب ساری مخلوق میں تقسیم کریں۔ اللہ تعالیٰ اہل اللہ کو بھی حکم دیتے ہیں کہ جو کچھ ہم سے خلوت میں لیتے

ہو جلوت میں ہمارے بندوں میں تقسیم کرو، حلوہ خوردن تنہا نہ باید، حلوہ اکیلے نہیں کھانا چاہیے۔

تفسیر آیت اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا الخ

ابتداء میں جو آیتیں تلاوت کی گئی ہیں ان کا ترجمہ سُن لیجئے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ جن لوگوں نے اقرار کرلیا کہ ہمارا رب صرف اللہ ہے ثُمَّ اسْتَقَامُوْا اور اس پر مستقیم رہے۔ مستقیم کے کیا معنی ہیں؟ کہ کبھی اللہ تعالیٰ سے ترکِ تعلق نہیں کیا اعتقاداً بھی اور عملاً بھی یعنی کُفر کرکے بالکل ہی چراغ ایمان کا نہیں بُجھایا اور گُناہ پر اصرار کرکے مستقل نافرمانیوں سے اپنے تعلق کو ضعیف نہیں کیا، ایسے لوگوں کے لیے کیا ہو گا؟ تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ فرشتے ان پر اتریں گے۔

فرشتے انسانوں پر کس کس وقت اُترتے ہیں

سوچئے! اللہ کے نام کے صدقہ میں فرشتے مٹی کے انسان کو سلام کرنے آتے ہیں۔ واہ! یہ بشر جس میں شر بھی لگا ہے اگر یہ اپنی اِصلاح کر لے، اللہ والا بن جاتے تو فرشتے اس کے پاس اترتے ہیں۔ ایسی مخلوق جو بے گناہ ہے گنہگاروں کے پاس آتی ہے، توبہ اور ندامت کی برکت سے فرشتے اُترتے ہیں، رحمت کے اور بشارت کے۔ حضرت حکیم الامت ان فرشتوں کے نزول کی تفسیر فرماتے ہیں کہ یہ فرشتے ایمان والوں پر تین ۳ مرتبہ اُترتے ہیں ① مرتے وقت ② قبر میں ③ قیامت کے دِن (تفسیر الدر المنثور) اور یہ فرشتے کہیں گے لَا تَخَافُوْا تم آخرت کی آنے والی ہولناکیوں سے

اندیشہ نہ کرو، تمہارے اوپر کوئی بلا، کوئی عذاب، کوئی آفت نہیں آئے گی۔

خوفِ خدا میں امن وسکون کی عجیب مثال

میرے شیخ شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ یہ جو کہا جائے گا کہ لَا تَخَافُوْا تم کوئی اندیشہ نہ کرو، یہ اُس خوف کا صدقہ ہے جس کے باعث وہ دُنیا میں اللہ سے ڈرتے رہے، جو اس دُنیا میں اللہ سے ڈرتا ہے اس سے کہا جائے گا لَا تَخَافُوْا بہت ڈر گئے، اب نہ ڈرو اور جو یہاں بے ڈر ہوا اور گناہ کر کے ڈکار بھی نہیں لیتا اس ظالم سے کہا جائے گا کہ اب ڈرو، اب تم کو پتہ چلے گا۔ مولانا رومی فرماتے ہیں۔

لا تخافوا ہست نزلِ خائفاں

لَا تَخَافُوْا مہمانی ہوگی ڈرنے والوں کے لیے اور جو اللہ سے بے ڈر ہے، اس کو ہزاروں خوف ہیں۔

درج در خوفے ہزاراں ایمنی

اور جو اللہ سے ڈرتا ہے تو اس ڈر میں ہزاروں سکون اور امن پوشیدہ ہیں۔ اب اس پر اشکال ہوتا ہے کہ اللہ کے خوف میں امن کیسے ہو سکتا ہے؟ خوف اور امن تو متضاد چیزیں ہیں۔ مولانا رومی نے اپنے دوسرے مصرع میں اس کا جواب دے دیا کہ اے اعتراض کی نظر سے دیکھنے والو! تمہاری آنکھوں میں میرے دعویٰ کی دلیل موجود ہے۔

در سوادِ چشم چندیں روشنی

تمہاری آنکھوں کی کالی پتلی میں اللہ تعالیٰ نے روشنیوں کا خزانہ جمع کر دیا ہے۔

اب بتاؤ! سیاہی اور روشنی میں تضاد ہے یا نہیں؟ پس جو آنکھ کی کالی پتلی میں روشنی کا خزانہ رکھ سکتا ہے وہی اللہ اپنے خوف میں ہزاروں امن اور سکون اپنے ڈرنے والوں کو عطا فرما دیتا ہے، اسے ساری کائنات سے بے ڈر کر دیتا ہے اور جو شخص مجرم ہوتا ہے اس کو ہر وقت ڈر لگا رہتا ہے کہ کوئی میرا راز فاش نہ کر دے، کہیں میری ذلّت کا چرچا نہ ہو جائے لیکن جو اللہ سے ڈرتا ہے اور گناہوں سے بچتا ہے تو ایسے آدمی سے فرشتے کہیں گے کہ لَا تَخَافُوْا تم آخرت کی ہولناکیوں کا کوئی اندیشہ نہ کرو اور وَلَا تَحْزَنُوْا نہ دُنیا کے چھوڑنے پر رنج کرو، دُنیا سے کہیں زیادہ بہتر چیز تمہیں ملنے والی ہے اور تم جنّت کے ملنے پر خوش ہو جاؤ جس کا تم سے پیغمبر کی معرفت وعدہ کیا جاتا تھا اور ہم تمہارے رفیق تھے دنیاوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی رہیں گے۔ یہ قول تو تفسیر کا اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے مگر زیادہ مفسرین کا رجحان یہی ہے کہ فرشتے کہیں گے کہ ہم تمہارے ساتھی دُنیا میں بھی تھے اور ہم تمہارے ساتھی آخرت میں بھی رہیں گے چنانچہ حکیمُ الامت حضرت تھانوی تفسیر بیانُ القرآن میں فرماتے ہیں کہ دُنیا میں فرشتوں کا ساتھ رہنا کس طرح ہوتا ہے؟ وہ ① نیک ارادوں کا الہام کرتے ہیں یعنی اچھی باتوں کا خیال دِل میں ڈالتے رہتے ہیں، بُرے کاموں کے تقاضوں کو دور کرتے رہتے ہیں، غیر اللہ سے چھڑاتے رہتے ہیں۔ ② جب کوئی مُصیبت آجاتی ہے تو اللہ والوں کے دِلوں پر صبر اور سکینہ اتارتے ہیں، صبر کی طاقت کا فیضان بھی ڈالتے ہیں اور سکون بھی ڈالتے ہیں، اسی وجہ سے دُنیا میں جتنے اولیاء اللہ ہیں وہ مُصیبتوں میں ثابت قدم رہتے ہیں، کسی ولی اللہ سے خودکشی ثابت نہیں کہ وہ حرام موت مر گیا ہو برعکس

اس کے جو اپنے آپ کو ماڈرن ترقی یافتہ دانشور و سائنسدان کہتے ہیں، ان کا حال دیکھو! ذرا سی تکلیف آئی اور خودکشی کرلی، ان میں ذرا بھی برداشت کی طاقت نہیں ہوتی کیونکہ ان کا کوئی سہارا نہیں ہے، ان کا اللہ سے سہارا ٹوٹا ہوا ہے، کٹی ہوئی پتنگ ہیں اس لیے ہر بلا ان کو نوچ کھسوٹ کرتی ہے۔

حفاظتِ نظر کا ایک عجیب فائدہ

ایک بات یاد آگئی۔ میرے دوست نے بتایا کہ ایک فرانسیسی جوڑا ہوٹل میں بیٹھا ہوا تھا۔ انہوں نے تقریر کی کہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے نظر کی حفاظت کا حکم دیا ہے۔ اس کے فائدے یہ ہیں کہ شوہر کے دِل میں بیوی کی محبت بس جاتی ہے، جب غیروں کو نہیں دیکھتا تو اس کی نظر کا تمام مرکز اس کی بیوی ہوتی ہے اس لیے بیوی سے محبت بڑھ جاتی ہے تو بیوی بھی خوش رہتی ہے اور شوہر بھی خوش رہتا ہے۔ برعکس یورپ کی ترقی، ترقی معکوس ہے یعنی الٹی ترقی، اللہ کے غضب اور قہر والی ترقی ہے، ان کی ہر بیوی ہر وقت خائف رہتی ہے۔ شوہر نے اگر کسی عورت سے مسکرا کر بات کرلی تو عورت جل کے خاک ہوجاتی ہے، دل تڑپ جاتا ہے کہ ہائے معلوم ہوتا ہے کہ ظالم اس عورت سے پھنسا ہوا ہے اور اگر عورت نے کسی مرد سے ہنس کر بات کرلی اور ہاتھ ملا لیا تو شوہر صاحب کی نیند حرام ہوجاتی ہے، سمجھتے ہیں کہ دال میں کچھ کالا ہے۔ غرض سارا یورپ آج عذاب میں مبتلا ہے اس کے بعد اس دوست نے کہا کہ زیادہ نہیں صرف تین ۳ دن تم کسی نامحرم کو نہ دیکھو، اپنی بیوی کو دیکھو اور عورت صرف اپنے شوہر کو دیکھے۔ صرف تین دِن قرآن کی آیت یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ پر عمل کرلو کہ اے ایمان والو!

اپنی نگاہوں کو نیچی کرلو، نامحرم عورتوں کو، کسی کی ماں بہن بیٹی کو مت دیکھو، کسی کی بیوی کو مت دیکھو۔ تین دِن عمل کرلو اس کے بعد دیکھوگے کہ تمھیں اپنی بیوی کو دیکھنے میں اور تمھاری بیوی کو تمھیں دیکھنے میں کتنا مزہ آتا ہے کیونکہ شبہات ختم ہوجائیں گے اور زندگی خوشگوار ہوجائے گی۔ اس فرانسیسی عورت نے ڈاڑھی والے دوست کا شکریہ اَدا کیا کہ ہم بالکل بات سمجھ گئے کہ واقعی آج بدنظری کی وجہ سے سارا یورپ عذاب میں مُبتلا ہے۔

آج بھی جو مُسلمان اپنی آنکھوں کو تقویٰ سے رکھتے ہیں ان میاں بیوی میں جو محبّت ہے وہ ان میں نہیں ہے جو اپنی آنکھوں کو اِدھر اُدھر لڑاتے رہتے ہیں کیونکہ جب اِدھر اُدھر دیکھتے ہیں تو شیطان ان کی آنکھوں پر اور عورت کے گالوں پر مسمریزم کردیتا ہے جس کی وجہ سے انھیں وہ غیر عورت اپنی بیوی سے دس گُنا زیادہ حسین نظر آتی ہے لہٰذا جب وہ گھر آتے ہیں تو مُنہ پر افسردگی اور غم کے آثار ہوتے ہیں، بیوی سمجھ جاتی ہے کہ کسی کا مارا پیٹا اور ستایا ہوا چلا آرہا ہے۔ اسی لیے کہتا ہوں کہ تقویٰ سے رہو۔ میاں بیوی میں اگر محبّت ہوجائے تو گھر جنّت بن جاتا ہے۔

خیر یہ تو درمیان میں ایک بات یاد آگئی۔ میں سوچ کر تقریر نہیں کرتا وقت پر جو بات دِل میں آجاتی ہے اللہ کی رحمت سے بیان کردیتا ہوں۔

تو فرشتے جو مومن کے ساتھ ہیں، اہل اللہ کے ساتھ ہیں، اہلِ تقویٰ کے ساتھ ہیں وہ ان کے دِل میں اچھی اچھی باتوں کا خیال ڈالتے ہیں، مضامینِ خیر ڈالتے ہیں جیسے کسی فانی چیز کی طرف خیال چلا گیا تو فوراً فرشتے دِل میں یہ خیال ڈالتے ہیں کہ کیا بدبودار شے ہے، کہاں جاتا ہے، چل تسبیح اُٹھا، مصلّٰی بچھا، اللہ کی یاد میں

آنکھوں کو رُلا، اپنے دِل و جان کو گھلا پھر دیکھ کیسی سلطنت پاتا ہے بغیر کرب و بلا یعنی سب بے چینی اور کرب ختم۔

آتی نہیں تھی نیند مجھے اضطراب سے
ان کے کرم نے گود میں لے کر سُلا دیا

اللہ تعالیٰ کی آغوشِ رحمت اور محبّت کو چھوڑ کر جو نفس و شیطان کی گود میں جانے کی کوشش کرتا ہے ظالم ہے حالانکہ جس سے عشق کا اظہار کرتا ہے کہ مجھے تم بہت اچھے لگتے ہو، یہ مزدا پی لو اور انڈا کھالو، وہی جوتے لگاتا ہے اور گالیاں دیتا ہے۔ حضرت حکیم الامّت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عاشق اور معشوق ہمیشہ کے لیے ایک دوسرے کو ذلیل سمجھتے ہیں۔ حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کو اللہ نور سے بھر دے فرماتے ہیں کہ دُنیا میں جو محبّت نفس کے لئے ہوتی ہے، شہوت اور بُری خواہش کے لیے ہوتی ہے اس کا انجام عداوت و نفرت ہے، دونوں ایک دوسرے کو ذلیل سمجھتے ہیں۔ حاجی امداد اللہ صاحب علماءِ دیو بند کے شیخ ہیں، کتنی پیاری بات لکھی ہے کہ نفسانی محبّت کو محبّت مت کہو، یہ چوٹا پنا ہے اور خباثتِ طبع ہے اور اپنے کو ذلیل کرنے کے مترادف ہے۔

دُنیا میں فرشتوں کے ذمّہ اہل اللہ کی خدمات

جو فرشتے اللہ والوں کے ساتھ اس دُنیا میں رہتے ہیں ان کا کیا کام ہے؟ ① نیکیوں کا، نیک کاموں کا الہام کرنا ② حوادث میں صبر و سکینہ اتارنا، یہ استقامت کا انعام ہے یعنی جو رَبُّنَا اللّٰہُ کہتے ہیں پھر اللہ کے دین پر قائم رہتے ہیں۔ استقامت کے دو

معنی ہیں نیک کاموں کو بجا لانا اور گناہوں سے بچنا اور اگر کبھی خطا ہو جائے تو رو رو کر اپنے مالک کو منانا ؎

ہم نے طے کیں اس طرح سے منزلیں
گر پڑے، گر کر اُٹھے، اُٹھ کر چلے

مولانا وصی اللہ شاہ صاحب، اعظم گڑھ اِلٰہ آباد کے بزرگ تھے۔ یہ ان کا شعر ہے ؎

ہم نے طے کیں اس طرح سے منزلیں
گر پڑے، گر کر اُٹھے، اُٹھ کر چلے

اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے سے کیا انعام ملتا ہے؟ ① دُنیا میں فرشتوں کے ذریعہ نیکیوں کا الہام ہوتا ہے ② ان کے دِلوں پر فرشتے صبر اور سکینہ اتارتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ کسی ولی اللہ سے خودکشی کا ثبوت نہیں ملتا اور آخرت میں فرشتوں کا ساتھ ہونا تو متعدد آیات میں وارد ہے۔

تفسیر آیت وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِيٓ أَنفُسُكُمْ الخ

اللہ تعالیٰ آگے ارشاد فرماتے ہیں وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِيٓ أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ اور جنّت میں جس چیز کو تمہارا دل چاہے گا موجود ہے اور جس چیز کو تم مانگو گے وہ بھی ملے گی تو یہ دو قسم کی نعمتیں ہوگئیں پہلی نعمت ہے مَا تَشْتَهِيٓ أَنفُسُكُمْ جس چیز کو تمہارا دِل چاہے گا اللہ تعالیٰ وہ تمہیں جنّت میں فوراً عطا کر دے گا، دِل میں خیال آیا کہ فاختہ کا بُھنا ہوا گوشت کھانا ہے، ایک سیکنڈ میں بُھنا ہوا گوشت سامنے ہوگا، وہاں یہ نہیں ہوگا کہ پہلے شکار کرو پھر پکاؤ، یہ زحمتیں وہاں

نہیں ہیں وہاں تو کُنْ فَیَکُوْن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہو جا پس وہ ہو گئی۔ آج بھی دُنیا میں جو لوگ اللہ تعالیٰ کو راضی کیے ہوئے ہیں ان کو دُنیا میں بھی جنّت کے مزے ہیں۔ ان کے کام یہاں بھی اللہ تعالیٰ بنا دیتے ہیں۔ مثلاً اہل اللہ کو کوئی غم آیا انہوں نے اللہ کو پکارا، اللہ تعالیٰ فوراً غم کی ذات کو خوشی بنا دیتا ہے۔

دوسری نعمت ہے وَلَکُمْ فِیْهَا مَا تَدَّعُوْنَ کہ تمہیں وہ چیزیں بھی ملیں گی جو تم مانگو گے۔ معلوم ہوا کہ جنّت میں دو طرح سے نعمتیں ملیں گی، ایک تو زبان سے مانگا نہیں، صرف دِل میں خیال آ گیا کہ کاش! یہ چیز ملتی تو خیال آتے ہی وہ چیز عطا ہو جائے گی۔ دوسری نعمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مانگنے پر بھی نعمت دیں گے۔ تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دِل میں طلب ہوتی اور ایک زبان سے طلب ہوتی۔ ان کا نام حضرت حکیم الامت نے طلبِ قلبیہ اور طلبِ لسانیہ رکھا ہے یعنی اضطراراً اگر دِل میں خیال آ گیا، تمہارا ارادہ بھی نہیں ہوا بس خیال آ گیا تو اللہ تعالیٰ وہ بھی دیں گے اور اختیاری طور پر تم جو اللہ تعالیٰ سے مانگو گے اللہ تعالیٰ وہ بھی دیں گے۔

آیتِ مُبارکہ میں غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ کے نزول کی حکمت

نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ یہ نعمتیں تم کو بطور مہمان کے دی جائیں گی غفور رحیم کی طرف سے۔ یہاں دو لفظ غفور اور رحیم کیوں نازل کیے تاکہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ یہ مہمانی اس رب کی طرف سے ہے جو بہت مُعاف کرنے والا اور بہت رحمت والا ہے تاکہ تمہیں اپنے گناہ یاد نہ آئیں ورنہ اگر بیٹے سے کبھی باپ کی نافرمانی ہو جائے

اور اسے معلوم ہو کہ باپ اسے ناراضگی سے دیکھتا ہے تو بیٹے کو نافرمانی کا ایک حجاب ہو جاتا ہے اور اسے اپنا کھانا پینا اچھا نہیں لگتا۔ اللہ تعالیٰ گنہگاروں کے حجابات کو رفع کر رہے ہیں کہ غفور رحیم کی طرف سے تمہاری یہ مہمانی ہوگی لہٰذا شانِ رحمت اور شانِ مغفرت کے ہوتے ہوئے اپنے گناہوں کو مت یاد کرو اور نُزُل کا لفظ کیوں استعمال کیا؟ نُزُل کے معنیٰ ہے مہمانی۔ مہمانی کا لفظ اس لئے استعمال کیا تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ نعمتیں تمہیں اکرام کے ساتھ ملیں گی جس طرح مہمان کو اکرام کے ساتھ چیز پیش کی جاتی ہے، جنّت میں تمہیں یہ نعمتیں اس طرح پھینک کر نہیں دی جائیں گی جیسے مجرموں کو دی جاتی ہے یا جیسے کوئی بھک منگا آتا ہے تو کہتے ہیں کہ لے! یہ روٹی کا ٹکڑا لے جا! بلکہ اللہ تعالیٰ اکرام کے ساتھ اپنے بندوں کو عطا فرمائیں گے۔ سُبحان اللہ! مہمان کی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہلِ جنّت کا اکرام کیا جائے گا۔ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ یہ مہمانی ہوگی تمہاری، نزل کے لفظ کی حکمت حضرت حکیمُ الامّت نے بیان کر دی۔

دعوتِ الی اللہ میں عملِ صالح کی اہمیّت

اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ إِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا کہ اس سے بہتر بات کس کی ہو سکتی ہے جو لوگوں کو اللہ کی طرف بلائے اور خود بھی نیک عمل کرے اس سے حکیمُ الامّت نے یہ ثابت کیا ہے کہ جو لوگ دعوت الی اللہ کا کام کرتے ہیں ان کو نیک عمل کرنا بہت ضروری ہے ورنہ ان کے کہنے میں یعنی دعوت الی اللہ میں برکت نہیں ہوگی، اللہ تعالیٰ قید لگا رہے ہیں کہ جو دعوت

الیٰ اللہ کا کام کر رہے ہیں، لوگوں کو اللہ کی طرف بُلا رہے ہیں ان کے لیے بھی عَمِلَ صَالِحًا ہے، وہ صالح عمل کرتے ہیں، صالح عمل کی برکت سے اللہ تعالیٰ ان کے قول میں اثر ڈال دیتا ہے وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اور اعلان کرتے رہتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کے فرمانبرداروں میں سے ہوں یعنی میں مُسلمان ہوں، مُسلمان کہتے ہوئے شرماتے نہیں ہیں، ڈاڑھی رکھتے ہوئے شرماتے نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ کی اطاعت و بندگی کو اپنے لیے باعثِ افتخار سمجھتے ہیں۔ یہ محبت کا خاص مقام ہوتا ہے۔

بُرائی کا بدلہ نیکی سے دینے کے فوائد

آگے فرمایا وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَۃُ وَلَا السَّیِّئَۃُ کہ نیکی اور بُرائی برابر نہیں ہوسکتی اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَہٗ عَدَاوَۃٌ کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ آپ نیک برتاؤ سے بُرائی کو ٹال دیا کیجیے، یعنی اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ برائی کا بدلہ بُرائی سے نہ دیجیے بلکہ جاہلوں اور کافروں کے بُرے برتاؤ کو مُعاف کر کے ان کے ساتھ نیکی کیجیے، یکایک آپ دیکھیں گے کہ آپ میں اور جس شخص میں عداوت اور دشمنی تھی وہ ایسا ہو جائے گا جیسا کوئی دلی دوست ہوتا ہے کیونکہ بُرائی کا بدلہ برائی سے دینے میں تو عداوت اور دشمنی بڑھتی ہے اور نیکی کرنے سے عداوت کم ہوتی ہے یہاں تک کہ اکثر بالکل جاتی رہتی ہے اور دشمن دوست جیسا ہو جاتا ہے اگرچہ دل سے دوست نہ ہو۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اصلی دوست دل سے نہ ہوا تو ظاہری طور پر اذیت پہنچانا چھوڑ دے گا۔

وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ اور یہ بات یعنی برائی کا بدلہ نیکی سے دینا انہی لوگوں کو نصیب ہوتا ہے جو بڑے مستقل مزاج اور بڑے قسمت والے ہوتے ہیں یعنی برائی کا بدلہ بھلائی سے دینا یہ سب کا حصہ نہیں، بہت بڑے اور اونچے قسم کے لوگ ہیں، بڑے ہی نصیب والے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ یہ نعمت عطا فرماتے ہیں۔

شیطانی وساوس کا علاج

وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ اور اگر کبھی شیطان وسوسہ ڈالے کہ انتقام لینا چاہیے تو فوراً اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگ لیا کیجیے۔ علامہ قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اِنَّ الْوَلِيَّ لَا يَكُوْنُ مُنْتَقِمًا کوئی ولی انتقام نہیں لیتا وَالْمُنْتَقِمُ لَا يَكُوْنُ وَلِيًّا اور انتقام لینے والا ولی اللہ نہیں بنتا، اگر شیطان انتقام لینے کا وسوسہ ڈالے تو شیطان کو جواب مت دو، شیطان سے بحث مت کرو، جن لوگوں نے شیطان کو جواب دیا تو رات بھر جواب دیتے رہے، صبح کو کھوپڑی گرم ہوگئی، نیند غائب ہوگئی، چند ہی دن میں پاگل ہوگئے۔

شیطان کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگنے کی حکمت

اللہ تعالیٰ سکھا رہے ہیں کہ شیطان مثل کُتّا ہے، اس کُتّے کے بھونکنے سے تم اس پر مت بھونکو، جیسے بڑے آدمی کے ہاں فارن کنٹری کے بھیڑیئے کی نسل کے کُتے ہوتے ہیں تو جب کوئی گھنٹی بجاتا ہے کہ جناب میں آپ کے بنگلہ میں

آنا چاہتا ہوں، آپ ذرا اپنے کُتّے کو خاموش کرا دیجیے تو ان کے خصوصی کوڈ ہوتے ہیں جس سے کُتّے خاموش ہوجاتے ہیں۔ مُحدّث عظیم مُلّا علی قاری فرماتے ہیں کہ جیسے بنگلے والے اپنے خصوصی کوڈ سے اُس کُتّے کو خاموش کر دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ جو سب سے بڑے ہیں، ان کا کُتا بھی سب کُتّوں سے بڑا ہے، تم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے اسی لیے اللہ تعالیٰ فرمار ہے ہیں فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ اللہ سے پناہ مانگو اللہ ہی سے فریاد کرو کہ اے اللہ! اپنے کُتّے کو اپنے خصوصی کوڈ سے خاموش کر دے محدّثِ عظیم ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں فَاِنَّ الشَّیْطٰنَ کَالْکَلْبِ الْوَاقِفِ عَلَی الْبَابِ شیطان مثل کُتّے کے ہے، اللہ تعالیٰ کے دربار سے نکالا ہوا، Get out کیا ہوا، مردود ہے، فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ پس تم اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگو اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ اللہ تعالیٰ بہت سننے والا اور خوب جاننے والا ہے۔ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ میں اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ کی طرف اشارہ ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمھارے دِل میں شیطان وسوسہ ڈالے کہ نہ معلوم اللہ میاں ہیں بھی یا نہیں، کہیں روزہ نماز بیکار ہی نہ جائے تو فوراً کہو اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ۔ ایمان لایا میں اللہ پر اور اس کے رُسولوں پر۔ آسمان کو دیکھو، سُورج چاند کو دیکھو اور شیطان خبیث سے کہو کہ انہیں تیرے باپ نے بنایا ہے؟ وسوسہ گناہ کا ہو یا کُفر کا ہو اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ پڑھنے کا فائدہ یہ ہوگا کہ شیطان فوراً بھاگ جائے گا لہٰذا اس کو پڑھیے اور اس کی برکتیں دیکھیے، مَیں نے جس کو بھی یہ بتایا ہے اس کی برکات انھوں نے بیان کی

ہیں، جب بھی وسوسہ آئے تو کہو اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَ رُسُلِہٖ میں ایمان لایا اللہ پر اور اس کے رسولوں پر۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے شیطان کی کھوپڑی پر ڈالنے کے لیے ڈی ڈی ٹی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے دعوت الی اللہ کو فرمایا کہ اس سے بڑھ کر دُنیا میں کوئی گفتگو نہیں ہے۔ ایک شخص اللہ کی طرف بُلا رہا ہے اور ایک شخص کسی نفع بخش کاروبار کی طرف دعوت دے رہا ہے یا کوئی میاں بیوی سے بات کر رہا ہے کوئی بزنس کی بات کر رہا ہے، غرض دُنیا بھر کے جتنے قول ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَی اللّٰہِ جو دعوت الی اللہ دے رہا ہے اس سے بڑھ کر دُنیا میں کوئی قول نہیں ہے۔

نفس و شیطان کو شکست دینے کا نسخہ

اب آخر میں یہ عرض کرتا ہوں کہ جو نفس و شیطان سے شکست خوردہ ہو رہا ہو اور اس سے گناہ نہ چھُوٹ رہے ہوں وہ چند کام کر لے۔ (۱) کسی اللہ والے سے یا اللہ والوں کے غلاموں سے کچھ اللہ کا نام لینا سیکھ لے، روحانی طاقت کے لیے روحانی ٹانک استعمال کرے۔ (۲) قبر کا مراقبہ کرے۔ (۳) قیامت کی پیشی کو یاد کرے کہ جب اللہ پُوچھے گا کہ تم نے اپنے اعضاء کہاں استعمال کیے تو اس وقت کیا جواب دو گے؟ (۴) جس کی طرف نفسانی میلان ہو اس کا بھی خیال کرے کہ وہ قبر میں گل سڑ گیا ہے، آنکھوں اور گالوں کو دس دس ہزار کیڑے کھا رہے ہیں اور لاش پھُول کر پھٹ گئی ہے۔ (۵) لا الٰہ الا اللہ کا ذکر بھی کرے کیونکہ یہ حدیث کا وظیفہ ہے جس کے بارے

میں سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو روزانہ ..امرتبہ لاالٰہ الا اللہ پڑھے گا قیامت کے دن اس کا چہرہ چاند کی طرح روشن ہو گا۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے علاجاً فرمایا کہ لاالٰہ کہتے وقت یہ تصوّر کرے کہ دِل سے غیر اللہ نکل رہا ہے اور الا اللہ کہتے وقت یہ تصوّر کرے کہ قلب میں اللہ کا نور آرہا ہے، درمیان درمیان میں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی پڑھے۔ ذکر کے بعد دیکھو کہ اہل اللہ کی صحبت کتنا کام دے گی۔ صحبتِ اہل اللہ کام دیتی ہے جب ذکر کا اہتمام ہوتا ہے ؎

کامیابی تو کام سے ہو گی
نہ کہ حُسنِ کلام سے ہو گی
ذکر کے التزام سے ہو گی
فکر کے اہتمام سے ہو گی

باتیں بنانے سے اللہ کا راستہ طے نہیں ہوتا، خالی ملفوظات سُنا رہے ہیں اور عمل میں صفر، پھر یہ دعویٰ کہ بہت بڑا مصنّف و مؤلّف ہو گیا ہوں، یہ سب کچھ کام نہیں دے گا، اللہ کی مدد کام دیتی ہے، راتوں کو رونا، گڑگڑانا اور آہ و نالہ کام دے گا، جب شیطان اپنے جال میں پھنساتا ہے تو سارا علم، سارے حقائق و دقائق دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں بس اللہ کی رحمت ہی کام آتی ہے اور اللہ کی رحمت کا سایہ حاصل کرنے کے لیے میں نے بتادیا کہ ذکر کا اہتمام اور قبر کا مراقبہ کرے بلکہ اگر قبرستان قریب ہو تو وہاں چلا بھی جائے اور غور کرے کہ کبھی یہ بھی ہماری طرح چلتے پھرتے تھے، ٹی وی، وی سی آر دیکھتے تھے، آج قبریں کھود کر ان کی آنکھوں کو دیکھو

کہاں ہیں وہ آنکھیں جن سے ٹی وی، وی سی آر دیکھ کر اللہ کا قہر اور غضب خرید رہے تھے، عورتوں کو بُری نظر سے دیکھ رہے تھے۔ حسینوں کی قبروں پر جا کر ان کے گالوں کو دیکھو کہ قبر میں ان کا کیا حال ہے؟ اور اگر قبرستان دُور ہے تو کم از کم مراقبہ کر کے ہی تصوّر کر لو۔

ذکر اَور فکر دو چیزوں سے اللہ کا راستہ طے ہوتا ہے، ذکر بھی کرو، فکر بھی کرو تب شیخ کی صحبت کا نفع کامل ہوتا ہے۔ ذکر و فکر نہ ہو تو خالی صحبت سے کیا ہو گا۔ بتائیے! صحابہ کرام کو بھی جہاد کرنا پڑا تھا یا نہیں؟ ایک صاحب نے لکھا کہ ایسا تعویذ دے دیجیے کہ عورت کی طرف نظر اُٹھے ہی نہیں۔ اگر تعویذوں ہی سے کام چلتا تو صحابہ کے گلوں میں تو تعویذ ہی پڑے رہتے، بتائیے! صحابہ کے گلوں میں تعویذ ہوتے تھے یا تلواریں؟ کم و بیش ایک لاکھ صحابہ کی گردنوں میں موٹی موٹی تلواریں پڑی رہتی تھیں، ایک ایک چھٹانک کے تعویذ نہیں لٹکتے تھے اور نہ ہی قرآن پاک کی سورتیں ان کی گردنوں میں تعویذوں کی شکل میں رہتی تھیں۔ دوستو! اسی لیے کہتا ہوں کہ نفس سے جہاد کرو۔ باتیں تو بہت سی ہیں بس ان میں سے چند عرض کر دیں ؎

ہم بُلاتے تو ہیں اُن کو مگر اَے ربِ کریم
اُن پہ بن جائے کچھ ایسی کہ بِن آئے نہ بنے

یہ غالب کا ترمیم شدہ شعر ہے، میں اس شعر میں اپنے کو بھی شامل کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ مجھ پر بھی اور ہم سب پر بھی اپنی محبّت ایسی غالب کر دے کہ ہم سو فیصد اُن کے بن جائیں۔ دُعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم سب کو اپنی محبّت عطا فرما دے، اپنی خشیت عطا فرما دے۔ ہمارے قلب و جان کو اے اللہ! اپنی ذاتِ پاک سے ایسا چپکا لیجیے کہ سارا عالم ہم کو آپ سے ایک اعشاریہ بھی دور نہ کر سکے،

نہ حُسن کا، نہ وزارتِ عظمیٰ کی کرسیوں کا عالم، نہ دولت کی گڈیوں کا عالم، نہ سونے چاندی کا عالم غرض جتنے بھی عالم ہیں اے اللہ! کوئی ہمیں آپ سے دور نہ کر سکے۔ اے اللہ! ہمارے قلب و جاں کو اپنی ذاتِ پاک کے ساتھ اس طرح چپکا لیجیے جس طرح ماں اپنے بچّہ کو چپکاتی ہے لیکن ماں غنڈوں کے مُقابلہ میں کمزور پڑجاتی ہے لیکن اے اللہ! دُنیا کے کسی غنڈہ کے مقابلہ میں آپ کی طاقت کمزور نہیں پڑسکتی اس لیے آپ ہم سَب کی حفاظت کا ارادہ فرمالیجیے، ہم سب کو سو فیصد اپنا بنانے کا فیصلہ فرمالیجیے، ان خادمین کے صَدقہ جو آپ کی محبّت لے کر مختلف ضلعوں، مختلف علاقوں، مختلف زبانوں اور مختلف صوبوں سے آئے ہیں اور اے خدا! صِرف آپ کے نام پر جمع ہُوتے ہیں اور آپ کے نام سے بڑھ کر اجتماع کس بات پر ہوسکتا ہے اس لیے آپ اپنی رحمت سے ہم سب کے لیے فیصلہ فرمادیجیے، دست بکشا جانبِ زنبیلِ ما، اے اللہ! اپنا دستِ کرم بڑھایئے، اپنے کریم ہونے کے صَدقہ میں ہم سب کو اپنی حفاظت میں لے لیجیے، ہم اپنی دناءتِ طبع کے باعث آپ کا نہ بھی بننا چاہیں تو بھی ہمیں اپنا بنا لیجیے مستورات و خواتین کو اللہ والی اور ہم سب کو اللہ والا بنا دیجیے، ہمارے دُنیا کے غم دور فرمادیجیے اور ہمیں سکونِ قلب سے اپنا نام لینے کی سعادت اور توفیق عطا فرمادیجیے۔ اے اللہ! ہم زیادہ دیر مانگ بھی نہیں سکتے، تھوڑی سی دیر میں تھک جاتے ہیں اس لیے آپ بغیر مانگے ہی اپنی رحمت سے دُنیا اور آخرت کی ساری خیر ہمیں عطا فرمادیجیے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ
وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ
وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ

یا جبال الحرم یا جبال الحرم

میری نظروں میں تم ہو بڑے محترم
یا جبال الحرم یا جبال الحرم

یہ دُعائے حرم لذتِ مُلتزم
ہو عطا سب کو یہ نعمتِ مغتنم

اے خدا ہے فقط آپ کا یہ کرم
کر رہے ہیں جو ہم سب طوافِ حرم

آگیا سامنے روضۂ محترم
جس کی زیارت کو یارب ترستے تھے ہم

رحمتِ دو جہاں کا ہے فیضِ اتم
جن کے صدقے میں مسلم و مومن ہیں ہم

آپ ہی کے شرف سے یہ رُتبہ ملا
اُمتِ مسلمہ ہے جو خیر الامم

ہیں سلاطینِ عالم بھی احرام میں
بن کے حاضر ہوئے ہیں گدائے حرم

میرے مالک یہ اختر کی سُن لے دعا
ہو مقدر میں ہر سال دیدِ حرم



مواعظِ حسنہ نمبر ۶۸

تعلیمِ قرآن میں شانِ رحمت کی اہمیت

○

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبت ہے
پر زنیصحیت و سنتوں کی اشاعت ہے
عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

بخت میرا صدقہ ہے ہم ہی تیرے نازوں کے
تحدیثِ نعمت ہے شکر کرتا ہوں تیرے رازوں کے

ضروری تفصیل

نام وعظ : ـــــــ تعلیمِ قرآن میں شانِ رحمت کی اہمیّت

واعِظ : ـــــــ عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

جامع وعظ : ـــــــ حضرت سیّد عشرت جمیل ملقب بہ میر صاحب مدظلہم العالی

خادمِ خاص وخلیفہ مجاز بیعت عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

اشاعت اوّل : ـــــــ ذیقعدہ ۱۴۲۷ھ مطابق دسمبر ۲۰۰۶ء

انتساب

احقر
کی جملہ تصنیفات و تالیفات مرشدنا
مولانا محی السنّۃ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ
اور حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ
اور حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ
کی صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں۔

محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

فہرست

اے خدا دِل پہ مرے فضل وہ نازل کردے
جو مرے دردِ محبت کو بھی کامل کردے

(عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعلیمِ قرآن میں شانِ رحمت کی اہمیت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی
اَمَّا بَعْدُ

✿ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی :

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اَلرَّحْمٰنُ ۙ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ؕ

✿ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَشْرَافُ اُمَّتِیْ حَمَلَۃُ الْقُرْاٰنِ وَاَصْحَابُ اللَّیْلِ.

(الجامع الصغیر ج ۱، ص ۴۱)

✿ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خِیَارُ اُمَّتِیْ عُلَمَاءُ ھَا وَخِیَارُ عُلَمَاءِ ھَا رُحَمَاءُ ھَا اِلٰی آخر الحدیث

(الجامع الصغیر ج ۲، ص ۶)

قرآنِ پاک کی خدمت کا اعزاز

اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیجئے کہ آپ لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی خدمت نصیب فرمائی اور ہمارے سلسلے میں حضرت میاں جی نور محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ساری زندگی قرآن شریف پڑھایا، ۳۰ سال تک تکبیر اولیٰ سے نماز باجماعت ان کی فوت نہیں ہوئی، حاجی امداد اللہ صاحب نے مسجد نبوی میں اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ مجھے کوئی اللہ والا صحیح پیر عطا فرما دیں، تو حاجی صاحب کو خواب میں سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی اور حضرت میاں جی نور محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاتھ میں حاجی صاحب کا ہاتھ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رکھ دیا۔ واپس آکر حاجی صاحب حضرت میاں جی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بیعت ہو گئے۔ میاں جی عالم نہیں تھے مگر اتنا بڑا درجہ ان کو صرف قرآن پاک کی خدمت سے ملا۔

حَمَلَۃُ الْقُرْآنِ اور اَصْحَابُ اللَّیْلِ کا ربط

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اَشْرَافُ اُمَّتِیْ حَمَلَۃُ الْقُرْآنِ وَاَصْحَابُ اللَّیْلِ کہ میری اُمت کے بڑے لوگ حافظ قرآن ہیں اور راتوں کو اُٹھ کر نماز پڑھنے والے ہیں۔ حَمَلَۃُ الْقُرْآنِ کے ساتھ اَصْحَابُ اللَّیْلِ بھی فرمایا۔ مطلب یہ ہوا کہ وہ خالی زبانی حافظ نہیں ہیں اللہ والے حافظ ہیں کیونکہ جو اللہ والا ہوگا وہی تو آدھی رات کو اُٹھ کر نماز پڑھے گا۔ لہٰذا حملۃ القرآن اور اصحاب اللیل کے جوڑ کا راز یہی ہے۔

اب اس زمانے میں چونکہ رات کو اُٹھنا مشکل ہو گیا ہے، لہٰذا علامہ شامی ابنِ عابدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جو وتر سے پہلے دو رکعت تہجد پڑھ لے گا

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو بھی رات کی نماز والوں اور تہجد والوں میں شمار کرے گا، مَیں سمجھتا ہوں کہ اس سے زیادہ آسان تہجد اور کیا ہوسکتا ہے کہ وتر سے پہلے دو رکعت تہجد کی نیت سے پڑھ لے، تو حافظِ قرآن تو آپ لوگ ہیں ہی، اصحاب اللیل بھی ہوگئے، یعنی حدیث شریف کے دونوں جزء کی نعمت آپ لوگوں کو حاصل ہوگئی۔

تہجّد کا ایک آسان طریقہ

علامہ شامی ابنِ عابدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حدیث پاک نقل کرتے ہیں کہ :

مَا صُلِّيَ بَعْدَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ قَبْلَ النَّوْمِ فَهُوَ مِنَ اللَّيْلِ

عشاء کی نماز کے بعد سونے سے قبل نفل تہجد میں شمار ہوں گے۔

لہٰذا وتر سے پہلے دو نفل پڑھنے والے بھی اَصْحَابُ اللَّيْلِ میں ہوجائیں گے۔ اس حدیث پاک کی روشنی میں علامہ شامی اپنا فقہی فیصلہ لکھتے ہیں کہ :

فَإِنَّ سُنَّةَ التَّهَجُّدِ تَحْصُلُ بِالتَّنَفُّلِ بَعْدَ صَلٰوةِ الْعِشَاءِ قَبْلَ النَّوْمِ

نمازِ تہجد کی سُنّت اس کو نصیب ہوجاتی ہے جو وتر سے پہلے دو رکعت نماز پڑھ لے۔

چونکہ سرورِ عالم صَلَّی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ وتر آخر میں پڑھتے تھے اس لئے افضل یہی ہے۔ مولانا محمّد یوسف بنوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے میں نے خود سُنا کہ وتر کے بعد بھی نفل جائز ہے مگر افضل یہی ہے کہ وتر سے پہلے پڑھ لیں۔ میں اس مجلس میں تھا جب مولانا بنوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ بات فرمائی اور میرے شیخ مولانا شاہ ابرار الحق

صاحب دامت برکاتہم (افسوس اب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہوگئے) بھی موجود تھے۔ تو آپ لوگوں کو جہاں اللہ تعالیٰ نے قرآن کی نعمت دی ہے، آپ اگر وتر سے پہلے تہجد کی نیت سے دو۲ رکعت پڑھ لیں تو آپ لوگ اس حدیث شریف کے مطابق دونوں نعمتوں سے مالامال ہوجائیں گے یعنی حافظ قرآن بھی اور تہجد گذار بھی اور وتر سے پہلے سونے سے قبل دو نفل پڑھ کر تہجد کا ثواب مالِ غنیمت ہے جس میں کوئی مشقت بھی نہیں اور دو۲ رکعت میں تین۳ نیتیں کرلو، صلوٰۃ التوبہ، صلوٰۃ حاجت اور صلوٰۃ تہجد، دِن بھر کی خطاؤں سے معافی مانگ لو کہ اے اللہ! میری نظر سے کوئی خطا ہوگئی ہو یا کوئی گناہ ہوگیا ہو تو معاف کردیجئے اور میرے شاگردوں کو جلد حافظ بنا دیجئے، میری محنت میں برکت ڈال دیجئے اور ہمیں تہجد گذاروں میں شامل فرما دیجئے، اب جو دو۲ رکعت بھی وتر سے پہلے نہ پڑھے تو اس ظالم کو اپنے خسارے اور تغافل پر قیامت کے دِن بے حد ندامت ہوگی، کہو دو رکعت پڑھنا آسان ہے یا نہیں؟ آپ سے یہ نہیں کہا جاتا کہ آپ بہت بڑی لمبی لمبی سورتیں پڑھیں، چھوٹی چھوٹی سورتیں جیسے سورۃ کوثر اور سورۃ اخلاص پڑھ لیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے دو۲ رکعت بھی تہجد میں ادا فرمائی ہیں۔ اس کا ثبوت علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جلد نمبر ایک میں دے دیا ہے۔ میرے شیخِ اوّل شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بھی میں نے تہجد میں دو۲ رکعت بھی پڑھتے دیکھا ہے۔ حضرت کو بارہ مرتبہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی اور ایک مرتبہ ایسی زیارت نصیب ہوئی کہ آپ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مبارک آنکھوں کے لال لال ڈورے بھی میں نے دیکھے اور خواب ہی میں پوچھا کہ یا رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کیا عبدُالغنی نے آپ کو خُوب دیکھ لیا تو سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب ہی میں فرمایا کہ ہاں عبدُالغنی تم نے اپنے نبی کو آج خُوب دیکھ لیا۔ سولہ سال اپنے شیخ حضرت پھولپوری رحمۃُ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ اختر رہا ہے آپ قدر کریں یا نہ کریں لیکن سارے عالم میں میرے ساتھ چلو اور دیکھو کہ افریقہ، برطانیہ، امریکہ کے بڑے بڑے عُلماء، محدثین، مفتیین اور بڑے بڑے دار العلوم کے مہتممین آج مجھ سے بیعت ہیں اور انڈیا میں اسلامی بورڈ کے صدر، بہت بڑے عالم اور فاضلِ دیوبند نے میری باتیں نوٹ کی ہیں اور کتابی شکل میں انڈیا سے شائع کی ہیں جس کا نام ہے "**باتیں ان کی یاد رہیں گی**" تو بتا رہا ہوں کہ عزت آپ کے اختیار میں نہیں ہے اور نہ میرے اختیار میں ہے، جس کو اللہ عزت دیتا ہے اس کے چراغ کو کوئی بُجھا نہیں سکتا، لہٰذا یہ مدرسہ خالص اس لیے کھولا گیا کہ یہاں اللہ والے آئیں، اساتذہ بھی اللہ والے ہوں اور طالبِ علم بھی اللہ والے ہوں، باورچی بھی اللہ والا ہو، جھاڑو لگانے والا بھی اللہ والا ہو، چوکیدار بھی اللہ والا ہو، سب کو اللہ تعالیٰ صاحبِ نسبت کر دے۔ صاحبِ نسبت معنیٰ، صاحبِ ولایت، یعنی اپنا ولی بنالیں۔

جیسا کہ ابھی بتایا کہ اپنے شیخ شاہ عبدُالغنی صاحب رحمۃُ اللہ تعالیٰ علیہ کی محبّت میں سولہ برس میں حضرت کے ساتھ رہا جس میں دس برس حضرت کے ساتھ پھولپور میں رہا جو بالکل سُنسان جنگل تھا، آبادی کا دور دور نشان نہ تھا۔ میرے موجودہ شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب نے حضرت شیخ پھولپوری پر میرا رات دِن فِدا ہونا دیکھا تھا تو حیدر آباد سِندھ میں اپنے بڑے بھائی اسرار الحق صاحب سے

فرمایا کہ میں نے جو کتابوں میں پڑھا تھا کہ پہلے زمانے میں لوگ اپنے پیر پر کس طرح جان دیتے تھے وہ میں نے حکیم اختؔر کی زندگی میں دیکھ لیا۔

اساتذۂ قرآنِ پاک کو حکیم الامّت تھانوی کی نصیحت

تو میرے شیخ فرماتے تھے کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے استاذوں کو ہمیشہ ہدایت کی کہ دیکھو لڑکوں کی پٹائی مت کرو، ہر شخص کا دماغ یکساں نہیں ہوتا، کوئی زیادہ مضبوط ہوتا ہے وہ دو رکوع یاد کرلیتا ہے، کوئی کم دماغ کا ہے وہ زیادہ یاد نہیں کرسکتا تو اس کے دماغ کی استعداد سے زیادہ اس پر بوجھ نہ ڈالو۔ مان لیجئے کہ کوئی دو سال میں حافظ نہیں ہوتا تو تین سال میں ہو جائے گا لیکن پٹائی نہ کرو کیونکہ پٹائی کر کے ان کو حافظ بنانا آپ پر فرض نہیں ہے اور پٹائی کرنا حرام ہے۔ ایسے استاذوں سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دِن قصاص لے گا، فقہ حنفی کی سب سے بڑی کتاب شامی ہے۔ جس کے مُصنف علامہ شامی ابنِ عابدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں، انہوں نے لکھا ہے کہ جو استاذ بچوّں کی پٹائی کرتے ہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انؔ سے بدلہ لے گا اور یہ تھانہ بھون کے قاری...... صاحب موجود ہیں، ان سے پُوچھ لو کہ بعض استاذوں کو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کیا سزا دی، استاذ کے کان پکڑوائے اور اس کو چکر لگوائے۔ حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اتنے بڑے عالم ہیں کہ برصغیر کے بڑے بڑے علماء کے شیخ تھے، غیر منقسم ہندوستان کے اکابر علماء سب حضرت کے قدموں میں تھے۔ مفتی شفیع صاحب کا جو پیر ہوگا کتنا بڑا عالم ہوگا، مولانا خیر محمد صاحب جالندھری بانی خیر المدارس کا

پیر کتنا بڑا عالم ہوگا، مولانا مفتی محمد حسن امرتسری جامعہ اشرفیہ لاہور کے بانی کا پیر کتنا بڑا عالم ہوگا، علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ ان تمام بڑے بڑے علماء کے حکیم الامت پیر ہیں مگر لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ جس استاذ نے بچوں کی پٹائی حضرت نے اس کو سزا دی۔ میرے شیخ نے بھی فرمایا کہ حضرت کے ہاں بچوں کی پٹائی کرنا سخت منع تھا، سخت منع تھا اور فرماتے تھے کہ دلیل کیا ہے؟ حفاظ کرام غور سے سنیں۔ آہ! یہ شاید ہی کہیں سنو گے۔

تعلیمِ قرآن میں اسمِ رحمٰن کے نزول کا راز

فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں مگر قرآن شریف کی تعلیم کی آیت کے نزول میں اَلرَّحۡمٰنُ نازل فرمایا اَلرَّحۡمٰنُ عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ، رحمٰن نے تعلیمِ قرآن دی، تو فرماتے تھے کہ اللہ نے ننانوے ناموں میں کوئی نام یہاں نازل نہیں فرمایا، نہ قہار نہ جبار، رحمٰن کا لفظ نازل فرما کر قیامت تک کے معلمین کو قرآن پاک کی تعلیم دینے والوں کو اللہ تعالیٰ نے سبق دے دیا کہ شانِ رحمت سے بچوں کو پڑھانا۔ بتاؤ واضح دلیل ہے یا اس میں کچھ شکلات ہیں؟ اَلرَّحۡمٰنُ عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ، رحمٰن نے قرآن پاک کی تعلیم دی، آخر اللہ کے اور بھی تو نام ہیں، ننانوے ناموں میں اور کوئی نام کیوں نہیں نازل کیا، خالی رحمٰن کی شان کو نازل کیا تاکہ قرآنِ پاک کے معلمین قصائی کی طرح بچوں کو نہ پیٹیں، بچوں کے اعضاء کمزور ہوتے ہیں۔

سنگدلی کا ایک عبرتناک واقعہ

میں لاہور میں اپنے مُرشد مولانا شاہ عبدُالغنی صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے ساتھ تھا۔ ایک دیہاتی روتا ہوا آیا کہ میرا ایک ہی بیٹا تھا، قرآن شریف پڑھتا تھا، حِفظ کر رہا تھا۔ سبق یاد نہیں تھا، استاذ نے سر جھکایا اور ایک مکا مارا، اسی وقت اس کا ہارٹ فیل ہوگیا۔ حکُومت نے دس سال کی سزا استاذ کو دی مگر بڑا مدرسہ قرآن پاک کا ختم ہوگیا، سَب نے کہا کہ بھائی ہم اَپنے بچّوں کو قصائیوں کے حوالے نہیں کریں گے۔ آج انگریزی اسکول کے لڑکوں کو ٹافیاں اور چائے مل رہی ہے اور عربی مدرسوں کے لڑکوں کو گھونسے اور ٹھونسے مل رہے ہیں۔ مجُھے ایک عورت نے فون کیا کہ میرا بچہ ایک مدرسہ میں پڑھتا ہے اور سب بھائی اس کے اسکول میں پڑھتے ہیں، وہ اپنے بھائیوں سے کہتا ہے کہ تم لوگ بڑے اچھے ہو کہ اسکول میں تم کو ٹافی مل رہی ہے اور چائے بھی مِل رہی ہے اور کھیلنے کے لئے فٹبال بھی مِل رہا ہے اور مدرسوں میں مَت جانا، ہمارا حال دیکھ لو، وہاں قصائی بیٹھے ہُوئے ہیں۔

اللہ کے نام پر واسطہ دیتا ہوں کہ قیامت کے دن اپنے لیے دوزخ کا راستہ مت بناؤ۔ اگر ہم لوگوں کے اخلاق سے مدرسے بند ہوگئے یا کسی نے اَپنے لڑکے کو مدرسہ سے نکال کر اسکول میں داخل کرا دیا، قیامت کے دِن دوزخ میں جانے کے لیے یہی خبیث عمل کافی ہے۔ بتاؤ اگر اللہ نے قیامت کے دِن پوچھا کہ تم نے لڑکوں کی اتنی پٹائی کیوں کی کہ جِس کی وجہ سے وہ مدرسے چھوڑ کر انگریزی اسکولوں میں چلے گئے تو کیا جواب دو گے۔ اگر تمھارے بچّوں کو کوئی اس طرح

مارے تو تمہارا کیا حال ہوگا، اکثر پڑھانے والے چونکہ غیر شادی شدہ ہوتے ہیں اس لئے اولاد کی محبت کے درد سے ناآشنا ہوتے ہیں۔ یہ شعر میں نے بہت پرانا سُنا تھا۔

اگر تُو صاحبِ اولاد ہو گا
تجھے اولاد کا غم یاد ہو گا

بچوں کی پٹائی کرنے والے اساتذہ کی سزا

آج سے دو سال پہلے ایک بچے کو استاد نے مارا، میرے سامنے وہ بچہ آیا تو اس کی پیٹھ پر پانچوں انگلیاں بنی ہوئی تھیں اور کالا ہوگیا تھا۔ میں نے اُسی وقت اس اُستاد کو نکال دیا، میں نے کہا کہ تم اس قابل نہیں ہو کہ تم کو اُستاد رکھا جائے، تمہیں شرم نہیں آتی۔ اس بچے کی ماں نے بھی سفارش کی۔ میں نے کہا یہ خالی تمہارا حق نہیں ہے، اس میں اللہ کا بھی حق ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بے رحمی کو پسند نہیں کرتا۔ ہم تمہاری سفارش اللہ کے مقابلے میں قبول نہیں کر سکتے۔ ایسے قصائی استاذ کا نکالنا مجھ پر فرض ہے۔ میں نے مدرسہ جنت کے لیے کھولا ہے، مجھ سے بھی تو سوال ہوگا کہ تمہارے مدرسہ میں طلباء پر جو ظلم ہو رہا تھا تم نے کیا معاملہ کیا اور یہ بھی بتا دیتا ہوں کہ ہم نے مدرسہ پیٹ کے لئے نہیں کھولا، نہ مولانا مظہر تنخواہ لیتے ہیں نہ ہم تنخواہ لیتے ہیں۔ ہمارے لیے کُتب خانہ دواخانہ ہے اور اللہ کی رحمت سے گذارہ ہے۔ میں نے مڈل اسکول پڑھ کر والد صاحب سے عرض کیا کہ مجھے دیوبند بھیج دیجئے، میں عالم بننا چاہتا ہوں، انہوں نے کہا نہیں پہلے تم کو حکیم بناؤں گا۔ میں نے کہا کیوں؟ کہنے لگے کہ میں نہیں چاہتا کہ تم پیٹ

کے لیے علمِ دین سیکھو اور سکھاؤ، دوا غلبۂ نفس سے پیٹ کمانا اور اللہ کے لیے دین سکھانا۔ اللہ کا شکر ہے کہ ہماری روزی کا ذریعہ مدرسہ نہیں ہے لہٰذا آج امریکا، افریقہ، برطانیہ، ہندوستان، بنگلہ دیش اور برما وغیرہ ان تمام ملکوں کے بڑے بڑے علماء کی خدمت کی سعادت اللہ تعالیٰ مجھے میرے بزرگوں کی غلامی کے صدقے میں دے رہا ہے اور یہاں بھی دیکھو پیر کے دِن نیوٹاؤن کے اور کتنے بڑے بڑے مدارس کے علماء آرہے ہیں۔

حضرت والا کی ابتدائی زندگی کے بعض حالاتِ رفیعہ

اور میں نے ایک معمولی مدرسے بیت العلوم میں پڑھا جس کو دُنیا نہیں جانتی تھی اور آپ بھی نہیں جانتے کبھی آپ نے سنا بیت العلوم کا نام؟ اعظم گڑھ کے دیہات میں چھوٹا سا مدرسہ تھا مگر میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مدرسہ تھا۔ میں نے گمنام مدرسے میں کیوں پڑھا؟ طلباء نے مجھے بہکانا اور ورغلانا چاہا کہ دیوبند جاکر پڑھو کیوں کہ جب لکھو گے فاضلِ دیوبند تو تم کو عزت ملے گی اور اگر لکھو گے فاضلِ بیت العلوم تو تمھیں کوئی پوچھے گا ہی نہیں۔ میں نے کہا میں عزت کے لیے نہیں پڑھ رہا ہوں میں رب العزت کے لیے پڑھ رہا ہوں اور اپنے شیخ کے ساتھ اس لیے پڑھوں گا کہ مجھے اپنے پیر سے اللہ ملے گا اور علم درجۂ ثانوی ہوگا، اپنے شیخ کے مدرسہ میں علم جو کچھ قسمت میں ہے آجائے گا۔ ہر جمعرات کو اپنے پیر کے ہاں چلا جاتا تھا۔ پانچ میل پیدل، سردی میں رضائی گدا سر پر، پیدل اس لیے کیونکہ کرایہ نہیں ہوتا تھا، طالبِ علمی میں کہاں اتنا پیسہ ہوتا ہے، جمعرات

کو گیا جمعہ کو حضرت کو غسل کرایا، خدمت کی اور اس کے بعد تقریر سُنی اور صُبح پھر مدرسہ آگیا۔ اساتذہ نے کہا کہ پیر کے پاس اتنا مت جایا کرو، ورنہ پیری مریدی کے چکر میں رہو گے تو علم میں کم تر رہو گے۔ میں نے عرض کیا کہ میں تو پیر ہی کی وجہ سے یہاں آیا ہوں اور حقیقت میں حضرت والا سے میں اللہ کی محبت سیکھنے آیا ہوں، اگر میرا اللہ سے تعلق کمزور ہو جاتے گا تو میں مدرسے سے بھی بھاگ جاؤں گا کیونکہ میں حکیم ہوں، فوراً دوا خانہ کھول کر دوا بیچنا شروع کر دوں گا، مدرسہ میں میرا دِل ہی نہیں لگے گا اور اتنا غریب مدرسہ تھا کہ صُبح سے لے کر بارہ بجے تک ناشتہ نہیں دیتا تھا، مدرسہ میں کھانا دوپہر کا اور رات کا تھا۔ بتاؤ، جوانی کی بھوک کیسی ہوتی ہے۔ بھائی! صُبح سے لے کر بارہ ایک بجے تک ایک قطرہ پانی پیٹ میں نہیں جاتا تھا۔ مدرسہ غریب تھا لیکن میں نے اس مدرسے کو چھوڑ کر امیر مدرسہ تلاش نہیں کیا، کیونکہ میرے پیر اور مرشد وہاں تھے۔ بعض اساتذہ بھی شیخ سے اس قدر تعلق کو علم کے لئے مضر سمجھتے تھے اس لیے پسند نہ کرتے تھے لیکن جب اللہ نے مثنوی شریف کی شرح وغیرہ میرے ہاتھوں سے لکھوائی تو انہی بزرگوں نے میرے استاذوں نے کہا کہ واقعی اس کو پیر کی دُعا لگ گئی اور آج سارے عالم میں اللہ دکھلا رہا ہے کہ اللہ والوں کی جوتیاں اُٹھانا کبھی رائیگاں اور بے کار نہیں جاتا، اللہ اپنے پیاروں کی خدمت کو کبھی رائیگاں نہیں کرتا اور یہ بھی بتاتا ہوں کہ جس طرح ابا اپنے بچوں کی محبت کو اپنی محبت کے کھاتے میں لکھتا ہے، اللہ تعالیٰ اللہ والوں کی محبت کو اپنے کھاتے میں لکھتا ہے، جو محبت للہ ہوتی ہے وہ باللہ ہوتی ہے، اللہ والی محبت اللہ کے ساتھ شمار ہوتی ہے۔

اساتذہ کو پٹائی سے باز رکھنے کی بعض تدابیر

میں دردِ دل سے کہتا ہوں کہ بچوں کی ہرگز پٹائی نہ کرو۔ اس لیے جب آپ حضرات کا تقرر ہوتا ہے تو مدرسہ کے فارم میں ہے کہ ہم بچوں کی پٹائی نہیں کریں گے، کیوں بھائی، فارم میں ہے یا نہیں؟ تو جب فارم پر آپ نے دستخط کر دیئے تو گویا وعدہ کرلیا اور وعدہ خلافی حرام ہے یا حلال؟ تو پھر یہ سوچ لو کہ یہ کیسا استاذ ہے جو وعدہ خلافی کرتا ہے۔ ابھی ایک لڑکے کو اتنا مارا کہ کئی دِن تک اس کے پٹی بندھی ہوئی تھی۔ ان چیزوں کو دیکھ کر مدرسہ میں ترقی ہوگی یا تنزلی؟ آپ کہیں گے کہ میں نے تو ہلکا سا یوں کر دیا تھا لیکن آپ کا ہلکا بچوں کے لیے بھاری ثابت ہوتا ہے، بتایئے اگر شیر بکری کے پیٹ پر خالی ملائم سا ہاتھ رکھ دے اور کہے کہ میں نے تو بہت ملائم سا ہاتھ رکھا تھا، تو بکری زندہ رہے گی؟ مارے ڈر کے ہارٹ فیل ہو جائے گا۔ استاذوں کا خود ہی دل میں خوف اور ڈر ہوتا ہے اور جب کہ میں نے یہ بھی کہہ دیا ہے کہ دو سال کے بجائے اگر تین سال میں حافظ ہوں اور تین سال کے بجائے چار سال میں ہوں تو ہم آپ سے کبھی شکایت نہیں کریں گے بشرطیکہ محنت میں کمی نہ ہو اور مہتمم کو آگاہ رکھیں کہ صاحب یہ بچہ سبق صحیح نہیں سناتا، تاکہ ہم ان کے والدین کو اطمینان دلا دیں کہ اگر تاخیر ہو مدرسہ کی شکایت مت کرنا، تمہارا بچہ خود سبق صحیح یاد کر کے نہیں سنا رہا مگر مار پٹائی نہ کرو کیونکہ میرے مدرسے کی ترقی کا راز یہی ہے، لوگ یہی سن کر بھیجتے ہیں کہ مدرسہ اشرف المدارس میں پٹائی نہیں ہوتی، اب اگر یہاں بھی پٹائی ہو تو میرا سارا بھرم اور ساری عزت خاک میں مل جاتی ہے اور آپ کو

اس آیت کا بتا دیا، اللہ کرے کہ قیامت تک معلمین اس آیت کو یاد رکھیں۔ اس مضمون کو کیسٹ میں ٹیپ اس لیے کرایا ہے کہ ہر مہینہ اس کو سُن لیا کریں۔

اُساتذہ میں شانِ رحمت کی اہمیّت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ خِیَارُ اُمَّتِیْ عُلَمَاءُ ھَا۔ میری اُمت کے بہترین لوگ عُلماء ہیں، مگر عُلماء میں کون بہتر ہیں؟ وَخِیَارُ عُلَمَاءِ ھَا رُحَمَاءُ ھَا اور علماء میں بہترین وہ ہیں جو رحم دِل ہیں، جن پر شانِ رحمتِ غالب ہے یعنی جن عُلماء پر شانِ رحمت غالب ہے وہ ان علماء سے بہتر ہیں جن پر شانِ رحمت غالب نہیں، اب شانِ رحمت کیسے آئے گی کیونکہ اکثر حفاظ تربیت یافتہ بھی نہیں ہوتے، بعضے دیہاتوں سے پڑھ پڑھ کر چلے آئے اور پٹائی کے ساتھ پڑھا تو جلیسا پٹ کر پڑھتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ بغیر اس کے کام ہی نہیں چلے گا، لہٰذا ان کے لئے بتاتا ہوں کہ وہ رحم دِل آدمیوں کے پاس بیٹھیں، تھوڑی دیر، ۵ منٹ اس نیت سے بیٹھو کہ میرے اندر شانِ رحمت آجائے کوئی نہ ملے تو مولانا مظہر میاں کے پاس بیٹھ جاؤ اور یا اللہ یا رحمٰن یا رحیم چلتے پھرتے پڑھتے رہو، ان شاء اللہ آپ دُنیا میں کبھی کسی تکلیف میں نہیں رہیں گے، کسی مشکل میں نہیں رہیں گے۔ یہ وظیفہ مجھے بہت بڑے بزرگ، بہت بڑے پیر جو الٰہ آباد میں تھے مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا۔ حضرت کے پاس مشکل میں پھنسے ہوئے مُصیبت زدہ لوگ آتے تھے، فرمایا یہی پڑھو۔ اللہ نے بسم اللہ شریف میں یہی تین نام مُبارک نازل فرمائے ہیں۔ اللہ رحمٰن رحیم، لہٰذا یا اللہ یا رحمٰن یا رحیم پڑھتے رہو اور کھانے پینے پر

بھی اسی کو دم کرو تو شانِ رحمت آجائے گی اور کوئی مشکل نہیں رہے گی، غیب سے انتظام ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ جو اللہ والا بن کر رہے گا کیا اللہ تعالیٰ اس کا نہیں بنے گا؟ مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ جو اللہ کا بن کر رہے گا تو اللہ بھی اس کا بن کر رہے گا۔ میرا پوتا میرے سگے بھانجہ کا بیٹا اسی مدرسے سے حافظ ہوا، اس کو یونیورسٹی میں تراویح سنانے کے ۶ ہزار روپے ملے۔ اس نے مجھ سے کہا، میں نے کہا کہ اس کو واپس کرو کیونکہ تمام علماء نے اس کو حرام فرمایا ہے۔ پالنے والا اللہ ہے، تم ہمت کر کے دیکھو، وہ گیا اور رقم واپس کردی۔ انھوں نے کہا کہ ہم واپس نہیں لیں گے۔ پھر میں نے فتوے کی کتاب بھیجی جس میں لکھا ہے کہ تراویح کی اُجرت نہ لینا جائز نہ دینا جائز دونوں حرام ہیں۔ اس کو دیکھ کر ان لوگوں نے واپس لے لیا۔ چار چھ مہینے کے بعد اس کو جدہ سے بلاوا آگیا، اس وقت سعودیہ میں ہے، ایک فیکٹری کا منیجر ہے، ہر سال حج عمرہ کر رہا ہے، دیکھئے معمولی سی قربانی پر اللہ تعالیٰ نے کتنا انعام عطا فرمایا۔ اللہ پر مر کے تو دیکھو اس سے بڑھ کر قدردان کون ہوگا، اللہ سے بڑھ کر ہمارا پیار کرنے والا کوئی اور ہوسکتا ہے؟

اساتذہ کرام کو چند خاص نصیحتیں

لہٰذا میں بحیثیت مربی ہونے کے آپ کو یہ چند نصیحت کر رہا ہوں کہ اللہ کے لئے غصہ کر کے دوزخ کا راستہ مت اختیار کرو، آپ کی کوئی ذمہ داری نہیں، لات مار دیا یا ایک دم ریپٹ مار دیا، غصہ میں مغلوب ہو کر مارنا جائز نہیں ہے۔ ان کو کھڑا کر دو چھٹی بند کردو، تھوڑی دیر آپ بھی بیٹھیں۔ یہ استاذ پر مشکل ہوتی ہے دس منٹ آپ اس کو چھٹی نہ دیں، یہ ان کے لئے دس ڈنڈے سے زیادہ سخت

ہے۔ جب دیکھا کہ سب کی چھٹی ہوگئی، اب دس منٹ بیٹھنا بچّوں کو بہت کھلتا ہے، اللہ کے نام پر دس منٹ زیادہ بیٹھ جاؤ ہمیشہ تو نہیں بیٹھنا ہے کبھی کبھی تربیت کے لئے بیٹھنا کیا مشکل ہے۔ لیکن ایسا موقع مت دو کہ یہ دیکھئے صاحب ذرا پیٹھ دیکھئے۔ اب پیٹھ کھولتا ہے تو وہاں نشانات پڑے ہوئے ہیں، میں کہاں تک کہوں کہ ہمارے استاذ بہت شریف ہیں، کہیں کسی اور نے مار دیا ہوگا، کیسے کہوں کہ کرکٹ کھیل رہا تھا، جھوٹ بولنا میرے لئے کیسے جائز ہوگا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی اس آیت کا مراقبہ کرو اور بزرگوں کا طریقہ اختیار کرو جو کتابوں میں ہے اور ہمارے سلسلے کے سب سے بڑے حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے پٹائی کو بالکل حرام قرار دیا۔ اور وہ زمانہ گیا جب بے وقوف لوگ کہتے تھے کہ بوٹی اور گوشت میرا چمڑی استاذ کی۔ ماں باپ کے لئے بھی اتنا پٹوانا جائز نہیں، بعض وقت ماں باپ نے اجازت دے دی اور جب اس کی مار پٹائی دیکھی تو پھر اجازت کے باوجود باپ استاذ کو خود مارنے لگا، استاذ نے کہا کہ تم نے ہم کو مارنے کی اجازت دی تھی، کہا کہ اپنے بیٹے کی پٹائی اب ہم سے دیکھی نہیں جارہی ہے، اٹھا کر پٹخ دیا استاذ کو اور مارنا شروع کر دیا، جیسے جب فیلڈ مارشل ایوب خان تھے، ۱۹۶۵ء کی جنگ میں ہندوستان کے دانت کھٹے ہوگئے تھے تو بمبئی میں انڈیا نے ایک ڈرامہ بنایا، فیلڈ مارشل ایوب خان کی شکل کا ایک ہندو تلاش کیا۔ لمبا قد، موٹی گردن، وہی شکل اور اس کو ایوب خان کی وردی پہنا دی اور شاستری جوان کا وزیرِ اعظم تھا دبلا پتلا۔ ایک ہندو تلاش کیا اور دبلے پتلے ہندو کو وزیرِ اعظم شاستری بنا دیا۔ پھر اس وزیرِ اعظم ہندو کو سکھایا کہ تو دبلا پتلا کمزور ہے مگر اس تگڑے ہندو کو جو ایوب خان بنا ہوا ہے خوب جوتے لگا

اور سو سو روپے دو دو سو کا ٹکٹ رکھ دیا۔ سارا ممبئی جمع ہو گیا وہاں کہ آج ایوب خان کی شاستری پٹائی کرے گا اور دونوں ہندو تھے لیکن جس کو ایوب خان بنایا تھا اس کو سمجھا دیا تھا کہ تم بدلہ نہ لینا ورنہ ہمارا ڈرامہ ختم ہو جائے گا اور انڈیا کی عزت ختم ہو جائے گی لہٰذا دس بارہ جوتے تو اس نے کھائے۔ کس نے؟ وہ جو تگڑا ہندو تھا، جو ایوب خان بنا ہوا تھا۔ اس کے بعد اس کو غصہ آ گیا اور وہ بھول گیا کہ میں کہاں ہوں اور کیا پارٹ ادا کر رہا ہوں۔ تو اس نے شاستری کی ٹانگ اُٹھا کر اسے تین دفعہ گھمایا اور زور سے اسے کرسیوں پر پھینک دیا۔ وہ تو بے ہوش ہو گیا ہسپتال میں لے جانا پڑا، اب حکومت نے اس ہندو پر مقدمہ چلایا جو ایوب خان بنا ہوا تھا کہ تم نے انڈیا کی رسوائی کر دی۔ ہم نے تو تم سے کہا تھا کہ پٹتے رہنا۔ اس نے کہا کہ صاحب دس بارہ جوتے تک تو ہوش تھا پھر ہم کو غصہ آ گیا۔ اس لیے **اس سے یہ سبق بھی لے لو کہ غصے میں کبھی بھی عمل مت کرو، جب غصہ آ جائے تو خاموش ہو کر کسی دوسرے کام میں لگ جاؤ۔ پھر بعد میں سمجھاؤ۔** بزرگوں نے فرمایا کہ غصے کی حالت میں سمجھاؤ بھی مت، غصے میں عقل ٹھیک نہیں رہتی، ابھی اسی قربانی کے زمانے میں جنوبی افریقہ میں دو آدمیوں نے جانور خریدا اور اسی میں کسی بات پر لڑائی ہو گئی اور گولی چل گئی، بتائیے قربانی عبادت، اور عبادت کے لئے جان لے لی اور قتل کا مقدمہ چل گیا اور دوسرے کو اس کے خاندان والوں نے مارا، وہ بھی ہسپتال میں داخل ہو گیا تو میرے مُرشد نے مکہ شریف میں اس خبر کو سُن کر فرمایا کہ دیکھو غصہ کتنی بُری چیز ہے، کتنے بچے اسی میں ختم ہو گئے۔ کراچی میں میرے سامنے ایک آدمی نے اپنے چھوٹے بھائی کو اتنا بڑا پتھر مارا کہ وہ بے ہوش ہو گیا۔ غصہ

بہت خراب چیز ہے اس لیے یاد رکھو اللہ والے بنو، حلیم الطبع بنو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تین صفات قرآن پاک میں نازل ہیں،

﴿اِنَّ اِبۡرٰهِیۡمَ لَحَلِیۡمٌ اَوَّاهٌ مُّنِیۡبٌ ۝﴾

(سورۂ ھود آیت ۷۵)

ترجمہ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور تھے ابراہیم علیہ السلام حلیم الطبع یعنی بہت برداشت والے، رحیم المزاج یعنی مزاج پر شانِ رحمت غالب تھی، رقیق القلب یعنی نرم دِل والے تھے، یہ تین خوبیاں اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے نازل کیں۔ سب دُعا کرو کہ اللہ تعالیٰ یہ تینوں صفات ہم کو بھی عطا کردیں، رقیق القلب بنا دے، رحیم المزاج بنا دے اور حلیم الطبع بنا دے اور بچوں کی تعلیم میں ہمیشہ شفقت اور رحمت سے کام لینے کی توفیق دے۔ اگر کوئی مشکل ہو تو مہتمم سے مشورہ کرو، ان کے ماں باپ سے شکایت کی جائے گی لیکن مارپٹائی مت کرو، دوستو بس میں یہی کہتا ہوں اور یہ کیسٹ اللہ محفوظ فرمادیں کیونکہ اب میں کمزور ہوگیا ہوں بار بار یہ تقریر نہیں کرسکوں گا اس لیے محفوظ کرادیا۔ ہر مہینے آپ لوگ خود درخواست دے کر سُن لیا کریں تاکہ سبق تازہ ہوجائے اور امید ہے کہ میری آہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے رائیگاں نہیں فرمائے گا۔

غصّہ کا علاج

بچوں کی پٹائی کا اصل سبب غُصہ ہے اسی لیے آج غُصہ پر بیان کرنا ہے تاکہ بیماری جڑ سے جاتی رہے۔ غُصہ جاہی بیماری ہے اور ہمیشہ تکبر سے پیدا ہوتا ہے جو اپنے کو بڑا سمجھتا ہے وہی غصہ کرتا ہے۔ ایسا شخص غصہ میں نہیں آسکتا جو اپنے کو حقیر سمجھتا ہو اور میدانِ محشر میں اپنے انجام

کی فکر رکھتا ہو، غصہ ہمیشہ احمقوں کو آتا ہے یعنی جو بے وقوف ہوگا، اپنے انجام سے بے خبر ہوگا، اپنے خاتمے کی اس کو فکر نہ ہوگی، میدانِ محشر میں اللہ تعالیٰ کو جواب دینا مستحضر نہ ہوگا ایسے ہی لوگوں کو غصہ آتا ہے اور ہمیشہ غصہ اپنے سے کمزور پر آتا ہے۔

چالاکوں کا مرض

غصہ بہت چالاک، نہایت ہوشیار مرض ہے، ہمیشہ کمزور پر آتا ہے۔ جب آدمی دیکھتا ہے کہ میں سیر ہوں اور جس پر غصہ آرہا ہے وہ سوا سیر ہے، میری گردن مروڑ دے گا، پیٹ دبا دے گا، اٹھا کر پٹخ دے گا تو کبھی ایسے شخص پر غصہ آئے گا؟

ایک شخص اپنی بیوی کی پٹائی کر رہا تھا۔ اچانک بیوی کے تین بھائی آگئے۔ اُن میں سے ایک آئی جی تھا، ایک تھانیدار تھا اور ایک باکسنگ ماسٹر تھا، جوڈو کراٹے کا ماہر۔ شوہر جو اپنی بیوی سے کہہ رہا تھا کہ آج میں غصہ سے پاگل ہوگیا ہوں، بڑی پٹائی کروں گا، بیوی کے بھائیوں کو آتے دیکھ کر بیوی کے آگے ہاتھ جوڑ لیے اور کہنے لگا کہ جو ہوا سو ہوا، مجھے معاف کر دو، اب آئندہ کبھی تمہاری پٹائی نہیں کروں گا، بس! اپنے بھائیوں کو یہ بات مت بتانا۔ بتائیے! اب کہاں سے اس پاگلیٹ کے اندر عقل کی چاکلیٹ آگئی۔

ہمارے ایک دوست ہیں، انہوں نے یہ بات کہی کہ غصہ ہمیشہ کمزوروں پر آتا ہے، اپنے سے طاقتور پر غصہ نہیں آتا۔ ایک دبلا پتلا شوہر ہے تیس چالیس کلو کا اور بیوی ہے ۹۰ کلو کی تو یہ بیوی پر کبھی غصہ نہیں کرے گا۔ یاد رکھو! غصہ بہت چالاک ہے اور ہمیشہ تکبر سے ہوتا ہے۔ جس شخص کو میدانِ محشر میں اللہ تعالیٰ کے سامنے پیشی پر یقین ہوتا ہے، اس کو اگر غصہ آبھی جائے تو فوراً معافی مانگ لے گا

حضرت شیخ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی فنائیت کا واقعہ

میرے شیخ حضرت شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک جاہل ہل جوتنے والا نوجوان میرے پاس آیا، میں نے کسی بدتمیزی پر اس پر غصہ کیا اور بہت زیادہ ڈانٹ دیا۔ بعد میں مَیں نے سوچا کہ یہ میرا شاگرد نہیں ہے اور میرا مرید بھی نہیں ہے تو جب میں اس کا پیر بھی نہیں ہوں اور استاد بھی نہیں ہوں تو مجھے کیا حق تھا اس پر غصہ کرنے کا، لہٰذا حضرت ڈیڑھ میل پیدل اس سے معافی مانگنے گئے اور اللہ کی عظمت اور میدانِ محشر کے خوف سے راستہ بھی بھول گئے، لہٰذا مین روڈ اور شاہراہ چھوڑ کر کھیت میں گھستے ہوئے کسی طرح سے وہاں پہنچے اور فرمایا کہ بھائی! میں تمہارے پیر پکڑتا ہوں، مجھ کو معاف کر دو، قیامت کے دِن مجھ سے انتقام نہ لینا۔ اس نے کہا حضور آپ عالم ہیں میں جاہل ہوں، عمر میں بھی آپ سے بہت چھوٹا ہوں، آپ بڑے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ دیکھو! چھوٹے بڑے کی بات مت کرو، عالم جاہل کی بات مت کرو، قیامت کے دِن اللہ یہ نہیں دیکھے گا کہ ظالم جاہل ہے یا عالم، ہر شخص کو اس کے ظلم کا بدلہ مِلے گا۔ جب تک اُس نے مُعاف نہیں کیا حضرت وہاں سے نہیں آئے

بہت سے لوگ اپنی بیویوں کو کمزور پا کر اور یہ دیکھ کر کہ اس کا کوئی نہیں ہے بھائی، برادر اور فادر بھی نہیں ہے، لہٰذا ہر وقت اس کی پٹائی ٹھکائی کرتے رہتے ہیں، ایسے لوگوں کو مَیں نے خطرناک امراض میں مُبتلا پایا اور اس کے برعکس بھی ہے کہ جس عورت نے اپنے شوہر کو ستایا اس کا بھی انجام بہت بُرا دیکھا، اسی لئے بہشتی زیور کا حِصّہ نمبر ۴ جو آج سُنایا گیا ہے اپنی بیویوں کو سناؤ کیونکہ ایسی باتیں یہ

جلدی خود نہیں پڑھتی ہیں۔

دِل کو نرم کرنے والا وظیفہ

آج کل کی بیویاں یہ دیکھتی ہیں کہ شوہر کے ذمے ان کے کیا حقوق ہیں، یہ نہیں دیکھتیں کہ ان کے ذمہ شوہر کے کیا حقوق ہیں لہٰذا شوہروں کے حقوق ان کو سناؤ اور اللہ تعالیٰ سے دُعا بھی کرو اور ایک وظیفہ بھی بتاتا ہوں:

(یَا سُبُّوْحُ ، یَاقُدُّوْسُ، یاغَفُوْرُ ، یَا وَدُوْدُ)

جو اِن اسماءِ حسنیٰ کو پڑھے گا اُس کے چھوٹے بڑے سب اُس سے خوش رہیں گے۔ اس کو ہر نماز کے بعد سات مرتبہ پڑھ کر دُعا کریں کہ اَے اللہ! میرے بیٹوں کو لائق بنا دیں، فرمانبردار بنا دے۔ دیکھو! کیسا اثر ہوتا ہے، بیوی اگر نالائق ہے، موذی ہے، اذیت پہنچاتی ہے، اس کے لئے دُعا کرو کہ اے اللہ! ان ناموں کی برکت سے اس کا دِل با ادب کر دے، فرمانبردار بنا دے۔ اگر بھائی ستا رہے ہیں تو بھائیوں کے لیے پڑھو، جہاں بھی کسی مشکل میں آپ پھنسے ہوں مثلاً کوئی آپ کا پیسہ نہ دے رہا ہو، کرایہ دار کرایہ نہ دے رہا ہو، بزنس مین کا پیسہ کہیں رُک گیا ہو غرض جہاں بھی گاڑی اٹکے، جہاں بھی انسانوں سے کام ہو فوراً اس کو پڑھو، ان شاء اللہ ان اسماءِ حسنیٰ کی برکت سے اللہ تعالیٰ آپ کے سب کام سہل فرما دیں گے، ساری حاجتیں پوری فرما دیں گے۔

کاموں میں آسانی کے لیے ایک مسنون دُعا

اور ایک اور دُعا بھی آپ کو بتا رہا ہوں اس کی برکت سے بھی ان شاء اللہ آپ اپنے سارے جائز کاموں میں بامُراد ہوں گے:

اَللّٰھُمَّ لَا سَھْلَ اِلَّا مَا جَعَلْتَہٗ سَھْلًا وَّاَنْتَ تَجْعَلُ الْحُزْنَ سَھْلًا اِذَا شِئْتَ

یہ حدیث شریف کی دُعا ہے، کوئی بھی مشکل ہو اس کے پڑھنے سے ان شاء اللہ ساری مشکلات دور ہو جائیں گی۔ اس کا ترجمہ بھی بڑا پیارا ہے، اے اللہ! کہیں کوئی آسانی نہیں ہے یعنی ہر طرف مشکل ہی مشکل ہے مگر جس مشکل کو آپ آسان کر دیں۔ لَا سَھْلَ میں لاء نفی جنس ہے یعنی کسی قسم کی آسانی کہیں نصیب نہیں ہو سکتی، لاء نفی جنس کے معنیٰ یہی ہیں کہ سارے عالم میں کہیں آسانی نہیں ہے اِلَّا مَا جَعَلْتَہٗ سَھْلًا مگر اے خدا! جس کو آپ آسان فرمادیں وَاَنْتَ تَجْعَلُ الْحُزْنَ سَھْلًا اور آپ ہمارے غم کو، ہماری مشکل کو آسان کر سکتے ہیں، اِذَا شِئْتَ لیکن اے خدا! جب آپ چاہ لیں، لہٰذا آپ چاہ لیں، آپ ارادہ کرلیں، ہمارے غم کو، ہماری مشکل کو آسان کرنے کا فیصلہ کرلیں، پھر وہ مشکل بالکل آسان ہو جائے گی۔ یہاں تک کہ جس کو گناہوں کے تقاضے آرہے ہوں، بدنظری کا مرض ہو یا کسی گناہ کی عادت ہو تو اس کو پڑھ کر دُعا کرو کہ اے اللہ! میں نفس کی بدمعاشیوں سے، نفس کی شرارتوں سے مشکل میں پڑا ہوا ہوں، لہٰذا آپ میری اس مشکل کو آسان فرمادیں، ان شاء اللہ نفس کا مقابلہ آسان ہو جائے گا۔ اگر مسجد کا امام ہے، کمیٹی والے ستا رہے ہیں تو امام اس کو ہر نماز کے بعد سات مرتبہ پڑھے اور دُعا کرے کہ اے اللہ! میرے کمیٹی والوں کا دِل نرم کر دے اور ان کے دماغ سے، دِل سے ظلم نکال دے۔ جب میں نے اس کو افریقہ میں بیان کیا تو کمیٹی والوں سے ایک ممبر نے پوچھا کہ اگر کمیٹی والے بھی یَا سُبُّوْحُ، یَا قُدُّوْسُ پڑھیں گے تو پھر

کیا ہوگا؟ تو میں نے کہا پھر امام نہیں ستائے گا، تمہارا تختہ نہیں اُلٹے گا۔ بہرحال! ہر مشکل کیلئے یہ وظیفہ بتا دیا ہے، اِس سے محبت بھی پیدا ہوتی ہے، جس ماحول میں آپ رہیں گے محبوب رہیں گے ان شاء اللہ۔ ان چار ناموں کی برکت سے یَا سُبُّوْحُ یَا قُدُّوْسُ، یَا غَفُوْرُ، یَا وَدُوْدُ سفر میں بھی آسانی ہوگی، کسٹم، امیگریشن میں، ایئرپورٹوں پر ٹکٹ ملنے میں، جہاں بھی مشکل ہو ہر جگہ یَا سُبُّوْحُ، یَا قُدُّوْسُ، یَا غَفُوْرُ، یَا وَدُوْدُ پڑھو اور اَللّٰهُمَّ لَا سَهْلَ اِلَّا مَا جَعَلْتَهٗ سَهْلًا وَّ اَنْتَ تَجْعَلُ الْحُزْنَ سَهْلًا اِذَا شِئْتَ۔

دو مُہلک بیماریاں

تو غُصے کی بیماری بہت خطرناک بیماری ہے۔ یہ بیماری ایسی خطرناک ہے کہ چھوٹوں کو بڑوں سے لڑا دیتی ہے اور بڑوں کی مہربانی سے چھوٹوں کو محروم کر دیتی ہے کیونکہ جب بڑے خوش ہوں گے تب ہی تو مہربانی کریں گے اور اگر بیٹا اپنے باپ سے، مُرید اپنے پیر سے، شاگرد اپنے استاد سے، بیوی اپنے شوہر سے لڑے گی تو بڑوں کی مہربانی کیسے پائے گی؟ اور غصہ ایسا خطرناک مرض ہے کہ بندہ کو اللہ سے لڑا دیتا ہے۔ جیسے شیطان اللہ تعالیٰ سے لڑ گیا۔ یہ اتنی خطرناک بیماری ہے مگر اس کا منشاء وَاسْتَكْبَرَ ہے، تکبر ہے، جب تکبر ہوتا ہے تب ہی غصہ آتا ہے، جب آدمی یہ سوچے گا کہ معلوم نہیں قیامت کے دِن ہمارا کیا حال ہوگا تو اس کو تکبر نہیں آسکتا اور تکبر نہیں ہوگا تو کبھی ناجائز غصہ نہیں کرے گا۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اشرف علی ہر وقت غمزدہ رہتا ہے کہ نہ جانے اشرف علی کا قیامت کے دِن کیا حال ہوگا۔ یہ وہ علماء دین اور اولیاء اللہ ہیں کہ ساری اُمت ان کو اولیاء اللہ تسلیم کرتی ہے۔ بڑے

بڑے علماء جن کے مرید تھے ان کا تو یہ حال ہے اور آج دو چار رکعت پڑھ کر، دو چار حج عمرہ کر کے دماغ قابو میں نہیں، ہر ایک کو ڈانٹ ڈپٹ کر رہا ہے کہ میرے ساتھ آپ نے گستاخی کی۔ کیوں اپنی شان بناتے ہو، اپنی کوئی قیمت نہ لگاؤ، قیامت کے دن ہماری قیمت اللہ تعالیٰ لگائیں گے۔ جس شخص کے دماغ میں بڑائی آتے وہ علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر پڑھے، اکسیر ہے ؎

ہم ایسے رہے یا کہ ویسے رہے
وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے

بتاؤ اس شعر کو یاد کرنا مشکل ہے؟ کیا تکبر کرتے ہو کہ میں یہ ہوں، میں وہ ہوں، علم و عمل، روپیہ پیسہ، کار، بنگلہ ان چیزوں پر کیا ناز کرتے ہو؟ یہ سوچو کہ قیامت کے دن ہماری کیا قیمت لگے گی۔

صورت پرستی کی خبیث بیماری

اور جس کو حسینوں پر نظر بازی کا مرض ہو اس کے لئے ایک شعر اور ہے کہ جب ایک دن ان حسینوں کا جغرافیہ بدل جائے گا تب وہاں سے ایسے بھاگو گے جیسے گدھا شیر سے بھاگتا ہے۔ جہاں رات دن غزلیں پڑھ رہے تھے، جماعت کی نمازیں فوت کر رہے تھے، ہر وقت ناپاک رہتے تھے، پھر اسی صورت سے بھاگ نکلے، بتاؤ! حماقت ہے یا نہیں۔ یہ عشقِ مجازی بہت ہی خبیث چیز ہے، یہ صورت پرستی انسان کو خبیث بنا دیتی ہے، پیشاب پاخانے کے مقام تک پہنچا دیتی ہے۔ اس لیے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے سالکانِ طریق! اے اللہ کے راستے پر چلنے والو! شاہراہِ حق تعالیٰ کی تمہارے لیے کھلی ہے

اگر تم ایک کام کر لو، صرف ایک کام کہ صورت پرستی چھوڑ دو، صورتوں سے توبہ کر لو۔

گر ز صورت بگذری اے دوستاں
گلستان است، گلستان است، گلستاں

اے دوستو! اگر تم صورت پرستی چھوڑ دو تو پھر اللہ کے قُرب کا باغ ہی باغ ہے۔ سالکوں کو شیطان ہمیشہ اُلّو بناتا ہے جیسا کہ چڑیا اُڑنا چاہتی ہے اور شکاری چاہتا ہے کہ نہ اُڑے۔ تو اس کے پَر میں گوند لگا دیتا ہے، ایسے ہی جب شیطان دیکھتا ہے کہ یہ شخص اپنے شیخ کا عاشق اور فدا کار ہے، یہ کہیں بہت اُونچا ولی اللہ نہ بن جائے، شیخ کی صحبت، خانقاہ کا ماحول، رات دن ذکر و تصنیف و تالیف سے ایسا نہ ہو کہ یہ بہت اونچے درجے پر پہنچ جائے تو ابلیس اس کے پرُوں پر مُردہ لاشوں کی محبّت کا گوند لگا دیتا ہے یعنی ان کی نمکینیت اور جغرافیہ زیادہ دکھا کر ان کے چکر میں ڈال دیتا ہے پھر اللہ کا نام اِنسان کی زبان پر ہوتا ہے لیکن دِل میں وہی حسین گھُسے ہوتے ہیں، مُردے گھُسے ہوتے ہیں، جس کے گھر میں مُردے ہوں گے تو کیا کوئی شریف آدمی وہاں آ کر دعوت کھائے گا؟ جس کے دِل میں مُردوں کی محبّت ہوگی اللہ تعالیٰ ایسے دل میں آئیں گے؟ کیا سوچتے ہو ذرا عقل کے ناخن لو، پھر جب حسینوں کی شکل بدل جائے گی، جغرافیہ بدل جائے گا، تاریخ بدل جائے گی تو اُلّو کی طرح ایک دِن وہاں سے بھاگو گے اس پر میرا ایک شعر سنو ؎

اِدھر جغرافیہ بدلا، اُدھر تاریخ بھی بدلی
نہ ان کی ہسٹری باقی، نہ میری مسٹری باقی

اور میں نے ہمیشہ ایسے لوگوں کو پریشان پایا، لاکھ ویلیم فائیو کھائیں لیکن نیند نہیں آتی ؎

ہتھوڑے دل پہ ہیں، مغزِ دماغ میں کھونٹے
بتاؤ عشقِ مجازی کے مزے کیا لُوٹے

ایک عجیب قطعہ اختؔر کو اللہ نے عطا فرمایا ؎

حسینوں کا جغرافیہ میر بدلا
کہاں جاؤ گے اپنی تاریخ لے کر

تمہاری تاریخ ذلیل اور خوار ہو جائے گی۔

یہ عالم نہ ہوگا تو پھر کیا کرو گے
زُحل مُشتری اور مریخ لے کر

اختر کی شاعری بزرگوں کی دُعاؤں کا صدقہ ہے، یہ شاعری دماغ سے نہیں ہے اللہ تعالیٰ کی عطا ہے، فقیروں کی خدمت، اللہ والوں کی خدمت کی برکت سے یہ اشعار اصلاحِ اُمت کے لئے اختر کہتا ہے اور سب سے پہلے اپنی اصلاح کے لیے کہتا ہے، مُجھے اُمّت کی اصلاح کی فکر ہے مگر اس سے زیادہ اپنی فکر ہے کیونکہ اگر ہم نے غیر اللہ سے اپنے کو نہ چھڑایا تو پھر دوسروں کو کیا چھڑائیں گے؟

نفس کی قید سے رہائی کی تمثیل

جو خود پھنسا ہوا ہو، جو خود قید خانے میں ہو وہ دوسروں کو کیا چھڑائے گا، ایک قیدی کبھی دوسرے قیدی کو چھڑا سکتا ہے؟ رہائی کے لئے تو باہر سے آدمی آکر ضمانت لیتا ہے، کبھی آپ نے دیکھا کہ قید خانہ میں ایک قیدی نے دوسرے قیدی کی ضمانت لے کر چھڑایا ہو۔ یہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کا مضمون ہے جس کو اختؔر نے نثر میں پیش کر دیا۔ حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

کے دہد زندانیے در اقتناص
مرد زندانی دیگر را خلاص

ایک قیدی دوسرے قیدی کو خلاصی نہیں دِلا سکتا لہٰذا اللہ تعالیٰ پہلے دین کے خادم کو گناہوں سے خلاصی عطا فرماتے ہیں، پھر وہ دوسروں کی خلاصی کی فکر کرتا ہے، جو خود دلدل میں پھنسا ہے وہ دوسرے کو دلدل سے کیسے نکالے گا، کنویں میں گری ہوئی ڈول کو وہی نکال سکتا ہے جو کنویں کے باہر ہوتا ہے۔ کنویں میں جو ڈولیں گری ہیں تو کیا ایک ڈول دوسری ڈول کو نِکال سکتی ہے؟ حالانکہ ڈول ہی نکالے گی، مگر شرط یہ ہے کہ نکالنے والا کنویں سے باہر ہو، کنویں کے باہر سے وہ اپنا ڈول پھینکے گا پھر جو گری ہوئی ڈولیں ہیں ان کو پھنسا کے باہر نکالے گا لیکن جب ڈول نکالنے والا مرجائے گا تب پھر دوسرا نکالنے والا آئے گا۔ ایسے ہی ایک شیخ کے انتقال کے بعد دوسرے شیخ سے تعلق قائم کرنا لازم ہے۔

قیامت تک اولیاء اللہ کے پیدا ہونے کا ثبوت

یہ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کا مضمون ہے کہ جس طرح ڈول کا نکالنے والا باہر ہونا چاہیے اور زندہ ہونا چاہیے اسی طرح جب ایک شیخ کا انتقال ہو جائے تو دوسرے شیخ سے تعلق میں دیر مت کرو، یہ بھی مت کہو کہ ارے میاں! اب ایسا شیخ کہاں ملے گا؟ قیامت تک اولیاء کاملین کو پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کے ذمّے ہے۔ آیت کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (سورہ توبہ آیت ۱۱۹) اس کا ثبوت ہے اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اے ایمان والو! متقی بندوں کے ساتھ رہو یعنی اولیاء اللہ کے ساتھ رہو تو ولی اللہ بن جاؤ گے اللہ تعالیٰ

خود صحبتِ اولیاء اللہ کا حکم دے رہے ہیں تو کیا دُنیا سے اولیاء اللہ اُٹھالیں گے؟ جو بے وقوف جاہل کہتے ہیں کہ ارے میاں! کہاں اولیاء اللہ ہیں، اولیاء اللہ تو قبروں میں ہیں، آج کل تو سب چار سو بیس ہیں، فراڈی ہیں، ایسا شخص قرآنِ پاک کا منکر ہے منحرف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے کہ اے ایمان والو! تم لوگ تقویٰ والوں یعنی اولیاء اللہ کے ساتھ رہو تو اللہ تعالیٰ کے ذمّے ہے کہ وہ قرآن پاک کی صداقت کو ثابت کرنے کے لئے روئے زمین پر ہمیشہ اولیاء اللہ پیدا کرتا رہے گا۔ چنانچہ جب ایک ولی اللہ دُنیا سے جاتا ہے تو ہزاروں ولی اللہ بنا کر جاتا ہے ورنہ آج دُنیا میں اولیاء اللہ کا بیج بھی نہیں ہوتا۔

غُصّہ کی تباہ کاریاں

تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ غُصّہ بہت خطرناک بیماری ہے۔ اس غُصّہ کی وجہ سے بہت سی بیویاں مطلقہ ہوگئیں، چھوٹے چھوٹے بچے باپ کے سائے سے محروم ہوگئے، تین طلاقیں جو ایک دم نکل جاتی ہیں وہ یہی غُصّہ نکالتا ہے۔ بعد میں آدمی چلاتا ہے کہ مولوی صاحب! کوئی مسئلہ نکالو۔ مولوی کہاں سے لائے گا مسئلہ؟ کیا مولوی کے ہاتھ میں ہے کہ اپنی طرف سے مسئلہ بنا دیں۔ عالم مسئلہ بتاتا ہے بناتا نہیں ہے، مسئلہ بنانا اللہ و رسُول کے ذمّہ ہے اور بتانا علماء دین کے ذمّہ ہے۔

ایسے ہی کتنے بیٹوں نے ناحق غُصّہ کر کے باپ کو ستایا، ناراض کیا اور جہنم رسید ہوئے۔ کتنے مرید شیخ کے ساتھ گُستاخی کر کے نالائق ہوگئے، کتنے شاگرد اساتذہ کے ساتھ بدتمیزی کر کے علم سے محروم ہوگئے۔ اس کا نام آج کل ہڑتال ہے۔ بتایئے! ہڑتال کرنا دینی طالبِ علموں کا کام ہے یا یورپ کے لوگوں کا کام ہے؟ کافروں کا کام

دینی طلباء بھی کرنے لگے، ہڑتال کردی کہ نہیں پڑھیں گے، کیا یہ علمِ دین سے محروم نہیں ہوں گے، اساتذہ کرام کے جوتوں کی خاک بن کر رہنے سے علم آتا ہے۔

قرآنِ پاک میں غصّہ کا علاج

اب قرآن پاک سے غُصّہ کا علاج بتاتا ہوں، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں وَالْکٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ جو غُصّہ کو پی جاتے ہیں علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے وَالْعَادِمِیْنَ نازل نہیں فرمایا کہ غُصّہ کو جڑ ہی سے ختم کردیتے ہیں، معدوم کردیتے ہیں بلکہ کَاظِمِیْنَ فرمایا کہ ان کو بھی غُصّہ آتا ہے لیکن اس کو پی جاتے ہیں۔ بزرگوں نے فرمایا کہ جتنا انسان غُصّہ پیتا ہے اتنا ہی نور بن جاتا ہے، مثلاً اگر ایک چھٹانک غُصّہ آیا تو اس کو پینے سے ایک چھٹانک نور بن گیا اور کسی کو آدھا کلو غُصّہ آیا تو آدھا کلو نور بن گیا، جتنا غصّہ پیئے گا اتنا ہی نور بن جائے گا۔

غیظ اور غضب کا فرق

اور غیظ کے کیا معنیٰ ہیں؟ وہ غُصّہ جس میں انسان اندر اندر گُھٹتا رہے غیظ کہلاتا ہے۔ غیظ اور غضب میں کیا فرق ہے؟ غیظ کے معنیٰ بھی غصّہ اور غضب کے معنیٰ بھی غُصّہ تو دونوں میں کیا فرق ہے؟ مفسرِ عظیم علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ دو فرق ہیں، ایک یہ کہ غیظ اس غُصّہ کو کہتے ہیں جس کو آدمی ضبط کرلے اور اندر اندر گُھٹتا رہے، اس لیے غیظ کے لئے کَظْم کا لفظ آتا ہے کہ اندر اندر سُلگتا رہتا ہے۔ اپنے بیٹے یوسف علیہ السّلام کے واقعہ میں حضرت یعقوب علیہ السّلام کو جو غم تھا اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَھُوَ کَظِیْمٌ اور وہ اندر ہی اندر گُھٹ رہے تھے وَابْیَضَّتْ عَیْنَاہُ اُن کی آنکھیں سفید ہوگئی تھیں۔ اللہ تعالیٰ کا اپنے پیاروں کے ساتھ عجیب

غریب معاملہ ہے۔

اُسی کو غم بھی دیتے ہیں جسے اپنا سمجھتے ہیں

اس غم سے وہ اپنے پیاروں کے درجات بلند کرتے ہیں۔ ہمیں ذرا سی تکلیف پہنچ جائے تو چیخنا چلانا شروع کر دیتے ہیں، صبر سے رہو،

(اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ (الآیہ)

(سورہ البقرہ آیت ۱۵۳)

اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں، ہم مصیبت میں صبر سے کام لیں اللہ تعالیٰ کو مدد کے لیے پکاریں تو وہ ضرور اس مصیبت کو ہم پر سے ہٹائیں گے ان شاء اللہ، اللہ پاک سے امیدوار رہو، کہیں اور کوئی خدا ہے، ایک ہی تو ہمارا اللہ ہے، کہاں جاؤ گے، اُنہی سے روتے رہو، اسی چوکھٹ پر سر رگڑتے رہو۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ غیظ وہ غصہ ہے جس میں بندہ اندر اندر گھٹا رہتا ہے اور غضب وہ غصہ ہے جس میں ارادۂ انتقام ہوتا ہے۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ غضب کی نسبت اللہ کی طرف بھی ہے اور مخلوق کی طرف بھی ہے، مخلوق کے لیے بھی کہا جا سکتا ہے کہ آج کل صاحب غضبناک ہیں، ابا آج کل غضب میں ہیں اور اللہ تعالیٰ کے لئے بھی غضب کا لفظ استعمال ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے غضب سے بچو اور غیظ کی نسبت صرف مخلوق کے لیے ہے، اللہ کے ساتھ غیظ کا استعمال جائز نہیں۔ یہ تفسیر روح المعانی میں لکھا ہے اور مخلوق کے غضب کا اور اللہ تعالیٰ کے غضب کا فرق بیان کیا ہے اس حدیث کی روشنی میں کہ جب مخلوق کو غضب یعنی غصہ آتا ہے تو اس کے دل میں آگ لگ جاتی ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ارشاد فرماتے ہیں۔

اِتَّقُوا الْغَضَبَ فَاِنَّهٗ جَمْرَةٌ تَتَوَقَّدُ فِیْ قَلْبِ ابْنِ آدَمَ

غصہ سے بچو! کیونکہ یہ آگ کا شعلہ ہے جو اولادِ آدم کے دِل میں روشن ہوتا ہے، اَلَمْ تَرَوْا کیا تم دیکھتے نہیں ہو اِلٰی حُمْرَةِ عَيْنَيْهِ جس کو غصہ آتا ہے اس کی آنکھیں لال ہوجاتی ہیں، آنکھوں کی سُرخی بتارہی ہے کہ اندر آگ لگی ہوئی ہے وَانْتِفَاخِ اَوْدَاجِهٖ اور اس کی گردن کی رگیں پھول جاتی ہیں لیکن یہ علامت مخلوق کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ کے غضب کے لیے یہ ترجمہ جائز نہیں ہوگا جب غضب کی نسبت اللہ کی طرف کی جائے گی تو اس کا ترجمہ یہ کیا جائے گا:

اِرَادَةُ الْاِنْتِقَامِ مِنَ الْعُصَاةِ وَاِنْزَالُ الْعُقُوْبَةِ بِهِمْ

کہ اللہ تعالیٰ نے نافرمانوں سے بدلہ لینے کا اور ان پر عذاب نازل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے غُصّے سے محفوظ فرمائیں۔

غُصّہ کے نفاذ کے حدود

غُصّہ کو بالکل ختم کر دینا ہم پر فرض نہیں ہے کیونکہ اگر غُصّہ بالکل نہ ہو تو ہم جہاد بھی نہیں کر سکتے اور وہاں غُصّہ ضبط کرنا جائز بھی نہیں۔ جہاں دین کو نقصان پہنچ رہا ہو، وہاں غُصّہ کرنا فرض ہو جائے گا تاکہ دین کو نقصان نہ ہو۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالےٰ جزاءِ خیر دے، غُصّہ کو ضبط کرنے میں شرط لگادی یعنی شرطِ شئی یہاں پر ثابت ہوگی اور بشرطِ شئی کیا ہے؟

اِذَا لَمْ يَكُنْ بِذَالِكَ الْغَضَبِ اِخْلَالُ الدِّيْنِ

غُصّہ ضبط کرنے سے اگر دین میں خلل کا خطرہ ہو تو وہاں غُصّہ کرنا لازم ہوگا۔ اگر ہندوستان

سے جنگ شروع ہو جاتے اور کوئی آدمی بارڈر پر جا کر کہے کہ جناب ہندو بھائیو! ناچیز حقیر فقیر عبدالقدیر آپ سے لڑنے کے لیے آیا ہے تو بتاؤ ایسا کہنا جائز ہوگا؟ ایسے وقت میں تواضع حرام ہے، وہاں یہ کہنا پڑے گا کہ تم سیر ہو تو ہم سوا سیر ہیں، دس بیس ہزار کو مار کر پھر شہید ہوں گے، ہم کو آلو گاجر نہ سمجھنا، ہم سبزی نہیں ہیں، گوشت کھاتے ہیں، بہادر قوم ہیں، کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ ہمارے دلوں میں ہے، اس لیے یہ تعبیر بیان کر رہا ہوں کہ غُصّہ ضبط کرنا جب جائز ہوگا کہ دین کا خلل نہ ہو، عربی عبارت اس لیے بیان کرتا ہوں کہ جو علماء دین بیٹھے ہیں ان کو یقین آجائے کہ اختر جو بیان کر رہا ہے کتابوں کے حوالے سے بیان کر رہا ہے۔

اِذَا لَمْ یَکُنْ بِذٰلِکَ الْغَضَبِ اِخْلَالُ الدِّیْنِ

جس غُصّے کو ضبط کرنے سے دین کو نقصان نہ پہنچے وہاں غُصّہ ضبط کرنا جائز ہے۔

غُصّہ پی جانے کے چار انعامات

اس کے بعد علامہ آلوسی نے اس کی تفسیر میں چار حدیثیں بیان کی ہیں۔

پہلا انعام۔ امن وسکون

پہلی حدیث یہ ہے کہ جس کو غُصّہ آتے اور اس غُصّے کو وہ پی جائے اور انتقام لینے کی طاقت رکھتا ہے لیکن انتقام نہیں لیتا۔

مَنْ کَظَمَ غَیْظًا وَّھُوَ یَقْدِرُ عَلٰی اِنْفَاذِہٖ

جس کو غُصّہ آیا اور وہ اُس کو نافذ کرنے کی طاقت بھی رکھتا ہے لیکن محض اللہ کے لیے ضبط کیا۔

مَلَاءَ اللہُ قَلْبَہٗ اَمْنًا وَّاِیْمَانًا

(الجامع الصغیر، ج: ۲، ص: ۱۷۹)

اللہ اس کے دِل کو ایمان، سکون اور امن سے بھر دے گا یعنی سکون بھی دے گا اور ایمان بھی اس کا اعلیٰ درجے کا ہو جائے گا۔

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی تواضع اور فنائیت

میں اپنے شیخ حضرت مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ سُنا رہا تھا کہ جب حضرت نے ہل جوتنے والے نوجوان سے جاکر معافی مانگی تو رات ہی کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ میرے شیخ نے خواب میں دیکھا کہ اُن کی کشتی سے کچھ فاصلہ پر ایک اور کشتی پر سرورِ عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور آپ کی کشتی میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تشریف فرما ہیں۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اے علی! عبدالغنی کی کشتی کو میری کشتی سے جوڑ دو، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے میرے شیخ کی کشتی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کشتی سے ملا دیا اور کشتی ملانے سے "ٹک" کی آواز آئی۔ میرے شیخ فرماتے تھے کہ کئی برس ہو گئے اس خواب کو مگر کشتی ملنے سے ٹک کی آواز کا مزہ ابھی تک آ رہا ہے اور حضرت شاعر نہیں تھے مگر اس نعمت کو اپنے شعر میں بیان کر دیا۔

مضطرب دل کی تسلّی کے لیے
حکم ہوتا ہے ملا دو ناؤ کو

کتنا بڑا انعام ملا، معافی مانگ لینے سے۔ تو جس پر بے جا غصّہ کرو تو فوراً معافی مانگ لو۔

دوسرا انعام : اپنی پسند کی حُور کا انتخاب

اب دوسری حدیث بھی سُن لیجیے کہ جس کو غصہ آئے اور وہ ضبط کرلے حالانکہ اس کو نافذ کرنے کی، انتقام لینے کی طاقت رکھتا ہے لیکن اللہ کے خوف سے انتقام نہیں لیتا اس کو اللہ تعالیٰ اختیار دیں گے :

فَلْیَخْتَرْ مِنْ اَیِّ حُوْرٍ شَاءَ

(ابو داؤد شریف، ج : ۲، ص : ۳۰۳)

تم جس حور کو چاہو انتخاب کرلو، اپنی پسند کی چھانٹ لو، آج تمہارے صبر کا بدلہ تمہیں ملے گا۔

تیسرا انعام : اللہ کی طرف سے ایک خاص اعزاز

غُصّہ ضبط کرنے کی فضیلت میں تیسری حدیث ہے کہ قیامت کے دِن اللہ تعالیٰ کی طرف سے اِعلان ہوگا مَنْ کَانَ اَجْرُہٗ عَلَی اللہِ جس کا کوئی حق اللہ کے ذمّہ ہو فَلْیَقُمْ وہ کھڑا ہو جائے فَلَا یَقُوْمُ اِلَّا اِنْسَانٌ عَفَا پس کوئی شخص کھڑا نہ ہوگا سوائے اس کے جس نے دُنیا میں کسی کی خطاؤں کو مُعاف کیا ہوگا۔

(روح المعانی، ج : ۴، ص : ۵۸)

چوتھا انعام : جنّت میں اُونچے محل اَور بُلند درجات

اور چوتھی حدیث علامہ آلوسی نے یہ نقل کی کہ جس کو یہ بات پسند ہو کہ جنّت میں اس کے لیے اونچے محل بنائے جائیں اور اس کے درجات بُلند ہو جائیں تو اس کو چاہیے کہ جو اس پر ظلم کرے اس کو مُعاف کر دے اور جو اس سے قطع رحمی کرے یہ اس کے ساتھ صلہ رحمی کرے۔ (روح المعانی، ج : ۴، ص : ۵۸)

قرآنِ پاک کی تعلیم دینے والوں میں شانِ رحمت کا ہونا فرض ہے اور شانِ رحمت جب ہی ہوگی جب غُصّہ پر قابو ہوگا اس لئے غُصّہ کی احادیث بیان کردی گئیں۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین۔

اساتذہ امارد سے سخت احتیاط کریں

دوسرا مرض جس سے قرآنِ پاک کے معلمین کو سخت احتیاط کی ضرورت ہے وہ باہی مرض ہے یعنی بدنگاہی اور عشقِ اَمارِد۔ صوفی اور سالک چوری نہیں کرتا، ڈاکہ نہیں ڈالتا مگر نفس اس کو بدنظری اور گندے خیالات کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے دور کردیتا ہے اور مولوی و حافظ اور صُوفی و سالک کو زیادہ خطرہ امرد سے ہے اور اَمرد اُس لڑکے کو کہتے ہیں جس کی ابھی ڈاڑھی مونچھ نہ آئی ہو یا آگئی ہو مگر اس کی جانبِ دل کا میلان ہوتا ہو۔ اس لئے قرآن پاک کے اساتذہ کو لڑکوں سے سخت احتیاط کی ضرورت ہے، نہ اُن کو دیکھیں، نہ اُن سے باتیں کریں، نہ اُن سے کوئی جسمانی خِدمت لیں۔ اہلِ دین کو عورت کی بہ نسبت امرد سے اس لیے زیادہ خطرہ ہے کیونکہ مولوی اور حافظ، عورت کو تنہائی میں بلاتے ڈرے گا یا بدنامی کے خوف سے قریب نہیں جائے گا۔ لیکن لڑکوں سے نفس سینکڑوں بہانے بنادیتا ہے کہ یہ میرا رشتہ دار ہے یا میرا شاگرد یا میرے دوست کا بیٹا ہے وغیرہ اور آخر کار مُنہ کالا ہوجاتا ہے غرض احتیاط لڑکوں اور عورتوں دونوں سے لازمی ہے عیناً بھی، قلباً بھی اور قالباً بھی، مشرق و مغرب کی دُوری ضروری ہے، مگر اس وقت صِرف امارد کے بارے میں عرض کرتا ہوں۔ مزید تفصیل کے لیے احقر کی تصانیف روح کی بیماریاں اور ان کا عِلاج،

عشقِ مجازی کی تباہ کاریاں اور ان کا عِلاج اور بدنظری کے ۱۴ نقصانات وغیرہ پابندی سے مُطالعہ میں رکھیں۔ کم از کم ۲ یا ۳ صفحات روزانہ اِصلاح کی نیت سے پڑھیں۔

یوں تو ہر صُوفی سالک کو امردوں سے احتیاط ضروری ہے۔ لیکن خصوصًا وہ لوگ زیادہ فکر کریں جن کا واسطہ امارد ہی سے ہوتا ہے یعنی قرآن پاک پڑھانے والے اور کُتب پڑھانے والے اساتذہ۔ ہمارے بزرگوں کا طریقہ اس مُعاملہ میں احتیاط کا رہا ہے۔ وہ اپنے نفس پر بھروسہ نہیں کرتے تھے۔

غیر حسین لڑکوں سے بھی احتیاط ضروری ہے

نفس پٹی پڑھاتا ہے کہ امارد سے احتیاط جب ہے، جب شہوت ہو اور مُجھے شہوت نہیں ہے۔ حالانکہ حدیث پاک میں ہے کہ:

اَلْمُتَّقِي مَنْ يَّتَّقِي الشُّبُهَاتِ

متقی وہ ہے جو شبہ کی چیزوں سے بھی بچتا ہے

اور دوسری حدیث میں ہے:

اِتَّقُوْا بِمَوَاضِعِ التُّهَمِ

اپنے کو تہمت سے بچاؤ۔

شروع شروع میں کچھ معلوم نہیں ہوتا پھر آہستہ آہستہ دِل لگی دل کا روگ بن جاتی ہے۔ نفس میدان ہموار کراتا ہے، کہ ارے اس میں تو کوئی خاص بات نہیں، نمک کم ہے، اس کی طرف تو میلان نہیں ہوتا لیکن ہلکا نمک عشق میں مُبتلا کرا کے بدفعلی کرا دیتا ہے۔ احقر عرض کرتا ہے کہ ہلکا نمک یعنی معمولی حُسن زیادہ خطرناک ہوتا ہے

جیسے جب بُخار ۱۰۴ ڈگری کا ہوتا ہے تو ہر ایک احتیاط کرتا ہے مگر کم بُخار پر توجہ نہیں دیتا حتیٰ کہ یہ ہڈیوں میں اُتر جاتا ہے اور تپ دق بن جاتا ہے۔ اس لیے چاہے میلان نہ ہو، نمک کم ہو پھر بھی امارد سے مکمل احتیاط کرو۔ ان سے ہنسی مذاق، تنہائی میں ان کے ساتھ رہنا ان سے بدنی خدمت لینا آہستہ آہستہ دل کا روگ بن جاتا ہے بس سمجھ لو لڑکا ہے تو کچھ دِن کے بعد نانا ابّو ہو جائے گا۔ جب ۷۰ برس کا ہو کر آئے گا تو اب اس سے عشق لڑاؤ گے؟ کون ظالم ہے جو اس سے عشق لڑائے گا، سارا عشق ناک کے راستے نِکل جائے گا اور لڑکی نانی امّاں بن جائے گی، تب اس سے کہو گے کہ ایک زمانہ میں ہم تم پر عاشق تھے؟ لہٰذا سب افسانے، سب خواب ہیں۔ بس نہایت احمق، انٹرنیشنل گدھا، اور خبیث ہے جو عشقِ مجازی میں مُبتلا ہو کر اپنی رسوائی اور مُنہ کالا کرنے کا انتظام کرتا ہے۔ فاعل اور مفعول ایک دوسرے کی نظر میں ہمیشہ کے لئے ذلیل و رسوا ہو جاتے ہیں، نظر نہیں ملا سکتے اور شاگرد ایسے استاد کو ہر جگہ ذلیل کرتا ہے کہ دیکھو یہ قرآن شریف پڑھاتا ہے اور کیسے خبیث کام کرتا ہے۔

نفس کی چالوں سے ہوشیار!

نفس کی چالیں بہت باریک ہوتی ہیں اس کی چالوں کو وہی سمجھ سکتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہو ورنہ حسین لڑکوں کو دیکھ کر نفس ان پر بہت مہربانی کرتا ہے کہ یہ لڑکا بہت ذہین ہے اس کو پیار سے پڑھاؤں تو صحیح پڑھے گا۔ لہٰذا اُسے گود میں بٹھانا، چُمالینا، کھانے پینے کی چیز دینا، گال کو چھونا، گلے لگانا، اس کے لیے دِل میں گندے خیالات پکانا یہ سب ظلم ہے، حرام ہے۔ اس سے کپڑے ناپاک ہو جاتے ہیں، وضو ٹوٹ جاتا ہے پھر اسی حال میں قرآن پاک کو ہاتھ لگا رہے ہیں اور جہنم

کو اپنے اوپر حلال کر رہے ہیں۔

لڑکوں کے عشق کی ذلّت و رسوائی اور عذاب

جب سے زمین آسمان قائم ہوئے ہیں کسی شخص کو عشقِ مجازی سے عزّت نہیں ملی، سب کو رُسوا ہونا پڑا، اس لیے اپنا مُنہ کالا مت کرو۔ اللہ کے لیے اپنی جانوں پر رحم کرو۔ لڑکوں کے عاشقوں کو لوگ نہایت ذلّت و حقارت سے دیکھتے ہیں۔ کوئی یہ نہیں کہتا کہ یہ فلاں لڑکے کے عاشق صاحب دامت برکاتہم وعمت فیوضہم ہیں بلکہ جدھر سے گزرتا ہے سب کہتے ہیں کہ یہ لونڈے باز جا رہا ہے۔ سب کا جی چاہے گا کہ اس کو جوتے مارے لہٰذا خدا کے لئے کہتا ہوں کہ اپنے کو رُسوا مت کرو، نظر ہی مت ڈالو۔ نظر ڈالنے سے ہی ساری خرابی ہوتی ہے، عقل خراب ہو جاتی ہے، دل میں گندے خیالات شروع ہو جاتے ہیں اور انجام کار بدفعلی کی آخری منزل تک پہنچ جاتا ہے۔ قومِ لُوط کے اس عمل پر اللہ تعالیٰ کو اتنا غصّہ آیا کہ ایسا عذاب کسی قوم پر نازل نہیں ہوا کہ چھ لاکھ کی چھ بستیوں کو حضرت جبریل علیہ السلام اپنے ایک بازو سے اُٹھا کر آسمان تک لے گئے اور وہاں سے اُلٹ دیا فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا بتاؤ اتنے اوپر سے گرنے کے بعد کوئی بچ سکتا تھا؟ لیکن اللہ تعالیٰ اتنے غضب ناک تھے کہ آسمان سے ان پر پتھروں کی بارش برسائی وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ اور ان پتھروں پر ہر ایک مجرم کا نام لکھا ہوا تھا جو اس کو جا کر پکڑ لیتا تھا مُسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ چھ لاکھ مجرمین بھوسہ بن گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی برکت سے آج بستی تو نہیں اُلٹے گی لیکن اللہ تعالیٰ عقل کو اُلٹ دیتے ہیں کہ جس

سوراخ سے گو اور گندی ہوا نکلتی ہے یہ ظالم اُن سوراخوں میں ڈاڑھی اور گول ٹوپی کے ساتھ سوّر کی طرح گھسا ہُوا ہے اور صالحین کو بدنام کر رہا ہے۔ سوّر کو باغ میں چھوڑ دو تو وہ پاخانہ ہی تلاش کرے گا۔ اسی طرح سوّر خصلت لوگ بھی پاخانہ کو تلاش کرتے ہیں۔ یاد رکھو! عورت کے پاس جانے سے، زِنا سے صُوفی، مولوی اور حافظ اس لیے ڈرتا ہے کہ حمل ٹھہر گیا تو رُسوا ہو جاؤں گا، پٹائی ہوگی اور شیطان یہی پڑھاتا ہے کہ لڑکوں کے ساتھ بدمعاشی کرنے سے راز نہیں کھلے گا۔ لیکن راز کُھل کے رہتا ہے اور ایسی رسوائی ہوتی ہے کہ مُنہ دکھانے کے قابل نہیں رہتا، خوب غور سے سُن لو کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عشقِ لڑکوں کا حرام ہے اور اس کی ظلمت عورتوں کے عشق سے بھی شدید ہے۔ گو دونوں حرام ہیں لیکن عورت اگر بیوہ ہوگئی، بعد میں رشتہ بھیج دیا اور نکاح ہو گیا تو حلال ہو جائے گی مگر اَمردوں کا عشق حرام در حرام ہے اور گو در گُو ہے، یہ کبھی حلال نہیں ہو سکتا ہے۔

مرد کا بے پردہ لڑکیوں کا پڑھانا حرام ہے

نفس کی ایک چالاکی یہ ہے کہ دین کی خدمت کے بہانے جوان لڑکیوں کو پڑھانے کی فکر ہو جاتی ہے کہ اگر میں نے اس سولہ سالہ لڑکی کو قرآن پاک نہ پڑھایا تو اللہ تعالیٰ میری گردن پکڑیں گے۔ یہ سب نفس کی بدمعاشی ہے۔ دین کی خدمت کے اور بھی طریقے ہیں۔ بن سنور کر جانا اور تنہائی میں پڑھانا۔ لڑکی یا لڑکی کی والدہ یا دوسری عورتوں پر دَم کرنا، سب حرام ہے، اپنا دَم نکل رہا ہے، اور اُن پر دَم کر رہا ہے، ان پر پھونک چھوڑ رہا ہے اَور اپنی پھونک نکل رہی ہے۔ چائے لینے کے بہانے پڑھانے کے بہانے نامحرم کو چُھو رہا ہے، دیکھ رہا ہے، سب حرام

کام کررہا ہے، یہ دین کی خدمت ہے ؟ اللہ کا عذاب اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لعنت کی بددُعا اپنے اوپر لے رہا ہے۔

آج کل دینی تعلیم کے نام پر ایسے اسکول بن رہے ہیں جن میں دُنیوی تعلیم بھی دی جاتی ہے لیکن اکثر اسکولوں میں جوان لڑکیوں کو بغیر پردہ کے ڈاڑھیوں اور ٹوپیوں والے مرد پڑھا رہے ہیں۔ افسوس صالحین کی وضع کی عزّت کا بھی خیال نہیں اور غضب یہ ہے کہ ہمارے بزرگوں کی نسبت کے بورڈ بھی لگا رکھے ہیں اور اکثر اسکولوں میں لڑکے اور لڑکیوں کے آنے جانے کا راستہ ایک ہے اور داخلہ کے لئے یا ماہانہ رپورٹ کے لئے یا اولاد کے بارے میں والدین کو مطلع کرنے کے لیئے والدین کو بُلایا جاتا ہے تو پردہ کا کوئی انتظام نہیں ہوتا اور عورتیں اکثر بے پردہ اسکولوں کے ذمہ داروں سے جو دینی وضع میں ہوتے ہیں مُلاقات کرتی ہیں۔ دین کے نام پر بے دینی کا کھیل کھیلا جارہا ہے۔ ایسے اسکولوں میں ایک فتنہ اور ہے کہ خدمت کے لیے جوان ماسیاں رکھی ہوئی ہیں جو اساتذہ کو چائے پانی اور کھانا وغیرہ پیش کرتی ہیں۔ اگر اللہ والا بننا ہے تو مرجاؤ مگر حرام کام نہ کرو، عورتوں سے خدمت نہ لو، نہ ان سے گفتگو کرو، نہ آواز کو نرم کرو۔ اگر یہ سب کیا تو دِل کا قبلہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پھر جائے گا اور دِل کی پُشت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو جائے گی۔

ان اسکولوں میں سالانہ تقریب تقسیم اسناد یا تقسیم انعامات ایک نیا فتنہ اور بے پردگی کا پیش خیمہ ہے یعنی ابھی سے اگر روک ٹوک نہ کی گئی تو اس کی انتہا بے پردگی کی صورت میں ظاہر ہوگی۔ یہ تقریب اسکول کے احاطہ میں ورنہ شادی ہالوں میں منعقد کی جاتی ہے اور پردہ کے نام پر قنات بھی لگائی جاتی ہے لیکن لڑکیوں کو سند یا انعام

دینے کے لیے اسٹیج پر بُلایا جاتا ہے جو اگرچہ برقع میں ہوتی ہیں لیکن سب مرد تماشائی اُن کی طرف دیکھتے ہیں اور لڑکیوں کو بھی احساس ہوتا ہے کہ ہمیں دیکھا جارہا ہے۔ مردوں کا اس طرح عورتوں کو دیکھنا خواہ وہ پردہ ہی میں ہوں اور عورتوں کا در پردہ خود کو دکھانا زِنگاہ اور دل کی خیانت کا باعث نہ ہوگا؟ اور موجب لعنت نہ ہوگا؟ غرض یہ طریقہ موجودہ صورت میں بے حیائی ہے اور اللہ پناہ میں رکھے مستقبل میں اس کا انجام بے پردگی ہے۔

اور ان بدعنوانیوں کی وجہ مال اور دُنیا کی محبت ہے کیونکہ ایسے اداروں میں پیسہ خوب آتا ہے اس لیے دُنیا کی متاعِ قلیل کی خاطر ہر منکر کو نظر انداز کیا جارہا ہے اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرمائیں اور اصلاح کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

پردہ سے پڑھانا بھی فتنہ سے خالی نہیں

اس کے علاوہ لڑکیوں کے ایسے مدرسوں میں جہاں خالص دینی تعلیم دی جاتی ہے لیکن جہاں پردہ سے مرد پڑھا رہے ہیں بدعنوانیوں کی اطلاعات آرہی ہیں کہ مدرسۃُ البنات سے عشقُ البنات ہوگیا۔ حکیمُ الامّت مجدد الملّت مولانا تھانوی رحمۃُ اللہ علیہ نے آج سے تقریباً ستّر سال قبل فرمادیا تھا کہ اگر مدرسۃُ البنات کھولو گے تو سر پکڑ کر روؤ گے۔ چنانچہ احقر نے پاکستان ہندوستان ری یونین ساؤتھ افریقہ وغیرہ جہاں بھی مدرسۃُ البنات دیکھے دینی لحاظ سے صحیح اور مکمل انتظام کہیں نظر نہ آیا۔ عورتوں کی تربیت و اصلاح کے لیے اسلاف کے طریقوں سے بہتر کوئی طریقہ نہیں۔

قرآن پاک کے اساتذہ کو خاص نصیحت

قرآن پاک کے اساتذہ کو خاص نصیحت ہے کہ لڑکوں سے پاؤں نہ دبوائیں۔ جو اُن سے پاؤں دبوائے گا وہ اُن کے فتنہ سے نہیں بچ سکے گا۔ جنہوں نے اپنے نفس پر بھروسہ کیا اور احتیاط نہ کی آخر کار ان کا منہ کالا ہوا اور ذرا دیر کی لذتِ حرام کے بدلہ اللہ تعالیٰ کا غضب خرید لیا، اللہ تعالےٰ کے غضب سے بڑھ کر کوئی خطرناک چیز نہیں لہٰذا ہوشیار ہوجاؤ، کسی حسین لڑکے سے کچھ کام نہ لو، پانی بھی مت مانگو، خود اُٹھ کر پی لو، تھوڑی سی تکلیف اُٹھالو مگر اللہ تعالےٰ کا غضب نہ خریدو۔ مہتمم کے ذمہ ہے کہ وہ اساتذہ کو پابند کرے کہ وہ طالب علموں سے بدنی خدمت نہ لیں خصوصاً پاؤں نہ دبوائیں۔ اگر کوئی استاذ خلاف ورزی کرے تو اُس کے خلاف تادیبی کاروائی کی جائے۔

غرض لڑکوں سے سخت احتیاط کرو، نہ اُن سے خدمت لو، نہ بے ضرورت گفتگو کرو، نہ اُن کو دیکھو اور کسی نظر سے بھی نہ دیکھو، شفقت کی نظر سے کیا اُن کو قصائی کی نظر سے بھی نہ دیکھو، بیٹا بھی نہ کہو کہ بیٹا یہ چیز لے آؤ، بیٹا وہ چیز لے آؤ، بیٹا کہتے کہتے پھر لیٹا ہوجاؤ گے۔ غرض ان حسینوں کو نہ شفقت سے دیکھو نہ غصہ سے دیکھو کیونکہ بظاہر نفس حسین کو غصّہ سے سُرخ آنکھوں سے دیکھ رہا ہے اور ڈانٹ رہا ہے لیکن اندر اندر حرام لذّت درآمد کرتا ہے۔

ایک بات تجربہ کی کہتا ہوں کہ دُنیا میں حسینوں سے بدتر ایمان کا دشمن کوئی اور نہیں، اس بات میں جو نفس کو ڈھیلا چھوڑتا ہے کہ بھئی حسینوں کو صرف دیکھ کر ذرا دل بہلائیں گے اور کچھ نہیں کریں گے وہی مار کھاتے ہیں بدنظری گُناہ کی پہلی سیڑھی

ہے۔ یہ وہ آٹو میٹک زینہ ہے جو گناہ کی آخری منزل یعنی بدفعلی پر لے جا کر چھوڑتا ہے اور ایسا شخص آخر کار ذلیل و رسوا ہو جاتا ہے خصوصاً جب کوئی مولوی، حافظ یا صوفی غلطی کرتا ہے تو اور زیادہ گالیاں ملتی ہیں۔ وہ معشوق بھی ذلیل کرتا ہے کہ ہم تو سمجھتے تھے کہ گول ٹوپی اور ڈاڑھی میں کوئی فرشتہ ہوگا مگر کمبخت بالکل شیطان نکلا۔

خبیث فعل

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے۔

اِنَّ اَخْوَفَ مَا اَخَافُ عَلٰی اُمَّتِیْ عَمَلُ قَوْمِ لُوْطٍ

سب سے زیادہ خوف جو میں اپنی اُمت پر کرتا ہوں وہ قومِ لُوط کا عمل ہے۔

(مشکوٰۃ ص ۳۱۲، بحوالہ ترمذی و ابن ماجہ)

یہ ایسی خطرناک بیماری ہے جو دُنیا میں بھی ذلیل و رسوا کر دیتی ہے کہ آدمی مُنہ دکھانے کے قابل نہیں رہتا اور ایسے ایسے مصائب آتے ہیں جو احاطۂ تحریر میں نہیں آسکتے اور آخرت کا عذاب تو ہے ہی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

(تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا)

(سورہ البقرہ ۱۸۷)

اللہ تعالیٰ کی حدود کے قریب بھی مت جاؤ

لَا تَقْرَبُوْا یہ اللہ کا لَا ہے جو اس لَا کو ہٹائے گا اور تَقْرَبُوْا ہوگا وہ تَفْعَلُوْا ہو کر دنیا و آخرت میں ذلیل ہو جائے گا۔ اسے ہوش نہیں رہے گا کہ میں کون ہوں، کس کا ہوں، بس پاخانہ اور پیشاب کی گٹر لائنوں میں گھس جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے یہ دِل اپنی محبت کے لیے بنایا ہے، مٹنے، مو تنے، گلنے سڑنے

والی لاشوں کے لیے نہیں بنایا۔ ذرا سوچو! کتنے خبیث مقامات پر اپنی زندگی ضائع کرنا چاہتے ہو جہاں سے گُو نکلتا ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ نے دُنیا میں ہمیں اس لیے پیدا کیا ہے کہ ہم مقامِ گُو اور مقامِ گندی ہوا پر اپنی زندگی کے قیمتی ایام ضائع کریں۔ جس ایک سانس میں آدمی اللہ کو یاد کر کے اللہ والا بن کر فرشتوں سے افضل ہو سکتا ہے اِن قیمتی سانسوں کو گُو کے مقام پر وقف کر کے خُدا کا غضب مول لینا کہاں کی عقلمندی ہے؟

مرتکبِ بدفعلی کی تعلیمِ قرآنِ پاک سے محرومی

قرآنِ پاک پڑھانا فرضِ کفایہ ہے اور تقویٰ فرضِ عین ہے۔ پس جو شخص ایک مرتبہ بھی اس گُناہ میں مُبتلا ہو گیا ہے اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ تدریس کرے کیونکہ بچوں کو پڑھانے سے وہ دوبارہ مُبتلا ہونے سے نہیں بچ سکتا۔ ایسا شخص امامت کرلے یا تجارت کرلے خواہ سبزی بیچ کر گذارہ کرلے لیکن بچوں کو نہ پڑھائے۔ دینی خدمت کا مقصد اللہ کو راضی کرنا ہے، جو کام غضبِ الٰہی کا سبب ہو وہ دینی خدمت میں شمار ہی نہیں ہو سکتا۔ خُدا کے غضب اور نافرمانی سے بچنا فرضِ عین ہے۔ مرد مرد کے لیے کبھی حلال نہیں ہو سکتا، وہ بہت بدمعاش اور کمینہ ہے جو لڑکوں کے عشق میں مُبتلا ہوتا ہے۔ جو چیز دائماً حرام ہے اس کی طرف لالچ کرنا گُناہ ہے، کمینہ پن ہے۔ اللہ نے مردوں کو مردوں کے لئے بچپن سے بڑھاپے تک حرام کیا ہے، جو لوگ دیندار ہیں خصوصاً مدارس میں پڑھانے والے اور صوفیاء اور خانقاہوں والے اس کا خاص خیال رکھیں کیونکہ اگر کوئی اس فعل میں مُبتلا ہوا تو وہ مدرسہ اور خانقاہ اور تمام اللہ والوں کی بدنامی کا سبب ہوگا۔ اہل اللہ سے اُمّت کو اگر بدگمانی ہوئی تو اس کا سارا وبال اس شخص کی گردن پر ہوگا۔

مُجرمانہ خوشی

میں کہتا ہوں اس فعل کی خبر سُن کر دل میں خوشی بھی محسوس نہ کرو۔ جس فعل پر اللہ تعالیٰ اتنا غضب ناک ہوئے کہ بستی اُلٹ دی اور پتھر بھی برسایا اس خبیث فعل کی خبر سُن کر مومن کو خوش ہونا زیب دیتا ہے؟ اس لیے جو اس فعلِ خبیث میں مُبتلا ہو گا یا جو یہ فعل تو نہ کرے لیکن اس فعل سے راضی ہو اور اس کی خبر سُن کر مزہ لے وہ بھی مُجرم ہے، اس کی عقل پر عذاب آئے گا، اور عقل پر پتھر برس جائیں گے، حماقت اور بے وقوفی کے اعمال اس سے صادر ہوں گے اور ذلیل ہو جائے گا۔

حسین یا بال بردار جہاز؟

سوچو کہ آج جس لڑکے پر سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہو کل جب اس کے مونچھیں آجائیں گی، داڑھی نِکل آئے گی، بغل میں بال، سینے پر بال، پیٹھ پر بال، ہر طرف بال ہی بال ہوں گے اور وہ بال بردار جہاز ہو جائے گا، اس وقت اس پر قُربان ہونے کو دِل چاہے گا؟ آہ مجاز کِتنا بڑا دھوکہ ہے۔ میرے اشعار ہیں ؎

کبھی جو سبزہ آغازِ جواں تھا
تو سالارِ گروہِ دلبراں تھا
بڑھاپے میں اُسے دیکھا گیا جب
کسی کا جیسے وہ نانا میاں تھا

بوڑھے اور بوڑھیوں کے جلوس کا مراقبہ

پس جو آج حسین نظر آ رہے ہیں، یہ کل سو برس کے ہوں گے۔ مراقبہ کرو کہ ... ابڈھوں اور بوڑھیوں کا جلوس نکل رہا ہے۔ کمر جھکی

ہوتی ہے، گردن ہل رہی ہے، چہرے پر جھریاں پڑی ہوئی ہیں، مُنہ سے رال بہہ رہی ہے، پیچھے سے دست نکل کر ان کی سوکھی ہوئی ٹانگوں پر بہہ رہا ہے اور ان دستوں پر مکھیوں کی بریگیڈ کی بریگیڈ بیٹھی ہوئی ہے۔ ایک لاکھ مکھیاں دستوں پر بھنک رہی ہیں اور بھگانے سے بھی نہیں بھاگ رہی ہیں اور ان بڈھوں کے ہاتھ میں جھنڈے ہیں ان پر لکھا ہوا ہے اے ہمارے عاشقو! اے بے وقوفو! اے اُلّوؤ! تم کہاں ہو؟ تم تو ہمیں دیکھا کرتے تھے، اب کیوں نہیں دیکھتے۔ اب تمہاری وہ وفاداریاں جاں نثاریاں، فداکاریاں، اشکباریاں، آہ وزاریاں، انجم شماریاں کیا ہوئیں؟ آؤ! اب ہمارا بوسہ لو، ہمارے بہتے ہوئے دستوں کو چاٹو اور رال کو چوسو، اے نالائقو! کہاں تم نے زندگی ضائع کی، اب اپنے مُنہ پر جوتے لگاؤ۔ دوستو! اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگو کہ اللہ تعالیٰ مجاز کے دھوکہ سے ہم سب کو محفوظ فرمائے۔

قرآن مجید میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی کی قسم کا راز

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اس خبیث فعل کے نشہ کی مذمت عجیب انداز میں فرمائی کہ اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی کی قسم کھائی:

(لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ)

(سورۃ الحجر آیت ۷۲)

(اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) قسم ہے آپ کی حیات کی کہ لڑکوں کے ساتھ بدفعلی کرنے والی یہ بدمعاش قومِ لوط اپنے نشہ میں پاگل ہو رہی تھی۔

ایک بار دل میں خیال آیا کہ ایسی گندی قوم کے تذکرہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

حیاتِ مُبارکہ کی قسم اللہ تعالیٰ نے کیوں اُٹھائی۔ اللہ تعالیٰ کے کرم سے دِل میں جواب آیا کہ جس طرح قومِ لُوط شہوتِ باہ کے نشہ میں پاگل ہورہی تھی اور اپنے نبی کو دھمکیاں دے رہی تھی اسی طرح اہلِ مکہ تکبر و جاہ کے نشہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کی دھمکیاں دے رہے تھے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی قسم کھا کر اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ جس طرح شہوت پرستوں کو نشۂ باہ کو ہم نے پاش پاش کر دیا اسی طرح اہلِ مکّہ کے تکبر و جاہ کو بھی ہم پاش پاش کر دیں گے اور آپ کی زندگی کی حفاظت فرمائیں گے۔

اور زنا کے نشہ کے لیے اللہ تعالیٰ نے یَعۡمَہُوۡنَ نہیں فرمایا لیکن اس خبیث فعل کے لئے لَفِیۡ سَکۡرَتِہِمۡ یَعۡمَہُوۡنَ کا جو عنوان اختیار فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ اِس خبیث فعل کا نشہ زیادہ خبیث ہے۔ اس لیے صلوٰۃ الحاجت پڑھ کر روؤ کہ اے اللہ! ہم کو وفاداری عطا فرما کہ ہم روٹی آپ کی کھاتے ہیں لیکن جب نمکین شکل سامنے آتی ہے تو پاگل کُتّے کی طرح ہو جاتے ہیں، اس وقت انسان نہیں رہتے۔ جس وقت انسان اللہ کی نافرمانی اور غضب اور قہر کے سائے میں ہوتا ہے اس وقت وہ کیا انسان رہتا ہے۔ اس وقت اس میں شرافت اور انسانیت ہوتی ہے؟ بس سلوک کا حاصل یہ ہے کہ اپنی حرام تمناؤں اور حرام آرزوؤں کا خون کر کے اللہ تعالیٰ سے وفاداری کرو، اُس کے قانون کا احترام کرو، نظر کی حفاظت کرو اور مولیٰ کو پالو۔

بدفعلی سے بچانے والا ایک مراقبہ

اگر نفس کہے کہ یہ نہیں ہو سکتا تو تم نفس سے کہو کہ او کمینے! تو جس سے بدفعلی کرنا چاہتا ہے تو یہ لڑکا بھی کسی کا بیٹا ہے، کسی کا بھائی ہے اور

ایک دِن ابّا ہونے والا ہے تو کیا اپنی اولاد سے، اپنے بیٹے سے، اپنے بھائی سے، اپنے ابّا سے بدفعلی کرے گا؟ اس کے علاوہ ہر فردِ بشر پیغمبر زادہ ہے، کیا پیغمبر زادہ سے کوئی بدفعلی کی جرأت کر سکتا ہے؟ سوچو! پیغمبر کے بیٹے کے ساتھ بدفعلی کرنا حق تعالیٰ کا غضب مول لینا ہے یا نہیں؟

غضِ بصر کے ساتھ حفاظتِ فرج کے حکم کا راز

قرآن پاک کے اساتذہ کرام سے گذارش کرتا ہوں کہ وہ بہت زیادہ تقویٰ سے رہیں۔ جس لڑکے میں ایک ذرہ نمک ذرا سی بھی کشش ہو، ہرگز اس کو نہ دیکھیں، اس کو دیکھنا حرام ہے۔ جس نے نظر کی حفاظت نہیں کی، اس کی شرمگاہ محفوظ نہیں رہی۔ اسی لئے حق تعالیٰ نے یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ کے فوراً بعد وَیَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ کا حکم دیا۔ معلوم ہوا کہ جِس کی نگاہیں محفوظ ہوں گی اس کی شرمگاہ بھی محفوظ رہے گی اور اس کا عکس کر لیجیے یعنی جِس کی نگاہ خراب ہو گی اس کی شرمگاہ محفوظ نہیں رہ سکتی۔ کسی باپ سے پوچھو کہ اس پر کیا گذرتی ہے اگر اسے خبر مل جائے کہ فلاں حافظ صاحب نے میرے لڑکے کے ساتھ بدفعلی کی ہے۔ اگر اس کا بس چلے تو مردود کا خُون پی لے۔ ایسے واقعات ہُوئے ہیں کہ باپ نے بدمعاش استاد کو گولی سے مار دیا اور بعض اپنی جان بچا کر شہر سے ہمیشہ کے لیے فرار ہو گئے۔ جو اہل اللہ سے اپنے نفس کی اِصلاح نہیں کراتے وہ نفس اور شہوت کے بندے ہوتے ہیں۔ وہ سوچتے نہیں کہ اس فعل کا انجام کیا ہو گا۔ قومِ لوط نے بھی نہیں سوچا تھا تو انجام کیا ہوا؟ چھ لاکھ کی چھ بستیوں کو حضرت جبرئیل علیہ السلام اپنے ایک بازو سے اُٹھا کر آسمان تک

لے گئے جبکہ ان کے پانچ سو بازو ہیں یہاں تک کہ آسمان کے فرشتوں نے اس بستی کے کتوں اور مرغوں کی آوازیں سُنیں پھر آسمان سے چھ لاکھ کی بستی کو اُلٹ دیا اور پھر اس پر پتھر بھی برسائے اور ہر پتھر پر ہر مجرم کا نام لکھا ہوا تھا اور اسی کو جا کر وہ پتھر لگتا تھا۔ دیکھو شیطان نے مرنے والی لاشوں کو اور گو مُوت کے مجموعہ کو کیا دکھایا۔ شیطان کی مانی اور پیغمبر کی نہ مانی آخر کار ہلاک ہو گئے۔

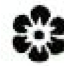
بدفعلی سے بچانے والا دوسرا عجیب و غریب مراقبہ

لہٰذا اگر بدفعلی سے بچنا چاہتے ہو تو نگاہوں کی حفاظت کرو۔ سلوک کی ابتداء اور سلوک کی انتہا نگاہوں کی حفاظت ہے، یہی سلوک کی پہلی سیڑھی اور یہی سلوک کی آخری منزل ہے لہٰذا حفاظتِ نظر کا اہتمام کرو، اس کے بعد دوسری تدابیر ہیں مثلاً نظر بچانے کے بعد یہ مراقبہ کرو کہ جس لڑکے کی طرف آج میلان ہو رہا ہے اگر خدانخواستہ اس کے ساتھ مُنہ کالا کر لیا تو کل یہ لڑکا قطب الاقطاب، ابدال اور تمام اولیاء کا سردار ہو سکتا ہے یا نہیں؟ جو لوگ مُستقبل میں غوث اور ابدال ہونے والے ہیں وہ اللہ کے علم میں پہلے ہی سے پیارے ہوتے ہیں۔ اگر علم ہو جاتے کہ یہ لڑکا غوث ہے یا قطب اور ابدال ہے تو بتاؤ ہمت ہو گی اُس کے ساتھ بدفعلی کرنے کی؟ اور اگر کسی کے ساتھ مُنہ کالا کر لیا تو ایسا شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک کتنا مبغوض ہو گا جس نے ان کے ولی کے ساتھ کمینہ پن کیا ہے۔ اس لیے بچپن میں کسی کو مفعول بنا لینا اِنتہائی بدمعاشی، بدبختی اور کمینہ پن ہے۔

پس معلمین قرآن پاک کو خصوصی ہدایت ہے کہ جب کسی لڑکے کی طرف میلان ہو تو سوچیں کہ اگر آج اس لڑکے سے بدعنوانی کر لی تو اگر کل یہی لڑکا قُطب الاقطاب

اور اولیاء اللہ کا سردار ہو گیا تو جس وقت وہ سارے عالم کے لیے سجدہ میں گڑگڑا کے دُعا کر رہا ہو گا تو اس وقت آپ کو کتنی شرمندگی اور کتنا خوف ہو گا کہ اللہ کے اتنے مقبول بندہ کے ساتھ میں نے بدفعلی کی ہے۔ میں کس قدر بدقسمت اور محروم ہوں، نہ معلوم کب مجھ پر اللہ کا غضب نازل ہو جائے۔ لہٰذا دوستو! بس نظر بچاؤ اور سوچو کہ آج جو لڑکا ہے یہ ہمیشہ لڑکا نہیں رہے گا۔ ایک دن یہ بڑا ہو جائے گا اور غوث اور قطب و ابدال بھی ہو سکتا ہے۔ ایسے مقبول بندے کو لڑکا سمجھ کر اگر آج اس کے ساتھ مُنہ کالا کر لیا تو اللہ کا کتنا غضب نازل ہو گا کہ میرے پیاروں کے ساتھ نالائق تُو بدفعلی کرتا تھا آج تجھ سے انتقام لوں گا۔ یہ عجیب و غریب مراقبہ اللہ تعالیٰ نے میرے قلب کو عطا فرمایا۔ اگر اس مراقبہ کا استحضار رہے تو آدمی اس خبیث فعل میں مُبتلا نہیں ہو سکتا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے اور ہم سب کو اپنی حفاظت میں لے لے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ
وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ
وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِكَ یَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ ط



بچو گندے عمل سے امردوں سے دُور ہو جاؤ
اگر یہ فعل اچھا تھا خُدا پتھر نہ برساتا

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

مواعظِ حسنہ نمبر ۶۹

عزیز و اقارب کے حقوق

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبت ہے
محبت تیرا صدقہ ہے ثمر ہیں تیرے نازوں کے
بہ اُمیدِ نصیحت دوستوں کی اشاعت ہے
جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے
عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

ضروری تفصیل

نام وعظ : ——— عزیز و اقارب کے حقوق

واعظ : ——— عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

جامع وعظ : ——— حضرت سید عشرت جمیل ملقب بہ میر صاحب مدظلہم العالی
خادمِ خاص و خلیفہ مجازِ بیعت عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

تاریخ : ——— ۱۰ رشوال المکرم ۱۴۰۸ھ مطابق ۲۷ رمئی ۱۹۸۸ء بروز جمعہ
۱۷ رشوال المکرم ۱۴۰۸ھ مطابق ۳ رجون ۱۹۸۸ء بروز جمعہ

مقام : ——— مسجد اشرف خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال۔ کراچی

انتساب

احقر کی جملہ تصنیفات و تالیفات مرشدنا مولانا محی السنۃ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ
اور حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ
اور حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ
کی صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں۔

محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

فہرست



عزیز و اقارب کے حقوق

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی
اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْہِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ○ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُکُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ ۚ وَلَکُمْ فِیْہَا مَا تَشْتَہِیْٓ اَنْفُسُکُمْ وَلَکُمْ فِیْہَا مَا تَدَّعُوْنَ ○ؕ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ ○ع وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَی اللّٰہِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ○ (حٰمٓ السجدۃ : آیات ۳۰ تا ۳۳)

استقامت کے معنیٰ

اللہ سُبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے حقائق کو تسلیم کرلیا اور ایمان لائے اور جو یہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب صرف اللہ ہے یعنی ہمارا پالنے والا صرف اللہ ہے۔

پرورش اور تربیت، نفع نقصان عزت ذلت تندرستی بیماری زندگی موت سب چیزوں کا مالک ہے۔ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا ایمان لانے کے بعد پھر اس پر مستقیم رہتے ہیں۔ آپ حضرات ہمیشہ اپنے بزرگوں سے سُنا ہوگا کہ ایک دوسرے سے دُعائیں کراتے ہیں کہ دُعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ استقامت نصیب فرمائے۔ استقامت کے کیا معنی ہیں؟ اللہ تعالیٰ کے احکام کو بجالاتا رہے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچتا رہے اور اس زمانے میں استقامت کی پہچان کیا ہے؟ جب کوئی خوش قامت سامنے ہو اس وقت اس کو نہ دیکھے تو سمجھ لو اس کو استقامت حاصل ہے۔ جو شخص احکام تو بجالاتا ہے لیکن خُدا کی نافرمانی سے نہیں بچتا یہ شخص استقامت کی نعمت سے محروم ہے۔ اس کو فکر کرنی چاہیئے۔ مایوس تو نہ ہونا چاہیئے لیکن فکر کا حق ادا کرنا چاہیئے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم فکر کرتے ہیں مگر ہم سے نہیں ہوتا، صاحب کیا کریں نظر تو میری بچتی ہی نہیں ہے۔ مَیں تو حسینوں کو دیکھ کر پاگل ہوجاتا ہوں۔ حکیمُ الامت فرماتے ہیں کہ اگر اس لڑکی کا باپ ڈنڈا لیے کھڑا ہو پھر اس وقت کہاں سے طاقت آجاتی ہے۔ معلوم ہوا کہ تم ڈنڈے کے آدمی ہو، تمھارے اندر شرافت نہیں ہے۔ اگر کوئی جوتا لیے کھڑا ہو اور اُسی وقت کھوپڑی پر تین چار لگادے تو فوراً نگاہ نیچی ہوجائے گی یا نہیں؟ اس لیے ایسے لوگوں کو اپنی شرافت کے بارے میں نظر ثانی کرنا چاہیئے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے شریف بندے ہیں یا نالائق و بے غیرت بندے ہیں۔ جہاں دیکھا کہ ڈنڈے کا خطرہ ہے وہاں نگاہ نیچی کرلی اور ڈنڈے کا خطرہ نہ ہوا تو بے دھڑک دیکھ رہے ہیں معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اس شخص کے قلب میں انتہائی قلیل ہے

محبّت کے دو حق

اس لیے حق تعالیٰ کی محبت کے دو حق ہیں، ایک حق تو یہ ہے کہ جن کاموں کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے ان فرامینِ الٰہیہ کو بجالائے جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، قربانی وغیرہ کے احکام کے مُطابق عمل کرے اور دوسرا حق یہ ہے کہ جن باتوں سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ان باتوں سے رُک جائے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی منع کی ہوئی باتوں سے نہیں بچتا یہ شخص نفس کا غلام ہے اور انتہائی غیر شریفانہ ذوق رکھتا ہے۔ گُناہ کرتے کرتے اس کی شرافت وحیاء میں آگ لگ چکی ہے جیسے کسی درخت کے پاس آگ لگادی جائے تو کتنا ہی کھاد پانی ڈالو مگر اس کی پتیاں جُھلسی ہوئی ہوتی ہیں۔ پھر بہت دن تک اس کو آگ سے دُور رکھا جائے اور بہت دِن تک اس درخت میں کھاد اور پانی دیا جائے تب جاکر وہ پتیاں ہری بھری ہوتی ہیں۔ جو شخص گُناہ پر جری ہوتا ہے وہ گویا اپنے ایمان کے ہرے بھرے درخت میں آگ لگاتا ہے۔ جو لوگ اپنی نظر کی حفاظت نہیں کرتے جھُوٹ سے نہیں بچتے، دوسروں کو تکلیف پہنچاتے ہیں، غیبت کرتے ہیں، مُسلمانوں کی آبروریزی کرتے ہیں، یہ تمام گُناہ ایک آگ ہیں جس کی وجہ سے ایمان کے ہرے بھرے درخت کو نُقصان پہنچتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم سب کی خطاؤں کو مُعاف فرمائے اور ہمیں اللہ تعالےٰ توفیق اور ہمت نصیب فرمائے کہ تمام غیر شریفانہ حرکتوں کو ہم چھوڑ دیں۔ آپ سوچئے کہ جس وقت بندہ کسی گُناہ میں مُبتلا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ کیسا ہوتا ہے۔ خُدا تو ہر وقت دیکھتا ہے کہ یہ بندہ کیا کر رہا ہے۔ ذرا مراقبہ کریں کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت ہم کو دیکھ رہا ہے اور ہم کیا کر رہے ہیں۔ اللہ تعالےٰ

کا ہمارے ساتھ کیا مُعاملہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو ہم اپنے اوپر حلال کر رہے ہیں۔

شیخ اور مرید کے بعض حقوق و فرائض

اس لیے دوستو ! ذرا ہمت سے کام لو۔ نفس کے سامنے ڈھال پٹکنے کا نام مردانہ پن نہیں ہے ہتھیار ڈال دینا زنانہ پن ہے۔ نفس کے خلاف ہمت سے جہاد کرو، اپنی طرف سے پوری کوشش کرو۔ سال بھر کوشش کی لیکن انسان ہے، کبھی پیر پھسل گیا تو اس کو لغزشِ پا کہتے ہیں اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں لیکن نفس کے سامنے بالکل ہتھیار ڈال دینا اور ہاتھ جوڑ کے اُس کے پیچھے چلنا یہ کمینہ پن ہے، یہ پھسلنا نہیں پھسلانا ہے، اِس کا عِلاج کرو۔ وہ کیا عِلاج ہے ؟ توبہ کر کے خیرات کرو، صدقہ کرو، دس بیس رکعات نفل پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے روؤ، مگر افسوس یہ ہے کہ بعض لوگ سنتے ہیں مگر مجال نہیں کہ دو چار رکعت نفل پڑھیں۔ رات دن شیخ کی خدمت میں لگے ہُوتے ہیں مگر جب ان سے گناہوں کی خطائیں ہوتی ہیں تو تلافی کی توفیق نہیں ہوتی کہ دس بیس رکعات نفل پڑھ لیں، شیخ کیا بچا لے گا ؟ خوب سمجھ لیں کہ شیخ بچا نہیں سکتا۔ شیخ بہت آخر کا کوئی ٹھیکیدار نہیں ہے۔

راہبر تو بس بتا دیتا ہے راہ ۔۔۔ راہ چلنا راہرو کا کام ہے
تُجھ کو مرشد لے چلے گا دوش پر ۔۔۔ یہ ترا رہرو خیالِ خام ہے

آپ سمجھتے ہیں کہ پیر کندھے پر بٹھا کر راستہ طے کرا دے گا۔ پیر راستہ بتاتا ہے، چلنا آپ کا کام ہے، ساری محنت آپ کو کرنی ہے۔ ڈاکٹر حکیم کا کام نسخہ بتا دینا ہے، دوا پینا پرہیز کرنا مریض کا کام ہے اور اگر اللہ والا ہے تو دُعا بھی کرے

گا۔ اللہ والوں میں اور دُنیاوی ڈاکٹروں میں اِتنا فرق ہے کہ دُنیاوی ڈاکٹر صرف دَوا دے دیتا ہے اور اللہ والا روحانی عِلاج بتا کر اللہ سے روتا بھی ہے کہ اے اللہ! جو لوگ مجھ سے وابستہ ہیں حُسنِ ظن کی راہ سے مجھ سے تعلق رکھتے ہیں آپ ان کو محروم نہ فرمایئے۔ آپ کے اندر ایک شان ہے جس کا نام شانِ جذب ہے۔ آپ نے قرآن پاک میں اپنی اس صفت کو بیان فرما دیا کہ میں جس کو چاہتا ہوں اس کو اپنی طرف جذب کر لیتا ہوں۔ ہم سب کا ایمان ہے کہ جِس کو اللہ تعالےٰ جذب کرے گا اس کو کوئی نہیں کھینچ سکتا۔ لہٰذا کم از کم دو رکعات صلوٰۃ حاجت پڑھ کر یہی مانگو کہ اے اللہ! میرے دست و بازو شل ہو چکے ہیں، مجھے اپنے دست و بازو اور ارادوں کا کوئی بھروسہ نہیں رہا، مَیں اپنی طاقتوں سے بے آسرا ہو چکا ہوں، اب صرف آپ کا آسرا ہے کہ آپ میری دستگیری فرمائیں ؎

دستگیر از دستِ ما مارا بخر پردہ را بردار و پردہ ما مدر

اَے ہاتھ پکڑنے والے، اے مدد کرنے والے، میرے ہاتھوں سے تو مجھے خرید لے، یعنی مجھ کو میرے ہاتھوں کے حوالے نہ فرما، میرے ہاتھوں سے مجھ کو خرید لیجئے اور میرے گناہوں پر اپنی ستاری کا پردہ ڈال دیجئے، میرا پردہ گناہوں کا چاک نہ کیجئے کہ مخلوق ہنسے گی۔

ایک بدّو کی عجیب دُعا

ایک شخص نے مسجد نبوی میں حاضری دے کر روضۂ مبارک کے سامنے یہ دُعا مانگی کہ اے اللہ! اگر آپ میری اصلاح کر دیں، اور مجھے نیک صالح اور فرماں بردار بندہ بنا لیں، اللہ والا بنا دیں، شیطان و نفس کے چنگل سے چھڑا کر مجھے اپنی فرماں برداری

کی زندگی نصیب فرما دیں تو آپ کا نبی جو یہاں آرام فرما ہے خوش ہو جائے گا اور آپ کا دُشمن یعنی شیطان غمگین ہو جائے گا اور اگر آپ نے میری اِصلاح نہ فرمائی اور نفس و شیطان نے مجھے برباد کر دیا تو آپ کے نبی کو غم ہو گا کیونکہ مَیں اُن کا اُمتی ہوں اور آپ کا دُشمن شیطان خوش ہو گا۔ پس اے اللہ! آپ فیصلہ فرما لیجئے کہ میری اِصلاح فرما کر آپ اپنے نبی کو خوش کرنا چاہتے ہیں اور دُشمن کو غمگین کرنا چاہتے ہیں یا مجھے برباد کر کے اپنے نبی کو غمگین اور اپنے دُشمن کو خوش کرنا چاہتے ہیں یہ دُعا مانگنے والا کون ہے؟ یہ کوئی عالم نہیں تھے۔ ایک معمولی بدو، عرب کا ایک اَن پڑھ سادہ سا انسان مگر اس کے دِل میں اللہ نے یہ مضمون ڈالا۔ بعض وقت اللہ تعالیٰ غیر عالم کے دِل میں ایسا مضمون ڈالتے ہیں کہ عُلماء عش عش کرتے ہیں لیکن اِنسان کچھ تو ہاتھ پیر مارے۔ ایک آسرا رہ گیا تھا رونے کا وہ بھی ہمارے ہاتھ سے چھنا جا رہا ہے ہم زور تو پہلے ہی چھوڑ چکے تھے اب زاری بھی چھوڑ رہے ہیں۔ یعنی عمل تو پہلے ہی چھوڑ دیا۔ نفس و شیطان کے سامنے ہتھیار ڈال دیتے اور ان دُشمنوں کے سامنے چت ہو گئے۔ زور پہلے چھوڑا، ایک راستہ تھا زاری کا یعنی رونے کا وہ بھی ہم نے چھوڑ دیا۔ ہمارا کیا حال ہو گا۔

حق تعالیٰ کی عجیب رحمت

جب آہ و زاری بھی نہ رہے گی تو پھر رحمت باری کیسے نازل ہو گی لیکن زاری کا حکم دیا ہے مایوسی کا نہیں، مایوسی کو تو کفر کر دیا اللہ میاں نے۔ مایوس اگر کرنا ہوتا تو اللہ تعالیٰ مایوسی کو کفر نہ قرار دیتے۔ کفر قرار دینا گویا دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ دھمکی دے رہے ہیں کہ اگر میری رحمت سے نااُمید ہو گئے تو جہنم میں ڈال دوں گا۔ یہ اِنتہائی رحمت ہے۔ اس سے بڑھ کر رحمت کا کوئی عنوان نہیں ہو سکتا جیسے

کوئی باپ اپنے بیٹے سے جو مُسلسل نافرمان ہو وہ یہ کہہ دے کہ دیکھو تم توبہ کرلو گناہ چھوڑ دو، لیکن اگر مجھ سے ناامید ہو گئے تو ڈنڈے لگاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ بھی یہی فرما رہے ہیں کہ اگر تم میری رحمت سے ناامید ہو جاؤ گے تو کافر ہو جاؤ گے اور کافر ہو جاؤ گے تو جہنم میں جلو گے۔ لہٰذا جہنم کی آگ سے ڈرا کر اپنی رحمت کا امیدوار بنا رہے ہیں، سُبحان اللہ کیا عنوان ہے۔ میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ بات فرماتے تھے۔

مثنوی کی دردانگیز دُعائیں

ہاں تو اللہ تعالیٰ کی ایک شان اور ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ جو تصوف کے بادشاہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کا راستہ بتانے میں بڑے بڑے عُلماء اور اولیاء کے راہنما ہیں وہ اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں، کہ اے اللہ! مجھے بہت سے کھینچنے والے اپنی طرف کھینچ رہے ہیں، حُسنِ جاہ مال و دولت خصوصاً اس زمانے میں حسین شکلیں جو سڑکوں پر بکھرے ہُوئے موتیوں کی طرح ہیں لیکن ۔

غالبی بر جاذباں اے مُشتری

ان تمام کھینچنے والی چیزوں پر آپ غالب ہیں چاہے وہ اپنا نفس ہو شیطان ہو، عورتیں ہوں، مال و دولت ہو، عزت و جاہ ہو سب پر آپ کو غلبہ قدرت حاصل ہے اگر آپ ہمیں اپنی طرف کھینچ لیں تو پھر کون ہے جو آپ کے مقابلہ میں آسکے۔ اگر دس بیس کمزور قسم کے لوگ محمد علی کلے باکسر کی گود سے اُس کے بیٹے کو اغوا کرنے کے لیے اپنی طرف کھینچ رہے ہیں تو محمد علی کلے کا ایک گھونسہ ان کو جناح ہسپتال میں داخل کر دے گا، دِل کی رفتار بدل جائے گی، قلب کا ای سی جی کرانا پڑے گا پس

اے اللہ! آپ کی قدرت کا کیا ٹھکانہ ہے، جس کی حفاظت کا آپ ارادہ فرمالیں، جس کو آپ اپنا بنانے کا فیصلہ کرلیں پھر کون ہے جو اس کو آپ سے چھین سکے۔ کیا شان ہے اللہ تعالیٰ کی۔ دوستو! دو دو رکعات پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے بس یہی مانگو کہ اے خدائے تعالیٰ ہمیں آپ اپنا بنانے کا فیصلہ کرلیجئے۔ میں آپ کا تو ہوں، مگر اپنی نالائقی سے آپ کا پورا نہیں بن رہا ہوں، کچھ کچھ آپ کا بن جاتا ہوں روزہ نماز کرکے لیکن پھر سڑکوں پر ٹیڈیوں کو دیکھ کر کچھ شیطان کا بھی بن جاتا ہوں، کچھ کچھ گناہ بھی کرلیتا ہوں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرو کہ ہمیں آپ بالکل اپنا بنا لیجئے۔

بندوں کا ایک پیدائشی حق مملوکیت

ہم آپ ہی کے ہیں۔ آپ ہمارے مالک ہیں اور سر سے پیر تک ہمارا ہر جز آپ کا مملوک ہے اور ہر مالک اپنی ملکیت کی حفاظت کرتا ہے۔ مملوکیت کا یہ حق ہم کو حاصل ہے کہ اَنْتَ مَوْلٰنَا آپ ہمارے مولیٰ ہیں جس کی تفسیر روح المعانی نے کی ہے ای اَنْتَ مَالِکُنَا آپ ہمارے مالک ہیں ہم آپ کے مملوک ہیں۔ سر سے پیر تک ہمارا ہر جز آپ کا ہے لہٰذا ہمارا حق مملوکیت آپ سے حفاظت کی فریاد کرتا ہے، مملوک ہونے کی حیثیت سے ہم آپ سے فریاد کرتے ہیں کہ ہم کو ہمارے اختیار کے سپرد نہ کیجئے کیوں کہ ہمارے اندر گندی عادتیں ہیں۔ اگر آپ ہم کو ہمارے حوالے کریں گے تو جیسے چھوٹے نادان بچے بلغم و پاخانے میں ہاتھ ڈال دیتے ہیں، سانپ اگر چھوٹے بچے کے سامنے آجائے تو بچہ بھاگتا نہیں ہے اماں سے کہتا ہے اس میں بڑا اچھا پھول بنا ہوا ہے۔

اس کو گلے سے لپٹانے کی کوشش کرے گا لیکن ماں باپ اس کو سانپ سے بچاتے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ سے درخواست کریں کہ اے اللہ! مجھے اپنی طرف جذب فرما لیجئے۔ اے تمام طاقتوں پر غلبہ قدرت رکھنے والے ساری دُنیا کے تمام کھینچنے والے چاہے سلطنت کے تخت و تاج ہوں، خوبصورت عورتوں کا حُسن و جمال ہو، نوٹوں کی گڈیاں اور مال ہو، سونے اور چاندی کی ڈھیریاں ہوں، وزارتِ عظمیٰ کی کرسیاں ہوں، دُنیا میں جتنی بھی کشش والی چیزیں ہیں اے اللہ! آپ تمام کھینچنے والوں پر غالب ہیں۔

اس لیے جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ، اللہ کا ایک ولی اپنی زبانِ ولایت سے اللہ تعالیٰ سے عرض کرتا ہے کہ ؎

شاید رد درماندگاں را واخری

ہم درماندوں، عاجزوں، ضعیفوں کو آپ اپنی رحمت سے خرید لیجئے۔ ہم ایسے عاجز اور کمینے ہیں کہ چند روز آپ کی راہ میں چلتے ہیں، چند روز خوب تلاوت کرتے ہیں، خوب نماز پڑھتے ہیں اس کے بعد پھر جماعت بھی چھوٹنے لگتی ہے، تلاوت بھی چھوٹنے لگتی ہے، پھر ٹی وی بھی دیکھ لیتے ہیں وی سی آر بھی دیکھ لیتے ہیں، چُھپ کر کچھ اور بھی شیطانی حرکتوں میں انسان حرام لذتوں کو چوری کرنا شروع کر دیتا ہے۔ لہٰذا اپنے اِرادے کی شکست کو ہم نے بار بار دیکھا، اپنی توبہ کے ٹوٹنے کی ذلت و خواری دیکھی تو دِل میں آپ کی عظمتیں اور بڑھ گئیں کہ یا اللہ ہم کچھ نہیں ہیں، آپ ہی آپ ہیں اور آپ سب کچھ ہیں۔ اصغر گونڈوی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے جو جگر مُرادآبادی کے استاذ ہیں، تہجد گذار شاعر ہیں۔ فرماتے ہیں ؎

تیری ہزار رفعتیں تیری ہزار برتری
میری ہر اک شکست میں میرے ہر اک قصور میں

یہ ہم سے جو قصور ہوتا ہے، یہ جو ہماری توبہ ٹوٹ جاتی ہے اے خُدا! اس سے آپ کی عظمت کا پتہ چلتا ہے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

عہدِ ما بشکست صد بار و ہزار
عہدِ تو چوں کوہِ ثابت برقرار

ہمارا عہد تو ہزار بار ٹوٹ گیا لیکن آپ کا عہد اے اللہ! مثل پہاڑ کے ثابت ہے کبھی نہیں ٹوٹتا۔ لہٰذا ہم اپنی اس شکستگی و عاجزی کا اقرار کرتے ہیں اور آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ ہم عاجزوں کو آپ خرید لیں کیونکہ ہمارے دست و بازو خود ہمارے پیر کو کاٹ رہے ہیں یعنی انسان اپنے اعضاء سے گناہ کر کے خود جہنم کا انتظام کر رہا ہے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

دست ما چوں پائے ما را می خورد
بے امانِ تو کسے جاں کے برد

جَب ہمارا ہاتھ خود ہمارے پاؤں پر کلہاڑی مار رہا ہے تو اے خدا! آپ کی امان اور آپ کی پناہ کے بغیر کوئی انسان آپ کا راستہ طے نہیں کر سکتا۔ جَب تک کہ آپ کا فضل شاملِ حال نہ ہو۔

نفس سے جہاد کرنے والوں کی کامیابی

دوستو! یہی ایک سہارا میں اپنے لیے اور آپ کے لئے عرض کرتا ہوں کہ جن کے ارادے بار بار ٹوٹتے ہوں جو اللہ کے راستے میں درماندہ و

عاجز پڑے ہوں، مغلوب ہو رہے ہوں، نفس و شیطان کی کُشتی میں بار بار ہار رہے ہوں وہ خواجہ صاحب کا یہ شعر سُن لیں کہ نفس سے کُشتی تو ساری زندگی کی ہے۔

نہ چت کر سکے نفس کے پہلواں کو
تو یوں ہاتھ پاؤں بھی ڈھیلے نہ ڈالے
ارے اِس سے کُشتی تو ہے عُمر بھر کی
کبھی وہ دبا لے کبھی تُو دبا لے

(وَاعۡبُدۡ رَبَّکَ حَتّٰی یَاۡتِیَکَ الۡیَقِیۡنُ)

(سُورۂ حجر آیت : ۹۹)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تمھارے نفس کا جہاد، اور تمھاری بندگی کے فرائض موت تک ہیں، موت تک نفس سے لڑتے رہو۔ جو زندگی بھر نفس سے لڑتا رہے گا اور بزرگانِ دین و مشائخ سے نفس سے کُشتی کے داؤ پیچ بھی سیکھتا رہے گا اور ان سے دُعائیں بھی کراتا رہے گا تو حکیمُ الامت نے بڑے درد سے فرمایا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ آخری وقت میں اللہ تعالیٰ اُس کو نفس و شیطان پر غالب کر کے اور اُس کے قلب سے دُنیا کے تمام تعلقات کو مغلوب کر کے اور اپنی محبت کو غالب کر کے ایمان کے ساتھ اُٹھا لیں گے۔ یہ بات حکیمُ الامت نے فرمائی ان کے لیے جو نفس و شیطان سے کُشتی لڑ رہے ہیں، اللہ والوں کے پاس آنا جانا رکھتے ہیں، اپنی اِصلاح کے لیے درخواستیں کرتے ہیں، اپنے حالات بتاتے ہیں، ان سے علاج بھی پُوچھتے ہیں دُعا بھی کراتے ہیں، فکرمند رہتے ہیں، کوشش بھی کرتے ہیں، پرہیز بھی کرتے ہیں، دوا بھی کھاتے ہیں دعا بھی کرتے ہیں اِن شاء اللہ آخر میں ان کا معاملہ کامیاب

ہو جائے گا۔ ہردوئی میں ایک حکیم صاحب تھے۔ انہوں نے حضرت سے کہا کہ میں مر رہا ہوں اور میں آپ کے والد کے ساتھیوں میں سے ہوں۔ میرا حق ہوتا ہے آپ پر۔ آپ میرے نزدیک صاحبزادے ہیں لیکن میں ناکام جا رہا ہوں۔ میری نیکیاں کم ہیں اور گناہوں کے انبار آنکھوں سے نظر آ رہے ہیں۔ کیا ہوگا میرا حشر، اس وقت میں بھی وہاں موجود تھا، کراچی سے گیا ہوا تھا۔ حضرت نے خواجہ صاحب کا شعر پڑھ دیا۔ خواجہ صاحب کی شعر و شاعری صرف شعر و شاعری نہیں ہے، وہ حکیم الامت کی تعلیمات ہیں۔ حکیم صاحب کو ہارٹ کی بیماری تھی، انتقال قریب تھا، حضرت نے خواجہ صاحب کا یہ شعر پڑھا تاکہ ان کو مایوسی نہ ہو۔

جو ناکام ہوتا رہے عمر بھر بھی\
بہر حال کوشش تو عاشق نہ چھوڑے\
یہ رشتہ محبت کا قائم ہی رکھے\
جو سو بار ٹوٹے تو سو بار جوڑے

دوستو! اگر کوئی اور خدا ہوتا تو ہم کہہ دیتے کہ اللہ میاں ہم آپ کے راستے میں نہیں چل سکے، ہماری توبہ بہت ٹوٹ رہی ہے لہٰذا اب کسی دوسرے خدا کے پاس ہم جا رہے ہیں۔ ایک ہی تو اللہ ہے۔ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہاں جاؤ گے، انہی کا دروازہ ہے کوئی اور دروازہ بھی نہیں، ہر صورت میں انہی کے دروازے پر روتے رہو، اُنہی کے گیت گاتے رہو، ان کی حمد و ثناء کرتے رہو۔ ایک شخص ایک بزرگ سے بیعت ہوئے، سردیوں میں بھی تہجد کے وقت میں روزانہ وہ بزرگ اُٹھتے تھے۔ آواز آئی اے شخص مجھے تیری تہجد قبول نہیں ہے

کئی روز وہ مرید یہ آواز آسمان سے سنتا رہا۔ تو شیخ سے اس نے کہا کہ حضرت میں ایک آواز سنتا ہوں جب آپ تہجد پڑھتے ہیں۔ وہ آواز یہ ہے کہ اے شخص مجھے تیری تہجد قبول نہیں۔ جب حضور آپ کی تہجد اللہ کے ہاں قبول نہیں تو پھر آپ یہ محنت کیوں کرتے ہیں، آرام سے سویئے۔ حضرت نے کہا کہ بھئی بات یہ ہے کہ ایک ہی اللہ ہے میرا، دُنیا میں بھی اسی سے پالا پڑا ہے اور آخرت میں بھی، قیامت کے دن بھی انہی سے پالا پڑے گا۔ ہمارا کام بندگی کرنا ہے۔ ان کا کام قبول کرنا ہے۔ وہ اپنا کام جانیں ہم تو اپنا کام کرتے رہیں گے۔ قبول کرنا نہ کرنا تو ان کا کام ہے میں مالک کے عظیم الشان کام میں کیسے دخل دے سکتا ہوں۔ ہمارا کام تو رونا، گڑگڑانا ہے اور قبولیت کے لیے آہ وزاری کرنا ہے۔ ہم اپنا کام کیے جائیں گے وہ قبول کریں یا نہ کریں۔ ایک شاعر نے کہا تھا ؎

اگر بخشیں زہے قسمت نہ بخشیں تو شکایت کیا
سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے

حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ شعر دیکھا تو فرمایا کہ یہ شاعر بے سمجھ ہے، اہل اللہ کا صحبت یافتہ معلوم نہیں ہوتا اس لیے سلامتی فہم سے محروم معلوم ہوتا ہے۔ یہ تو اکڑ دکھا رہا ہے کہ اگر بخشیں زہے قسمت نہ بخشیں تو شکایت کیا یعنی خم ٹھونک کر اللہ میاں کو پہلوانی دکھا رہا ہے کہ اگر آپ نے جہنم میں بھیج دیا تو میں اس کے لیے بالکل تیار ہوں۔ یہ تو بہت بڑی گستاخی ہے۔ جہنم سے بڑے بڑے نبیوں نے پناہ مانگی ہے اور یہ کہہ رہا ہے کہ مجھے کوئی شکایت ہی نہیں میں جہنم کے لیے خم ٹھونک کر بالکل تیار بیٹھا ہوا

ہوں جیسے پہلوان جب اکھاڑے میں جاتا ہے تو بہادری دکھانے کے لیے اپنی ران پر زور سے ہاتھ مارتا ہے جسے خم ٹھونکنا کہتے ہیں کہ میں میدان میں آگیا ہوں کوئی ہے میرے مقابلہ میں آنے والا۔ حضرت نے فرمایا کہ شعر یوں ہونا چاہیئے۔ دیکھئے حکیم الامت اس شعر کی اِصلاح فرما رہے ہیں کہ ؎

اگر بخشیں زہے قسمت نہ بخشیں تو کروں زاری

کہ اس بندے کی خواری کیوں مزاجِ یار میں آئے

نہیں بخشیں گے تو اُن سے روؤں گا، اللہ سے رونے سے کام چلتا ہے، بہادری دکھانے سے نہیں چلتا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک بار بُخار آگیا تو آپ ہائے ہائے کرنے لگے۔ لوگوں نے کہا کہ اتنے بہادر صحابی ہو کر آپ ہائے ہائے کرتے ہیں؟ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بُخار میری ہائے ہائے سُننے کے لیے دیا ہے عمر کی پہلوانی دیکھنے کے لِئے نہیں دیا۔ اللہ تعالیٰ جب ہماری شکستگی اور عاجزی دیکھنا چاہیں تو ہم کیوں پہلوانی دکھائیں۔ بعض لوگ عید کا چاند دیکھ کر کہتے ہیں ہائے ہائے رمضان چلا گیا۔ کیا ہائے ہائے کرتے ہو خُوب کھاؤ پیو۔ ہائے ہائے کرنے کا کسی حدیث میں حکم نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب عید کا چاند دیکھو تو خبردار عید کے دن روزہ نہ رکھو، عید کے دن روزہ رکھنا حرام ہے اور ہائے ہائے کرنے کے بجائے فرمایا کہ یہ کھانے پینے کے دن ہیں، یہ محاورہ ہے یعنی خوشی منانے کے دِن ہیں جیسے ہم لوگ کہتے ہیں کہ برسات ہے، کھانے پینے کے دِن ہیں، پھلوڑیاں پکاؤ۔ رمضان میں جب باندھ دیں بندھے رہو نہ کھاؤ نہ پیو لیکن رمضان کے بعد جب کھول دیں تو ہائے ہائے نہ کرو کہ ہائے وہ رسی بڑی

اچھی تھی۔ یہی کہو کہ اللہ تیرا شکر ہے کہ آپ نے ہمارا مُنہ کھول دیا اب آپ کی نعمتیں خُوب کھائیں گے پیئیں گے جیسے چھوٹے بچے جب اسکول سے چھوٹتے ہیں تو کیسے چلتے ہیں؟ سنجیدگی سے؟ افسوس کرتے ہوئے کہ ہائے پیریڈ جلدی ختم ہوگیا؟ اسکول کا گھنٹہ کچھ دیر اور چلتا؟ یا اُچھلتے کودتے خوشیاں مناتے ہوئے چلتے ہیں۔ بس بندے کو ایسے ہی رہنا چاہیئے ؎

چوں کہ بر میخت بہ بند و بستہ باش
چوں کشاید چابک و برجستہ باش

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ باندھ دے تو بندھے رہو، سرِ تسلیم وخم کر دو اور جب کھول دیں تو اب ذرا اُچھل کود بھی دکھاؤ کہ یا اللہ تیرا شکر ہے کہ آج آپ نے رسی کھول۔ مالک کی مرضی کو سمجھنا یہ ہے عبدیت۔ جب تک اللہ والوں کی صحبت نصیب نہ ہو انسان میں صحیح بندگی کا توازن و اعتدال قائم رہنا ناممکن ہے۔ مثال کے طور پر کسی انسان سے غلطی ہوگئی تو اللہ والوں کے بغیر اس کا احساس اور تلافی اور رجوع کی توفیق مُشکل ہے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے نوکر کو ڈانٹا جو کُتب خانہ یحیوٰیہ میں کام کرتا تھا۔ اپنے والد حضرت مولانا یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر کُتب خانہ کا نام رکھا تھا۔ نوکر نے کہا حضرت جی مُعاف کر دو۔ شیخ نے فرمایا کہ اس خطا کو تم نے ایک دو دفعہ نہیں ایک درجن مرتبہ کیا ہے میں تو مُعاف کرتے کرتے تھک گیا۔ ظالم میں تجھے کتنا بھگتوں۔ بس یہ سُننا تھا کہ شیخ کے سگے چچا تبلیغی جماعت کے بانی حضرت الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ پاس بیٹھے تھے جو اکابر اولیاء اللہ میں سے ہیں، جن

کے اخلاص کا درد آج سارے عالم میں پھیل رہا ہے۔

دین کا ہر شعبہ اہم ہے

بعض لوگ کہتے ہیں کہ خانقاہوں سے کیا ہوتا ہے؟ یہ خانقاہ کا ہی فیض تھا، مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی دُعاؤں کے صدقے میں مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں دردِ دل اور اخلاص پیدا ہوا۔ میں پُوچھتا ہوں کہ تبلیغی جماعت کا کام ایسے عالِم سے کیوں نہیں ہوا جس نے کبھی خانقاہ نہیں دیکھی، جس نے کبھی اللہ والوں کی جوتیاں نہیں اُٹھائیں۔ ذرا اِس کو سوچو تو سہی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ مدرسے بھی بے کار ہیں۔ دوستو! مولانا الیاس صاحب عالِم تھے یا جاہل تھے؟ پس جب وہ عالم تھے تو مدرسوں کا وجود ثابت ہو گیا، ثابت ہی نہیں نہایت ضروری! اور اُنہوں نے کسی بزرگ سے اصلاحِ نفس کے لیے تعلق کیا تھا؟ مولانا خلیل احمد صاحب سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے جن کے بارے میں مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے خلیل کو نسبت صحابہ حاصل ہے۔ اللہ اکبر! میرے شیخ حضرت شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات سنائی۔ چونکہ میرے شیخ مولانا گنگوہی کے شاگرد کے شاگرد تھے یعنی بُخاری کی نسبت سے میرے شیخ اور مولانا گنگوہی میں ایک واسطہ تھا۔ معلوم ہوا کہ مدارس بھی ضروری، تبلیغ بھی ضروری، تزکیہ بھی ضروری۔ مدرسے نہ ہوں تو علم کیسے حاصل ہوگا خانقاہیں نہ ہوں تو تزکیہ کیسے ہوگا۔ دین کا ہر شعبہ اہم ہے اسی لیے میرے مرشد حضرت مولانا ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم العالیہ (اب رحمۃ اللہ علیہ ہو گئے) فرماتے ہیں کہ دین میں ایک دوسرے کے رفیق بنو، فریق نہ بنو۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ جب شیخ نے یہ کہا کہ اے شخص تو نے بارہ دفعہ یہی غلطی کی ہے میں تجھ کو کتنا بھگتوں یعنی کتنا برداشت کروں تو حضرت مولانا الیاس صاحب پاس بیٹھے تھے شیخ کے کان میں کہا کہ مولوی جی اِتنا بھگت لو جتنا کل اپنا بھگتوانا ہے یعنی کل قیامت کے دِن جتنی اپنی مُعافی کروانی ہے اِتنا دوسروں کو مُعاف کر دو۔

مُعاف نہ کرنے پر سخت وعید

حضرت حکیمُ الامّت مجددالملّت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃُ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی مُجھ سے مُعافی مانگتا ہے تو میں فوراً مُعاف کر دیتا ہوں کیونکہ اشرف علی کو بھی تو اپنی مُعافی کروانی ہے لیکن بعض استاد بلکہ بعض ماں باپ بھی نادان ہوتے ہیں۔ اُن سے مُعافی مانگی جائے تو کہتے ہیں نہیں! ہم نہیں مُعاف کرتے، ہمارے جنازے میں بھی مت شریک ہونا۔ آپ جانتے ہیں کہ جو کسی مُعافی مانگنے والے مُسلمان بھائی کو مُعاف نہ کرے اُس کی کتنی بڑی سزا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

مَنْ اَتَاهُ اَخُوْهُ مُتَنَصِّلًا فَلْيَقْبَلْ ذٰلِكَ مِنْهُ مُحِقًّا اَوْ مُبْطِلًا فَاِنْ لَّمْ يَفْعَلْ لَمْ يَرِدْ عَلَيَّ الْحَوْضَ

(الجامع الصغیر ج ا ص ۱۵۸)

یعنی جو اپنے مُسلمان بھائی کی مُعافی کو قبول نہ کرے وہ میری حوضِ کوثر پر نہ آئے۔

سوچ لو کہ قیامت کے دِن کتنی پیاس لگے گی۔ شافعِ محشر کے جامِ کوثر سے یہ شخص

محروم ہوگیا۔

بیٹے کے سسرال والوں کے بعض حقوق

ایک شخص ندامت کے ساتھ مُعافی مانگ رہا ہے لیکن وہ کہہ رہے ہیں کہ ہم ہرگز مُعاف نہیں کریں گے۔ مَیں کہتا ہوں کہ خدا تعالےٰ اس جہالت سے بچاتے۔ اس مُعاملہ میں ماں باپ کی بھی تربیت کی ضرورت ہے۔ ان کو بھی چاہیئے کہ بہشتی زیور کے گیارہویں حِصّہ میں رسالہ حقوق الوالدین پڑھ لیں جِس سے معلوم ہوگا کہ والدین کے کیا حقوق ہیں اور کیا نہیں ہیں، اولاد کا کیا حق ہے، بیٹے اور بہو کا کیا حق ہے۔ آج کل ماں باپ کا یہ حال ہے اگر عید بقرعید پر بیٹا بیوی بچوں کو لے کر سُسرال چلا گیا یا سُسرال سے کبھی دعوت آگئی کہ آج ہمارے یہاں افطاری کر لینا تو جو ماں باپ علومِ دینیہ سے واقف نہیں فوراً کہتے ہیں کہ اچھا تم تو جورو کے غُلام ہو گئے، بیوی کے حُکم پر چلتے ہو، سسرال والوں کے زر خرید غُلام بن گئے جاؤ ہم تم سے بات بھی نہیں کریں گے۔ یہ کیا بات ہوئی یعنی ساس سُسر کا کوئی حق نہیں ہے۔ بس صِرف تمھارے ہی حقوق ہیں۔

میاں بیوی کے حقوق و فرائض

اس پر ایک یاد آئی لطیفے کے طور پر کہتا ہوں۔ میرے ایک دوست ہیں وہ کہتے ہیں کہ تم ہمیشہ بیوی پر رحمت و شفقت کا وعظ کہتے ہو لیکن بیوی کے ذمّہ شوہر کے کیا حق ہیں اس کو بیان نہیں کرتے حالانکہ بار ہا بتا دیا کہ اگر شوہر ناراض سو گیا ہے تو تُمھاری تسبیح اور تہجّد سب بے کار، رات بھر فرشتے اس عورت پر لعنت کرتے ہیں جِس کا شوہر ناراض سو گیا۔ اس سے زیادہ شوہر کے حق اور کیا بیان کروں لیکن

وہ بے چارے بیوی کا بہت خیال کرتے ہیں، ان کی بیوی ذرا تیز مزاج ہے۔ایک دِن ہنس کر کہنے لگے کہ مَیں صدر انجمنِ زن مریداں ہوں یعنی زن مریدوں کی ایک انجمن ہے جس کا مَیں صدر اور پریزیڈنٹ ہوں۔میں نے کہا کہ بھئی یہ جملہ تو بڑا لذیذ ہے لیکن اُنھوں نے مزاحًا کہا اللہ تعالیٰ کی عظمت کی وجہ سے اللہ کے لیے اللہ کی بندیوں کو برداشت کرنا اس کا نام زن مریدی نہیں ہے بلکہ بیویوں کے حقوق میں سے ہے کہ ان کا تھوڑا سا ٹیڑھا پن برداشت کرلیا جائے کیوں کہ وہ ٹیڑھی پسلی سے پیدا ہیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں، بُخاری شریف کی حدیث ہے کہ عورت ٹیڑھی پسلی کی طرح ہے۔دیکھو تُمھاری ٹیڑھی پسلی کام دے رہی ہے یا نہیں، اگر سیدھی کرو گے تو ٹوٹ جائے گی۔اور اگر ٹیڑھی رہنے دو تو تُمھارے لیے مُفید ہے، پس ان کے ٹیڑھے پن سے کام چلاؤ۔اِس لیے بیوی کے مُعاملہ میں تھوڑی نرمی کرو، شفقت کرو، سمجھاؤ۔قرآن و حدیث سے ان کو آگاہ کرو تاکہ ان کو معلوم ہو کہ شوہر کا کیا حق ہے۔اگر بیوی رات بھر تہجد پڑھ رہی ہے سجدہ میں رو رہی ہے لیکن اگر اس کا شوہر ناراض ہے تو فرشتے اُس پر لعنت کر رہے ہیں۔یہی ایک حدیث ان کے لیے کافی ہے۔

میرے دوستو! مَیں یہ عرض کر رہا ہوں کہ اگر بیٹا شریعت کے مُطابق بیوی سے حُسنِ سلوک کرے تو بعضے ماں باپ تو بہت جلدی اس کو بددُعا دے دیتے ہیں کہ خُدا کرے تیرا خاتمہ ایمان پر نہ ہو، خُدا کرے تو برباد ہو جائے۔یہ بہت ہی ظلم ہے اور ایسی بددُعا کرنا ناجائز ہے۔ ایسے ماں باپ کو اپنی اصلاح کرنی چاہیے اور بہشتی زیور کا گیارہواں حصہ جہاں ماں باپ کے حقوق ہیں اور بیوی بچّوں کے

حقوق ہیں، اس کو بار بار پڑھیں، تاکہ ان کو سمجھ آئے۔

خُون کے رشتوں کے حقوق کی اہمیّت

اب میں قرآن پاک کی آیت کی تفسیر علامہ آلوسی السیّد محمود بغدادی کی تفسیر روح المعانی سے سُناتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ﴾

(سُورۂ نِساء پارہ ۴)

اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم لوگ اپنا حق مانگتے ہو اور ارحام یعنی خُون کے رشتوں کے حقوق میں تم ذرا ہوشیار رہو ان کا حق ادا کرو، اللہ سے ڈرو۔ ایسا نہ ہو کہ کسی خُون کے رشتے سے قطعِ رحمی کے سبب تمہاری دعا بھی قبول نہ ہو۔ میدانِ عرفات میں سرورِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے دُعا مانگی اور فرمایا کہ جس نے کسی سے رشتہ کاٹا ہو وہ اس سے جوڑ لے ورنہ اس کی وجہ سے دُعا قبُول نہیں ہوگی اور ہماری بھی دُعا قبول نہیں ہوگی۔ ایک صحابی اُٹھے جنہوں نے اپنی خالہ سے بول چال چھوڑ دی تھی اور فوراً جا کر کہا کہ خالہ جان مجھے مُعاف کر دیجئے کیوں کہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اعلان کیا ہے کہ جو خُون کے رشتوں کو کاٹ دے گا اللہ تعالیٰ بھی اس سے کاٹ دیں گے اور اس کی نحوست سے دُعا قبُول نہیں ہوگی۔ لہٰذا خالہ سے معافی مانگ کر دُعا سلام کر کے، مُعاملہ ٹھیک کر کے آگئے۔ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم خوش ہو گئے۔ لہٰذا ذرا ذرا سی بات پر سگے بھائی سے چچا ماموں، دادا، نانا یعنی خُون کے رشتوں سے رشتہ نہ توڑو۔ بلا ضرورت شدیدہ خُون کے رشتوں کو کاٹنا جائز نہیں۔

حقوقِ رشتہ داری کے حدود

ہاں کوئی وجہ ہو تو علماء سے پوچھو کہ اِن حالات میں شریعت کا کیا حکم ہے

مثلاً کوئی رشتہ دار ہر وقت بچھو کی طرح ڈستا رہتا ہے یا کوئی بددین ہے جو تمھیں بُرائی میں زبردستی شریک کرنا چاہتا ہے کہ میرے یہاں آنا پڑے گا، ٹی وی دیکھنا پڑے گا اگر دین کی وجہ سے رشتہ داری کا حق ادا نہیں کر سکے تو ٹھیک ہے ایسے لوگوں کے پاس اس وقت مت جاؤ لیکن بعد میں نرمی سے سمجھاؤ، اللہ والوں کے پاس لے جاؤ۔ ان شاء اللہ فائدہ ہوگا۔ بہت ہی شدید حالات میں ترک تعلق جائز ہے لیکن اس کے لیے علماء سے مشورہ ضروری ہے۔ کسی صاحب کو ایسے حالات پیش ہوں تو وہ مجھ سے تنہائی میں مشورہ کرلیں۔ مشکوٰۃ کی شرح مرقاۃ میں اس کی بہت زبردست بحث ہے اس کے حوالہ سے ان شاء اللہ تعالیٰ ان کو مشورہ دے سکوں گا۔ اِن معاملات میں اس مشورہ کو میرے شیخ نے بھی بہت پسند فرمایا۔ لیکن بغیر علم کی روشنی کے محض اپنی رائے سے بدون علماء کے مشورہ کے قریبی عزیزوں سے قطع تعلق کرنا جائز نہیں ہے۔

دوستو! حدیث میں آتا ہے کہ قیامت کے دن اللہ رحم کو زبان دے دے گا یعنی خون کے رشتہ کو اللہ زبان دے دیں گے وہ کہے گا کہ یا اللہ میں خون کا رشتہ ہوں، آپ نے میرا نام رحم رکھا ہے، آپ کا نام رحمٰن ہے۔ میں آپ سے مشتق ہوں یعنی آپ سے کٹ کر نکلا ہوں لہٰذا میرا حق دلوایئے۔ جس نے مجھے جوڑا آپ اس سے جوڑ لیجئے اور جس نے مجھے کاٹا آج اُسے آپ کاٹ دیجئے۔ کتنا اہم معاملہ ہے۔ اس لیے مشورہ کر لیجئے۔ اگرچہ بعض سخت حالات میں

مجبوریوں کے تحت قطع تعلق کی اجازت کی صورتیں ہیں لیکن جہاں تک ہو سکے نباہ کرو، بلاضرورت ذرا ذرا سی بات پر خون کے رشتوں کو نہ کاٹو۔

خون کے رشتوں میں کون لوگ شامل ہیں؟

اَب سُنئے اَرحام یعنی خون کے رشتوں سے کیا مراد ہے؟ یہ بات میں جہاں بھی بڑے بڑے علماء کے سامنے میں نے بیان کی سب نے کہا کہ آج زندگی میں پہلی دفعہ ہم نے یہ بات سُنی ہے، ہمارے علم میں آج اضافہ ہوا۔ ہم لوگ رحم کے بارے میں غلط فہمی میں مبتلا تھے۔ عموماً لوگ سمجھتے ہیں کہ ماں باپ بہن بھائی، دادا دادی، نانا نانی، خالہ پھوپھی وغیرہ صرف یہ خون کے رشتے ہیں۔ لیکن علامہ آلوسی السید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ روح المعانی میں اَرحَام کی تفسیر فرماتے ہیں کہ؛

اَلْمُرَادُ بِالْاَرْحَامِ الْاَقْرِبَاءُ مِنْ جِهَةِ النَّسَبِ وَمِنْ جِهَةِ النِّسَاءِ۔

یعنی ارحام سے مُراد وہ رشتے ہیں جو نسب یعنی خاندان سے بنتے ہیں جیسے ماں باپ، دادا دادی، نانا نانی وغیرہ اور وہ رشتے بھی ہیں جو بیویوں کی طرف سے بنتے ہیں جیسے ساس سُسر، برادرِ نسبتی وغیرہ یہ سب بھی خون کے رشتوں میں شامل ہیں۔ ان کا حق ویسا ہی ہے جیسے اپنے ماں باپ کا، ان کا ادب اکرام بھی ویسا ہی ہے۔

سُسرالی رشتوں کی حق تلفیاں

وہ پال کر آپ کو اپنی بیٹی دیتے ہیں۔ یہ نہیں کہ بیٹی پال کر وہ آپ کو دے دیں تو ہر وقت مونچھوں پر تاؤ دے رہے ہیں کہ گویا ساس سُسر کا اب

اپنی بیٹی پر کوئی حق نہیں رہا۔ ذرا ذرا سی بات پر ساس سُسر سے جنگ چل رہی ہے، ان کو حقیر سمجھ رہے ہیں۔ ماں اگر بیمار ہوگئی اور اس نے کہا کہ بھیا ذرا دو دن میری بیٹی کو اور رہنے دو، میری خدمت کرے گی تو کہتے ہیں کہ میرا حق ہے اب میں اس کا مالک ہوں اس کا کان پکڑ کر لے جاؤں گا۔ ارے جاہلو! اللہ سے ڈرو۔ تمہارے اوپر بھی یہ وقت آسکتا ہے اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں نَسَبًا وَّصِھْرًا فرمایا تو نَسَبٌ کہتے ہیں خاندانی رشتوں کو اور صِھْرًا سے مُراد سُسرالی رشتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے عطف کیا ہے معطوف علیہ معطوف حکم میں ایک کے ہوتے ہیں جیسے جَاءَ زَیْدٌ وَّخَالِدٌ، زید بھی آیا خالد بھی آیا تو آنے میں دونوں شریک ہیں۔ اس آیت کے ذیل میں ملا علی قاری بھی وہی فرماتے ہیں جو علامہ آلوسی نے فرمایا کہ جتنا حق تمام خُون کے رشتوں کا ہے اِتنا ہی سسرال والوں کا ہے۔ ان سے ذرا ذرا سی بات پر لڑنا جائز نہیں، حرام ہے، گُناہ کبیرہ ہے۔ اس لیے اگر بیٹا اپنی بیوی کو لے کر عید بقرعید کو یا کسی اور دِن ساس سُسر کا حق اَدا کرنے جاتا ہے تو ماں کو یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ اچھا تو جورو کا غُلام بن گیا، باپ کو یہ کہنا جائز نہیں کہ اچھا تم بیوی کے قُلی بن گئے، یہ کیا جہالت کی بات ہے، یہ جاہلیت چلی آرہی ہے۔ دوستو بہت ہی جہالت، عِلم کی کمی اور بے رحمی کی بات ہے بلکہ آپ کو تو مُبارکبادی پیش کرنا چاہیے کہ جاؤ، ساس سُسر کا بھی حق اَدا کرو، ان کا بھی حق ہے۔ پندرہ سال پال کر اپنی بیٹی دیتے ہیں، کیا ماں باپ سے مِلنا اس کا حق نہیں ہے؟ تم اپنی بیٹی دیتے ہو تو کیا پسند کرتے ہو کہ اس کے ساس سُسر بھی

تم سے نہ ملنے دیں لیکن دوسرے کی بیٹی پر ڈنڈا شاہی اور نوکر شاہی چلانا چاہتے ہو تو میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ اس معاملہ میں آج کل والدین بہت زیادتی کر رہے ہیں۔ بیٹا بے چارہ دین دار، اللہ والا اگر بیوی کے ساتھ حُسنِ سلوک سے پیش آتا ہے تو اماں ناراض ہیں، بے چارہ بے قصور ہے پھر بھی اماں کے پیر پکڑ کر کہہ رہا ہے کہ اماں معاف کر دو۔ اماں ہیں کہ بپھر رہی ہیں کہ نہیں! ہم نہیں معاف کریں گے، بس ہمارے جنازے میں بھی شریک نہ ہونا۔ ارے! جہالت کی پوٹلیو! ذرا اللہ سے ڈرو۔ اگر تم معاف نہیں کرو گی تو خدا بھی قیامت کے دِن تمہیں معاف نہیں کرے گا تب پتہ چلے گا۔ علماء لکھتے ہیں کہ جو زمین پر اللہ کے بندوں کی خطائیں معاف کرتا ہے قیامت کے دِن اللہ اس کی خطائیں معاف کر دے گا۔

حضرت صدّیقِ اکبر کی صلہ رحمی کا واقعہ

اللہ تعالیٰ تو قرآن پاک میں فرماتے ہیں:

﴿اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَکُمْ﴾

(سورۂ نور پارہ ۱۸)

حضرت صدّیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی کہ اے ابوبکر صدّیق کیا تم کو یہ بات محبوب نہیں ہے کہ تم میرے اس بدری صحابی کو جو تمہارا رشتہ دار ہے اور غریب ہے معاف کر دو اور اللہ تمہیں معاف کر دے۔ صدّیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلے قسم کھائی تھی کہ اب کبھی اس رشتہ دار کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کروں گا، کچھ خیر خیرات بھی نہیں دوں گا، بات چیت بھی نہیں کروں گا۔ اس آیت کے نازل ہوتے ہی صدّیقِ اکبر نے قسم توڑی، کفارہ

ادا کیا۔ اور کہا اللہ کی قسم اِنِّیۡۤ اُحِبُّ اَنۡ یَّغۡفِرَ اللّٰہُ لِیۡ میں محبوب رکھتا ہوں کہ اللہ قیامت کے دِن مجھے مُعاف کر دے اے خُدا! صِدّیق تیری آیت کی قدر کرتا ہے تیرے ہر حکم پر جان دیتا ہے۔ میں محبوب رکھتا ہوں کہ اس کو مُعاف کر دوں اور آئندہ میں اس کا اور زیادہ خیال رکھوں گا، ان کے ساتھ اور زیادہ احسان کروں گا۔

بعض ساسوں کی بے رحمی

اور آج کیا حال ہے کہ ذرا ذرا سی بات پر مائیں کہہ دیتی ہیں کہ اس سے تو بہتر تھا کہ میرے اولاد ہی نہ ہوتی۔ یہی وہ مائیں ہیں کہ اگر اولاد نہ ہو تو تعویذیں مانگتی پھرتی ہیں، روتی ہیں کہ خُدا مجھے ایک اولاد دے دے اور جب خُدا اولاد دے دیتا ہے تو دماغ میں خنّاس اور غُصّہ اتنا کہ وہ بے چارہ مُعافی مانگے تو ان کا مزاج ہی ٹھیک نہیں ہوتا۔ شکایت اور ظلم سے بہو کی زندگی اجیرن کر دیتی ہیں۔ کیا جو بہو آتی ہے وہ بیٹی نہیں ہے؟ اگر تمھاری بیٹی کے ساتھ اُس کی ساس یہ مُعاملہ کرے تو پھر تم کیوں تعویذیں لینے آتی ہو۔ بہو کے ساتھ وہی مُعاملہ کرو جو اپنی بیٹیوں کے ساتھ کرتی ہو۔ یہ کیا کہ اپنی بیٹی کے لیے تو تعویذیں مانگو اور دوسرے کی بیٹی بیٹی نہیں ہے؟ انتہائی بے رحمی کا مُعاملہ ہوتا ہے، میں بہت دُکھے ہُوئے دِل سے کہہ رہا ہوں، یہ واقعات فرضی نہیں عرض کر رہا ہوں۔ اس قسم کی باتیں میرے کان میں لائی جاتی ہیں کہ صاحب یہ مُعاملہ ہو رہا ہے۔ اس لیے دوستو یہ عرض کر رہا ہوں کہ خالی اللہ کا حق ادا کرنے سے اللہ والے نہیں بنو گے جب تک اللہ کے بندوں پر رحم کرنا نہ سیکھو۔ غُصّہ کا خنّاس نِکالو حدیث پاک میں آتا ہے:

مَنْ كَفَّ غَضَبَهٗ كَفَّ اللّٰهُ عَنْهُ عَذَابَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

جو اپنے غصّہ کو روکے گا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنا عذاب اس سے روک لے گا۔

اب جن کو بہت غصّہ آتا ہے ذرا وہ اپنا مزاج درست کرلیں۔ کیسے؟ اپنے غصّے کو روکیں، مزاج کو رحمدل بنائیں تاکہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دِن ان کے ساتھ معاملہ ویسے ہی فرمائیں۔ بعض کہتے ہیں کہ صاحب کیسے برداشت کریں، جھنجھلاہٹ آجاتی ہے۔ جی چاہتا ہے کہ اس شخص کو ایک ڈنڈا لگاؤں جو جھنجھلاہٹ جھنجھلاہٹ کرتا ہے، یہ سب بہانے کی باتیں ہیں۔ خود سوچو کہ بے جا غصّہ کرنا بڑے عیب کی بات ہے اور حلیم الطبع ہونا بہت بڑی خوبی ہے۔ دیکھو اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی شان میں فرماتے ہیں:

(اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ)

(سُورۂ ھود پارہ ۱۲)

جس کا ترجمہ حکیم الامّت نے یہ کیا ہے کہ واقعی ابراہیم علیہ السّلام بڑے حلیم الطبع رحیم المزاج، رقیق القلب تھے یعنی طبیعت کے بڑے حلیم تھے، مزاج کے رحمت والے تھے اور دِل کے نرم تھے۔ یہ ہیں صفات جو اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل کی بیان فرمائیں۔ پس اے دوستو! اگر تم اللہ کے خلیل بننا چاہتے ہو اور میری ماؤں بہنو! تم اگر اللہ کی ولیہ، اللہ کی دوست بننا چاہتی ہو تو یہ تین صفتیں اپنے اندر پیدا کرو۔ دِل میں برداشت کی طاقت ہو، مزاج میں شانِ رحمت غالب ہو اور تمھارا دِل نرم ہو۔

حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی رحمدلی کا واقعہ

دیکھو حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی ایک بکری جب ریوڑ سے بھاگ گئی تو کیا واقعہ ہوا؟ یہ واقعہ میں کسی اُردو ڈائجسٹ سے بیان نہیں کر رہا ہوں۔ علامہ آلوسی تفسیر روح المعانی میں اور دیگر مفسرین لکھتے ہیں کہ بکری جب ریوڑ سے نکل کر بھاگی تو حضرت موسیٰ علیہ السّلام اس کے پیچھے دوڑے۔ ہر نبی سے بکریاں چروائی گئی ہیں تاکہ ان کے دِل میں برداشت کی طاقت پیدا ہو کیونکہ بکریوں کو چرانا آسان نہیں ہے۔ یہ بہت جلدی اِدھر اُدھر بھاگتی ہیں کہ چرواہا عاجز آجاتا ہے۔ اللہ میاں انبیاء کو پہلے بکریوں سے مشق کراتے ہیں کہ پہلے بکریوں پر مشق کرو تب تمہیں اُمت کی خدمت دیں گے۔ چنانچہ جب بکری بھاگی تو حضرت موسیٰ علیہ السّلام اُس کے پیچھے بھاگے یہاں تک کہ پیروں میں آبلے پڑ گئے، کانٹے چُبھ گئے، خُون بہنے لگا، آئندہ ہونے والے نبی کے خُون بہہ رہا ہے اور میلوں پیچھے بھاگنے کے بعد جب اس کو پکڑا تو بتاؤ ہم آپ ہوتے تو کیا کرتے؟ خوب پٹائی کرتے، پھر اُٹھا کر پٹک دیتے اور چُھری پھیر دیتے۔

میرے استاذِ حدیث حضرت مولانا عبد القیوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ فاضل دیوبند نے یہ قصّہ سُنایا تھا کہ ایک شخص نے سُنا کہ اس کی شادی ایک ایسی عورت سے ہو رہی ہے جو بہت ہی بدتمیز ہے اور غُصّہ کی تیز ہے۔ اس نے کہا کہ میں اس کا علاج کر دوں گا۔ جب سسرال جانے لگا تو ایک بکری ساتھ لے لی۔ جب واپس آنے لگا تو راستہ میں بکری بولی، "میں"۔ اس نے بکری کے ایک تھپڑ مارا اور کہا اچھا! اگر اب "میں" کیا تو ایک ڈنڈا ماروں گا۔ پالکی میں بیٹھی بیوی نے کہا کہ یہ تو بکری کے

"میں میں" کرنے پر تھپڑ مار رہا ہے تو مجھ کو کتنا مارے گا۔ اس کے بعد بکری نے دوسری بار "میں" کیا تو اور زور سے مارا اور چیخا کہ نالائق خاموش ہو جا ورنہ ذبح کر دوں گا۔ تین چار تھپڑ کے بعد گھر قریب آگیا۔ بکری نے پھر "میں" کیا تو اس کو اُٹھا کر پٹک دیا اور کہا کہ خبیث مانتی نہیں ہے، بار بار منع کرتا ہوں، تھپڑوں سے تو ٹھیک ہوتی نہیں، اب تیرا علاج یہی ہے اور بسم اللہ، اللہ اکبر کہہ کر ذبح کر دیا اور دل میں سوچا کہ یا اللہ! اسی سے ولیمہ کروں گا۔ یا اللہ! ولیمہ کی نیت سے ذبح کر رہا ہوں، غصّہ سے نہیں کر رہا ہوں۔ اگلے دِن اسی گوشت سے ولیمہ کر دیا لیکن بیوی پر رعب پڑ گیا، ہمیشہ کے لیے تابعدار ہو گئی اور اس کا سارا غُصّہ دُور ہو گیا۔

تو مَیں عرض کر رہا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو جب وہ بکری مِل گئی تو انہوں نے نہ اس کو مارا نہ پیٹا، کچھ نہیں کہا بلکہ رونے لگے اور اس کے کانٹوں کو اپنے ہاتھوں سے نکالنے لگے۔ نبوّت کے ہاتھ بکری کے کانٹے نکال رہے ہیں۔ اپنے پاؤں کے کانٹے بعد میں نکالے پہلے بکری کے کانٹے نکالے اور مارے شفقت کے روتے بھی جارہے ہیں اور فرمایا کہ اے بکری! اگر تجھے موسیٰ پر رحم نہیں آیا تو کم اَز کم اپنی جان پر تو رحم آنا چاہیئے تھا۔ اِتنا بھاگنے سے تجھے کیا ملا، آخر پکڑی گئی اور کانٹے چُبھ گئے اور تیرے بھی خون بہہ گیا اور میرے بھی لیکن اگر میرے خُون پر تجھ کو رحم نہیں آیا تو اپنے اوپر ہی رحم کر لیتی۔ جب فرشتوں نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی یہ شفقت اور پیار دیکھا تو عالمِ بالا میں اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ اے اللہ! یہ شخص نبوّت کے قابِل معلوم ہوتا ہے۔

اللہ کے پیارے بندوں کی علامات

اللہ تعالیٰ کے علم میں تو پہلے ہی تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پیغمبر بنانا ہے۔ اللہ کے نزدیک پیارا بندہ وہی ہے جو اللہ کی مخلوق کے ساتھ، اپنے بیوی بچوں کے ساتھ، اپنے رشتہ داروں کے ساتھ، تمام انسانوں کے ساتھ حتّٰی کہ جانوروں کے ساتھ بھی رحم دِل ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر رحم کرنا سیکھو۔ ایسی عورت کو قیامت کے دِن خُدا کی رحمت کیا مِل سکتی ہے جو ذرا ذرا سی بات پر بیٹے سے کہے کہ ہم تُمھارا مُنہ نہیں دیکھیں گے۔ تُمھاری بہو بھی کسی کی بیٹی ہے، اس کے بھی حقوق ہیں، اس میں آڑے مت آؤ، اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ ماں باپ کے حقوق الگ ہیں، بیوی بچوں کے حقوق الگ ہیں، سب ایک دوسرے کے حقوق ادا کریں تو گھر جنّت بن جائے۔ یہ بھی بے رحمی ہے کہ بیٹا معافی مانگ رہا ہے اور ماں باپ کہتے ہیں کہ ہم مُعاف نہیں کرتے۔ ماں باپ تو ایسے ہوتے ہیں کہ بچّے معافی مانگ لیں تو فوراً گلے لگالیں۔ معلوم ہوا کہ رحمت کا مادّہ کم ہو گیا۔ یہ مزاج قابلِ عِلاج ہے۔

والدین کے حقوق

اور جہاں تک ماں باپ کے حقوق کا تعلق ہے قرآن و حدیث میں کھول کر بیان کر دیئے گئے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے اَن لَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِیَّاہُ (بنی اسرائیل آیت ۲۳) کے بعد فوراً فرمایا وَبِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا کہ اپنے والدین کے ساتھ احسان کرو۔ اپنی عبادت کے ساتھ والدین سے حُسنِ سلوک کا حُکم دے کر والدین کی اہمیّت بتادی کہ اصلی مربّی میں ہوں اور والدین متولی ہیں لہٰذا میرے حق کے بعد اُن کا حق ہے۔ اور ایک دُعا

اور سکھائی:

رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا

(سورۃ الاسراء آیت ۲۴)

اے میرے رب! میرے ماں باپ پر اس طرح رحم فرما جس طرح اُنہوں نے مجھے بچپن میں پالا ہے اور جس طرح بچپن میں اُنہوں نے میرے اوپر رحم کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارا بچپن یاد دلا رہے ہیں۔ ہم پچپن سال کے ہوجاتے ہیں تو اپنا بچپن بھول جاتے ہیں۔ جوانی اور طاقت میں بوڑھے ماں باپ سے انسان گستاخیاں کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ بس اب برداشت نہیں ہو رہا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ایسی دُعا سکھائی جس میں ہمیں ہمارا بچپن یاد دلایا اور ماں باپ کے احسانات بھی یاد دلائے کہ ان احسانات کے بدلہ میں مجھ سے یوں دُعا کرو:

(رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا)

اے میرے رب میرے ماں باپ پر رحمت نازل فرما كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا جیسا کہ اُنہوں نے بچپن میں میرے ساتھ رحمت کا مُعاملہ کیا۔

والدین کے ساتھ اساتذہ و مشائخ کے لیے دُعا مانگنے کا استنباط

اس آیت کے ذیل میں حکیم الامّت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر بیان القرآن کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اساتذہ اور مشائخ جن سے انسان اصلاحِ نفس کرائے اور ان سے دین سیکھے ان کے لیے بھی دُعا گو رہنا چاہیے۔ جب ماں باپ کے لیے دُعا مانگے تو اپنے استاد اور شیخ

کے لیے بھی دُعا مانگے۔ حضرت نے لکھا ہے کہ ربوبیت کے معنیٰ ہیں پرورش۔ پس جنہوں نے بھی پرورش کی ہے خواہ جسمانی یا روحانی اُن کے لئے بھی دُعاء مانگنا چاہیئے۔ ماں باپ جسمانی پرورش کرتے ہیں، شیخ روحانی پرورش کرتا ہے لہٰذا ماں باپ کے ساتھ شیخ کے لیے بھی دُعا کرنا چاہیئے۔

حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات

والدین کے حقوق کے سلسلے میں اِس وقت میں حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت پیش کرتا ہوں۔ اِس سے پہلے راوی کے حالات پیش کرتا ہوں۔ ابُوہریرہ کے معنیٰ ہیں بلّی کے بچّے کا ابا۔ ھُرَیْرَۃ کہتے ہیں بلّی کے چھوٹے بچّہ کو۔ ابُوہریرہ، حضرت ابُوہریرہ کا اصلی نام نہیں تھا۔ یہ ایک دن اپنے آستین میں بلّی کا بچّہ لیے ہوئے تھے۔ سرورِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے دریافت فرمایا کہ تیری آستین میں کیا ہے؟ عرض کیا کہ بلّی کا بچّہ ہے۔ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا اَنْتَ اَبُوْھُرَیْرَۃ تم اس بلّی کے بچّے کے ابا ہو۔ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زبانِ مُبارک سے جو بات نکلی وہ قیامت تک کے لیے پکّی ہوگئی۔

شیخ ابُوزکریا النووی جنہوں نے مُسلم شریف کی شرح لکھی ہے ۳۵ دلائل سے ثابت کیا ہے کہ ان کا اصلی نام عبدالرحمٰن ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں ان کا نام عبدالشمس تھا۔ عبدالشّمس کے معنی ہیں سُورج کا بندہ۔ اِسلام قبول کرنے کے بعد ان کا نام عبدالرحمٰن رکھا گیا تھا لیکن سرورِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زبانِ مُبارک سے جب ابُوہریرہ نکل گیا تو یہی نام مشہور ہوگیا اور اتنا مشہور رہا کَمَنْ لَّا اِسْمَ لَہٗ جیسے ان کا کوئی نام ہی نہ تھا، اپنی کُنیت سے ایسے مشہور ہُوئے کہ لوگ ان کا

اصلی نام بھول گئے، یہاں تک کہ ان کا اصلی نام ثابت کرنے کے لیے محدثین کو دلائل قائم کرنے پڑے۔ زبانِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو نام نکلا وہی مقبول ہو گیا۔ یہی وجہ ہے کہ ہر آدمی ان کا اصلی نام نہیں جانتا۔ بڑی کتابوں میں جیسے مشکوٰۃ کی شرح مرقاۃ میں اور دوسری بڑی شروح میں ان کا اصلی نام عبدالرحمٰن لکھا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پانچ ہزار تین سو چونسٹھ حدیثوں کا مدینہ طیبہ میں درس دیا کرتے تھے۔ جب یہ پڑھانے جاتے تھے تو راستہ میں اُن کی والدہ کا مکان پڑتا تھا۔ یہ اپنے اماں کو سلام کرکے اور اُن کی دُعا لے کر جایا کرتے تھے اُن کے شاگردوں کی تعداد آٹھ سو تھی جن میں تابعین کے علاوہ صحابہ بھی تھے۔ محدثین کرام نے اُن کے شاگردوں میں چار مشہور صحابہ شمار کرائے ہیں،

① حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

② حضرت عبداللہ ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

③ حضرت جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ

④ حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ

ان میں سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے اور حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے ہونے کا شرف حاصل ہے۔ علم کی دولت وہ چیز ہے کہ امیرالمومنین کے بیٹے اور بادشاہوں کے بیٹے ایک فقیر درویش کے شاگرد ہو جاتے ہیں۔

ان کے علم کی برکت کی وجہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دُعا تھی۔ ایک مرتبہ انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ کی حدیثیں

مجھے یاد نہیں رہتیں، میرے لیے دُعا فرمایئے کہ میں آپ کی جو بات سُنوں وہ مجھے یاد رہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اِفْرِشْ رِدَاءَكَ اپنی چادر بچھا دو۔ حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چادر بچھا دی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین دفعہ چادر میں اپنے ہاتھوں سے جیسے بھر بھر کر کچھ ڈالا پھر حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ اسے سینے سے لگا لو۔ اُنہوں نے چادر کو اپنے سینے سے لگا لیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد مجھے اللہ کے رسُول کی کوئی حدیث نہیں بھُولتی تھی، سب یاد ہو جاتی تھیں۔ میرے شیخ حضرت مَولانا شاہ عَبدالغنی صاحب پھُولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے جب بُخاری شریف کی یہ حدیث پڑھائی تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گویا علم عطا فرمایا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مُجاہدے بھی تو بہت کیے تھے، بھُوک کی شدّت کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھتے تھے، کمزوری کے باعث بے ہوش ہو جاتے تھے۔ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں مُجاہدہ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اُس کی خُوشبو کو اُڑاتا ہے۔

آج تو ماشاء اللہ طلباء کو خُوب گوشت روٹیاں ملتی ہیں، ذرا ہم لوگوں سے پوچھو، ہماری طالب علمی کے زمانے میں ہفتے میں ایک وقت گوشت مِلتا تھا اور وہ بھی دو بوٹی اور آج طلباء کو آٹھ آٹھ، دس دس بوٹیاں مل رہی ہیں پھر بھی سمجھتے ہیں کہ بڑا مُجاہدہ کر رہے ہیں۔ عبرت کی بات ہے، ارے شکر ادا کرو کہ آج مُجاہدہ آسان ہو گیا، سبق پڑھنا آسان ہو گیا، لہٰذا محنت زیادہ کرو، زیادہ دِل لگا کر پڑھو، اُتنا پڑھو جتنا کھاؤ یا جتنا کھاؤ اُتنا تو پڑھو، جتنا کھاؤ اِتنی ہی اللہ تعالیٰ کی

عبادت بھی کرو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگردوں میں ایک شاگرد تابعی جن کا نام سعید بن المسیّب ہے علم اور کمالات میں سب سے آگے نکل گئے۔ فضیلت کے لحاظ سے صحابہ کرام کے درجہ کو تو کوئی غیر صحابی نہیں پاسکتا، امام ابوحنیفہ بھی نہیں پاسکتے، امام بخاری بھی نہیں پاسکتے، لیکن علم کے لحاظ سے، فن کے لحاظ سے، قوتِ حافظہ کے لحاظ سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سب سے زیادہ حدیثیں حضرت سعید بن مسیّب کو یاد تھیں۔ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ محدثِ عظیم مشکوٰۃ کی شرح میں لکھتے ہیں کَانَ اَعْلَمَ النَّاسِ بِحَدِیْثِ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پانچ ہزار تین سو چونسٹھ حدیثوں میں سب سے زیادہ حدیثیں ان کو یاد تھیں۔

حضرت سعید بن مسیّب بہت بڑے فقیہہ، بہت بڑے محدث، بہت بڑے متقی اور بہت بڑے ولی اللہ گذرے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت جب شروع ہوئی تو دو سال گذرنے کے بعد حضرت سعید بن مسیّب پیدا ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ساڑھے دس سال خلافت کی۔ کیا شان تھی۔ جب یہ اسلام لائے تو آسمان سے جبرئیل علیہ السلام آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! عمر کے اسلام سے آج آسمانوں پر خوشیاں منائی جارہی ہیں اور فرشتوں میں غلغلہ مچ گیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے فاروق کا لقب بھی آسمان سے آیا۔

فاروق کے لقب کی وجہ تسمیہ

ایک مرتبہ ایک یہودی نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنا مقدمہ پیش کیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے خلاف فیصلہ دیا جس پر یہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا اور کہا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فیصلہ میں نہیں مانتا، میرا فیصلہ آپ کیجئے، اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ٹھہر جا! ابھی فیصلہ کرتا ہوں۔ یہ فرما کر اپنے گھر تشریف لے گئے اور تلوار لاکر اس کی گردن اُڑا دی اور فرمایا کہ یہ ہے تیرا فیصلہ، جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیصلے کو چھوڑ کر اتنی سے فیصلہ کرائے اس کا فیصلہ یہی ہے۔ اسی وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور انہوں نے کہا یہ عمر فاروق ہے فَارِقٌ بَیْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ حق اور باطل میں فرق کرنے والا ہے۔ اس لیے ان کا لقب فاروق آسمان سے عطاء ہوا، وحی کے ذریعہ سے عطاء ہوا۔

موت کا دھیان — خاموش واعظ

اِتنی خوبیوں کے باوجود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرامینِ خلافت پر جس انگوٹھی سے مہر لگاتے تھے اس پر ایک حدیث لکھی ہوئی تھی، وہ کیا حدیث تھی؟

كَفٰى بِالْمَوْتِ وَاعِظًا

نصیحت کے لیے موت کا دھیان کافی ہے

جِس شخص سے گُناہ نہ چھوٹتے ہوں، جِس شخص میں شہوت کی بیماری شدید ہو، جِس شخص میں غُصّہ کی بیماری شدید ہو یا جِس شخص کا دِل نماز روزے میں نہ لگتا ہو تو حضور

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس کو نصیحت کے لیے موت کا دھیان کافی ہے، یہ خاموش واعظ ہے۔ مشکوٰۃ شریف کی شرح میں ہے کہ اللہ نے دو واعظ دیتے ہیں، ایک واعظِ ناطق یعنی بولنے والا واعظ وہ قرآن ہے اور ایک واعظ ساکت یعنی خاموش واعظ وہ موت کی یاد ہے۔

موت کی یاد کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ چادر اوڑھ کر موت کو یاد کر کے کانپ رہے ہیں بلکہ موت کا اس قدر دھیان کافی ہے جو ہمیں گناہ کرنے سے روک دے۔ گناہوں کے درآمدات کے جو اعضاء ہیں جیسے آنکھ سے حسینوں کو دیکھ کر حرام لذت حاصل کر رہے ہیں یا کانوں سے گناہ کی باتیں سن کر لذتیں حاصل ہو رہی ہیں، قبروں میں یہ سب اعضاء فنا ہو جائیں گے۔

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا، جو سنا افسانہ تھا

ایک خواب اور افسانے کے لیے انسان اپنے اللہ کا غضب اپنے اوپر حلال کر رہا ہے۔ لذتِ دائمی ہوتی تو بھی کہا جاتا کہ چلو بھئی اس ظالم نے اللہ تعالیٰ کو ناراض تو کیا مگر کچھ فائدہ بھی اُٹھایا مگر فائدہ کیا ہے محض خواب و خیال کی دُنیا۔

جو چمن سے گذرے تو اے صبا، تو یہ کہنا بلبلِ زار سے
کہ خزاں کے دن بھی ہیں سامنے، نہ لگانا دِل کو بہار سے

خواب و خیال کی دُنیا فانی ہے، یہ چمن جنگل ہونے والے ہیں، کالے بال سفید ہونے والے ہیں۔ گال پچکنے والے ہیں، دانت مُنہ سے باہر آنے والے ہیں، کمر جھکنے والی اور بڑھاپا آنے والا ہے، بچپن جوانی سے، جوانی بڑھاپے سے اور بڑھاپا موت سے تبدیل ہونے والا ہے اور موت قبروں میں لے جانے والی ہے جو بچپن

کو بھی لے جاتی ہے اور جوانی کو بھی لے جاتی ہے۔ دُنیا سے وہی دِل لگاتا ہے جو پاگل و بیوقوف ہوتا ہے۔ عارضی لذّت کے لئے اللہ تعالیٰ کے غضب کو اپنے اوپر حلال کر رہا ہے لیکن اگر خدانخواستہ اسی حالت میں موت آگئی اور بغیر توبہ کے مرگیا تو اس کا کیا حال ہوگا؟ مرنے کے بعد تو جو ہوگا، دُنیا ہی میں نافرمانی کا عذاب دِل پر شروع ہو جاتا ہے۔ بادشاہ ہمیشہ بادشاہ کو گرفتار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جِسم پر عذاب نازل کرنے سے پہلے جِسم کے بادشاہ یعنی دِل کو پکڑ لیتے ہیں، کسی گنہگار کو چین وسکون نہیں، ہر وقت پریشان رہتا ہے جیسے ہیروئن پینے والا سِسک سِسک کر مر رہا ہوتا ہے مگر ہیروئن چھوڑنے کی ہمت نہیں رکھتا۔ دوسروں کو اس پر رحم آتا ہے مگر اسے اپنے اوپر رحم نہیں آتا۔ بعض وقت انسان کو گُناہ کی ایسی بُری عادت پڑ جاتی ہے کہ ساری دُنیا اس پر رحم کرے، اس کے لیے رو رو کر دُعا مانگے مگر اس ظالم کو اپنے اوپر رحم نہیں آتا۔ اسی لیے مولانا رومی فرماتے ہیں کہ اگر راستے میں کوئی کانٹے دار درخت اُگ جاتے تو اسے فوراً اُکھاڑ پھینکو، یہ نہ کہو کہ کل اُکھاڑیں گے، جنہوں نے کہا کہ کل اکھاڑیں گے تو کل کل کرتے ہُوئے اس کی جڑیں زمین کی گہرائیوں میں گھُس گئیں اور وہ درخت مضبوط ہوگیا اور اُکھاڑنے والا کمزور ہوگیا۔ اب اکھاڑنا بھی چاہے گا تو نہیں اُکھاڑ سکے گا۔ اسی لیے مولانا رومی نصیحت فرماتے ہیں کہ گُناہوں کو جلدی چھوڑ دو ورنہ اگر دیر کرو گے تو گُناہوں کو چھوڑنا بھی چاہو گے تو نہیں چھوڑ سکو گے۔

بعض ہیروئن پینے والوں کو میں نے دیکھا کہ پولیس انہیں پکڑ کر پٹائی کر رہی تھی۔ ان کی حالت کو دیکھ کر رونا آگیا کہ آہ! مُسلمان کس حالت میں ہے، صحت

بھی ایسی خراب کہ مرنے کے قریب ہے۔ شیخ العرب والعجم حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکّی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شعر یاد آگیا ؎

روتی ہے خلق میری خرابی کو دیکھ کر
روتا ہوں میں کہ ہائے مری چشم تر نہیں

ہمارے گناہوں پر فرشتے رو رہے ہیں، اولیاء اللہ رو رہے ہیں لیکن اپنی حالتِ زار کا ہمیں احساس بھی نہیں کہ اپنے گناہوں کی وجہ سے ہم اولیاء اللہ، بزرگانِ دین، صالحین اور حضور صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی دعاؤں سے محروم ہو رہے ہیں کیونکہ آپ نے التحیات میں دُعا مانگی تھی:

اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّیِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ۔

جتنے صالحین بندے ہیں اللہ سب پر سلامتی نازل کرے، تو صالحین جب فاسقین ہو جاتے ہیں یعنی جب کوئی صالح آدمی گناہوں میں مبتلا ہو جاتا ہے تو وہ بھی اس دُعا سے محروم ہو جاتا ہے۔

دُنیا بھر اولیاء اللہ کی دُعا لینے کا طریقہ

ساری دُنیا کے اولیاء اللہ نماز میں جب التحیات پڑھتے ہیں تو صالحین کے لیے یہ دُعا مانگتے ہیں۔ جو اولیاء اللہ کعبہ میں نماز پڑھ رہے ہیں اور جو مسجد نبوی میں نماز پڑھ رہے ہیں وہ بھی تو التحیات پڑھتے ہیں۔ اگر ہم صالح بن جائیں تو ساری دُنیا کے اولیاء اللہ کی یہ دُعا اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ

الصّٰلحِین ہمیں مل جائے گی، لیکن خدا نہ کرے کہ کسی کا دل ایسا سخت ہو جائے کہ دنیا والوں کو اس پر ترس آئے مگر اسے اپنی حالت پر ترس نہ آئے۔ یہ ڈرنے کا مقام ہے، اللہ تعالیٰ سے رونے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں، اللہ تعالیٰ ہی فضل فرمائیں اور توفیق دیں۔ توفیق صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اس لیے دُعا خود بھی کریں اور اللہ والوں سے بھی دُعا کرائیں۔

خیر تو میں عرض کر رہا تھا کہ حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگردوں میں حضرت سعید بن مسیّب علم و فضل میں سب سے آگے بڑھ گئے۔ ان کے ایک شاگرد حضرت مکحول بھی جلیل القدر تابعی تھے، سوڈان کے رہنے والے تھے اور شام میں مفتی تھے۔ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ جب فتویٰ لکھتے تھے تو لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ پڑھتے تھے، یا اللہ! نہیں ہے نیکی کرنے کی طاقت مگر اے اللہ! آپ کی مدد سے۔

لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ کے معنیٰ

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پُوچھا کہ بتاؤ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ کے کیا معنیٰ ہیں؟ اُنہوں نے عرض کیا کہ اللہ اور رسُول بہتر جانتے ہیں۔ حُضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَاحَوْلَ عَنْ مَّعْصِیَۃِ اللہِ اِلَّا بِعِصْمَۃِ اللہِ وَلَا قُوَّۃَ عَلٰی طَاعَۃِ اللہِ اِلَّا بِعَوْنِ اللہِ۔

یعنی نہیں ہے گُناہوں سے بچنے کی طاقت مگر اللہ کی حفاظت

سے اور نہیں ہے نیکی کرنے کی قوّت مگر اللہ کی مدد سے۔
حدیث پاک میں ہے کہ یہ جنّت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے کَنْزٌ مِّنْ کُنُوْزِ الْجَنَّةِ محدثین کرام نے لکھا ہے کہ اس کو جنّت کا خزانہ اس لیے فرمایا گیا کہ اس کی برکت سے نیک اعمال کی توفیق نصیب ہوتی ہے اور گناہوں سے بچنے کی توفیق نصیب ہوتی ہے اور جنّت ملنے کے یہی دو راستے ہیں کہ انسان نیکی کرنے لگے اور گناہ سے بچنے لگے لہٰذا چاہیے کہ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کم سے کم ایک سو گیارہ مرتبہ پڑھ لیں۔ آپ کہیں گے کہ ایک سو گیارہ میں کیا خاص بات ہے؟ اللہ تعالیٰ کے ننانوے ناموں میں سے ایک نام اَلْکَافِیْ ہے۔ ایک سو گیارہ کافی کا عدد ہے۔ ان شاء اللہ ایک سو گیارہ مرتبہ لَاحَوْل پڑھنے سے اللہ تعالیٰ آپ کی ہدایت کے لیے کافی ہوجائیں گے۔ اس کلمہ کے اوّل و آخر درود شریف پڑھیں اور اللہ تعالیٰ سے روئیں اور گڑگڑائیں کہ یا اللہ! مجھ کو میرے نفس کے حوالے نہ کیجیے۔ میں نے اپنی زندگی کو بہت آزمالیا، یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں، ہم کو ہماری ہمّت کے حوالے نہ کیجئے، ہم تباہ ہوجائیں گے، برباد ہوجائیں گے، آپ اپنی رحمت سے مدد کیجیے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ مدد آجائے گی۔ جو اللہ تعالیٰ سے اُن کی مدد مانگتا ہے، محروم نہیں رہتا لیکن کام رونے ہی سے بنتا ہے۔ بابا آدم علیہ السلام کا کام رونے ہی سے بنا۔ اسی طرح بچہ لوگوں کا کام بھی رونے ہی سے بنے گا۔ رونے سے پچھلے گناہوں کی معافی بھی ہوجائے گی اور اگلے گناہوں سے بچنے کی توفیق بھی نصیب ہوجائے گی۔ اگر صحیح معنوں میں رونا نہ آتا ہو تو رونے والوں کی شکل بنالو یہ بھی حدیث سے ثابت ہے۔ سرورِ عالم

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا رونا نہ آئے تو رونے والوں کی شکل بنالو۔ اللہ تعالیٰ کا فضل اس پر بھی ہو جائے گا۔

تو میں عرض کر رہا تھا سعید بن مسیّب کے شاگرد بھی تابعی تھے۔ ایک تابعی دوسرے تابعی کا استاد بنا ہوا ہے۔ اس میں کیا اشکال ہے جبکہ بعض صحابی دوسرے صحابہ کے استاد بنے۔ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ قراءت میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے استاد ہیں۔

تابعی اس کو کہتے ہیں جس نے صحابہ کو دیکھا ہو۔ حضرت مکحول تابعی ہیں جو شام کے سب سے بڑے مفتی تھے۔ اتنے جلیل القدر مفتی کے استاد سعید بن المسیب بھی بڑے جلیل القدر تابعی تھے جن کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ احادیث سب سے زیادہ یاد تھیں۔ مفتی شام حضرت مکحول رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں طُفْتُ الْاَرْضَ کُلَّهَا فِیْ طَلَبِ الْعِلْمِ میں نے علمِ دین کی طلب میں زمین کی بہت سیر کی فَمَا لَقِیْتُ اَعْلَمَ مِنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ میں نے سعید بن المسیب سے بڑھ کر کسی عالم کو نہیں پایا۔

اسماءِ اعظم مَلِیْكٍ اور مُقْتَدِرٍ کے معانی

ایک آیت کی تشریح میں علامہ سید آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سعید بن المسیب کا ایک واقعہ لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

(اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ۝ لا فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْكٍ مُّقْتَدِرٍ) (سورۂ قمر آیت ۵۴، ۵۵)

اللہ پاک کے دو نام ہیں مَلِيْك اور مُقْتَدِر ۔ مليك کے معنیٰ کیا ہیں ؟ مَلِكْ اور مَلِيْك میں کیا فرق ہے جبکہ دونوں اللہ تعالیٰ کے نام ہیں ۔ مَلِكْ کے معنی ہیں صاحبِ مملکت اور مَلِيْك کے معنی ہیں صاحب مملکت عظیمہ یعنی بہت بڑی مملکت کا مالک ۔ اللہ تعالیٰ نے مَلِک بھی فرمایا اور مَلیک بھی فرمایا ۔ سُورۃ القمر میں ملیک اور مقتدر دو نام نازل کیے ۔ قادر کے معنی قدرت کا مالک اور مقتدر کے معنی ہیں قدرتِ عظیمہ یعنی بڑی قدرت کا مالک ۔ ان دو ناموں کے بارے میں مفسرین فرماتے ہیں کہ ان کے اندر اسمِ اعظم چھپا ہے ، ان دو بزرگ ناموں میں اللہ تعالیٰ نے دُعا کی قبولیت کی شان چھپا رکھی ہے ۔ اگر کوئی شخص چاہے کہ میری دُعا قبول ہو تو وہ ان دو ناموں کو پڑھ لے یَامَلِيْكُ ، یَا مُقْتَدِرُ تو مفسرین لکھتے ہیں کہ اس کی دُعا قبُول ہو جائے گی ۔

اب علامہ آلوسی سیّد محمود بغدادی اس آیت کی تفسیر میں حضرت سعید بن المسیبؒ کا ایک واقعہ لکھتے ہیں ، یہ واقعہ ہمارے لیے انتہائی مُفید ہے ۔ حضرت سعید بن المسیب مدینہ پاک میں پیدا ہوئے ، مدنی ہیں ۔ صحابہ اجمعین اور تابعین مسجد نبوی ہی میں نماز پڑھا کرتے تھے ۔ تو جو واقعہ عرض کرنا تھا وہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سعید بن المسیب فجر کی نماز کے لیے نکلے مگر ان کو رات کا وقت سمجھنے میں کچھ دھوکہ لگ گیا اور دو گھنٹہ پہلے مسجد پہنچ گئے ۔ صُبح ہونے تک تہجد اور تلاوت میں مشغول رہے ۔ زیادہ عبادت سے تھک کر سو گئے تو غیب سے ایک آواز آئی کہ سعید ابن المسیب تو یہ دُعا پڑھ کر جو بھی مانگے گا تیری دُعا ہمیشہ قبُول کی جائے گی ۔ علامہ آلوسی السیّد محمود بغدادی لکھتے ہیں کہ یہ غیبی آواز سُن کر وہ خوف زدہ ہو گئے ۔

پھر یہ آواز آتی کہ ڈرو مت، تمہیں ایک دولت دی جارہی ہے، یہ پڑھو اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ مَلِیْکٌ مُّقْتَدِرٌ مَّا تَشَآءُ مِنْ اَمْرٍ یَّکُوْنُ۔ ہاتفِ غیبی سے تابعی کو ایک وظیفہ مل رہا ہے۔ علّامہ آلوسی جیسا مفسرِ عظیم اپنی تفسیر روح المعانی میں یہ واقعہ بیان کر رہا ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ مَلِیْکٌ مُّقْتَدِرٌ مَّا تَشَآءُ مِنْ اَمْرٍ یَّکُوْنُ کے معنی ہیں کہ اے اللہ! آپ ملیک ہیں، آپ مقتدر ہیں جو آپ چاہتے ہیں وہ ہو جاتا ہے جس چیز کی مشیت کا آپ فیصلہ کرتے ہیں وہ ہو جاتی ہے۔

حضرت سعید بن المسیب فرماتے ہیں کہ میں نے تمام زندگی اس دُعا کو پڑھ کر جو بھی دُعا مانگی وہ کبھی رد نہیں ہوئی، ہمیشہ مقبول ہوئی۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب اس دُعا میں یہ خاصیت ہے تو میں بھی کیوں نہ مانگوں چنانچہ جہاں انہوں نے یہ واقعہ تحریر کیا ہے وہاں اپنے لئے بھی یہ دُعا مانگی اور اس کے بعد یہ دُعا مزید مانگی کہ اَسْعِدْنِیْ فِی الدَّارَیْنِ اے اللہ! مجھے دونوں جہان میں نیک بخت بنا دیجئے، اچھی قسمت والا بنا دیجئے وَکُنْ لِیْ اور آپ میرے خاص بن جائیے وَلَا تَکُنْ عَلَیَّ اور میرے خلاف کبھی نہ ہو جائیں وَانْصُرْنِیْ عَلٰی مَنْ بَغٰی عَلَیَّ اور میری مدد کیجئے ان لوگوں پر جو مجھ سے بغاوت کر کے مجھے تکلیف اور نقصان دینا چاہتے ہیں وَاَعِذْنِیْ مِنْ ھَمِّ الدَّیْنِ اور مجھے قرض کے غم سے نجات دے دیجئے وَقَھْرِ الرِّجَالِ اور لوگوں کے سب و شتم اور ظلم و جور سے مجھ کو محفوظ فرما دیجئے وَشَمَاتَةِ الْاَعْدَآءِ اور دشمنوں کے لعن وطن سے اور اعتراضات سے مجھے بچا لیجئے۔

وَصَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔

حضرت یوسف علیہ السّلام کے بھائیوں کی معافی کا واقعہ

معلوم ہوا کہ اسماءِ اعظم

ملیک اور مقتدر کے واسطہ سے دُعا قبول ہوتی ہے لہٰذا یہ دُعا بھی مانگ لیں کہ یا اللہ ہمارے ذمہ جو والدین کے حقوق ہیں، رشتہ داروں کے حقوق ہیں، اولاد کے حقوق ہیں، اُن کو صحیح طور سے ادا کرنے کی ہمیں توفیق عطا فرما کیونکہ حقوق العباد کا مُعاملہ اِتنا اہم ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السّلام کے صاحبزادوں نے اپنے ابّا یعنی حضرت یعقوب علیہ السّلام سے عرض کیا کہ ہم نے اپنے بھائی پر ظلم کیا، اُس کو کنویں میں پھینک دیا تاکہ وہ مرجائیں یا کوئی قافلہ ان کو اٹھا کر لے جائے۔ بھائی یوسف نے تو ہمیں مُعاف کردیا، لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ط کہہ دیا کہ آج کے دِن تم پر کوئی الزام نہیں، مَیں تم سب کو مُعاف کرتا ہوں لیکن ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مُعاف نہ کیا ہو کیونکہ کبھی بیٹا مُعاف کردیتا ہے لیکن ابّا کہتا ہے کہ نہیں میرے بیٹے نے تو مُعاف کردیا میں بحیثیت باپ کے مُعاف نہیں کرتا۔ تم نے میرے بیٹے کو کیوں ستایا۔ بارہا ایسا ہُوا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے کسی بندے کو کسی نے ستایا تو بندہ نے مُعاف کردیا لیکن اللہ تعالیٰ نے مُعاف نہیں کیا۔ اس لیے بیٹوں نے حضرت یعقوب علیہ السّلام سے عرض کیا کہ اگر اللہ تعالےٰ نے قیامت کے دِن ہم سے پُوچھ لیا کہ تم نے میرے نبی یوسف علیہ السّلام کو کس لیے کنویں میں ڈالا تھا، کس جُرم کے بناء پر تم نے ان کو ستایا تھا تو ہم اللہ تعالےٰ

کو کیا جواب دیں گے؟ لہٰذا اے ہمارے ابّا جان آپ ہمارے لیے رو رو کر دُعا مانگیئے۔ آسمان سے مُعافی حاصل کیجیے، بھائی یوسف نے تو مُعاف کر دیا، اب اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی مُعافی دلوا دیجیے تاکہ قیامت کے دِن ہم سب بھائیوں کی ذلّت و پریشانی کا خطرہ ختم ہو جائے۔

قبولیتِ دُعا میں تاخیر کی مصلحت

حضرت یعقوب علیہ السلام نے تقریباً بیس برس تک دُعا مانگی لیکن قبُول نہیں ہُوئی۔ اس سے پہلے اُنہوں نے چالیس برس تک حضرت یوسف علیہ السلام کے ملنے کی دُعا مانگی تھی جو چالیس سال کے بعد قبُول ہوئی۔ آج ہماری دُعا چھ مہینہ بھی قبُول نہ ہو تو ہم نااُمید ہو جاتے ہیں، چھ مہینہ تو بڑی چیز ہے ہم تو رات کو دُعا مانگتے ہیں اور صُبح دیکھتے ہیں کہ وہ دُعا قبول ہُوئی کہ نہیں۔

حکیمُ الامت فرماتے ہیں کہ ایک سیدھے سادھے سے مجذوب تھے۔ کسی نے ان سے کہا کہ مُجھے سخت کھانسی نزلہ ہے دُعا کر دیجیے کہ مَیں اچھا ہو جاؤں۔ رات کو دُعا مانگی، صُبح ان سے پوچھنے گئے کہ میری دُعا قبُول ہُوئی کہ نہیں حضرت یعقوب علیہ السلام کے واقعہ سے سبق ملتا ہے کہ دعا مانگتے رہو، جلدبازی نہ کرو، نبیوں کے طریقے پر رہو، کوئی پرواہ مت کرو، دُعا فائدے سے خالی نہیں۔ اگر قبولیت میں دیر معلوم ہو تو دُعا تو قبُول ہو جاتی ہے لیکن کبھی اس کا ظہور دیر سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کو محبُوب رکھتے ہیں اس سے چاہتے ہیں کہ کُچھ دن اور دعا مانگ لے، کُچھ دِن تک اور میری چوکھٹ پر پڑا رہے، قبُول تو فوراً کر لیتے ہیں ظہور دیر سے کرتے ہیں تاکہ بندہ کچھ دِن گڑگڑاتا رہے، میرا اپنا بنا رہے، مجھے

پکارتا رہے، مجھے اس کا یہ پکارنا اچھا لگتا ہے ورنہ اگر جلد قبول کرلوں گا تو بھاگ جائے گا۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے ؎

اُمید نہ بر آنا ، اُمید بر آنا ہے

اِک عرضِ مسلسل کا کیا خُوب بہانہ ہے

یعنی اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ میرا بندہ بہت دن تک عرضی پیش کرتا رہے، مناجات کی لذت لیتا رہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب بندہ کہتا ہے اے اللہ! تو اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوتے ہیں فرماتے ہیں ؎

خوش ہمی آید مرا آوازِ اُو

واں خدایا گفتن و آں رازِ اُو

مَیں اپنے بندوں کی اس آواز سے بے حد خوش ہوتا ہوں، ان کا یا خُدایا اللہ کہنا اور پھر اپنی معروضات پیش کرنا مُجھے اچھا لگتا ہے۔ اپنے بندوں کی ان اداؤں سے مجھے بہت ہی خوشی ہوتی ہے، لہٰذا دُعا کی قبولیت میں کبھی دیر ہو جائے تو سمجھ لو کہ دُعا قبول تو ہو گئی، ابھی ظاہر نہیں فرما رہے ہیں۔ ہماری مناجات سے اللہ پاک خوش ہو رہے ہیں اور اپنی لذتِ مناجات سے ہم مسرور ہو رہے ہیں۔ مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

اَز دُعا نبود مرادِ عاشقاں

عاشقوں کا مقصد دُعا کرنے سے کیا ہوتا ہے؟ ہم لوگ تو یہ چاہتے ہیں جلدی سے ہمارا کام بن جائے لیکن اللہ کے عاشق جب دُعا کرتے ہیں تو ان کا مقصد کیا ہوتا ہے؟ ؎

جز سخن گفتن باآں شیریں دہاں

عاشقوں کی مُراد سوائے اس کے کُچھ نہیں ہوتی کہ اس شیریں دہن یعنی محبوبِ حقیقی

سے کچھ دیر تھوڑی گفتگو اور لذّتِ مناجات لے لیں اور فرمایا کہ اگر تم دُعا کے ظہور میں نامراد ہُوئے، تمھارا کام نہ بنا تو سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ بندوں کی آزمائش بھی کرتے ہیں تکمیلِ محبت فرماتے ہیں، جس شخص کی ہر دُعا قبُول ہو جائے، جس شخص کی ہر آرزو پوری ہو جائے وہ اللہ کا عاشقِ کامل نہیں ہو سکتا، تکمیلِ محبت کے لیے نامرادی لازم ہے۔ مَولانا شاہ مُحمّد احمد صاحب رحمۃُ اللہ علیہ کا شعر ہے۔

ہوتی نہ یوں تکمیلِ محبت اپنی تمنّا ہوتی جو پوری

جِس کی ہر تمنّا پوری ہو جائے، پھر وہ اللہ کا عاشق نہیں ہے۔ ہمارے بزرگوں نے تو یہ فرمایا کہ اللہ کی یاد میں تڑپتے رہو یہی حیات ہے۔

بہت پہلے جب میں حضرت مَولانا شاہ مُحمّد احمد صاحب کی مجلس میں پہلی بار حاضر ہوا تو حضرت ترنم سے یہ شعر پڑھ رہے تھے، حضرت کی آواز بھی غضب کی تھی۔ اُس وقت میرا کم عمری کا زمانہ تھا، طِبّیہ کالج میں پڑھ رہا تھا۔ کیا کہیں کہ کیسا مزہ آتا تھا۔ بڑے بڑے عُلماء کرام ان کے قدموں میں بیٹھ کر لُطف لیتے تھے، اللہ کی محبّت سیکھتے تھے۔ جب میری ان سے پہلی دفعہ مُلاقات ہوئی تو حضرت علماء کے سامنے یہ شعر پیش کر رہے تھے۔

نہ جانے کیا سے کیا ہو جائے میں کُچھ کہہ نہیں سکتا

جو دستارِ فضیلت گُم ہو دستارِ محبّت میں

اَور پھر یہ شعر کہا کہ اللہ کے بغیر زندگی کیا ہے؟ فرماتے ہیں۔

دِلِ مُضطرِب کا یہ پیغام ہے

ترے بِن سکوں ہے نہ آرام ہے

تڑپنے سے مُجھ کو فقط کام ہے
یہی بس محبّت کا انعام ہے
جو آغاز میں فکرِ انجام ہے
ترا عِشق شاید ابھی خام ہے

یعنی اللہ کے نام کے بغیر سکون و آرام ہو جاتے یہ عشق نہیں ہے اور فرمایا۔

لُطف جنّت کا تڑپنے میں جِسے ملتا نہ ہو

دُنیاوی عاشقوں کو تو تڑپنے میں بہت ہی مُصیبت اور تکلیف اُٹھانی پڑتی ہے۔ ان کی زندگی عذابِ دوزخ کا نمونہ ہوتی ہے لیکن اللہ کی محبّت میں جو تڑپتا ہے، بے چین رہتا ہے۔ اس کے قلب پر سکینہ کی بارش ہوتی ہے، لہٰذا فرماتے ہیں۔

لُطف جنّت کا تڑپنے میں جِسے ملتا نہ ہو
وہ کِسی کا ہو تو ہو لیکن ترا بِسمل نہیں

یعنی جس کو تڑپنے میں جنّت کا مزہ نہ آرہا ہو وہ خُدا کا عاشق نہیں ہے، وہ کسی اور کا عاشِق ہوگا، کِسی مرنے، سڑنے، گلنے، مگنے، موتنے والی لاش کا عاشق ہو گا ورنہ اللہ کی یاد میں تو بہت مزہ آتا ہے اور فرماتے ہیں۔

قیس بیچارہ رموزِ عشق سے تھا بے خبر
درنہ اُن کی راہ میں ناقہ نہیں، محمِل نہیں

قیس مجنوں کا نام تھا۔ وہ اونٹنی پر بیٹھ کر لیلیٰ کا راستہ طے کرتا تھا لیکن مولیٰ کا راستہ طے کرنے کے لیے اونٹنی کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ کے راستہ پر تو آدمی دِل کے پَر سے اُڑتا ہے۔ عارف کا جسم زمین پر ہے لیکن دِل کے پروں سے وہ ہر

وقت اللہ کے عرشِ اعظم تک اُڑا رہا ہے، اللہ کی یاد میں اس کے آہ و نالے عرش تک جارہے ہیں۔ اپنا ایک شعر یاد آگیا ؎

میرا پیام کہہ دیا جا کے مکاں سے لامکاں
اَے میری آہِ بے نوا، تُو نے کمال کر دیا

دُعا جو حضرت یوسف علیہ السّلام کے بھائیوں کی مُعافی کے لیے نازل ہوئی

تو دوستو! میں کہہ رہا تھا کہ حضرت یعقوب علیہ السّلام نے بیس سال تک اپنے بیٹوں کی مُعافی کے لیے اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگی، چونکہ بچّوں کے باپ تھے لہٰذا بہت محبّت سے دُعا مانگی کہ یا اللہ! میرے بیٹے یوسف نے اپنے بھائیوں کو معاف کردیا جنہوں نے اس پر ظلم کیا تھا آپ بھی ان کو مُعاف فرما کر وحی نازل کر دیجئے تاکہ میں اپنے بچّوں کو مُطمئن کر دوں، کیونکہ میرے بیٹوں کو خطرہ لگا ہے کہ حشر کے میدان میں کہیں آپ ان کی گرفت نہ فرمائیں۔

تفسیر روح المعانی میں سُورۃ یوسف کی تفسیر میں علامہ آلوسی السّید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بیس سال کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السّلام تشریف لائے اور فرمایا کہ آپ کی دُعا قبول ہوگئی۔ یوسف علیہ السّلام کے جن بھائیوں نے ان پر ظلم کیا تھا اللہ تعالیٰ نے اُن کی خطا معاف فرمادی۔ پھر حضرت جبرئیل علیہ السّلام نے حضرت یعقوب علیہ السّلام سے کہا کہ آپ آگے کھڑے ہوجائیں:

فَقَامَ الشَّیْخُ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَقَامَ یُوْسُفُ عَلَیْهِ السَّلَامُ خَلْفَهٗ وَقَامُوْا خَلْفَهُمَا

حضرت یعقوب علیہ السّلام آگے قبلہ رو کھڑے ہوئے اور ان کے پیچھے حضرت یوسف علیہ السّلام کھڑے ہوئے اور ان دونوں کے پیچھے حضرت یوسف علیہ السّلام کے سب بھائی کھڑے ہوئے جنہوں نے ان پر ظلم کیا تھا۔ پھر حضرت جبرئیل علیہ السّلام نے یہ دُعا سکھائی جو وہ آسمان سے لے کر نازل ہوئے تھے:

① یَا رَجَاءَ الْمُؤْمِنِیْنَ لَا تَقْطَعْ رَجَاءَنَا اے ایمان والوں کی امید! ہماری اُمیدوں کو نہ کاٹیے، ہماری آخری اُمید آپ ہی ہیں۔ ہماری آخری پناہ گاہ آپ ہی ہیں۔

من بامیدے رسیدم سوئے تو

آخر میں انسان اللہ ہی کے پاس بھاگتا ہے۔ گناہ کر کے بھی اللہ ہی کے پاس جا کر کے روتا ہے کہ یا اللہ مجھے بچائیے۔

② یَا غِیَاثَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَغِثْنَا۔ اے مؤمنین کی فریاد سننے والے! ہماری فریاد کو سُن لیجئے۔

③ یَا مُعِیْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِنَّا اے ایمان والوں کی مدد کرنے والے! ہماری مدد کیجئے۔

④ یَا مُحِبَّ التَّوَّابِیْنَ تُبْ عَلَیْنَا اے توبہ کرنے والوں سے محبت رکھنے والے! ہم سب کی توبہ قبول کر لیجئے کیونکہ حضرت یوسف علیہ السّلام کے بھائیوں نے توبہ کر لی تھی۔ اسی وقت حضرت جبرئیل علیہ السّلام کے ذریعہ اطلاع مل گئی کہ سب کی مُعافی کر دی گئی۔

والدین کے نافرمان کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بد دعا

میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جو روایت سُنانا چاہ رہا تھا اب وہ بیان کرتا ہوں۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص برباد ہو جائے، وہ شخص برباد ہو جائے، وہ شخص برباد ہو جائے، تین دفعہ فرمایا۔ صحابہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ کون شخص ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اپنے ماں باپ دونوں کو یا ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پائے، پھر وہ ان کی خدمت کر کے، ان کو خوش کر کے اپنے آپ کو جنت میں نہ داخل کر لے، ایسا شخص ہلاک ہو جائے۔

والدین کی عظمت اور حقوق

پہلے جمعہ کو میں نے بہو اور بیٹے کا حق بیان کیا تھا تو کچھ مائیں منتظر رہیں کہ ہمارا حق بھی تو بیان کریں، لہٰذا آج میں اس لیے یہ روایت سُنا رہا ہوں کہ ماں باپ سے ظلم بھی ہو جائے تو بھی ان کے ساتھ گستاخی اور بدتمیزی جائز نہیں ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک صحابی نے عرض کیا کہ اگر ہمارے ماں باپ ہم پر ظلم بھی کریں تو کیا ہم پھر بھی ان کے ساتھ احسان کریں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! اگر وہ ظلم بھی کریں، اگر وہ ظلم بھی کریں، اگر وہ ظلم بھی کریں تین مرتبہ فرمایا وَاِنْ ظَلَمَاهُ، وَاِنْ ظَلَمَاهُ، وَاِنْ ظَلَمَاهُ معلوم ہوا کہ بڑھاپے کی وجہ سے اگر ماں باپ کا تحمّل کمزور ہو جائے، ان کے دماغ و دل کمزور ہو جائیں اور وہ اولاد سے ظلم و زیادتی بھی کر بیٹھیں تو ان کے ظلم پر صبر کرو۔ جب ماں باپ بوڑھے ہو جاتے ہیں تو مثل بچے کے کمزور ہو جاتے ہیں، چھوٹے بچے کی طرح اِن

کے دِل و دماغ کمزور ہو جاتے ہیں، لہٰذا اگر ان سے غلطی ہو جائے، بے جا ڈانٹ ڈپٹ کریں تو اس کو برداشت کرو، جب بڑے ناراض ہو جائیں تو چھوٹے بڑوں کی رعایت کریں۔ ساس بہو سے بڑی ہے لہٰذا بہو کو چاہیئے کہ اگر وہ اپنی بہو سے آرام اُٹھانا چاہتی ہے تو اپنی ساس کو خوش رکھے، اگر اپنی بہو سے اپنا اکرام چاہتی ہے تو آج اپنی ساس کا اِکرام کرے اور بیٹے صاحب اگر اپنی اولاد سے آرام اُٹھانا چاہتے ہیں تو آج اَپنے ماں باپ کا ادب کریں۔ کل ان کی اولاد، ان کی بہو اور داماد ان کے ناز اُٹھائیں گے اور ان کا ادب و اکرام کریں گے۔

ماں باپ کو ستانے کا عذاب

میرے شیخ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک شخص نے اَپنے باپ کی گردن میں رسی ڈال کر بسواری تک کھینچا، یعنی بانس کے درختوں تک کھینچ کر لے گیا۔ باپ نے بیٹے سے کہا کہ بیٹے! اَب آگے نہ کھینچنا ورنہ تو ظالم ہو جائے گا۔ بیٹے نے کہا کہ ابّا! دروازے سے یہاں تک چالیس پچاس قدم جو کھینچا یہ ظلم نہیں ہوا؟ کہا نہیں! کیونکہ میں نے تیرے دادا کو یعنی اپنے بابا کو یہاں تک کھینچا تھا۔

حدیث پاک میں ہے کہ اور گناہوں کا عذاب تو آخرت میں ہوگا لیکن ماں باپ کے ستانے کا عذاب دُنیا میں بھی مِلتا ہے، جو اپنے ماں باپ کو ستاتا ہے اس کو موت نہیں آسکتی جب تک وہ اپنے کیے کی سزا نہ بھگت لے۔ اس لیے ماں باپ کے مُعاملے میں تحمّل سے کام لینا چاہیئے، مشورہ کرتے رہنا چاہیئے، اگر ان کی طرف سے کوئی زیادتی بھی ہو جائے تو ان کی عمر کا لحاظ کر کے درگذر کرنا چاہیئے جیسے چھوٹے بچے

نے کوئی غلطی کی تو آپ کہتے ہیں کہ چھوٹے بچے ہیں، اسی طرح جب ماں باپ بوڑھے ہوجاتے ہیں تو ان کی عقل بھی کمزور ہوجاتی ہے۔

ایک ہندو بنئے کا قصہ ہے، وہ اپنے چھوٹے بچہ کو گود میں لیے اپنے گھر کے صحن میں بیٹھا تھا۔ ایک کوّا اس کی دیوار پر آکر بیٹھ گیا۔ بچہ نے اپنے بابا سے پوچھا یہ کیا ہے؟ اس نے کہا بیٹے یہ کوّا ہے۔ بچہ بار بار پوچھتا رہا اور باہر بار اسے بتاتا رہا یہاں تک کہ بچہ نے سو دفعہ یہی بات پوچھی۔ بنئے نے اپنے منشی سے کہا کہ کھاتہ میں اس واقعہ کو نوٹ کرلو۔ جب وہ بڈھا ہوا تو ایک دن دیوار پر کوّا آکر بیٹھا تو اس نے اپنے بیٹے سے کہا کہ اے بیٹے یہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ کوّا ہے۔ تین دفعہ پوچھنے کے بعد جب باپ نے چوتھی دفعہ پوچھا تو بیٹے نے کہا زیادہ ٹر ٹر نہ کرو، سیدھے پڑے رہو، کیا رٹ لگا رکھی ہے، تین دفعہ تو جواب دے چکا ہوں تو باپ نے اپنی نوٹ بک منگوا کر بیٹے کو دکھائی کہ جب تم چھوٹے تھے تو تم نے یہی سوال مجھ سے سو دفعہ پوچھا تھا اور میں نے سو دفعہ جواب دیا تھا اور اب تم تین دفعہ کے بعد بیزار ہوگئے۔ اگر اولاد دین دار نہ ہو تو ماں باپ کی خدمت اولاد کو بڑی بھاری لگتی ہے۔

دوستو! اگر کسی شخص نے ماں باپ کو ستایا، اسے اس وقت تک موت نہ آئے گی جب تک اس کا عذاب نہ چکھ لے گا۔ یہ حدیث کے الفاظ ہیں، سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے سے تمام گناہوں کو بخش دے گا مگر والدین کی نافرمانی کو معاف نہیں کرے گا بلکہ مرنے سے پہلے اس شخص پر اللہ تعالیٰ عذاب نازل کریں گے، وہ چین سے نہ رہ سکے گا، کسی نہ کسی مصیبت میں پھنسا رہے گا۔

مجھے بمبئی میں ایک مولوی صاحب ملے، لمبا کرتا، گول ٹوپی، حضرت مولانا عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت، بڑے تہجد گذار لیکن ایک مرتبہ اپنی بیوی کی خاطر اپنی ماں کو کچھ سست کہہ دیا، ماں نے بددعا دی کہ اللہ کرے تو کوڑھی ہو کر مرے۔ ان کے ہاتھ میں میں نے خود کوڑھ دیکھا، مشکل سے بیس بائیس سال عمر تھی، انہوں نے دکھایا کہ ان کی انگلی سڑ کر گل رہی ہے۔ میں نے پوچھا کہ تمہیں کوڑھ کیسے ہوا، کہا ماں کی بددعا کی وجہ سے۔

ایک صحابی کا انتقال ہونے لگا تو لوگ انہیں کلمہ کی تلقین کرنے لگے، مگر ان کے منہ سے کلمہ نہیں نکل رہا تھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کی ماں کو بلواؤ۔ جب ان کی ماں حاضر ہوئیں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا تم اپنے بیٹے سے ناراض ہو؟ انہوں نے کہا ہاں یا رسول اللہ! میں اس سے ناراض ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم پسند کرتی ہو کہ تمہارا بیٹا آگ میں جلے؟ اس نے کہا کہ نہیں! تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بس پھر جلدی سے اُسے معاف کر دو۔ انہوں نے معاف کر دیا تو اس صحابی نے فوراً کلمہ پڑھا اور روح پرواز کر گئی۔

قیامت کے دن فرماں بردار اولاد میں شمولیت کا طریقہ

شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جن کے ماں باپ انتقال کر گئے اور وہ اولاد سے ناراض تھے تو اب اُن کو راضی کرنے کے لیے کیا کرنا چاہیے؟ اس کا بھی نسخہ سُن لیں۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس کے ماں باپ کا انتقال ہو گیا اور اُس نے

زندگی میں ان کو ستایا ہو لیکن بعد میں ہدایت ہوگئی تو نافرمان اولاد اُن کے لیے دُعائے مغفرت کرے اور اللہ تعالیٰ سے استغفار بھی کرے اور اپنی نفلی عبادات کا ثواب ان کو بخشتی رہے، صدقہ خیرات کرتی رہے، تلاوت سے ایصالِ ثواب کرے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دِن ان کو فرماں بردار اولاد میں لکھ دیں گے۔ یہ حدیث بھی آپ حضرات کے سامنے پیش کردی تاکہ کسی کو مایوسی نہ ہو۔ ہوسکتا ہے یہاں کوئی ایسا شخص ہو جس نے والدین سے گستاخی کی ہو اور وہ اس سے ناراض دُنیا سے گئے ہوں تو وہ بھی تلافی کرسکے اور پوری زندگی ان کو ایصال ثواب کرتا رہے، نفلی عبادات سے بھی اور مالی صدقات سے بھی۔ قیامت کے دِن اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرمادیں گے اور ماں باپ کے فرماں برداروں میں لکھ دیں گے۔ سُبحان اللہ کیا اللہ کی رحمت ہے کہ کسی حال میں بندوں کو مایوس نہیں کیا۔

والدین کو نظرِ رحمت سے دیکھنے کا ثواب

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو نیک اولاد اپنے ماں باپ کو رحمت کی نظر سے دیکھے تو اللہ تعالیٰ ہر نظرِ رحمت پر اس کے لیے ایک مقبول حج کا ثواب لکھ دیتا ہے۔ یہاں صالح کی قید لگادی کہ نیک ہو، کم از کم فرض، واجب اور سُنتِ مؤکدہ ادا کرتا ہو، نافرمانی سے بچتا ہو تو ایسے صالحین اگر اپنے ماں باپ کو نظرِ رحمت سے دیکھ لیں تو ہر نظرِ رحمت پر ایک مقبول حج کا ثواب ملے گا، لیکن نفلی حج کا ثواب ملے گا فرض کا نہیں، یہ نہیں کہ تجوری میں ہزاروں روپے جمع ہیں اور ماں باپ کو نظرِ رحمت سے جاکے دیکھ لیا اور سمجھے کہ میرا فرض حج ادا ہوگیا۔ فرض حج تو حرم کی حاضری ہی سے ادا ہوگا اور

ماں باپ کو رحمت کی نظر سے دیکھنے پر حج کا ثواب لینے کے لیے صالح ہونا بھی شرط ہے، یہ نہیں کہ نہ روزہ، نہ نماز، شراب کباب اور جاکے والدین کو نظرِ رحمت سے دیکھ لیا اور سمجھے کہ نفلی حج کا ثواب مِل گیا بلکہ نیک ہونا بھی شرط ہے۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے پوچھا کہ اگر یہ شخص دِن میں سو مرتبہ نظرِ رحمت سے دیکھے، تو کیا تب بھی اِتنا ہی ثواب ملے گا؟ یعنی کیا سو حج کا ثواب ملے گا؟ اس پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو لفظ فرماتے کہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَاَطْھَرُ اللہ تعالیٰ تمھاری نظرِ رحمت سے دیکھنے سے زیادہ شانِ رحمت رکھتے ہیں، اکبر تو رحمت کے لیے ہوگیا کہ دن میں سو مرتبہ دیکھنے والوں کو سو مرتبہ نفلی حج مقبول کا ثواب دیتے ہیں اور وَاَطْھَرُ فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کردی کہ اللہ تعالیٰ طیب ہے، ہر عیب سے پاک ہے۔ اگر کوئی یہ سوچے کہ اللہ تعالیٰ شاید اِتنا ثواب دینے سے تھک جائیں گے یا ان کے خزانے میں کمی آجائے گی تو اللہ تعالیٰ ہر نقص سے پاک ہے وہ تھکتا نہیں ہے نہ اس کے خزانے میں کمی آتی ہے، وہ ثواب دینے سے قاصر نہیں ہوتا۔

اَدائے حقوق کے بارے میں عُلماء سے مشورہ کریں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنی ماں کی خدمت کرے تو جنّت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔ بیوی کے مُعاملے میں کبھی ماں کا دِل نہ دکھاؤ۔ اس کے لیے کسی اللہ والے سے مشورہ کرلو۔ بیوی کو نرمی سے سمجھاؤ کہ تیری بھی تو بہو آنے والی ہے لیکن جو بیوی کا حق ہے اس کو بھی اَدا کرتے جاؤ۔ یہ نہیں کہ ماں کے حقوق اَدا کرنے کے چکر میں بیوی کے

حقوق ترک کر دیئے بلکہ علماء دین سے ماں اور بیوی دونوں کے حقوق کے بارے میں پوچھتے رہو، دونوں کو خوش رکھنے کی کوشش کرو، دونوں کا حق ادا کرو اور اس کا طریقہ پوچھنے کے لئے تنہائی میں مجھ سے مل کر مشورہ کیجئے یا کسی سے بھی جن کو اللہ تعالیٰ نے بزرگوں کی جوتیاں اُٹھانے کی سعادت بخشی ہو، اس سے تنہائی میں مل کر مشورہ کیجئے۔ ماں بیٹے میں اختلاف چل رہا ہو تو کسی عالم کو بلالیں تاکہ وہ فیصلہ کردیں۔ ایسے علماء کی کمی نہیں جو اللہ کے لیے آپ کو وقت دیں۔ اپنے اپنے حالات ان سے بیان کریں، ان شاء اللہ مشورہ کی برکت سے بڑے بڑے فتنے ختم ہوجائیں گے۔ مشورہ میں اللہ نے بہت برکت رکھی ہے۔ جب بھی کوئی معاملہ پیش آئے بزرگانِ دین سے مشورہ کرلیں۔

اب دُعا کرلیں کہ یا اللہ! ساس اپنی بہو کو بیٹیاں اور بہو اپنے ساس کو مائیں سمجھیں اور بیٹے بھی ماں باپ کی مجبوریاں اور کمزوریاں سوچیں اور بیٹے کو، بہو کو بھی توفیق عطا فرما کہ وہ اپنی بہو سے آرام لینے کے لیے اور بیٹے اپنی اولاد سے عزت اور آرام لینے کے لیے ماں باپ کی خدمت و عزت کریں اور ہم تو کہتے ہیں کہ اپنے بڑوں کی عزت و اکرام اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کریں۔ حدیث پاک میں ہے جس نے اپنے بڑوں کا ادب کیا اللہ تعالیٰ ان کے چھوٹوں سے ان کا ادب کرائیں گے اور اگر کسی نے اپنے بڑوں سے بدتمیزی کی تو اس کی سزا یہ ہے اس کے چھوٹے بھی اس سے بدتمیزی کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نفس کی برائیوں سے بچائیں، اللہ والی زندگی عطاء فرمائیں، نفس و شیطان کی غلامی سے نکالیں۔ اے ہمارے رب! آپ نے قرآن میں ہمیں فقیر فرمایا ہے اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اور ہمارے

ہاتھوں کو پیالے کی شکل دے کر آپ نے ہمیں اپنے در کا سائل اور فقیر بنایا ہے اس لیے ہم آپ کا دیا ہوا پیالہ آپ کے سامنے پھیلا رہے ہیں کہ ہم سب کو اللہ والی زندگی نصیب فرما، اپنے دوستوں کی حیات نصیب فرما اور اپنے نافرمان بندوں کے ذوق سے بچا، نافرمانوں کے گندے خیالات، سوچ اور فکروں سے ہمارے دل و دماغ کو پاک کر دے، اے اللہ! جن باتوں سے آپ ناراض ہوتے ہیں ان سے ہمارے دِل کو متنفر فرما دیجئے اور جِن باتوں سے آپ خوش ہوتے ہیں انہیں ہم کو نصیب فرما دیجئے، دونوں جہاں کی فلاح ہم سب کو نصیب فرما دیجئے۔ ہم میں سے جن کے ہاں بیمار ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو اور ہم سب کو شفاء کامِل عاجل نصیب فرمایئے اور جِن کی جو جائز حاجتیں ہیں اللہ تعالیٰ سب پوری فرمایئے۔ جو بیٹی کا رشتہ نہ آنے سے پریشان ہو یا جس قسم کا بھی غم ہو اس کی تمام پریشانیاں اور غموں کو دور فرما دیجئے۔ اے اللہ! ہم سب کو اولیاء صدیقین کی خطِ انتہا تک پہنچا دیجئے۔ اب ہمارے رب! ہمارے گناہوں کو مخلوق پر ظاہر نہ کیجئے، یا اللہ! نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی پوری زندگی میں جتنی دُعائیں خیر کی مانگی ہیں وہ تمام خیر ہمیں بھی عطا فرما دیجئے اور جن شرور سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی ہے یا اللہ! ان تمام شرور سے ہمیں بھی پناہ عطا فرما دیجئے۔ آمین۔

دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ میری گذارشات کو اپنی رحمت سے قبول فرمالیں اور اِس مجلس میں چونکہ بِلادِ شتّٰی اور قبائلِ شتّٰی کے لوگ ہیں یعنی مختلف شہروں اور مختلف قبیلوں کے ہیں اور زبانیں بھی مختلف ہیں اور احادیث میں آتا ہے کہ ایسے لوگوں کے لیے قیامت کے دِن نور کا منبر لگایا جائے گا جو

اللہ کے نام پر جمع ہوں۔ اے خدا! آپ کے نام پر یہاں مختلف شہروں اور مختلف زبانوں کے لوگ جمع ہیں، صرف کلمہ کے نام پر یہ اجتماع ہے۔ آپ اپنی رحمت سے اس مجلس کو قبول فرما کر ہم سب کو اپنا مقبول فرما لیجئے اور اپنے جذب سے ہماری رہبری فرمائیے۔

اے اللہ! ہم نفس و شیطان سے اپنی جان کو چھڑانے میں کامیاب نہیں ہو رہے ہیں۔ آپ اپنا دستِ کرم بڑھائیے اور ہماری جانوں کو جذب کر کے اپنی طرف کھینچ لیجئے۔ ہم سب کو اپنا بنا لیجئے۔

دست بکشا جانبِ زنبیلِ ما
آفریں بر دست و بر بازوئے تو

اے اللہ! آپ اپنی رحمت کے صدقے میں ہم سب کو اپنا مقبول اپنا محبوب بنا لیجئے اور ایک سانس بھی آپ کی نافرمانی میں جینے سے اختر آپ کی پناہ مانگتا ہے، اپنے لیے بھی، اپنے سب دوستوں کے لیے بھی۔ اے خدا! گناہ کرنا تو دور کی بات ہے ایک سانس بھی آپ کے غضب اور نافرمانی میں گذرے مومن کے لیے اس سے بڑھ کر خسارہ اور اس سے بڑھ کر منحوس وقت دُنیا میں کوئی اور نہیں ہو سکتا۔ اے خدا! حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے جو فرمایا کہ مومن کے لیے سب سے منحوس گھڑی وہ ہے جس وقت وہ نافرمانی میں مبتلا ہوتا ہے اختر آپ سے فریاد کرتا ہے کہ اپنا خصوصی فضل، اپنی خصوصی حفاظت ہم سب کو نصیب فرما دیجئے اور ہمیں اپنی جملہ نافرمانیوں سے توبہ نصیب فرما دیجئے، تقویٰ کی زندگی، اللہ والوں کی زندگی نصیب فرما دیجئے کہ آپ ہم سب سے راضی ہو جائیے، اپنی ناراضگی اور غضب

ہم سب سے اُٹھا لیجئے۔ اے خدا! آپ ہم سب سے راضی اور خوش ہو جائیے، اپنی رحمت سے خوش ہو جائیے، اپنے کرم سے خوش ہو جائیے، اپنی ناراضگی کو ہمیشہ کے لئے اُٹھا لیجئے۔ حُسنِ خاتمہ نصیب فرما کر میدانِ محشر میں بے حساب مغفرت فرما کر جنّت میں ہم سب کو اسی طرح اکٹھا فرما دیجئے جس طرح یہاں ہم سب لوگ اکٹھا ہیں۔ کراچی کو امن والا شہر بنا دیجئے۔ ہر قسم کی رحمتوں سے عافیتوں سے مالا مال کر دیجئے۔ پاکستان کو، سارے ممالک اسلامیہ کو اور جہاں جہاں بھی مُسلمان ہیں، اے اللہ! ان کو عافیتِ دارین نصیب فرما دیجئے، ہر قسم کی مظلومیت سے نجات و عافیت نصیب فرما دیجئے، ہماری نالائقیوں کی اصلاح فرما دیجئے، گو ہم سزا کے مستحق ہیں لیکن آپ اپنی رحمت سے اپنے کریم ہونے کے صدقے میں ہم نا اہلوں پر فضل کر دیجئے۔ **یا اللہ جو بھی آپ کی ناراضگی کی باتیں ہیں پورے عالم کے مُسلمانوں کو ان سے بچا لیجئے اور عافیت دارین نصیب** فرما دیجئے۔ یا اللہ! تھوڑے سے وقت میں جو ہم آپ سے نہیں مانگ سکے آپ بے مانگے ہم پر اپنی رحمت کے صدقے میں دریا کے دریا انڈیل دیجئے، اپنی رحمتوں کے مہربانیوں کے دریا کے دریا بہا دیجئے۔ تمام عمر مُبارک حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے جو بھلائیاں آپ سے مانگی ہیں ہمارے حق میں قبول فرما لیجئے اور تمام عمر مُبارک آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے جن شرور سے پناہ مانگی ہے۔ ان سے ہم سب کو پناہ عطا فرما دیجئے اور اپنے انعامات پر شکر بجا لانے کی توفیق نصیب فرمایئے اور عجب و کبر اور جملہ رذائل سے ہم سب کا تزکیہ فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

ایک اہم نصیحت

آخر میں ایک ضروری بات سُن لیں کہ دُنیا ہی میں جنّت کا مزہ چاہتے ہو تو اللہ تعالیٰ کی مرضی پر مرنا جینا سیکھ لو۔ اللہ کی مرضی پر چلو اپنی مرضی کو چھوڑ دو۔ جو اللہ کے حکم سے اپنے دل کی خواہش کو توڑتے ہیں، جن خواہشات سے اللہ ناراض ہوتا ہے ان کو پورا نہیں کرتے تو ان کے دِل کی عمارت ریزہ ریزہ ہوجاتی ہے تو اس کی تعمیر کا میٹریل (Material) اللہ تعالیٰ عالَمِ غیب سے بھیجتا ہے، اللہ تعالیٰ ان کی تعمیرِ قلب اپنی محبت کی حلاوت اور اپنے انوار و تجلیات سے کرتے ہیں۔ اب آپ خود اندازہ لگائیے کہ جو قلب مَوردِ تجلیاتِ قُربِ الٰہی ہو وہ کتنا قیمتی ہوگا۔ اس لیے

شُکر کر مٹّی سوارت ہو گئی

مُبارک ہے وہ مٹّی جو اپنے اللہ کی مرضی پر فِدا ہو، اس سے بڑھ کر مُبارک بندہ کوئی نہیں ہے جو اپنے مالِک تعالیٰ شانہ کی مرضی پر مرتا جیتا ہے۔

اِس لیے اپنے دوستوں سے کہتا ہوں کہ تھوڑا سا ہمت سے کام لو۔ ہم سب کو ہمت اللہ نے دی ہے ہم استعمال نہیں کرتے کیونکہ اگر ہمت بالکل نہ ہوتی تو دُنیاوی خوف سے ہمت کہاں سے آجاتی ہے۔ مثال کے طور پر ایک شخص مخنّث یعنی ہیجڑا، نامرد ہے، اس کو کوئی لاکھ ڈنڈے مارے تو کیا وہ صحبت کرسکتا ہے؟ اسی طرح ایک شخص ٹائیفائیڈ سے مر رہا ہے اس میں بالکل طاقت ہی نہیں ہے اس کے ڈنڈے مار کر کشتی لڑانا چاہو تو وہ کیا لڑسکتا ہے۔

لیکن ایک شخص ڈنڈے کے خوف سے تو گناہ سے بچ جاتا ہے لیکن جب ڈنڈا نہیں دیکھتا تو چھپ کر گناہ کر لیتا ہے، یہ شخص اللہ کا بہت بڑا مجرم ہے کیوں کہ دنیاوی خوف سے تو بچتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے خوف سے نہیں بچتا۔ اس لیے دو رکعات پڑھ کر یہ دعا مانگو کہ یا اللہ! ہماری ایک سانس بھی آپ کی نافرمانی میں نہ گذرے۔ میری زندگی کی جو سانس آپ کی ناراضگی میں گذرتی ہے اس سے منحوس گھڑی اور اس سے نامبارک سانس روئے زمین پر کوئی نہیں۔ آپ کے علاوہ کوئی دوسرا اللہ نہیں ہے ہم جیسے بندے تو لاکھوں ہیں بلکہ آپ کے بندے ایک سے ایک اچھے ہیں مگر آپ جیسا اللہ ہم کو کہاں ملے گا۔ اللہ کو ہماری ضرورت نہیں ہے ہمیں اللہ کی ضرورت ہے۔ اس لیے کوشش کرو اور ان اسباب کے قریب بھی نہ جاؤ جو اللہ سے دور کرنے والے ہیں دعا بھی کرو اور روؤ بھی۔ رونے سے کام بن جائے گا لیکن ہمت بھی کرو۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو زلیخا نے جب دعوتِ گناہ دی تو آپ نے وہاں سجدہ میں گر کر دعا نہیں کی بلکہ اُس جگہ سے بھاگے، راہِ فرار اختیار کی۔ دیکھو نبی نے تعلیم دے دی کہ ایسے مواقع سے بھاگو۔ جب زلیخا نے کہا هَيْتَ لَكَ میں تجھ سے ہی کہتی ہوں، کیوں میری بات نہیں مانتا یعنی کیوں میرے ساتھ صحبت نہیں کرتا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا قَالَ مَعَاذَ اللهِ میں اللہ سے ڈرتا ہوں، اللہ سے پناہ مانگتا ہوں تو مَعَاذَ اللهِ کہہ کر بھاگے۔ اس لیے گناہ سے، فحاشی کے ماحول سے فرار اختیار کرنا واجب ہے، فرضِ عین ہے۔ جب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم عذاب والی بستی سے گذرے تو آپ نے اپنا چہرۂ مبارک چھپا لیا اور روتے ہوئے گذر گئے اور

اس عذاب والی بستی کے پانی سے جو آٹا گوندھ لیا گیا تھا تو اس کو پھنکوا دیا اور فرمایا کہ یہاں سے روتے ہوئے گذر جاؤ، اس بستی کو دیکھو بھی مت، یہاں عذاب کے اثرات ہیں۔ آج نافرمانی کے جو اسباب ہیں، گناہوں کے جو اڈے ہیں، سینما گاہیں ہیں وہ عذاب کی بستی سے کم نہیں ہیں۔ اگر وہاں سے گذرنا پڑ جائے تو اپنا چہرہ چھپا لو اور اللہ سے استغفار کرتے ہوئے چلے جاؤ۔ اللہ کی نافرمانی سے دُنیا ہی مِل جاتی تو کہتے کہ چلو دُنیا ہی میں کچھ دِن آرام کر لو لیکن اللہ کی نافرمانی سے تو دُنیا کا بھی چین چھن جاتا ہے۔ پہلی ہی نظر سے، آغازِ محبتِ مجازی سے بے چینی کا آغاز ہو جاتا ہے، نافرمانی کا نقطۂ آغاز پریشانی کا نقطۂ آغاز ہوتا ہے۔ پھر جیسے جیسے نافرمانی میں آگے بڑھتا جاتا ہے پریشانی بھی بڑھتی چلی جاتی ہے۔ اس لیے حکیمُ الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ والوں کو کوئی غم نہیں ہوتا سوائے ایک غم کے کہ ہم سے کہیں کوئی نافرمانی نہ ہو جائے۔ یہ غم اولیاء کا غم ہے۔ جس کو یہ غم لگ جائے کہ کہیں مجھ سے کوئی خطا نہ ہو جائے، مجھ سے کوئی نافرمانی نہ ہو جائے اس کو اللہ کے دوستوں کا غم حاصل ہو گیا۔ یہ غم دُشمنوں کو نہیں مِلتا، یہ غم کافروں کو نہیں ملتا، اللہ یہ غم اپنے دوستوں کو دیتا ہے لہٰذا ہر وقت اس کی فکر کرو کہ ایک سانس بھی اللہ کی نافرمانی میں نہ گُذرے۔ ایک سانس بھی اللہ کی نافرمانی میں گُذارنا اس سے بڑھ کر خسارہ، نقصان اور نحوست کوئی اور نہیں، یہ مراقبہ دِل میں جما لو کہ اللہ ہر وقت مجھے دیکھ رہا ہے۔ جب کوئی شخص کسی عورت کو بُری نظر سے دیکھتا ہے تو سمجھ لو تمھاری نظر پر بھی کسی کی نظر ہے ؎

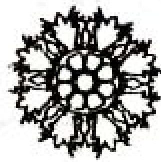
جو کرتا ہے تُو چھپ کے اہلِ جہاں سے
کوئی دیکھتا ہے تجھے آسماں سے

دیکھو تمہاری نظر پر بھی کسی کی نظر ہے اس نظر سے کیوں غافل ہو جو آنکھوں کا بھی محتاج نہیں ہے۔ ہر ذرّہ کائنات اس کی نظر میں ہے۔ تم تو دو محدود آنکھوں سے دیکھتے ہو، وہ تمہیں بے شمار اور غیر محدود نظروں سے دیکھ رہا ہے۔ واقعی اللہ کا حلم ہے جس سے انسان بچا ہوا ہے ورنہ بڑے بڑے لوگوں پر جوتے پڑ جاتے۔ اگر اپنی صفت حلم سے اللہ اپنے بندوں پر فضل نہ فرماتے تو بڑے بڑے پگڑی والے، بڑے بڑے سیّد صاحب، بڑے بڑے خان صاحب، بڑے بڑے چوہدری صاحب کی قلعی کھل جائے۔ کیا کرم ہے اس کا! سب کچھ جانتے ہیں اور درگذر فرماتے ہیں اَللّٰھُمَّ لَا تُخْزِنِیْ فَاِنَّکَ بِیْ عَالِمٌ اے اللہ! ہمیں ذلیل نہ فرمائیے کہ آپ ہمارے سب گناہوں کو جانتے ہیں وَلَا تُعَذِّبْنِیْ فَاِنَّکَ عَلَیَّ قَادِرٌ اور ہم کو عذاب نہ دیجئے کہ آپ کو ہم پر پوری قدرت ہے، جس وقت چاہیں آپ دونوں گرڈر فیل کر دیں پھر دیکھیں کون گناہ کرتا ہے۔ اللہ سے ڈرو اور جو اللہ سے ڈر کے رہتا ہے دُنیا میں ہی جنّت کا مزہ پانے لگتا ہے۔

اللہ اللہ ہے، جنّت کا خالق ہے۔ وہ جب دِل میں آتا ہے تو مع جنّت کے آتا ہے۔ جب ہاتھی بان آئے گا تو مع ہاتھی کے آئے گا کہ نہیں؟ اللہ بھی جس کے دِل میں آتا ہے اپنی جنتوں کے ساتھ آتا ہے۔ لیکن لوگوں کو اس حقیقت کا پتہ نہیں ورنہ اگر یہ حقیقت کھل جاتی تو کوئی گناہ نہ کرتا۔ جن جوانوں کو اللہ کے قُرب کا مزہ نہیں ملا ان کے مُنہ میں گناہوں کو دیکھ کر پانی آجاتا ہے کہ ہا ہا کیا حُسن ہے۔ دُنیا میں دیکھتے ہیں کہ سب ایسا ہی کرتے ہیں۔ ارے! سب کو چھوڑو تم اپنے اللہ کے راستے پر چلو، نبیوں کے راستے پر چلو، اگر ساری کائنات سے

زیادہ مزہ نہ آئے تو پھر کہنا اور جوٹیڈیوں کے چکر میں ہیں، سینما وی سی آر کے چکر میں ہیں ان سے بڑھ کر عذاب میں بھی کوئی نہیں ہے۔ جو لوگ گناہوں کے چکر سے نکل کر ادھر آگئے ان سے پُوچھ لو یا جو لوگ کبھی کبھی چکر بازی بھی کر لیتے ہیں اور پھر اللہ کا نام لیتے ہیں، توبہ کرتے ہیں تو توبہ کے زمانے اور نافرمانی کے زمانے کا توازن کر لو اور Balance نکالو تو دوزخ اور جنّت کا فاصلہ نظر آجائے گا۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ



ساحل سے لگے گا کبھی میرا بھی سفینہ

ساحل سے لگے گا کبھی میرا بھی سفینہ
دیکھیں گے کبھی شوق سے مکّہ و مدینہ

گو عشق کا موجود ہے ہر دِل میں دفینہ
مِلتا نہیں لیکن کبھی بے خُون و پسینہ

اللہ رے یہ جوشِ محبّت کی بہاریں
اِک آگ کا دریا سا لگے ہے مرا سینہ

اے اشکِ ندامت میں ترے فیض پہ قُربان
برسا ہے جو عاصی پہ یہ رحمت کا خزینہ

ہے شرط کسی اہلِ محبّت کی توجہ
مِلتا نہیں ورنہ یہ محبّت کا نگینہ

مانا کہ مصائب ہیں رہِ عشق میں اختؔر
پر اُن کے کرم سے جو اترتا ہے سکینہ

فدا تجھ پہ اے خاکِ شہرِ مدینہ

مُبارک تجھے ہو اے ارضِ مدینہ
نبی کا شہر ہے یہ شہرِ مدینہ

ترے پاس جب سیّدِ دوجہاں ہیں
نہ کیوں رشکِ افلاک ہو پھر مدینہ

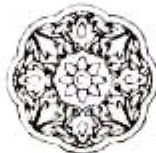
ترے سبز گنبد پہ عالم فدا ہے
فلک جیسے چُومے زمینِ مدینہ

ترا ذرّہ ذرّہ نشانِ نبی ہے
فدا تجھ پہ میں خاکِ شہرِ مدینہ

اُحد کے یہ دامن میں خونِ شہیداں
سبق دے رہا ہے وفائے مدینہ

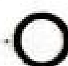
نشانی ہے اسلام کی عظمتوں کی
صحابہؓ کے قدموں سے خاکِ مدینہ

وفاداریوں پر صحابہؓ کی اختر
ہے تاریخ روشن یہ شہرِ مدینہ



مَواعِظِ حَسَنہ نمبر ۷۰

اہل اللہ کی شانِ اِستغناء



شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

مجتّ تیرا صدقہ ہے ثمر ہیں تیرے نازوں کے
بہ فیضِ صحبتِ ابرارؒ یہ دردِ محبت ہے
جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے
بہ اُمیدِ نصیحت دوستو اس کی اشاعت ہے
عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

ضروری تفصیل

نامِ وعظ : ——— اہل اللہ کی شانِ استغناء

واعظ : ——— عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

جامع وعظ : ——— حضرت سید عشرت جمیل ملقب بہ میر صاحب مدظلہم العالی
خادمِ خاص و خلیفہ مجاز بیعت، عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

تاریخ : ——— ۱۷ ربیع الاول ۱۴۱۲ھ مطابق ۲۷ ستمبر ۱۹۹۱ء بروز جمعہ

مقام : ——— مسجد اشرف، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی

انتساب

احقر کی جملہ تصنیفات و تالیفات مُرشدنا
مولانا محی السنۃ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ
اور حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ
اور حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ
کی صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں۔

محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اہل اللہ کی شانِ استغناء

آج میں بُخاری شریف کی ایک حدیث کی شرح بیان کروں گا۔ اس وقت میرے ہاتھ میں علامہ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی بُخاری شریف کی شرح ہے جو اَربَعَۃَ عَشَرَ جُزءاً یعنی ۱۴ جلدوں میں ہے جس میں سے جلد نمبر ۲ میرے ہاتھ میں ہے۔ اس کا نام فتح الباری شرح بُخاری ہے جو عربی زبان میں ہے۔ اُردو کا مصنّف لٹریچر پڑھ کر کتنا ہی قابل ہو جائے لیکن ان کتابوں کو ہاتھ لگانے کے قابل نہیں ہو سکتا اور ان کو نہیں سمجھ سکتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضلِ عظیم ہے، ہمارے بزرگوں کی دُعاؤں کا صدقہ ہے کہ آج میں آپ کے سامنے اس میں سے کُچھ سناؤں گا۔ لیکن اس سے پہلے میں سات اعمال بیان کروں گا جو ہر جُمعہ کو فجر کے بعد سُنائے جاتے ہیں۔ پہلے وہ اعمال بیان کرتا ہوں اس کے بعد بُخاری شریف کا درس دوں گا۔

جو شخص جمعہ کے دِن ان سات اعمال پر عمل کرے گا تو جب اپنے گھر سے مسجد آئے گا تو ہر قدم پر ایک سال کے نفلی روزوں کا ثواب اور ایک سال کی نفلی نمازوں کا ثواب پائے گا۔ اس کا گھر مثلاً اگر پچاس قدم پر ہے تو اس کو پچاس سال کے نفلی روزوں کا اور پچاس سال کی نفلی نمازوں کا ثواب ملے گا اور یہ شخص نیکیوں کے وزن کے اعتبار سے میدانِ محشر کا بڑا رئیس و مالدار ہوگا۔ کما لو

دوستو! یہ کمانے کے دن ہیں، پردیس کی کمائی وطن میں لگائی جاتی ہے، ابھی وقت ہے کہ ہم غفلت کی نیند سے جاگ جائیں ورنہ پردیس کے بعد جب وطن واپس جانا ہوگا تو کرنسی بدل جائے گی، جب مُلک بدلتا ہے کرنسی بدل جاتی ہے۔ پھر آپ کی ساری ریاست و نوابی اِدھر ہی رہ جائے گی۔ آنکھ بند ہوتے ہی سکہ بدل جائے گا۔

آخرت کی کرنسی کیا ہے؟

کئی سال پہلے کی بات ہے، ایک سیٹھ نے مجھ سے سوال کیا کہ جب کارخانہ دار، سیٹھ، سرمایہ دار اور رئیس لوگوں کا انتقال ہوجاتا ہے تو مخلوق کی زبان پر یہ جاری ہوتا ہے کہ اللہ بخشے بڑے نیک آدمی تھے، بڑے نمازی پرہیزگار تھے، مسجد میں ہر مہینہ امام اور موذن کی تنخواہ خود دیتے تھے، بڑی مسجدیں بنوائیں، بڑے مدرسے بنوائے لیکن ان کے کارخانوں کا تذکرہ کوئی نہیں کرتا کہ اللہ بخشے بڑے مالدار آدمی تھے، ایک کارخانہ فیصل آباد میں تھا، ایک کراچی میں تھا، ایک لاہور میں تھا۔ یہ تذکرہ کیوں نہیں ہوتا، آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ہمارے بزرگوں کی دعاؤں کی برکت سے مجھے فوراً جواب عطا فرمایا کہ چونکہ آنکھ بند ہونے کے بعد مُلک بدل گیا لہٰذا جِس مُلک میں جارہا ہے اب اس مُلک کی کرنسی کا تذکرہ ہورہا ہے کہ اللہ بخشے اس نے فلاں مسجد بنائی، مدرسہ بنایا، اماموں کی تنخواہ دیتا تھا اور غریبوں کی مدد کرتا تھا۔ جب ملک بدل گیا تو کرنسی بدل گئی پس دوسرے ملک میں پہلے ملک کی کرنسی نہیں چلتی تو اس کا کوئی تذکرہ بھی نہیں کرتا۔ دُنیا کی کرنسی آخرت میں نہیں چلتی اس لیے سیٹھوں کے فیصل آباد، گوجرانوالہ اور لاہور کے کارخانوں کا کوئی تذکرہ نہیں کرتا۔ بلکہ نیکیوں کی جو کرنسی انہوں نے آخرت

بھجوا دی اسی کا تذکرہ ہوتا ہے کہ بڑے مخیّر آدمی تھے، مساجد و مدارس پر بہت خرچ کرتے تھے، غریبوں کی مدد کرتے تھے وغیرہ۔ میرے اس جواب سے وہ صاحب بہت خوش ہوتے کہنے لگے کہ مجھ کو آپ کا یہ جواب سوٹ (suit) کر گیا ہے یعنی بہت موافق آیا، دل خوش ہو گیا، لیکن پردیس میں رہ کر وطن کی تیاری کی توفیق جب ہوتی ہے جب ان لوگوں کے ساتھ رہا جائے جو پردیس میں رہتے ہوئے بھی وطن کی تیاری میں لگے ہوتے ہیں۔ پردیس میں جہاں تذکرۂ وطن ہو رہا ہو، ان کی صحبتوں سے تعمیر وطن کی توفیق ہوتی ہے اور جن کو ایسی صحبتیں نصیب نہیں ہوئیں وہ پردیس میں رہ کر تعمیرِ پردیس کی فکر میں تو رہے مگر اصلی وطن کی تخریب کر ڈالی، اصلی وطن خراب آباد بن گیا۔

مثنوی شریف میں بازِ شاہی اور اُلّو وستان کا ایک سبق آموز قصّہ

بازایک شکاری پرندہ ہے، اُسے بادشاہ اپنے پنجہ پر بٹھاتے ہیں اس لیے اس کا نام بازِ شاہی ہے یعنی وہ باز جو بادشاہ پالتے ہیں۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک بازِ شاہی شاہی محل سے اُڑا، اسے شاہی محل میں دوبارہ آنا تھا، بادشاہ اس کی رفتار دیکھنا چاہتا تھا مگر وہ راستہ بھول کر ایک ویرانہ میں پہنچ گیا۔ وہاں اُلّو رہا کرتے تھے۔ اُلّوؤں کو اس کی شکل بُری معلوم ہوئی جیسے نکٹوں کا ایک گاؤں تھا، وہاں سب کی ناک کٹانے کی عادت تھی۔ پانچ ہزار کی بستی اور سب کے سب نکٹے۔ ایک دن وہاں ایک شخص پہنچ گیا جس کی ناک صحیح سلامت تھی تو پانچ ہزار نکٹوں نے کہا کہ واہ واہ نکو صاحب آگئے، ذرا اپنا چہرہ دیکھو کیسا

بُرا لگ رہا ہے۔ ناک کس طرح اوپر کو اُٹھی ہوتی ہے، اُونٹ کے کوہان کی طرح! ہمیں تو تمہاری شکل بہت بُری لگ رہی ہے۔

ایک معترض کو حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا حکیمانہ جواب

یہاں ایک اور لطیفہ یاد آگیا۔ ہندوستان کی بات ہے، اس وقت پاکستان نہیں بنا تھا۔ ایک شخص نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ بمبئی میں حج کیوں نہیں ہوتا، مکہ شریف میں کیوں ہوتا ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ کی ناک سامنے کیوں ہے، پیچھے کیوں نہیں ہے؟ اس نے کہا کہ اگر ناک پیچھے ہوتی تو چہرہ بُرا لگتا تو حضرت نے فرمایا کہ بُرا تو جب لگتا کہ جب ایک آدمی کی ناک پیچھے ہوتی اور جب سب کی ناک اللہ میاں پیچھے کرتے تو ہر آدمی سمجھتا کہ انسان ایسے ہی ہوا کرتا ہے۔ اب وہ خاموش ہوگئے، بس! جواب ہوگیا کہ اللہ مالک ہے، جہاں چاہے اپنا گھر بنادے۔

حرمین شریفین کی عظمت

پہاڑوں کے دامن میں اللہ نے کعبہ بنایا۔ جہاں پہاڑوں پر کوئی نظارہ، کوئی سبزہ، کوئی درختوں کی قطاریں نہیں ہیں لیکن پہاڑوں پر عظمت اللہ کی تجلیات کا جو عالم ہے اہلِ نظر سے پوچھو ؎

ہم نے دیکھے ہیں ایسے بھی اہلِ نظر
زندگی زندگی سے رہی بے خبر

یعنی زندہ تھے مگر اپنی زندگی سے بے خبر تھے۔ اپنی زندگی کو اللہ تعالیٰ پر فدا کیے ہوئے

تھے۔ اس پر مجھے اپنا ایک شعر یاد آیا جو مَیں نے مکّہ شریف کے پہاڑوں کی شان میں کہا تھا جس کو میرے شیخ شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم (افسوس اب رحمۃُ اللہ علیہ ہوگئے) نے بہت پسند فرمایا، اِتنا پسند فرمایا کہ اپنی کاپی پیش کردی کہ اس میں نوٹ کردو۔ وہ شعر یہ ہے ؎

میری نظروں میں تم ہو بڑے محترم یا جبالَ الحرم یا جبالَ الحرم

اے حرم کے پہاڑو! تم میری نظروں میں بڑے ہی محترم ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے اندر اپنا گھر بنایا ہے۔ تم خدائے تعالیٰ کے گھر کے پڑوسی ہو۔ جب انسان اپنا گھر بنانا چاہتا ہے تو بہترین جگہ کا انتخاب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے، اِتنی بڑی شان والے مالک نے مکّہ شریف کے پہاڑوں کو کیوں تجویز کیا؟ معلوم ہُوا کہ یہ سارے عالم سے بہترین پہاڑ تھے اور سارے عالم سے بڑھ کر یہ خطۂ زمین تھا جہاں خُدا نے اپنا گھر بنایا۔ مولانا رومی رحمۃُ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے ایک عاشق نے جب اللہ کے شہر مکّہ شریف، بَلَدُ الْاَمِیْن میں قدم رکھا تو یہ شعر پڑھا ؎

مسکنِ یار است و شہرِ شاہِ من

مکّہ شریف میرے محبُوب کا شہر ہے، اللہ تعالیٰ کا شہر ہے، میرے شاہ کا شہر ہے اور جب مدینہ پاک پہنچا تو وہاں بھی یہی شعر پڑھ دیا کہ یہ میرے محبُوب صَلّی اللہ علیہ وسلّم کا شہر ہے ؎

نزدِ عاشق ایں بُود حُبُّ الوطن

عاشقوں کا وطن وہی ہوتا ہے جہاں اس کا محبُوب ہوتا ہے۔ جو حرمین شریفین جا کر وطن کو یاد کرتے ہیں وہ کچّے ہیں، ان کا عشق کچا ہے۔ مولانا رومی رحمۃُ اللہ علیہ نے

فرمایا کہ ایک عاشق نے اس کے محبوب نے پُوچھا ؎

گفت معشوقے بہ عاشق اے فتیٰ
تو بہ غربت دیدۂ بس شہر ہا

اے جوان تُو نے پردیس میں بہت بڑے بڑے شہر دیکھے ۔

بس کدامی شہر زاں ہا خوشتر است

بس کون سا شہر تُجھ کو اچھا لگا ۔

گفت آں شہرے کہ درِوے دلبر است

عاشق نے کہا کہ وہ شہر اچھا لگا جہاں میرا محبُوب رہتا ہے ۔ خُدا کے عاشقوں سے پُوچھو کہ مدینہ پاک جا کر کیا حال ہوتا ہے، جب بلد امین یعنی مکہ شریف میں داخل ہوتے ہیں تو کیا مزہ آتا ہے ۔ ساری دُنیا کے جغرافیے ان کو بھول جاتے ہیں، نہ انہیں لندن یاد رہتا ہے نہ امریکہ یاد آتا ہے نہ جاپان نہ جرمن، مدینہ پاک پہنچ کر ان کا دل یہی چاہتا ہے کہ کاش یہیں ہماری قبر بن جاتے، اب یہاں سے نکلنا نہ ہو۔

مذکورہ قصّہ سے سالکین کے لیے عجیب سبق

تو میں کہہ رہا تھا کہ جب بازِ شاہی بادشاہ کے محل کا راستہ بھول کر اُلوؤں کے ویرانہ میں پہنچ گیا جس کا نام مولانا رومی نے خراب آباد رکھا ہے کیونکہ جہاں اُلو رہتے ہیں وہ ویران جگہ ہوتی ہے اس لیے اُس کا نام خراب آباد ہے تو جتنے اُلو تھے، جب دیکھا کہ نئی ڈیزائن کا، نئی شکل کا پرندہ آیا ہے جو سائز میں بھی بڑا اور اس کی چونچ اور پنجے بھی عجیب سے ہیں تو سب اُلوؤں نے ایک کارنر میٹنگ کی یعنی مجلسِ شوریٰ بٹھائی، سب اُلو جمع ہو گئے

اور کہنے لگے کہ یہ جو نیا پرندہ آیا ہے یہ ہم لوگوں کے وطن خراب آباد، ویرانستان اور اُلّو وستان یعنی اُلوؤں کے رہنے کی جگہ پر قبضہ کرنے آیا ہے، اگر اس کو بھگایا نہ گیا تو یہ قبضہ کرے گا۔ بازِ شاہی نے ان کی مجلس شوریٰ کا فیصلہ سُن لیا کہ یہ ہم سے ڈر گئے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ میں اس خراب آباد، اُلوؤں کے جنگل پر قبضہ کرنے آیا ہوں تو بازِ شاہی نے کہا کہ دیکھو بھئی! میں یہاں نہیں رہوں گا ۔

این خراب آباد در چشمِ شُماست

یہ اُلّو وستان، یہ ویرانہ، یہ جنگل اے اُلّو! تمھاری نگاہوں کو مُبارک ہو۔ میں اپنے شاہ کی طرف لوٹ رہا ہوں۔

من نخواہم بود ایں جا می رَوَم
سُوئے شاہنشاہ راجع می شَوَم

میں اس جگہ نہیں رہوں گا۔ واپس جا رہا ہوں اور کہاں جا رہا ہوں؟ سوئے شاہنشاہ راجع می شوم، مَیں اپنے بادشاہ کی طرف لوٹ رہا ہوں، میرا مکان شاہی محل ہے، میں شاہ کے پنجے پر رہتا ہوں۔

یہاں سے ایک سبق ملتا ہے کہ اگر کبھی شیطان اغوا کر کے سینما ہاؤس یا وی سی آر دکھانے لگے، کسی بدمعاشی، نالائقی، ناپاک اور گُناہوں کے عمل میں ملوث کردے تو آپ وہاں یہی اعلان کر دیجئے کہ میں یہاں نہیں رہوں گا، میں واپس جا رہا ہوں اپنے اللہ کے محلِ قُرب میں جا رہا ہوں اور دو رکعت صلوٰۃ التوبہ پڑھ کر اپنے اللہ کے پاس رہوں گا۔ میں اپنے شہنشاہ کے پاس جا رہا ہوں جو تمام سُلطانوں کا سُلطان ہے، سارے بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔

آج ہمارا یہ حال ہے کہ ہم خدائے تعالیٰ کو چھوڑ کر گناہوں کی غلیظ، تاریک اور بھیانک زندگی میں اس طرح دوڑتے ہیں کہ قابلِ افسوس حالت ہوتی ہے، گناہوں کے ویرانوں میں مثل اُلّوؤں کے ہم لوگ مانوس ہوجاتے ہیں۔ لہٰذا مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ بازِ شاہی کے ترجمان بن کر فرماتے ہیں کہ بازِ شاہی نے یہ کہا ؎

ایں خراب آباد در چشمِ شماست

یہ اُلّوؤں کا ویرانہ ہے، اے اُلّوؤ! تمہیں مبارک ہو ؎

بہر من آں ساعدِ شہ خوب جاست

میرا ٹھکانہ میرے بادشاہ کی کلائی ہے جس پر وہ مجھے رکھتا ہے۔ مجھے بادشاہ کا قُرب مبارک اور تم کو یہ ویرانہ مبارک۔ اللہ والے یہی کہتے ہیں کہ اے نافرمان اور گنہگار زندگی والو! ہمارے لیے مسجد کی چٹائی اور مسجد کا گوشہ کیا عمدہ جگہ ہے ؎

خدا کی یاد میں بیٹھے جو سب سے بے غرض ہوکر
تو اپنا بوریہ بھی پھر ہمیں تختِ سلیماں تھا

فرماں بردار اور نافرمان زندگی کا فرق

جس وقت بندہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے وہ ساعت، وہ گھڑی کتنی مبارک ہوتی ہے اور جس وقت بندہ کسی خبیث فعل بدنظری میں یا کسی بھی گناہ میں مبتلا ہوتا ہے آہ! وہ کتنی منحوس گھڑی ہوتی ہے کہ اللہ کا قہر اور غضب اس پر برس رہا ہے، ساری دنیا کے لوگ اور فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں، جس کو بُری نظر سے دیکھتا ہے وہ بھی گالیاں دے رہا ہے کہ مُلّا ہو کر ڈاڑھی رکھ کر کمبخت مجھے بُری نظر سے دیکھ رہا ہے، اس کی آنکھوں سے زِنا اور لعنت ٹپکتی

ہے، جس کو محبت سے دیکھتا ہے وہ بھی گالی دیتا ہے اور اگر وہ شخص متقی ہے تو بدنظری کرنے والے کی آنکھوں میں اس کو ظلمت اور شیطان کا ڈانس محسوس ہوجاتا ہے کہ شیطانی نظر سے مجھ کو دیکھ رہا ہے۔ دوستو! ہمارا حاصلِ حیات وہی لمحہ ہے جو اللہ پر فدا ہو رہا ہے ؎

وہ لمحۂ حیات جو تجھ پر فِدا ہوا
اس حاصلِ حیات پہ اختؔر فِدا ہوا

دوستو! یہ شعر بہت دردِ دل سے نکلتا ہے۔ ہماری شاعری دماغی نہیں ہے، دردِ دل سے آہیں نکلتی ہیں وہ شعر کے سانچوں میں ڈھل جاتی ہیں ؎

چھپاتی رہیں رازِ غم چپکے چپکے
مری آہیں نغموں کے سانچوں میں ڈھل کے

میری شاعری میرے دِل کی آہ ہے ؎

وہ لمحۂ حیات جو تجھ پر فِدا ہوا
اس حاصلِ حیات پہ اختؔر فِدا ہوا

جو وقت اللہ کی یاد میں گذر جائے وہ حاصلِ زندگی ہے۔ مولائے کریم جس سے خوش ہوجائے اس کے دِل سے پوچھو، جس نے اللہ کو خوش کیا اللہ نے اس کے دِل کو ایسی خوشی عطا فرمائی کہ وہ کانٹوں پر بھی لیٹتا ہے تو مُسکرا رہا ہے اور جس کے دِل کو اس کی شامتِ اعمال سے خُدا نے خوش رکھنے کا فیصلہ نہیں کیا وہ پھولوں کے اندر رہ کر خودکشی کے پروگرام بنا رہا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کو خوش کیے ہوئے ہے، اس کی نیّت اور محنت کی برکت سے اللہ اس کے

دِل کو خوش کرنے کا فیصلہ کرتا ہے، اسے اگر کوئی ببول کے نیچے، کیکر کے نیچے کانٹوں میں بھی سُلا دے تو بھی وہ ہنستا اور مُسکراتا رہے گا کیونکہ اس کے دل میں باغ ہے، باہر تو کانٹے ہیں مگر دِل میں باغ ہے اور بعض ایسے نالائق ہیں کہ جو پھُولوں میں ہیں مگر دل میں گُناہوں کے کانٹے گھُسے ہُوتے ہیں، اللہ کے غضب کی، لعنت کی لاتیں برس رہی ہیں ؎

دِل گلستاں تھا تو ہر شے سے ٹپکتی تھی بہار
دِل بیاباں ہو گیا عالمِ بیاباں ہو گیا

جُمعہ کے سات اعمال

تو میں عرض کر رہا تھا کہ حدیث پاک میں ہے کہ جو جُمعہ کے دِن سات اعمال کر لے

كَانَ لَهٗ بِكُلِّ خَطْوَةٍ عَمَلُ سَنَةٍ اَجْرُ صِيَامِهَا وَقِيَامِهَا

اس کو مسجد جاتے ہُوتے ہر قدم پر ایک سال کی نفلی نمازوں کا ثواب اور ایک سال کے نفلی روزوں کا ثواب ملے گا۔ آپ لوگ گھبرایئے نہیں کہ شاید یہ سات اعمال بہت مشکل ہوں گے، نہیں بہت آسان ہیں۔

(۱) غسل کرنا، بتایئے صاحب! کیا یہ مشکل کام ہے یا طبعی خواہش ہوتی ہے کہ ساتویں دِن نہالو، صابن سے میل کچیل اور پسینہ دُور کر لو۔

(۲) اچھے کپڑے پہننا، یہ بھی مُشکل کام ہے؟ کس کا دِل چاہتا ہے کہ ساتویں دِن، جُمعہ کے دِن خراب کپڑے پہنوں، یہ تو ہماری پسند کے مُطابق احکام ہیں۔

(۳) مسجد جلد جانے کی فکر کرنا یہ نہیں کہ گپ شپ لگا رہے ہیں، گھڑی دیکھ رہے ہیں کہ ابھی بہت دیر ہے۔

(۴) مسجد پیدل جانا بشرطیکہ مریض اور کمزور نہ ہو۔

(۵) امام کے قریب بیٹھنا، بشرطیکہ جگہ ہو، کسی کی پیٹھ پر کودتا پھاندتا دھکا مارتا نہ جائے۔

(۶) خطبہ کو غور سے سُننا۔ یہ نہیں کہ بیٹھا مسجد میں ہے اور دماغ بیکری میں ہے کہ نماز کے بعد بیکری سے ایک ڈبل روٹی لینی ہے اور مکھن کی خاص ٹکیہ جو ڈھائی من سے بھرپور ہو، لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ خدا کے گھر میں اللہ کی عبادت کے لیے آتے ہو اس لیے دِل و دماغ کو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف متوجہ رکھو۔

(۷) کوئی لغو اور بیہودہ کام نہ کرنا، مثلاً مسجد میں چٹائی بچھی ہے تو اس کے تنکے توڑ رہے ہیں، قالین بچھا ہے تو اس کا ایک ایک دھاگا کھینچ رہے ہیں۔ ارے یہ تو لغو ہی نہیں بلکہ گُناہ بھی ہے۔ یہ سات اعمال یاد کر لیجئے۔

ایک بار ترتیب وار پھر سُن لیجئے:

(۱) غسل کرنا، (۲) اچھے کپڑے پہننا،

(۳) مسجد جلد جانے کی فکر کرنا (۴) مسجد پیدل جانا

(۵) امام کے قریب بیٹھنے کی کوشش کرنا (۶) خُطبہ غور سے سُننا۔

(۷) کوئی بیہودہ لغو کام نہ کرنا۔

ابنِ ماجہ شریف، ترمذی شریف، نسائی شریف اور ابوداؤد شریف صحاح کی چار کتابوں سے یہ حدیث ثابت ہے۔ بعض محدثین نے لکھا ہے کہ:

لَمْ نَسْمَعْ فِی الشَّرِیْعَۃِ حَدِیْثًا صَحِیْحًا مُشْتَمِلًا عَلٰی مِثْلِ ھٰذَا الثَّوَاب۔

ہم نے کوئی صحیح حدیث ایسی نہیں سُنی جو ایسے ثواب پر مشتمل ہو۔

حضرت والا کے توکل اور استغناء عن الخلق کا ایک واقعہ

ایک بات کی وضاحت کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ میرے مدرسہ میں دس بارہ ملکوں کے بچے پڑھتے ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے قبول فرمائیں۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کا کسی بادشاہ سے رابطہ ہے کیونکہ کبھی جمعہ میں چندہ کی اپیل نہیں کرتے۔ مجھے یہ خبر ملی کہ بعض لوگوں نے آپس میں گفتگو کی کہ اس مولانا کا تعلق کویت کے بادشاہ سے ہے، لیبیا کے بادشاہ سے ہے، مراکش کے بادشاہ سے ہے، الجزائر کے بادشاہ سے ہے، تیونس کے بادشاہ سے ہے، اسی لیے تو کبھی مانگتا نہیں ہے، یہ غلط خیال دل سے نکال دو، میں سُلطانوں کے سُلطان سے تعلق رکھتا ہوں۔ بادشاہوں کو جو سلطنت کی بھیک دیتا ہے اختر اُن سے مانگتا ہے۔ وہ اللہ ہمارے دوستوں ہی کے دِل میں ڈال دیتا ہے کسی سرمایہ دار، کارخانے دار سے میری جان پہچان نہیں ہے۔ آتے ہوں تو ہمیں پتہ نہیں، لیکن میں اپیل اس لیے نہیں کرتا کہ اگر درد بھرے دل سے اللہ تعالیٰ کی محبت کا مضمون بیان کرنے کے بعد میں کہہ دوں لاؤ بھائی چندہ، تو آہ! وہ بندہ جو مانگے چندہ ہو جاتا ہے گندہ۔ اللہ کی محبت کے اتنے عالی شان مضمون کے بعد پیسے کی بات کر دینے سے اس کے دردِ دل کی قیمت گر جاتی ہے۔ وہ سمجھتا ہے جو اکبر الٰہ آبادی نے کہا تھا کہ ہر پسِ تقریر آخر چندہ ایست، ہر تقریر کے آخر میں چندہ کی بات آئے گی۔ اس لیے ہمارے بزرگوں نے ہمیں

نصیحت کی ہے کہ جب وعظ بیان کرو تو ضرورتِ شدیدہ بھی ہو تو بھی چندہ کی بات مت کرو کیونکہ یہ بھی وعظ کا ایک قسم کا معاوضہ ہو جاتا ہے، اگرچہ اپنے لئے نہ ہو۔ الحمدللہ! فرانس کے جزیرہ ری یونین کا سفر ہوا، ساؤتھ افریقہ کا سفر بھی ہوا، بڑے بڑے سیٹھوں کی مسجدوں میں بیان ہوا لیکن میں نے کہیں اپنے مدرسہ کا نام بھی نہیں لیا کہ وعظ کے آخر میں کہہ دوں کہ میرا مدرسہ بھی ہے تو جو ہوشیار سیٹھ ہیں وہ سمجھ جاتے ہیں، آپس میں کانا پھوسی کرتے ہیں کہ سنا سنا آ گئے مطلب پر، آمدن برسرِ مطلب، دیکھا! مدرسہ کا نام لے لیا۔ آہ! الحمدللہ! اللہ تعالیٰ نے ہمارے بزرگوں کی دعاؤں کے صدقہ میں یہ توفیق دی، یہاں ری یونین کے لوگ موجود ہیں، ساؤتھ افریقہ کے لوگوں سے بھی پوچھ لیا جائے، میں نے اپنے مدرسہ کا کسی طرح تذکرہ بھی نہیں کیا۔ میں نے کہا جن کے لیے اللہ کی محبت کا درد پیش کر رہا ہوں اللہ کے لئے تو کیا اللہ تعالیٰ ہمارا مدرسہ چلانے کے لیے کافی نہیں ہیں؟ وہ ہمارے اِن غریب دوستوں کے دلوں میں توفیق ڈالے گا۔ وہ خود پوچھیں گے کہ میرے لائق کوئی خدمت ہو۔ جو شخص علماء کے مانگنے کا انتظار کرتا ہے کہ جب مولوی مانگے گا تب دوں گا اُس کا درجہ آخرت میں نہ جانے کیا ہوگا، میں کچھ نہیں کہتا۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو اہلِ مدارس، خادمِ مدارس اور خدامِ دین سے پوچھتے ہیں کہ میرے لائق خدمت ہو تو آپ بتائیے۔

علماء کا اکرام اُمت پر فرض ہے

یہ مولوی نائبِ رسول ہیں۔ کیا انہیں دروازہ دروازہ پھرانا عظمتِ رسول کے خلاف نہیں ہے؟ علمائے دین کو اپنے دروازوں پر بُلا بُلا

کر چندہ دینا اور مجبور کرنا کہ یہاں سے جاؤ، یہ دفتر ہے، سیٹھ کے گھر پر جاؤ، وہاں ملے گا چندہ۔ کیا وہ طلباء کرام جن کے پیروں کے نیچے فرشتے پَر بچھاتے ہیں، جب وہ قربانی کی کھالیں دروازہ دروازہ مانگنے جائیں تو کیا اس سے طلباء کرام اور علماء دین کی عظمتوں کو نقصان نہیں پہنچتا؟

عُلماء عزّتِ نفس اور عظمتِ دین کا لحاظ کریں

ایک صاحب نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ ہم اپنے لیے اپنے نفس کو تھوڑے ہی ذلیل کرتے ہیں، ہم تو ایسا اللہ کے دین کے لیے کرتے ہیں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر وزیرِ اعظم کی ماں مر جائے اور کوئی ظالم اعلان کر دے کہ لاؤ بھئی چندہ لاؤ وزیرِ اعظم کی اماں کی فاتحہ خوانی کرنی ہے اور بریانی پکانی ہے تو وزیرِ اعظم اپنی ہتکِ عزّت کا مقدمہ دائر کر دے گا۔ اب آپ کہیں گے کہ پھر مدرسے کیسے چلیں گے۔ تو بھئی اس کے لیے ٹینٹ لگا لیں، اس پر لکھ دیں کہ قُربانی کی کھالیں یہاں بھی دی جاسکتی ہیں۔ لوگ خود لا کے دیں گے اور اگر دروازہ ہی پر بھیجنا پڑے تو ان لوگوں کو رکھو جن کے چہرہ پر مولویت کا لیبل نہ ہو۔ مولانا احتشام الحق تھانوی صاحب کو اللہ جزائے خیر دے جُمعہ کے دِن وہ کالج کے لڑکوں سے رومال چلواتے تھے۔ کالج کے میٹرک پاس انٹر پاس مسٹر لڑکوں کو چندہ جمع کرنے کے لیے بھیجتے تھے۔ کہتے تھے کہ ان سے اس لیے منگواتا ہوں تاکہ لوگ مولویوں کو حقیر نہ سمجھیں۔ لہٰذا جِن لوگوں نے ابھی مولویت کا لبادہ نہیں پہنا ان مسٹروں کی خدمات حاصل کرو۔ شاید اس کی برکت سے وہ اپنی ٹرمس کر دیں۔

تذکرہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

میرا مقصد کسی پر تنقید کرنا نہیں ہے، میں تو صرف اپنے بزرگوں کی تعلیمات بیان کر رہا ہوں۔ الحمد للہ! میرے شیخ مولانا شاہ ابرار الحق صاحب (افسوس اب رحمۃ اللہ علیہ ہو گئے) پورے ہندوستان کے کئی صوبوں میں انہی اصولوں پر سو مدرسے چلا رہے ہیں۔ حضرت والا سفیر نہیں بھیجتے، مُعَرِّف بھیجتے ہیں یعنی وہ تعارف کراتا ہے اور صرف اطلاع دینے آتا ہے کہ ادارہ دعوۃ الحق کے سو مدرسے چل رہے ہیں، بمبئی میں اتنے، یوپی میں اتنے بنگال میں اتنے جب تعارف کرا دیا تو اس کے بعد یہ بتا دیا کہ سالانہ یہ خرچہ ہے، اتنے طلباء پڑھ رہے ہیں اور اتنے اساتذہ کام کر رہے ہیں۔ اس کے بعد کہتا ہے اچھا السلام علیکم! لوگ کہتے ہیں کہ بھئی چندہ تو لیتے جاؤ تو وہ کہتا ہے کہ ہمیں چندہ لینے کی اجازت نہیں ہے ہمیں صرف تعارف کرانے کی اجازت ہے، اگر چندہ بھیجنا ہے تو مرکز کو بھیج دیں، اس کا یہ پتہ ہے۔

بادشاہ کی پیشکش اور حضرت والا کا استغناء

چونکہ بعض لوگوں کو غلط فہمیاں ہیں اس لیے میں نے اس غلط فہمی کا ازالہ کر دیا کہ میرا کسی بادشاہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہمارے اِس ادارہ کے لیے کوئی بادشاہ نہیں بھیجتا اور نہ ہمارا کسی بادشاہ سے کوئی رابطہ ہے، میرا تعلق غریبوں سے ہے، البتہ ایک مرتبہ ایک بادشاہ نے مجھے پیش کش کی تھی، جب یہاں کچھ نہیں تھا، خالی پلاٹ تھا، اس میں پانی کھڑا تھا جس میں مچھلیاں بھری ہوئی تھیں۔ اس وقت میرے ایک دوست

نے کہا کہ ایک بادشاہ نے سات لاکھ دینے کو کہا ہے اور وہ بادشاہ کہتا ہے کہ میرے آفس میں پیر صاحب کو آنا پڑے گا اور دستخط کر کے روپیہ لے جانا پڑے گا۔ میں نے کہا کہ ان سے کہیں کہ وہ آپ کو دے دیں اور آپ مجھے پہنچا دیں۔ یہ فقیر بادشاہوں کے دروازہ پر جا کر بِئْسَ الْفَقِیْرُ نہیں بننا چاہتا کیونکہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ وہ فقیر بُرا ہے جو امیروں کے دروازہ پر جاتے اور وہ امیر اچھا ہے جو فقیروں کے دروازہ پر جاتے بِئْسَ الْفَقِیْرُ عَلٰی بَابِ الْاَمِیْرِ وَنِعْمَ الْاَمِیْرُ عَلٰی بَابِ الْفَقِیْرِ وہ امیر بہتر ہے جو فقیروں اور اللہ والوں کے دروازہ پر جاتے۔ یہاں فقیر سے مُراد بھیک منگے نہیں ہیں۔

شاہ صاحب جو سمجھتا ہے تو بھک منگوں کو
تُو نے دیکھی نہیں وہ صورتِ شاہانہ ابھی

آج کل شاہ صاحب کس کو کہتے ہیں جو بھیک مانگتا ہو۔ خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اے دنیا والو! تُم نے شاہ صاحب کہاں دیکھا ہے، تُم نے تو بھیک مانگنے والوں کو شاہ صاحب سمجھ لیا ابھی اللہ والوں کو تُم نے کہاں دیکھا۔

حضرت حکیمُ الامّت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی شانِ استغناء

بمبئی کے ایک سیٹھ نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک لاکھ روپیہ لا کر دیا لیکن حضرت نے فرمایا کہ چونکہ آپ سے میری جان پہچان نہیں ہے، پہلی مُلاقات ہے اور میں بغیر جان پہچان کے پیسہ نہیں لیا کرتا۔ چنانچہ حضرت نے ساری رقم واپس کر دی۔ اس ادا پر رمزی اٹاوی شاعر نے کہا تھا ؎

نہ لالچ دے سکیں ہرگز تجھے سکّوں کی جھنکاریں
تیرے دستِ توکّل میں تھیں اِستغناء کی تلواریں
جلالِ قیصری بخشا جمالِ خانقاہی کو
سِکھائے فقر کے آداب تُو نے بادشاہی کو

یہ ہیں ہمارے آباؤ اجداد! ایک شخص نے حضرت تھانوی رحمۃُ اللہ علیہ کو کوئی دنیاوی لالچ دیا، حضرت نے فرمایا کہ مجھے دُنیا کا لالچ مت دو، میں اُس خاندان سے تعلق رکھتا ہوں جس نے اللہ کے راستہ میں سلطنتِ بلخ دے دی تھی اور سلطنت چھوڑ کر فقیری اختیار کی تھی حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃُ اللہ علیہ، سُلطان ابراہیم بن ادہم رحمۃُ اللہ علیہ کے رشتہ داروں میں سے تھے، فاروقی خاندان سے تھے۔

حضرت سُلطان ابراہیم بن ادہم رحمۃُ اللہ علیہ سے ایک مولوی صاحب نے کہا کہ حضرت! میرے لیے دُعا کر دیجیے کہ مَیں مالدار ہو جاؤں تو حضرت سُلطان ابراہیم بن ادہم رحمۃُ اللہ علیہ رونے لگے۔ فرمایا مَیں نے بادشاہت دے کر فقیری لی ہے، تجھ کو مُفت میں ملی ہے اس لیے قدر نہیں کرتا۔ ارے! ابھی جو سکون سے اللہ کا نام لے رہے ہو، دو چار کارخانے کھول کر دیکھ لو کہ کتنا سکون رہتا ہے۔ اللہ سے اتنا مانگو کہ بس عزت کے ساتھ زندگی بسر ہو جائے اور جناب اگر آپ نے پانچ دس کروڑ کما لیا، دس فیکٹریاں کھول لیں، تب بھی کتنی روٹی کھاؤ گے، کیا روٹی کی تعداد بڑھ جائے گی؟ وہی دو یا تین چپاتی کھاؤ گے بلکہ بیٹھے بیٹھے شاید بھوک بھی کم ہو جاتے اور فکروں کی جیبت بڑھ جائے اور اندیشہ

ہے کہ ٹہلنے کا وقت بھی نہ ملے تو خوراک بھی کم ہو جائے گی، چورن مانگتے پھرو گے۔ کیا کروڑ پتی دس جوڑے پہنے رہتا ہے؟ ایک وقت میں ایک جوڑا ہی پہنے گا۔ کیا کروڑ پتی تین چار چپاتی کے بجائے چالیس چپاتی کھاتا ہے؟ چالیس مرغ کھا سکتا ہے؟ خوراک وہی رہتی ہے۔ بس! اللہ سے اتنا ہی مانگو کہ کسی کے محتاج نہ رہو۔ اِس کے لیے میں وظیفہ بھی بتا رہا ہوں اِن شاء اللہ اس وظیفے کا پڑھنے والا کسی مخلوق کا محتاج نہیں ہوگا۔ یہاں تک کہ فالج اور لقوہ سے بھی ان شاء اللہ بچا رہے گا۔ وہ کیا ہے؟

یَا صَمَدُ ، یَا عَزِیْزُ ، یَا مُغْنِیُ ، یَا نَاصِرُ

اِس کو چلتے پھرتے بلا تعداد پڑھو۔ ان شاء اللہ غیب سے ایسی مدد آئے گی کہ آپ حیران ہو جائیں گے۔ قرضہ بھی ادا ہو جائے گا، مالداری بھی آئے گی عزت بھی ملے گی اور آپ مخلوق کے محتاج بھی نہیں رہیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اللہ کا نام بہت بڑا نام ہے۔ دُعا بھی کر لیا کرو کہ اے خدا! آپ کا نام بہت بڑا ہے۔ جتنا بڑا آپ کا نام ہے اِتنی ہم پر مہربانی کر دیجیے۔ ایک مجذوب دُعا کرتا تھا کہ اے اللہ! آپ کا نام بہت بڑا نام ہے۔ جتنا بڑا آپ کا نام ہے اتنی ہم پر مہربانی کر دیجیے۔

اب درمیان میں کچھ اہم باتیں بھی سُن لیجیے۔ اعمالِ نیک کی اور گناہ چھوڑنے کی ہمت تین اعمال سے آتی ہے۔

(۱) خود ہمّت کرے (۲) اللہ تعالیٰ سے ہمت کی دُعا کرے۔

(۳) خاصّانِ خُدا سے ہمت کی دُعا کرائے۔

اور تین ۳ باتوں کا میں اضافہ کرتا ہوں۔

(۱) کچھ ذِکر کا معمول بنائے، ناغہ نہ کرے۔

(۲) اللہ والوں کی صحبت میں زیادہ سے زیادہ آنا جانا رکھے۔

(۳) گناہوں کے اسباب سے دُوری اختیار کرے۔

گناہوں کے قریب رہنے سے ان کا زہر روح میں آہستہ آہستہ گھلنے لگتا ہے اور جب روحانیت میں کمزوری آئے گی تو ہمت پست ہو جائے گی، پھر نظر بھی خراب ہونے لگے گی۔ یہاں تک کہ حسینوں کو اپنی گود میں بٹھانے کے وسوسے شروع ہو جائیں گے۔ یاد رکھو! ایک گناہ دوسرے گناہ کا سبب بنتا ہے۔ کوئی تھوڑی دیر کسی امرد کسی لڑکی سے گپ شپ کرلے دِل کا ستیاناس ہو جائے گا، اعمالِ صالحہ کی لذّت سے اور مناجات کی حلاوت سے محروم ہو جائے گا، یہاں تک کہ ایک دِن اہل اللہ کی محبت سے بھی راہِ فرار اختیار کرلے گا۔ کیونکہ جب اُلّو پن غالب ہو جائے گا تو اب یہ کہاں بلبل رہے گا؟ خانقاہ میں رہنے کے بھی قابل نہیں رہے گا کیونکہ گناہوں سے اس کا دل ویران ہو چکا ہے۔ خدائے تعالیٰ اس کو چمنستان سے نکال باہر کریں گے، اُلّوستان بھیج دیں گے۔ جب اُلّو بن گیا تو اُلّوستان میں بھیجا جائے گا۔ اس لیے بازِ شاہی کی بات پھر سُناتا ہوں۔ اُس بازِ شاہی نے اُلّوؤں سے کہا کہ میں تمہارے ساتھ نہیں رہوں گا، مَیں باز شاہی ہوں، یہ اُلّوستان تمہیں مُبارک ہو۔

ایں خراب آباد در چشمِ شماست
بہرِ من آں ساعدِ شہ خُوب جا است

بازِ شاہی نے کہا اے اُلوؤ! تمہیں تمہارا خراب آباد اور ویرانہ مُبارک ہو اور مُجھ کو میرے بادشاہ کی کلائی جس پر میں رہتا ہوں۔ اسی طرح اہل اللہ کو اللہ کا قرب اور مناجات کی لذّت محبوب ہوتی ہے۔ بازِ شاہی نے اُلوؤں کو للکارا کہ اے اُلوؤ! غور سے سُن لو میرے لیے میرے بادشاہ کی کلائی بہتر ہے۔ اُلوؤں نے کہا کہ یہ بہت مکّار معلوم ہوتا ہے، اپنی برتری دکھا رہا ہے، ہم لوگوں کو رعب میں لے رہا ہے۔ اس کی ایک بات نہ سُنو۔ سب لوگ یک بارگی حملہ کردو اور اس کے پر نوچ لو۔

باطل کی حقارت کی تمثیل

ایک بارگی حملہ کرنے پر ایک قصّہ یاد آیا۔ ایک بلّی سے چوہے تنگ آچکے تھے۔ وہ سیریل نمبر سے ایک ایک چوہا کھا رہی تھی تو سب چوہوں نے کارنر میٹنگ کی۔ اُنہوں نے کہا ہم اتنی تعداد میں ہیں پھر بھی بلّی ہم کو کھا جاتی ہے۔ ہمیں چاہیے کہ سب مِل کر اس پر حملہ کردیں اور کُچھ دِن پہلے لندن سے وٹامن منگا لو اور کھا کر خُوب تگڑے بنو، ایک چوہے نے کہا کہ میں ایم ایس سی بھی ہوں پڑھ کر بتا دوں گا کہ کس اسٹور میں وٹامن ہے۔ غرضیکہ چوہے وٹامن کھا کر تگڑے ہوگئے۔ اب پھر ایک میٹنگ ہُوئی۔ ایک چوہے نے کہا کہ ایسا کرو کہ ہم میں سے کُچھ لوگ بلّی کا ایک کان پکڑلیں کُچھ چوہے دوسرا کان پکڑلیں، کُچھ چوہے اس کا ایک ہاتھ پکڑلیں، کچھ دوسرا ہاتھ پکڑلیں اسی طرح کُچھ اس کے پیر پکڑلیں اور ایک چوہا اس کی پسلیاں کاٹ کر اندر گھُس جاتے اور اس کا دِل چبالے۔ فیصلہ ہوگیا، سارے چوہوں نے واہ واہ کہا کہ بس کامیابی ہوگئی۔ انہوں نے دیکھا کہ بلّی آج کل بیمار بھی ہے، اس کو ٹائیفائڈ ہوگیا ہے تو انہوں نے کہا کہ یہ حملہ کرنے کا بہت اچھا موقع ہے کیونکہ دُشمن کو

ٹائیفائڈ ہے، اَب جتنے کو الیفائڈ ہیں سب جمع ہو جائیں، چوہوں کے امیر نے کہا کہ جتنے چوہے حملہ کرنے کے فن میں کوالیفائڈ ہیں سب میرے قریب آجائیں۔ سب حملہ کرنے نکل پڑے۔ یہ بات مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ مثنوی شریف میں فرما رہے ہیں۔ اُدھر بلّی نے دیکھا کہ آج سارے چوہے خلافِ معمول میری طرف بڑھ رہے ہیں، آج سے پہلے ان ظالموں کی کبھی اِتنی ہمت نہیں تھی، مجھ کو دیکھ کر راہِ فرار اختیار کرتے تھے، بغیر بِل پاس کیے بِلوں میں گھُس جاتے تھے۔

آج یہ کیا ہو رہا ہے کہ میری طرف بڑھ رہے ہیں؟ آج ان کی نظر میں مجھ کو خطرناک معلوم ہو رہی ہیں، حالانکہ بلّی کو بُخار تھا، ہڈیاں پسلیاں نکلی ہوئی تھیں بہت ہی ضعف، لاغری اور کمزوری ہو رہی ہے لیکن اس کمزوری کے باوجود اس نے جب حسبِ معمول اپنی فطرت کے مُطابق آہستہ سے میاؤں کہا تو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بلّی کی اس کمزور میاؤں سے سارے چوہے جو اس باختہ، بے ساختہ آبرو باختہ ہوتے ہُوئے بِلوں میں گھُس گئے، کوئی بلّی کے مُقابلہ میں نہیں ٹھہرا کیونکہ بلّی کے سینے میں اللہ نے جو دِل رکھا ہے وہ چوہوں کے سینے میں نہیں ہے، اللہ نے شیر کے سینے میں جو دل رکھا ہے پورے جنگل کے چیتے اور بھیڑیوں کے سینوں میں وُہ دِل نہیں ہے۔ مومن اور اولیاء اللہ کے سینوں کو جو دِل عطا کیا جاتا ہے، انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسّلام کے سینوں میں جو دِل رکھا جاتا ہے وہ عام لوگوں کے حصّہ میں نہیں آتا۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعہ کس قصّہ پر سُنایا؟ حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کافروں کے قلعہ پر حملہ کر رہے تھے۔ سردار نے اپنے سپہ سالار سے

سے پوچھا کہ کیا ہوگیا ہے؟ تم لوگ اس کا مقابلہ نہیں کرتے ہو؟ یہ اکیلے ہی سب کو مار رہا ہے۔ میں نے تمہیں بادام، پستہ کس دن کے لیے کھلایا تھا؟ مکھن انڈے کھا کھا کر مسٹنڈے ہونے والو آخر کس دن کام آؤ گے۔ ایک اکیلا صحابی تم کو قتل کر کے اپنے گھوڑے تلے روند رہا ہے۔ کافر سردار کی بات سن کر قلعہ کے سپہ سالاروں نے کہا کہ ہم آپ کے انڈا مکھن کا شکریہ ادا کرتے ہوئے یہ حقیقت ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ جو دل اس صحابی کے سینہ میں ہے وہ آپ کے سپہ سالاروں کے سینوں میں نہیں ہے۔ آپ دیکھتے نہیں کہ اس صحابی کے ایمان کی عظمت اور شوکت سے آپ کے قلعہ پر لرزہ طاری ہے، قلعہ کی دیواریں تک کانپ رہی ہیں تو ہمارا کیا حال ہوگا؟ مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

روبہے کہ ہست اُورا شیر پُشت
بشکند کلّہ پلنگاں را بہ مشت

جس لومڑی کی پیٹھ پر شیر ہاتھ رکھ دے وہ ایک گھونسا مار کر چیتوں کا کلّہ پھاڑ دیتی ہے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ اللہ والوں کے پیلے چہروں کو مت دیکھو، اگر اللہ کی راہ کے مجاہدات سے ان کے چہرے پیلے پڑ گئے ہیں اور وہ جسمانی لحاظ سے بہت کمزور نظر آتے ہیں اور تم مرغی کا سوپ پی کر، انڈا کھا کر بہت زیادہ تگڑے ہوگئے ہو لیکن اللہ والوں کو حقیر مت سمجھو مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

رخِ زرّینِ من منگر کہ پائے آہنیں دارم
چہ می دانی کہ در باطن چہ شاہے ہمنشیں دارم

اے دنیا والو! میرے پیلے چہرہ کو مت دیکھو کیونکہ میرے پیر لوہے کے ہیں

یعنی میرے قدم راہِ خدا میں لوہے کی طرح استقامت اور مضبوطی رکھتے ہیں۔ اے دُنیا والو! تم کو کیا خبر ہے کہ میں اپنے دِل میں کتنا بڑا بادشاہ رکھتا ہوں، تم کو کیا خبر کہ میرے دِل میں تمام بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔

اسی لیے میں عرض کرتا ہوں کہ گُناہ چھوڑنے کی توفیق اور نیک اعمال کی ہمت حاصل کرنے کا نُسخہ خوب اچھی طرح یاد کرلیجیے جو ابھی بیان کروں گا۔

آج میرا بُخاری شریف کا درس رہ گیا ہے، اگلے جُمعہ کو ان شاء اللہ بیان کروں گا لیکن یہ بھی روحِ بُخاری سے کم نہیں کیونکہ اگر گناہ نہ چھوڑے تو بُخاری شریف کا کیا حق ادا ہوا۔ اس لیے نیک عمل کے لیے اور گُناہ چھوڑنے کے لیے چھ[۶] اعمال سُن لیجیے۔

۱۔ گُناہ چھوڑنے کی خود ہمت کیجیے۔ اگر ہمت نہیں کریں گے تو گُناہ آپ کو پٹخ دے گا، شیطان آپ کے سینے پر بیٹھ جائے گا لیکن یہ تو بتائیں کہ اگر کوئی غنڈا چھرا لہراتا ہُوا کہہ رہا ہو کہ ابھی تمہارے پیٹ میں بھونک دوں گا تو کیا آپ آسانی سے چُھرا بھونکوا لیں گے یا جان بچانے کے لیے جان لڑا دیں گے۔ آہ! اس وقت تو جان بچا کر بھاگتے ہو، دُشمنِ جاں خنجر سے جتنا ڈرتے ہو، کینسر سے جتنا ڈرتے ہو، گردے میں پتھری پڑنے سے جتنا ڈرتے ہو اس سے زیادہ ڈر اللہ کی نافرمانی سے ہونا چاہیے، یہ دُشمنِ ایمان ہے، اس سے زیادہ ڈرنا چاہیے۔ اپنی جان بچانے کے لیے سب سے پہلا کام کیا کیا؟ جان بچا کر بھاگ کھڑے ہُوئے ایسا ہی اللہ کی نافرمانی کی جگہ سے ایمان بچا کر بھاگ کھڑے ہو، جب کوئی حسین سامنے آجائے تو راستہ بدل لو۔

﴿ اِنِّیۡ ذَاہِبٌ اِلٰی رَبِّیۡ سَیَہۡدِیۡنِ ﴾ (الصّٰفّٰت:۹۹)

بے پردہ عورتوں کو مت دیکھو۔ بزرگوں نے تو یہاں تک فرمایا کہ برقعہ والیوں کو بھی مت دیکھو، کیونکہ سات سو برس پہلے شیخ سعدی شیرازی رحمۃُ اللہ علیہ کے شہر شیراز میں چادر سے لپٹی ہوئی ایک عورت جارہی تھی۔ ایک نوجوان اس کے قد و قامت سے دھوکہ کھا گیا اور پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ اس نے سوچا کہ اس کی قامت ہے یا قیامت ہے۔ اس پر میں نے ایک شعر بنادیا ہے ؎

اُس کی قامت ہے یا قیامت ہے
اُس کو دیکھے گا جس کی شامت ہے

تو وہ نوجوان کئی میل تک اس کے پیچھے چلا، یہ سمجھ کر کہ جیسا قد و قامت بہت عمدہ ہے شکل و صورت بھی ایسی ہی ہو گی۔ اتفاق سے اس عورت کو پیاس لگی، جب اس نے پانی پینے کے لیے چادر ہٹائی تو سعدی شیرازی رحمۃُ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ؎

اے بسا خوش قامت کہ زیرِ چادر باشد
چو باز کنی مادرِ مادر باشد

بعض مرتبہ چادر میں پوشیدہ قد و قامت بہت اچھی لگتی ہے لیکن جب چادر ہٹتی ہے تو پتہ چلتا ہے کہ وہ اماں کی اماں تھی، منہ میں دانت نہیں، گال آدھے آدھے انچ اندر گھسے ہوئے، پونے بارہ نمبر کا چشمہ لگا ہوا۔

سعدی شیرازی فرماتے ہیں کہ دوستو! عورتوں کے لباس کے اوپر بھی نظر مت ڈالو۔ شیطان اس سے بھی قدر و قامت کے فتنے میں ڈال دے گا۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب کوئی عورت آرہی ہو تو سامنے سے بھی مت دیکھو، اس کے آگے

بھی شیطان ہوتا ہے۔ اور جب چلی جائے تو پیچھے بھی مت دیکھو، وہاں بھی شیطان ہوتا ہے۔ ان کو اپنی ماں بہن سمجھ کر بالکل مت دیکھو۔ لیکن آپ کہیں گے کہ ماں بہن ہے تو پھر دیکھنا چاہیے لیکن اِس ماں بہن میں اور اصلی ماں بہن میں فرق ہے اصلی ماں بہن سے نِکاح جائز نہیں ہے اور ان سے جائز ہے کیونکہ نامحرم ہیں اس لیے اِن عورتوں سے نظر کی حفاظت فرض ہے۔

اب نیک اعمال کرنے اور گُناہ چھوڑنے کے لیے چھ[۶] اعمال کو ترتیب وار یاد کر لیجیے:

(۱) خود ہمت کیجیے۔

(۲) دو رکعات صلوٰۃ الحاجات پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے گڑ گڑا کر، رو کر ہمت کی درخواست کیجیے۔ جتنا دردِ گردہ سے صحت کے لیے، کینسر اور پتھری سے نجات کے لیے آپ دُعائیں مانگتے ہیں اپنے لیے اور اپنی اولاد کے لیے اتنا ہی گڑ گڑا کر اللہ تعالیٰ سے دُعا کریں کہ اے خُدا! میں آپ کے غضب اور آپ کے قہر کے اعمال سے پناہ چاہتا ہوں، ایک لمحہ بھی آپ کی ناراضگی میں گذارنا حرام سمجھتا ہوں، غیرت اور شرافت کے خلاف سمجھتا ہوں، شرافتِ بندگی کے خلاف سمجھتا ہوں کہ اے خُدا! میں آپ کی کھا کر آپ کے خلاف اس طاقت کو استعمال کروں۔ اگر صلوٰۃ الحاجات پڑھنے کا موقع نہیں ہے تو فرض نمازوں کے بعد ہی دُعا مانگ لو۔

مثنوی میں توبۂ نصوح کا واقعہ

(۳) خاصانِ خدا سے ہمت کی دُعا کراؤ کیونکہ ایک جوان تگڑا شخص ہیجڑا

بنا ہوا بادشاہ کی عورتوں کی خدمت میں نوکری کر رہا تھا اور عورتوں کی مالش کیا کرتا تھا۔ اس نے بادشاہ سے کہہ رکھا تھا کہ میں عورت ہوں لیکن اس کا ضمیر اس کو ملامت کرتا تھا۔ ایک دن جنگل میں جا کر رویا کہ اے خدا! قیامت کے دن میرا کیا حال ہوگا، یہ خبیث عادت مجھ سے کب چھوٹے گی، یہ لعنتی کام مجھ سے کب چھوٹیں گے۔ اس کے رونے کو، آہ وزاری کو اللہ نے قبول فرمایا۔ ایک ولی اللہ بھیجا۔ اس نے پوچھا کیوں روتے ہو؟ اس نے کہا حضرت! ایک ناسور، ایک کینسر ہے گناہ کا جو مجھ سے چھوٹ نہیں رہا ہے؟

چھٹتی نہیں ہے منہ سے یہ ظالم لگی ہوئی

یہ بُری عادت مجھ سے نہیں چھوٹ رہی ہے، چھوڑنا چاہتا ہوں مگر نفس و شیطان مجھ کو دبوچ لیتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اچھا وضو کر، دو رکعات توبہ کے پڑھ اور میرے ساتھ دُعا مانگ۔ اس نے کس دردِ دل سے دُعا مانگی کہ قبول ہوگئی۔ اب اس کی ہدایت کے سامان شروع ہو رہے ہیں ؎

سُن لے اے دوست جب ایام بھلے آتے ہیں
گھات ملنے کی وہ خود آپ ہی بتلاتے ہیں

اب اس کی ہدایت کا عالمِ غیب سے سامان ہو رہا ہے۔ بادشاہ کی بیگم کا دس لاکھ کا ہار گم ہوگیا۔ یہ اللہ تعالیٰ نے اس کی ہدایت کا سامان فرمایا۔ اللہ کے اس ولی کی دُعا قبول ہوئی۔ زنان خانہ میں جتنی خادمات اور نوکرانیاں تھیں ان کی تلاشی شروع ہوگئی۔ اس نے سوچا کہ اب تو ننگا کر کے سب کی تلاشی ہو رہی ہے، سب قطار سے کھڑی ہیں، اب میری باری بھی آئے گی اور جب مجھ کو ننگا کیا جائے گا تو سارا

پول کُھل جاتے گا کہ یہ تو خادمہ نہیں خادم ہے۔ بیگمات بادشاہ سے شکایت کردیں گی کہ اس کمبخت نے بیگمات کو دیکھ کر بادشاہ سلامت کی آبرو کو نقصان پہنچایا۔ اس کے جسم پر لرزہ طاری ہوگیا، وہ رونے لگا اور اللہ تعالیٰ سے چپکے چپکے دُعا کرنے لگا۔

جب اس نے دیکھا کہ بس تین چار لڑکیاں رہ گئی ہیں اور میری باری آنے والی ہے تو خوفِ خُدا سے اور خوفِ قتل اور بادشاہ کی سزا کے خوف سے اس کا خُون خشک ہوگیا کہ وہ مجھے کُتّوں سے نُچوا دے گا، آدھا زمین میں گاڑ کر مجھ پر کُتّے چھوڑ دے گا، بڑی اذیت ناک موت مارے گا تو اس نے اللہ تعالیٰ سے کہا اے خُدا! تو باعطا ہے، باوفا ہے، مَیں نے بے وفائی کی ہے، نالائقی کی ہے، میں نالائق ہوں اور نالائقوں سے نالائقی ہی ہوتی ہے، آپ تو لائق ہیں، کریم ہیں، اپنا کرم کر دیجئے کہ آپ باعطاء و باوفا ہیں، گُناہ میں میری جو زندگی گُذری ہے اس پر رحم کر دیجیے ؎

گر مرا ایں بار ستّاری کُنی

توبہ کردم من زہر نا کردنی

اگر آج تو میری پردہ پوشی کرلے تو میں تمام گُناہوں سے توبہ کرتا ہوں، کبھی آپ کو ناراض نہیں کروں گا۔ آج میری عزّت رکھ لیجیے ؎

اے خُدا ایں بندہ را رُسوا مکن

گر بدم من سرّ من پیدا مکن

یہ وہ شعر ہے جس کو حاجی امداداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ عشاء کے بعد سے ساری رات کعبہ شریف میں پڑھتے رہے یہاں تک کہ فجر کی اذان ہوگئی۔ اے اللہ! اس

بندے کو آج رسوا نہ کرنا میں نے نالائقی تو کی لیکن آپ میرا بھید آج چھپا لیجیے، مجھے ننگا نہ ہونے دیجیے، بادشاہ کا ہار جلدی سے ملوا دیجیے، میری باری نہ آنے پائے، قبل اس کے کہ میں ننگا کیا جاؤں، میرا راز فاش ہو اور مجھے قتل کی سزا دی جائے میری عزت رکھ لیجیے، مَیں آپ سے وعدہ کرتا ہوں، آپ سے عہد کرتا ہوں کہ اب کبھی آپ کو ناراض نہیں کروں گا، میری پردہ پوشی فرما لیجیے۔ پھر اُس نے کہا۔

اَے عظیم از ما گُناہانِ عظیم
تُو توانی عفو کردن دَر حریم

آپ بڑی عظمت والے ہیں، میں نے مانا کہ میرے گُناہ بھی بڑے ہیں لیکن آپ میرے گُناہوں سے بہت بڑے ہیں۔ اگر بیتُ اللہ میں بھی ہم گنہگاروں سے ایسا گُناہ ہوتا آپ وہ بھی مُعاف کرنے پر قادر ہیں، آپ کبھی اپنے گنہگاروں سے نہیں کہیں گے کہ ہم گُناہ مُعاف کرتے کرتے تھک گئے تُمھارا گُناہ اِتنا عظیم ہے کہ میری عظمت سے بڑھ گیا اس لیے ہم مُعاف نہیں کریں گے۔ اے اللہ! ہمارے گُناہ محدود اور آپ کی عظمت غیر محدود ہے، اے اللہ! ہم گُناہ کرتے کرتے تھک سکتے لٰہذا آج میری پردہ پوشی کر لیجیے۔ وہ اتنا رویا کہ بے ہوش ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی دُعا سُن لی اور بے ہوشی کی حالت میں اس کو دوزخ اور جنّت دِکھا دی۔ ابھی تین چار لڑکیاں باقی تھیں کہ ہار مل گیا۔ جب دس لاکھ کا ہار مِل گیا تو بیگمات اس کی طرف متوجہ ہوئیں، اس کو پنکھا جھلوایا اور گلاب چھڑکوایا۔ جب اس کو ہوش آیا تو بیگمات نے کہا کہ تُمھاری خدمت اور مالِش سے ہم کو بڑا مزہ آتا تھا کیونکہ

تم بڑی محنت اور طاقت سے ہماری مالش کرتی تھی لہٰذا اَب تم ہم سے ناراض نہ ہونا اور بُرا نہ ماننا۔ اس نے کہا کہ اَب میں تمھاری خدمت کے قابل نہیں رہی اور رہی اِس لیے کہا کہ اگر یہ کہہ دیتا کہ میں تمھاری خدمت کے قابل نہ رہا تو گرفتار ہو جاتا۔ بیگمات نے پوچھا کیوں ؟ اس نے کہا کہ ابھی بے ہوشی میں اللہ تعالیٰ نے مجھے دوزخ اور جنّت دِکھا دی ہے لہٰذا اب آپ لوگوں کی خدمت سے مُعافی چاہتی ہوں۔ اَب ہم جا رہے ہیں اور اسی ولی اللہ کو تلاش کریں گے جِس کی دُعا سے میرا یہ حال ہُوا ہے۔ لہٰذا اس نے سلوک طے کیا اور بہت بڑا ولی اللہ ہوگیا۔

تو گُناہوں سے بچنے کے تین اعمال ہوگئے۔

(۱) خود ہمت کیجئے۔

(۲) اللہ تعالیٰ سے ہمت کی درخواست کیجئے۔ ایسا روئیے کہ آسمان کے فرشتوں پر بھی گریہ طاری ہو جائے، اپنے آہ و نالوں سے آسمانوں کو ہلا دیجئے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

چوں بگریم خلق ہا گریاں شود
چوں بنالم چرخ ہا نالاں شود

اے دنیا والو! جب جلال الدین رومی اللہ کی محبّت میں روتا ہے تو ساری مخلوق میرے ساتھ روتی ہے، جب میں نالہ کرتا ہوں تو آسمان بھی میرے ساتھ نالہ کرتا ہے۔

عرش لرزد از انین المذنبین

جب گُنہگار اخلاص کے ساتھ روتا ہے تو اس کے آہ و نالوں سے عرش ہل جاتا ہے۔

③ اہل اللہ سے، خاصانِ خدا سے دُعا کی درخواست کرنا۔ یہ تین۳ عمل تو حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں،

تین عمل اس خادمِ حکیم الامت نے بناتے ہیں۔

① اللہ والوں سے پُوچھ کر تھوڑا بہت اللہ کا نام لے لیا کرو۔ کیونکہ جب ان کے نام سے دِل میں اُجالے آئیں گے تو اندھیروں سے دِل خود گھبرانے لگے گا۔ جس گھر میں بجلی ہوتی ہے اس گھر کا فیوز اُڑ جاتے، اندھیرا ہو جاتے تو گھبراہٹ ہوتی ہے۔ چنانچہ تھوڑا سا اللہ کا نام لینا شروع کر دیجئے۔

② اہل اللہ کی صحبت میں آنا جانا رکھو۔ جیسے دیسی آم لنگڑے آم کی پیوند کاری سے لنگڑا آم بن جاتا ہے اسی طرح اللہ والوں کے ساتھ رہتے رہتے اِن شاء اللہ ایک دن اللہ والا دِل بن جائے گا۔

③ گُناہوں کے اسباب سے دُوری اختیار کرنا عیناً، قلباً اور قالباً یعنی نظر بھی دور رکھو، دل بھی دُور رکھو، گندے خیالات بھی قصداً نہ لاؤ، قالباً یعنی جسم بھی حسینوں کے قریب نہ رکھو، عیناً و قلباً و قالباً تین قسم کی دُوری بتا رہا ہوں۔ حسینوں سے، گُناہوں کے اڈّوں سے، گُناہوں کے مراکز سے تین قسم کی دُوری اختیار کرو۔ آنکھ سے دیکھو مت، آنکھ کی روشنی سے آپ حسینوں سے قریب ہو گئے اگرچہ دس گز سے دیکھ رہے ہیں، اگرچہ کوئی پچاس گز کے فاصلہ سے دیکھ رہا ہے لیکن شعاعِ بصریہ سے قریب ہو گیا ہے۔ آنکھوں سے بھی مت دیکھو، قلب کو بھی دور رکھو یعنی دِل میں گندے خیالات مت لاؤ اور جسم کو بھی قریب نہ رکھو ورنہ یہ زہر آپ کی ساری ہمتیں پست کر دے گا اور جب آدمی زہر کھا لیتا ہے تو پھر ایسے شخص کو صحبتِ شیخ بھی مُفید نہیں رہتی۔ پھر وہ زہر اس کو جوڑ یا بازار لے

جائے گا، کلفٹن اسٹریٹ اور سینما گھروں میں لے جائے گا، گناہوں کے اڈّوں میں لے جائے گا، وہ شیطان کے اغوا میں آجائے گا۔ شیطان انہی کو پھسلاتا ہے جو پہلے کوئی گناہ کرلیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

(اِنَّمَا اسۡتَزَلَّهُمُ الشَّيۡطٰنُ بِبَعۡضِ مَا كَسَبُوۡا)

(آل عمران: ۱۵۵)

شیطان تم کو اُس وقت پھسلاتا ہے، اغوا کرتا ہے جب پہلے تم کوئی گناہ کرتے ہو، مجھ کو ناراض کرتے ہو پھر میری رحمت و حفاظت کا سایہ تم سے ہٹ جاتا ہے، تم یتیم ہوجاتے ہو، اس لیے شیطان تم کو اغوا کرلیتا ہے ورنہ اگر باپ تگڑا ہو اور اغوا کرنے والا کمزور ہو تو کوئی اس کا بچّہ اغوا کرسکتا ہے؟ پس جس بندہ کے اوپر اللہ کا سایہ ہو تو کس کی طاقت ہے کہ اس کو اغوا کرسکے؟ اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ظالمو! مَا كَسَبُوا پہلے تم گناہ کرتے ہو، اس کے بعد میری حفاظت کا سایہ تم سے ہٹتا ہے پھر شیطان تم کو لے جاتا ہے گٹر میں۔

جب اُلّوؤں نے بازِ شاہی پر حملہ کرنا چاہا تو بازِ شاہی نے کہا کہ اگر تم نے ہمارا ایک پَر بھی نوچ لیا تو بادشاہ تمہارے جنگل میں آگ لگا دے گا، تمہارا انڈا بچّہ بھی نہیں رہے گا کیونکہ میرا بادشاہ بہت طاقت والا ہے۔

گفت باز ار یک پرِ من بشکند
بیخِ چغدستاں شہنشہ برکند

باز نے کہا کہ اگر میرا ایک پر بھی ٹوٹ گیا تو سمجھ لو کہ بادشاہ تمہارے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔ تم سب اُلّوؤں کے انڈے بچّوں کو جلا کر راکھ کردے گا۔ یہی بات

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ اللہ والوں کو مت ستاؤ، جب انبیاء کرام اور اولیاء اللہ پر ظلم کیا گیا تو اللہ نے بستیوں کی بستیاں ویران فرمادیں۔ آخر میں بازِ شاہی نے کہا ؎

بازم و در من شود حیراں ہما
چغد کہ بود تا بداند سِرِّ ما

دیکھو میں بازِ شاہی ہوں، ہما چڑیا بھی میری شان کو سمجھنے سے حیران ہے پھر اُلوؤں کی کیا حقیقت ہے جو میرے مقام کو پہچان سکیں ؟ آہ ! ایسے ہی اللہ والوں کو لوگ نہیں پہچانتے ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اُلّویت کے مقام سے نکال کر ہمیں آنکھیں عطا فرمائے کہ ہم اپنے بزرگوں کو پہچانیں۔ اب دُعا کرو کہ یا اللہ ! ہم اور ہمارے گھر والوں میں سے جس کو کوئی بھی بیماری ہو سب کو شِفاء دے دے، آرام سے راحت کے ساتھ عافیت کے ساتھ شِفاء عطاء کردے، سارے امراض سے نجات دے دے، روحانی امراض سے بھی، جسمانی امراض سے بھی اور یا اللہ ! جن کو کوئی غم اور مُصیبت ہو سب کے غم اور مُصیبت کو راحت اور خوشیوں سے تبدیل فرمادے ۔ جو مقروض ہیں اللہ ان کا قرضہ اَدا فرمادے ۔ جن کی بیٹیوں کو رشتہ نہ مِل رہا ہو ان کو نیک رشتہ عطا فرمادے ۔ جن کی بیٹیاں مظلوم ہوں ان کے شوہروں کو ان پر رحم دِل، شفیق اور مہربان کردے ۔ جن کی بیٹیاں و بیبیاں ستا رہی ہوں ان کو نیک بنادے تاکہ وہ اپنے شوہروں کے ساتھ اکرام اور عزت سے رہیں ۔ ہمارے پورے مُلک میں اللہ امن، فلاح اور عافیت نصیب فرمادے ۔ چوری، ڈاکہ، اغوا، قتل، خُون جتنے بھی جرائم اے اللہ ! اس ملک میں اس وقت ہیں سب کو دُور فرمادے اور اپنی رحمت

سے عافیت و فلاح نصیب فرمادے، سارے عالم کے مسلمانوں کو عافیتِ دارین نصیب فرما اور سارے عالم کے کافروں کو ایمان عطا فرما۔ اگر وہ ایمان نہ لانے والے ہوں تو اے اللہ! تو انہیں کمزور کردے اور مسلمان ملکوں کے خلاف ان کی سازشوں کو نامراد فرمادے۔ اور اہلِ ایمان کو اہلِ تقویٰ بنادے اور اہلِ مرض کو اہلِ صحت بنادے، اہلِ جہل کو اہلِ علم بنادے، اہلِ تکبر کو اہلِ تواضع بنادے، اہلِ غفلت کو اہلِ ذکر بنادے، اہلِ فسق و معصیت کو اہلِ تقویٰ بنادے اور دونوں جہاں دے دے، اے مالکِ دو جہاں ہم سب کو، ہمارے گھر والوں کو، ہمارے دوستوں کو دونوں جہاں عطا کردے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ
وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ
وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ



باب المزاح

کشمکش حُسن و عشق کی جاں پہ بنی ہے میر کی
پیتے ہیں عرق بید مشک جستجو اب ہے پیر کی

تنگ آکر گلرخوں سے میر اب
ایک پیر کی ٹانگ دبایا کرتے ہیں

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

دیارِ مدینہ

نظر ڈھونڈتی ہے دیارِ مدینہ
ہیں دِل اور جاں بے قرارِ مدینہ

وہ دیکھو اُحد پر شجاعت کا منظر
شہیدوں کے خون شہادت کا منظر

وہ ہے سامنے سبز گنبد کا منظر
اسی میں تو آرام فرما ہیں سَرور

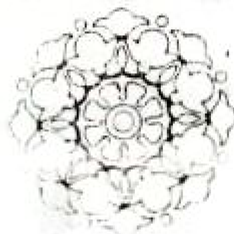
ابوبکرؓ و فاروقؓ و عثمانؓ و حیدرؓ
یہیں تھے یہ پروانۂ شمعِ انور

یہیں سے تو اِسلام پھیلا جہاں میں
مدینہ کا شہرہ ہے ہفت آسماں میں

نشانِ نبی ہے یہ مسجد قبا کی
ہے قندیل طیبہ نبی کی ضیاء کی

مدینہ کے دیوار و در دیکھتے ہیں
عجب حال قلب و جگر دیکھتے ہیں

یہ مسکن ہے شاہِ مدینہ کا اخترؔ
فلک بوسہ زن ہے یہاں کی زمیں پر



ؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فیضانِ مدینہ ہے یہ فیضانِ مدینہ

ساحل سے لگے گا کبھی میرا بھی سفینہ
دیکھیں گے کبھی شوق سے مکہ و مدینہ

مومن جو فدا نقشِ کفِ پائے نبی ہو
ہو زیرِ قدم آج بھی عالم کا خزینہ

گر سُنّتِ نبوی کی کرے پیروی اُمّت
طوفاں سے نکل جائے گا پھر اس کا سفینہ

یہ دولتِ ایماں جو ملی سارے جہاں کو
فیضانِ مدینہ ہے یہ فیضانِ مدینہ

جو قلب پریشاں تھا سدا رنج والم سے
فیضانِ نبوت سے ملا اس کو سکینہ

جو دردِ محبت کا ودیعت تھا ازل سے
مومن پہ ہُوا کشف وہ مدفون خزینہ

اے ختمِ رُسل کتنے بشر آپ کے صدقے
ہر شر سے ہُوئے پاک بنے مثلِ نگینہ

خالی جو تھا انوارِ محبّت کی رمق سے
اک آگ کا دریا سا لگے ہے وہی سینہ

صدقے میں ترے ہو گیا وہ رہبرِ اُمّت
جو کفر کی ظلمت سے تھا اِک عبد کمینہ

اے صلِ علیٰ آپ کا فیضانِ رسالت
جو مثلِ حجر تھا وہ ہُوا رشکِ نگینہ

جو ڈوبنے والا تھا ضلالت کے بھنور میں
اب رہبرِ اُمّت ہے وہ گمراہ سفینہ

جو کفر کے ظلمات سے تھا ننگِ خلائق
ہے نورِ ولایت سے منور وہی سینہ

اختؔر کی زباں اور شرفِ نعتِ محمدؐ
اللہ کا احسان ہے بے خون و پسینہ

ؐ صلی اللہ علیہ وسلم

